

دیوان میر سوز

اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر صحیح متن کی تیاری کے صحیح تنقید بھی نہیں ہو سکتی۔

ہمارا ارادہ ہے کہ تنویر کے کلام کو دوبارہ وسیع پیمانے پر ایڈٹ کر کے شائع کریں۔ یہ نقش اول صرف اس ضرورت کا اشاریہ ہے۔

تنویر کی تیاری میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی اور جناب رشید حسن خان نے خاص طور پر مدد فرمائی ہے اور میں ان دونوں احباب کا یہ دل سے ممنون ہوں۔

قیام اہلکھلی رہ آورو میری یہ تجویز ہے کہ اردو کے تمام مخطوطات، دنیا میں جہاں جہاں بھی ہیں وہ مائیکروفلم کے جائیں اور ان کے مین سٹ تیار کیے جائیں، ایک لائبریری آف کانگریس واشنگٹن میں رہے، دوسرا دس کانسن یونیورسٹی لائبریری میں اور تیسرا دہلی یونیورسٹی کے کتب خانے میں۔ میری اس تجویز کو لائبریری آف کانگریس کے بعض ذمہ دار اشخاص نے بے حد پسند کیا ہے اور وہ اس تجویز پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ اگر خدا کی مدد شامل حال ہوئی اور یہ تجویز بروئے کار آسکی تو اس سے اردو کو بڑا فائدہ ہوگا۔

شعبہ اردو میں امریکی اور روسی طلبہ کئی سال سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بعض بیرونی درس گاہوں سے ہمارا بین جامعاتی تعاون بھی ہے۔ اس سال شعبہ اردو نے ملکی اور غیر ملکی "غیر اردو داں" طالب علموں کے لیے اردو کا باقاعدہ ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس بھی شروع کیا ہے۔ یہ کام سلیم شمیم بہت کے سپرد کیا گیا ہے جو اس کام سے خاص دل چسپی رکھتی ہیں۔ اس سال داخلے کی ۲۴ درخواستیں آئی ہیں اور ابھی برابر آرہی ہیں۔ اس لیے امید ہوتی ہے کہ یہ کورس مقبول ہوگا اور

آئندہ سال انشاء اللہ ہم ڈپلوما کورس بھی شروع کر سکیں گے۔

ہمارے لیے یہ بات بھی باعث مسرت ہے کہ اس سال جامعہ شبینہ میں ڈاکٹر محمد حسن کارپور کی حیثیت سے تقرر ہوا ہے جو اردو کے معروف ڈرامہ نویس اور لائق ذکر نقاد ہیں۔

یہ بات بھی اردو کے حلقوں میں مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ غالب سوسائٹی دہلی نے ہمیں آٹھ ہزار روپے کے تین انعامات "مرزا اسد اللہ خاں"، "غالب انعامات" کے نام سے دیے ہیں جو ہم ہر سال بی اے، بی ایسے آنرز، اور ایم اے کے بہترین اردو طالب علموں کو دے سکیں گے۔ شعبہ اردو اس گراں قدر عطیے کے لیے غالب سوسائٹی کے ارباب حل و عقد اور خاص طور پر اُس کے صدر عالی جناب شکر پرشاد صاحب آئی، سی، ایس کا ممنون ہے جو صرف انتظام ملکی ہی میں مہارت نہیں رکھتے بلکہ غالب شناسی میں بھی ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔

خواجہ احمد فاروقی

حیدرآباد دکن

۲۸ جون ۱۹۶۳ء

سوزگارسان دتاسی کی نظر میں

سید محمد میر سوز دہلوی ہندوستان کے بہت لائق اور معروف لکھنے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ادبی اوصاف کے علاوہ 'دہ تیر اندازی اور شہ سواری میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ انھوں نے خوش نویسی میں بھی امتیاز حاصل کیا تھا اور یہ ایسا فن ہے جس کو اہل مشرق بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ خوش نویسی کے نسبت غیر مردودہ اسالیب سے بھی آشنا تھے۔ انھوں نے آسان اور سادہ طرز میں اشعار کہے ہیں۔ ان اشعار کا طرز ایسا مسرت بخش ہے کہ وہ ایک نئے مدرسہ شعر کے سربراہ کہے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کے قول کے مطابق 'سوز اور فغان' دونوں نے ایک ایسی بولی میں کام یا بی کے ساتھ اشعار لکھے ہیں جو عورتوں کے لیے مخصوص ہے اور جس کا استعمال ہندوؤں کی رائے میں مردوں کے لیے مناسب نہیں۔ اپنی شاعرانہ زندگی کے آغاز میں 'سوز اپنے ہیجان انگیز جذبات سے مغلوب تھے لیکن عہد شاہ عالم کے اٹھارویں سال میں وہ سلوک اور تصوف کے میدان میں داخل ہوئے اور درویشوں کا لباس اختیار کیا۔

مصحفی کا بیان ہے کہ انھوں نے پہلے تیر تخلص رکھا۔ لیکن چونکہ میر محمد تقی اسی تخلص سے مشہور ہو چکے تھے، اس لیے اسے بدل کر 'سوز اختیار کر لیا۔ ۹۴-۱۰۴ھ میں آن کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ ۹۶ھ (مطابق ۱۵۸۱-۸۲ء) میں وہ لکھنؤ میں قیام پزیر تھے اور اپنا وقت مراقبہ اور عبادت میں صرف کرتے تھے۔ ۱۲۱۲ھ (مطابق ۱۷۹۷-۹۸ء) میں وہ مرشد آباد چلے گئے۔ لیکن وہاں زیادہ نہیں ٹھہرے اور لکھنؤ واپس آ گئے، جہاں ۱۲۸۰ھ کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

لے بینی زائن نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال تلہور (TALHOR) میں ہوا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ بینی زائن کی مراد کس شہر سے ہے۔ انگریزی نقشوں میں ملتان کے ایک شہر کا نام ٹلار (TULLAR) لکھا ہوا ہے۔ (دتاسی)

علی ابراہیم، جس نے سوز کے اشعار پندرہ سولہ صفحے میں دیے ہیں؛ لکھا ہے کہ سوز بہت کم گونٹھے اور بڑے پس و پیش کے بعد لوگوں کی فرمائشوں کو پورا کرتے تھے اس کے برخلاف مصحفی نے لکھا ہے کہ وہ بہت خلیق اور منہس کہ تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشادہ دل اور ملسار واقع ہوئے تھے۔ مصحفی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ان سے (سوز سے) دانت تھے اور سوز ان کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کرتے تھے۔

سوز نے نثر اور نظم دونوں میں لکھا ہے۔ ان کے اردو اشعار ان کے دیوان میں شامل ہیں۔ یہ ہندوستان میں ربیع تقطیع پر جس میں ۷۵ صفحے ہیں، شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس میں سنہ اور مقام کا ذکر نہیں ہے۔ مگر درحقیقت یہ سنہ ۱۸۱۷ء میں کلکتہ میں چھپا ہے اور ان کے کلام کا انتخاب ہے جس میں صرف غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ میں اپنی دوسری جلد میں اس ادیشن کے کچھ اقتباسات شامل کر دوں گا۔ جن اشعار کا ذیل میں ترجمہ درج ہے؛ وہ اس ادیشن سے نہیں، بلکہ مینی برائن کے تذکرے سے لیے گئے ہیں۔

(گارسن ڈناسی، تاریخ ادبیات ہندوستان، ہندوستان، ص ۴۷۶، جلد اول)

مترجمہ سٹر سائمن ڈیگبی (کیمرج) و خواجہ احمد فاروقی

سوز اور ان کی شاعری

[حیات]

اسلاف و خاندان | محمد میر سوز کے اسلاف کے سلسلے میں عام طور سے تذکرے خاموش ہیں۔ صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ ان کے والد ضیاء الدین خاندانی نجابت کے علاوہ خود ایک بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت قطب عالم گجراتی تک پہنچتا ہے۔ سوز کے بزرگوں کا اصل وطن بخارا تھا اور وہاں سے وہ ہجرت کر کے دہلی آ گئے تھے۔ مگر یہ پتہ لگانا دشوار ہے کہ ان کا خاندان کب بخارا سے دہلی آیا۔ البتہ دہلی آ کر قراول پورہ میں قیام کیا۔

ولادت و وطن | محمد میر دہلی میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ تذکرہ طوکلیم میں تحریر ہے: "بخاری متوطن دہلی مولد بود"۔ تذکرہ شعرا

۱۔ مخدات جاوید ص ۲۴۶۔ آب حیات ص ۲۲۶۔ تذکرہ شعراے اردو میر حسن ص ۸۸۔
 ۲۔ آب حیات ص ۲۳۶۔ سخن شعرا نساخ ص ۲۲۷۔ مخدات جاوید ص ۲۴۶۔ گلشن ہند
 ص ۱۵۱۔ طوکلیم ص ۵۴۔

میں امین اللہ طوفان لکھتے ہیں: جناب میر سوز دہلوی درفن پسہ گری کامل دیکھتا
بود^{۱۰}

محمد میر کی ولادت کا سن کسی تذکرے میں مذکور نہیں ہے البتہ ان کے سال
وفات سے ان کے سن ولادت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ محمد میر کی وفات ۱۲۱۳ھ
میں ہوئی۔ ان کی عمر ستر برس بتائی گئی ہے۔ اس اعتبار سے ان کی ولادت ۱۱۴۳ھ
میں ہوئی۔ چنانچہ مذکورہ ہندی میں ہے: عمرش از ہفتاد متجاوز خواہ بود۔ آب
حیات میں مذکور ہے کہ "غرض ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر برس کی عمر میں فوت
ہوئے۔"

نام و تخلص | محمد میر نام اور سوز تخلص تھا۔ پہلے انھوں نے میر تخلص اختیار
کیا مگر جب میر تقی میر کی شہرت ہوئی تو انھوں نے سوز تخلص
اختیار کیا۔ اس شعر میں انھوں نے اپنے تخلص کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔
کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ مولے ہزار حیف

اب جو کہیں ہیں سوز سوز یعنی سدا جلا کرو
تخلص کی تبدیلی کے صرف دو مقصد ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ سوز نے التباس
کے خیال سے تخلص تبدیل کر دیا۔ دوسرا سبب یہ ممکن ہے کہ انھوں نے خیال کیا کہ
میر کی شہرت کی زد میں آکر ان کا وقار شاعری کہیں ختم نہ ہو جائے۔ تخلص کے
۱۰ تذکرہ شعرا (مرتبہ قاضی عبدالودود) ص ۳۔ مگر تعجب ہے کہ احمد حسین سحر اور شیفتہ نے ان
کو لکھنوی لکھا ہے۔ گلشن بیجار میں شیفتہ لکھتے ہیں: "سوز تخلص۔ محمد میر نام لکھنوی" ص ۱۰۴۔
تذکرہ بہار بے خزاں (قلی امیں احمد حسین سحر تحریر کرتے ہیں: "سوز تخلص محمد میر نام از لکھنواست۔" ص ۵۰
۵۱ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کی عمر اسی برس قرار دی ہے، خوش معرکہ زیبا (قلی) تذکرہ طور کلیم ص ۵۲
سخن شعرا ص ۷۲۸ دیوان جہاں ص ۱۳۷۔ ۵۳ دستور انصاحت میں ان کا نام شاہ میر محمد لکھا ہے۔ ص ۵۰

سلسلے میں یہ لطیف عام طور سے مشہور ہے۔

ایک دن کسی نے میر تسوڑ سے آکر کہا حضرت ایک شخص آپ کے تخلص پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ سوز گوز کیا تخلص کیا ہے۔ انہوں نے کہنے والے کا نام پوچھا اس نے بہت اصرار سے بتایا۔ پوچھا مشاعرے میں آتا ہے۔ کہا ہاں۔ بولے اچھا چپ رہو مجھے مشاعرہ میں یہی کہہ کر ٹوکنا پھر دیکھ لینا۔ الغرض جب اس کمیٹی میں (یا مشاعرہ کہو) میر تسوڑ صاحب تشریف لائے۔ اس شخص نے بہ آواز بلند پوچھا حضرت آپ کا تخلص کیا ہے۔ میر تسوڑ نے فرمایا کہ صاحب قبلہ فقیر نے تخلص تو میر کیا تھا مگر وہ میر تقی صاحب نے پسند فرمایا۔ فقیر نے خیال کیا کہ ان کے کمال کے سامنے میرا نام نہ روشن ہو سکے گا ناچار تسوڑ تخلص کیا۔ پھر شخص مذکور کی طرٹ اشارہ کر کے کہا سنتا ہوں کہ یہ صاحب گوز کرتے ہیں۔ اس پر کمیٹی یا مشاعرہ میں عجب ہتھیار پڑا۔ بہت لوگوں کا مجمع تھا سب کے کان تک آواز نہ گئی۔ کئی کئی دفعہ کہلو اکر ستا۔ ادھر شخص مذکور ادھر میر تقی صاحب دونوں چپ بیٹھے سنا کیے لے۔

ان کے مذہب کے بارے میں عام طور سے تذکرہ نگاروں نے سکوت اختیار کیا ہے مگر ان کے کلام سے ان کے عقیدہ کا اظہار نمایاں طور پر ہوتا ہے۔ بلکہ ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں سخت تھے۔

زباں سے مرتضیٰ شکل کشا کی منقبت کہتا	تو مذہب پر نصیری کے علی الشد میں لکھتا
اگر میں مرتبہ حسین کا لکھتا تو کیا لکھتا	یہ سوز سینہ زہرا فقط اک آہ میں لکھتا
خلافت سچی آکر سوز بولی چوتھے درجے میں	جو چاہو تم بنو صدیق حضرت شاہ کو پوچھو

دلا حیران نہ ہو میاں کون سی شکل رہی شکل تو کر شکل کشا کو یاد وہ کھولیں گے مشکل کو

علوم و فنون | قدیم زمانہ میں شرفا میں قاعدہ تھا کہ اپنی اولاد کو درسیات کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ سوزنے

بزرگوں کی اس روایت کو قائم رکھا۔ مصحفی تذکرہ ہندی میں لکھتے ہیں: کمالا سے
ایں بزرگ ماورائے شاعری و درویشی بسیار اندلے سوزنے خوش نویسی کی طرز
توجہ خاص کی۔ چنانچہ خط نسخ، نستعلیق اور شفیعا میں وہ ہمارت بہم پہنچائی کہ اس
دور کے ممتاز خطاطوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ مخزن نکات میں قائم لکھتے
ہیں: خوش نویس بے نظیر است۔ خط شکستہ و شفیعا خوب می نویسد۔ گلشن بیخار
میں شیفہ کا قول ہے: خط شفیعا و نستعلیق زبیا می نگاشت۔ خوش نویسی کے علاوہ
شہسواری، سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی ملکہ بہم پہنچایا۔ آب حیات میں ان کے
والد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تیر اندازی میں صاحب کمال تھے۔ خیال ہے کہ فنون
سپہ گری سے دل چسپی ان کو والد سے ورثے میں ملی ہوگی اور تیر اندازی کا فن انھوں
نے اپنے والد ہی سے حاصل کیا ہوگا۔ تذکرہ سرور میں ان کی تیر اندازی اور
شہسواری کے بارے میں مرقوم ہے: در علم تیر اندازی و سواری اسپ نیز ہماہتے
تمام داشت۔ تاریخ ادب اردو کے مصنف کا بیان ہے: تیر اندازی و شہسواری
میں مشاق۔ شہزور اور درزش کے بڑے شائق تھے۔

انشاد | ۲۶ میں فن شعر گوئی کو انشاء کہتے ہیں۔ شعر کو اس انداز سے پڑھنا
کہ شعر مجسم سامنے آجائے بڑی ریاضت چاہتا ہے۔ لکھنؤ میں جب

۱۵ مخزن نکات ص ۴۸

۱۵ تذکرہ ہندی ص ۱۱۱

۱۵ آب حیات ص ۲۳۶

۱۵ گلشن بیخار ص ۱۰۴

۱۵ تاریخ ادب اردو ص ۱۲۴

۱۵ تذکرہ سرور ص ۳۳۴

اہل کمال کا مجمع ہوا تو مرثیہ گو حضرات نے اس کو ایک مستقل فن کی صورت دے دی
مگر ان سے پہلے اردو شاعری میں یہ تجربہ سموز کی بدولت عمل میں آیا۔ آزاد آپ
حیات میں تحریر کرتے ہیں۔

” انھوں نے علاوہ شاعری کے شعر خوانی کا ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ جس سے
کلام کا لطف دو چند ہو جاتا تھا۔ شعر کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صورت
بن جاتے تھے۔“

دستور الفصاحت میں ہے: ” فی الحقیقت طرزے نفیس ایجاد نمودہ کہ تنبیح آں
بسیار و شوارمی نماید۔“

بہار بے خزاں میں مرقوم ہے: ” بخواندن اشعار بطرز مطبوع مشہور جہان
است۔“

صیغہ بگرامی نے جلوہ خضر میں یہ لطیفہ لکھا ہے

” الحاصل یہ کیٹی میر تقی میر کی کٹی خاطر مدارات کہ شان شرفا ہے کی گئی اور کہا
کہ آپ (سموز) بہت دیر میں تشریف لائے۔ بہر حال ادب تھے پیٹھ کچھ اور تماشا سہی۔
میر سموز صاحب اس تم کو سمجھ گئے یعنی انھوں نے پڑھنے کا طریقہ ایسا ایجاد کیا تھا کہ
مضمون کی شکل بن جاتی تھی مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تھے تو پڑھتے وقت ایک ہاتھ
سے شمع اور دوسرے ہاتھ کی اوٹ سے دیں فانوس طیار کر کے بتاتے۔ اگر مرنے
کا مضمون ہوتا تو لیٹ جاتے اور مردہ بن جاتے۔ لوگوں کو تماشا ہو جاتا۔ اسی
پر تیر صاحب نے تماشے کا لفظ کہا۔ میر سموز صاحب نے اس کے جواب میں کہا
اچھا دیکھے کیا تماشا دکھاتا ہوں۔ مجھے اجازت ہے تیر صاحب نے فرمایا۔

آب حیات ص ۲۲۳ دستور الفصاحت ص ۵۱

بہار بے خزاں (تعلی) ص ۸۸

بسم اللہ۔ پہلے میر سوز صاحب نے یہ قطع پڑھا۔

دو ہر سیاہ زلف پہ کہہ بتلا دے دل جہاں چھپا ہو
کنڈائی تلے دیکھو نہ ہو دے کاٹا نہ تہنی ترا برا ہو

پہلے مصرعے پر ڈرتے ڈرتے جھکے گویا کنڈائی تلے دیکھنے کو جھکے اور جس
وقت کہا کاٹا نہ تہنی پس نفقہ باتھ کو چھاتی سے مسوس کر دیے بے اختیار
لوٹ گئے کہ یگ گھبرا کر سمجھائے کو کھڑے ہو گئے ان میں بہ ایں تمکنت اور
عق و ماغی میر صاحب بھی شریک ہوئے۔ جب میر سوز اٹھ بیٹھے تو میر صاحب
کو دیکھ کر کہا۔ تسلیم حضور نے تاشا دیکھا۔ اس تاشے پر میر صاحب مسکرا دیے
اور بولے اس خوبی پر پادشاہ عزم میر سوز نے باکراہ تسلیم کی ہے۔

اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں آزاد نے بھی لکھا ہے۔ اس واقعہ کے علاوہ
ایک اور لطیفہ بھی آب حیات میں تحریر ہے۔

”تم بھی خیال کر کے دیکھ لو ان کے اشعار اپنے پڑھنے کے لیے ضرور حرکات
انداز کے طالب ہیں چنانچہ یہ قطع بھی ایک خاص موقع پر ہوا تھا اور عجب انداز
سے پڑھا گیا۔“

گئے گئے جو ہم اپنے سویرے سدھم اشرفاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طغسل بہریرے ارے ارے ارے ارے ارے ارے
چ تھا مصرعہ پڑھتے پڑھتے وہیں زمین پر گر پڑے گویا پریرا دوں کو دیکھتے
ہی دل بے تاب ہو گیا اور ایسے نڈھال ہوئے کہ ارے ارے ارے کہتے کہتے
غش کھا کر بے ہوش ہو گئے۔“

ہے تو ۱۱۸۵ھ (جو احمد خاں جنگش کا سال وفات ہے) کے بعد ہی وہ کسی
 میں فیض آباد گئے ہوں گے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سوز کی لکھنؤ میں آمد ۱۱۸۵ھ
 لکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان کا پانچ سال کا عرصہ انھوں نے
 فیض آباد میں گزارا یا پھر فیض آباد سے دہلی آ گئے۔ مؤخر الذکر صورت زیادہ
 قرین قیاس ہے۔ شاید اسی سے آزاد نے لکھا ہے کہ ۱۱۹۱ھ میں لباس نقری
 اختیار کیا اور لکھنؤ چلے گئے؛ نیز ۱۱۸۵ھ میں دارالسلطنت فیض آباد سے لکھنؤ
 تبدیل ہو چکا تھا۔ اس لیے فیض آباد میں سوز کا قیام بے معنی معلوم ہوتا ہے۔
 ۱۱۹۶ھ میں سوز کی لکھنؤ میں موجودگی ثابت ہوتی ہے بلکہ مگر معلوم ہوتا ہے کہ
 وہاں دربار تک رسائی نہ ہونے یا عسرت کی زندگی بسر کرنے کے باعث انھوں
 نے ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد کا رخ کیا اور یہاں نواب مبارک الدولہ کی سرکار سے
 منسلک ہو گئے۔ تذکرہ عشق میں ہے۔

چند سے در شہر مرشد آباد در سرکار نواب مبارک الدولہ منسلک گشتہ ۱۲۱۲ھ
 مرشد آباد میں ان کا جی نہ لگا اور اسی سال لکھنؤ واپس آ گئے۔ یہاں قسمت
 نے یہ دری کی اور نواب آصف الدولہ نے ان کی شاگردی اختیار کر لی اور زندگی
 کے آخری ایام سوز نے لکھنؤ میں گزار دیئے۔ نیاز صاحب کا خیال ہے کہ:
 "صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی میں لکھا ہے کہ ۱۱۹۶ھ میں وہ لکھنؤ آئے تھے
 اس لیے غالباً یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ وہ ۱۲۱۲ھ میں لکھنؤ آئے۔ یقیناً وہ اس سے
 بہت پہلے آ چکے ہوں گے اور نواب آصف الدولہ نے اگر ان سے اصلاح لی تو
 کافی مدت تک یہ سلسلہ جاری رہ ہو گا۔"

۱۲۱۲ھ آب حیات ص ۲۳۷ یادگار شعر ص ۱۱۱ ۱۲۱۲ھ آب حیات (جو گلزار ابراہیمی) ص ۲۳۷

۱۲۱۲ھ انتقادات ص ۲۶۳

۱۲۱۲ھ تذکرہ عشق ص ۲۶۶

نار

دن کی حالت تو اسی دن سے دگرگوں ہو گئی تھی جب اورنگ زیب نے اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا مگر پھر بھی سلطنت کے نام ماکہ قائم تھی ملک میں بد منی کے باوجود تخت دہلی سے آنکھ چار کرنے کی سی کوجرات نہ تھی۔ یہ ستوں کی خود مختاری کے باوجود بادشاہ کا تصور صرف تخت دہلی ہی سے وابستہ تھا۔ شاہ عالم کے زمانے میں نامدر شاہ کی بیغار۔ مرٹوں کے حملے اور روہیلوں کی دست درازی سے عوام کو بھی اندازہ ہو گیا کہ بادشاہ کی حیثیت شاہ شہر خ سے زیادہ نہیں ہے۔ حالات کے انتشار اور حکومت پر عدم اعتماد کے باعث لوگوں نے دہلی سے ہجرت کرنا شروع کر دی۔ سوز بھی دہلی سے نکل کر فرخ آباد چلے گئے۔ جہاں نواب مہربان خاں زندہ سے وابستہ ہو گئے۔ جو نواب احمد خاں بنگش کے دیوان تھے۔ فرخ آباد جانے کی صحیح تاریخ کا اندازہ تو نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ تذکرہ شعرا میں ابن امین نے ان کا فرخ آباد پہنچنا سودا سے قبل بتایا ہے۔ اور سودا کے بعد تک سوز کا قیام فرخ آباد میں رہا ہے۔ جیسا کہ سودا کے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے جو انھوں نے اپنے رخصت ہونے کے موقع پر مثنوی کی صورت میں نواب کو پیش کیے تھے

شعر کے بحر میں سرا استاد کشتی ذہن کو ہے باد مراد

اس کو ہر طرح تو غنیمت جان پھر لے گا نہ سوز سا انسان

کیسے ہی رام ہوں کسی کے ساتھ بچھی بھر کے ہوئے نہ آویں ہاتھ

فرخ آباد سے سوز نے فیض آباد کا رخ کیا اس کے بعد لکھنؤ چلے گئے خیال

یہ ہے کہ احمد خاں بنگش کی وفات کے بعد فیض آباد کا سفر اختیار کیا۔ اگر یہ درست

لے۔ تذکرہ شعرا ص ۲۵ مگر نیا صاحب سودا کا فرخ آباد پہنچنا سوز سے قبل بتاتے ہیں

(استقادیات ص ۲۶۳) جو درست نہیں معلوم ہوتا۔

نیاز صاحب کا یہ بیان درست نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ متعدد تذکرہ نگاروں نے ان کی دہلی میں آمد ۱۲۱۲ھ لکھی ہے۔ گلشن ہند میں تحریر ہے۔

۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد تک تشریف لائے لیکن اطوار سکونت کے وہاں کچھ نظر نہ آئے۔ اسی سال پھر تشریف لے گئے ۱۲۱۳ھ

آب حیات کا بیان ہے: ۱۲۱۳ھ میں اکام مرشد آباد گئے۔ یہاں بھی نصیب نے یادری نہ کی۔ پھر لکھنؤ میں آئے ۱۲۱۴ھ

اولاد | تنویر کی اولاد کے بارے میں تذکروں سے کوئی پتا نہیں چلتا۔ صرف ایک بیٹے کا ذکر ملتا ہے جن کا نام میر مہدی تھا اور باپ کے تخلص کی رعایت سے داغ تخلص کرتے تھے۔ عاشق مزاج تھے چنانچہ نوجوانی میں ایک حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کی محبت میں جان دی۔ غمخاں جاوید میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک دن اس حسینہ کا خط آیا کہ میں تم سے کل ملوں گی انھوں نے کل کا مطلب فردائے قیامت لیا اور اس مددے میں اسی وقت جان بھگ گئی۔ خط پر یہ شعر لکھ دیا۔

از جان رمتے بود کہ مکتوب تو آمد

دیگر چہ نویسم خبرم خوب گزشتی ۱۲۱۵ھ

یہ واقعہ کسی دوسرے تذکرے میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ خدا جانے صاحب

۱۲۱۵ھ آب حیات ص ۲۳۷

۱۵۲ھ گلشن ہند ص ۱۵۲

۱۲۱۵ھ آب حیات ص ۲۳۸۔ غمخاں جاوید ص ۲۴۷۔ البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ تذکروں میں ان کا تخلص آہ تحریر ہے: آہ دہلوی سمش میر مہدی حلف اسعد میر سید محمد تنویر تخلص۔ (گلشن ہند)۔ آہ تخلص دہلوی سمش میر مہدی اس میر محمد (تذکرہ عشقی)

۱۲۱۵ھ غمخاں جاوید ص ۲۴۷

نخائے جاوید کا ماخذ کیا ہے۔

متملا منہ | تنویر کے شاگردوں کی بہت بڑی فہرست نہیں ہے۔ تاہم تذکرہ دوں
کی مدد سے جو کچھ سرمایہ فراہم ہوا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔ تنویر کے
ارشاد متملا منہ میں افسوس (شیر علی) زند (مہربان خاں) آصف الدولہ۔ نواز ش
(مرزا خانی) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ چوں کہ یہ عنوان ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے
اس لیے اس کا ذکر الگ عنوان کے تحت آئے گا۔

سیرت | تنویر کی سیرت کے بارے میں عام طور سے تمام تذکرہ نگار
متفق ہیں کہ وہ ایک باکمال صوفی اور قناعت پسند درویش
تھے۔ عسرت کے باوجود امراء کی غوثہ کو شہر نہیں بنایا اور جب ان کے
یہاں رسائی ہوئی تو کمزرت اور غرور کا شائبہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ ضرور ہے کہ
دہلی کی تباہی اور معاشی بد حالی کے باعث ان کو فرخ آباد۔ مرشد آباد اور بکھنؤ
جنا پڑا اور وہاں کے امراء کے درباروں میں رسائی حاصل کی لیکن دہلی کی بربادی
کے بعد ہجرت اس دور کی رسم بن گئی تھی۔ بہ استثنائے درد ہراہل ہنردہلی سے
نکل کر جہاں معیشت کے سامان دیکھتا وہاں اپنا مسکن بنا لیتا اور چوں کہ شعرا
کی سرپرستی اس دور کے امراء اور روساؤں سے تھی اس لیے کسی کے دامن سے
وابستہ ہونا بھی ناگزیر تھا۔ یہ ضرور ہے کہ یہ وابستگی شعرا کے لیے سرمایہ راحت
ہوتی مگر اسی کے ساتھ امراء کے لیے شعرا کا ان کے دربار سے وابستہ ہونا جذبات
خود ان کے لیے باعث فخر تھا۔ بہت سے امراء جن کا نام تاریخ ادب میں محض
شعرا کے سرپرست کی حیثیت سے زندہ ہے۔

دستور انصاحت کے یہ الفاظ قابل غور ہیں :

• نواب آصف اندر وہ مغفور از دل عاشق صحت نمکین ایشان بود و کمال

عزت و احترام می نمود و نواب سر فرزند الدولہ مرحوم کہ نائب وزیر
بودہ اداہم بسیار متعقد بلکہ مرید و علی ہذا القیاس : جمیع اعزہ و عمامہ
لکھنؤ خدمت میرزا شرف و برکت خور می دانستند و صحبت او غنیمت
می شمرند !

توزگی در دیشی کے بارے میں میر حسن کا قول ہے۔

”مردیست متواضع و متوکل قابل دست و جوہر شناس ... بر نفیر
بیار کرم می فرماید“۔

کریم الدین لکھتے ہیں۔

”یہ شخص عالی طبیعت۔ در دیش خصلت۔ ظریف الطبع۔ خوش گفتار
تھا“۔

توز کا تعلق اگرچہ امرائے تھا اور امرائے تعلق کا مفہوم یہ دیا جاتا ہے کہ
شعر بہنی انفرادیت اور خودداری کو گنوا کر ہی ان سے وابستہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ
تاریخ ادب میں متعدد مثالیں ایسی مل جاتی ہیں کہ دربار کا رنگ دیکھ کر شاعر نے
بھی وہی روش اختیار کی بلکہ توز کے متعلق ان کا دیوان اور دوسرے تذکرے شاہد ہیں کہ

۱۔ دستور الفصاحت ص ۵۲ ۲۔ تذکرہ شعرائے اردو ص ۸۸

۳۔ طبقات الشعراء ہند ص ۱۳۵ ۴۔ آب حیات میں ایک واقعہ منقول ہے ص ۳۴۹ حاشیہ
۵۔ ایک شعر پر سید انشا اور شیخ بھٹائی میں تکرر نہی ہو گئی اور طبیعتوں کی شوجی نے زبانوں کی بے باکی کے
ساتھ مل کر بڑے بڑے شعر کے کیے۔ اس وقت آصف الدولہ شکا میں تھے چنانچہ انھوں نے اپنے لکھنؤ
میں نہ بوسنے پر ہزار انیس کیے اور بڑے اشتیاق سے ان بچوں کو منگ کر سنا اور انعام بھیجے۔ فی الحقیقت
ایک ایک مصرعہ ان کا ہنسی اور قہقہوں کا منتر تھا لیکن اگر آج انھیں کوئی لکھ بھیجے تو حد الت با انسا
میں جو ہم ہرگز جواب دہی کرنا پڑتی ہے“۔

اور باب حکومت سے وابستہ ہونے کے باوجود انھوں نے اپنے دامن کو پاک رکھا
نہ صرف یہ بلکہ دوسروں کے لیے کلمہ خیر کہنے میں بھی وہ بے باک تھے۔ آپ حیات میں
آزاد تحریر کرتے ہیں۔

• آزادی کے ساتھ وضعداری بھی ضرورت تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ باوجود
منفلی کے ہمیشہ مندر عزت پر صاحب تمکین اور امر اور رسا کے
پہلو نشین رہے اور اسی میں میشت کا گذار تھا۔
تذکرہ ہندی میں مختصراً لکھتے ہیں۔

• در گفتن کلمہ الخیر در حق دیگرے با این ہمہ استغنائے مزاج کہ
خاصہ شعراست نظیر خود ندارد۔
تذکرہ خوش معرکہ زیبا کے الفاظ ہیں۔

• خط نستعلیق و شیعہ میں صاحب قلم اور کلمہ الخیر کے کہنے میں علم۔

اس دور میں جب کہ تشائم اور غم ناکی کے بادل چاروں طرف منڈلا رہے
تھے۔ ایو سی اور نا کامی کے باعث شعرا پر یا تو قنوطیت طاری تھی یا جھجھلاہٹ۔
مگر اس ماحول میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس قنوطیت کے خلاف برابر جدو
جہد کر رہے تھے۔ تنویر بھی ان لوگوں میں تھے جنھوں نے اپنی طرانت اور
خوش مزاجی سے اس غم کو ہٹا کرنے کی کوشش کی۔ اس زمانے کے سیاسی
انتشار اور ذاتی حسرت کے باعث ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تنویر دوسرے تیر
ہوتے مگر انھوں نے مرنے سے زیادہ اس آگ میں جلن پسند کیا۔ سیاسی
بدامنی۔ سماجی انتشار اور اقتصادی بد حالی میں چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرنا

ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ نکات الشعرا میں تیسرا اعتراض ہے۔
 جو انے است بسیار اہل خوش طبع ^{۱۰}

میر حسن کا قول ہے۔

نفائش چوں حسن خواباں عالم گیر و خصائش چوں خمیازہ ناز
 محبوبان دلپذیر ^{۱۱}

آزادان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبع موزوں کے آئینہ کو جس طرح فصاحت
 نے صفائی سے جلا کی تھی اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی نے اس
 میں جوہر پیدا کیا تھا۔ ساتھ اس کے جس قدر نیکی اور نیک ذاتی
 نے عزت دی تھی۔ اس سے زیادہ وسعت اخلاق اور شیریں کلامی
 نے ہر دلعزیز کیا تھا اور خاکساری نے سب جوہروں کو زیادہ چمکا
 دیا تھا ^{۱۲}

توذکی سیرت پر تبصرہ کرنے والوں نے ان کے خلوص اور مروت کا ذکر
 بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ چنانچہ لطف کہتے ہیں۔
 آئین محبت میں مایہ مودت و اخلاص ^{۱۳}

گلستان بے خزاں میں قطب الدین باطن لکھتے ہیں۔
 ظاہران کا مانند باطن پاک۔ ضمیران کا صاف باطن آلائش حسد
 بنفص سے پاک ^{۱۴}

^{۱۰} تذکرہ شعرائے اردو ص ۸۷

^{۱۱} گلشن ہند ص ۱۵۱

^{۱۲} نکات شعرا ص ۱۶۰

^{۱۳} آب حیات ص ۲۳۶

^{۱۴} گلستان بے خزاں ص ۱۱۴

مختصر یہ کہ تذکروں کی روشنی میں ان کی سیرت کا مطالعہ کریں تو ہم ذیل کے نتیجوں پر پہنچتے ہیں۔

ان کی خصلت دردِ دیشا نہ تھی۔ وہ ظریف الطبع اور خوش گفتار تھے۔ آزادگی کے ساتھ دُصمداری کے حامل تھے۔ کلمۃ الخیر کہنے میں بے باک اور خلوص و مروت میں یگانہ تھے۔ اور یہی اوصاف ہیں جن کی بنا پر انھوں نے ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا۔ زندگی کی پُر پیچ وادیوں اور ادضارِ ملک کے تشیب و فرار میں ان کے قدمِ جادہ استقامت سے نہ ڈل گئے۔ سوز کے کلام کے مطالعے سے بھی ان کی سیرت کی بھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔ مشتے نمونہ از خردار ہے۔ کسی نے روم یا قسمت میں کوئی شام لے آیا

ہمیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا

سوزِ گردش سے غمِ گردوں کی مت دل تنگ ہو

جوش کھ کھا دن میں آپ ہی بادہ گل رنگ ہو

جوں خضر ہوسِ عمر ابد کی نہیں مجھ کو اس دم کی تہ ہے جو تجھ پاس گزرے

شہخ ہی آئے گا خود داری بھی لازم ہے تجھے سوز یہ کیا طور ہے ات بھی تو گھبرا نہ جا

مجھ سے مت جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا

سر پر شام آئی اب ملک منزل نہیں پاتا کہاں بستر بچھاؤں میں کسی کا دل نہیں پاتا

امید وصل جز طلعِ حنا کچھ نہیں ہر صبح سے قسم پہ قسم شام کچھ نہیں

اب حیات میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک دن سودا

کے یہاں میر سوزِ شریعت سے گئے۔ وہاں شیخ علی حزیں

شاعرانہ چمکیں

کی غزل کا چرچا تھا۔ جس کا مطلع ہے۔

مگر قسیم بجاناں سرِ راسے گا ہے ادھم از لطف نہاں اشتِ نگاہے گا ہے

میرتوز نے اپنا مطلع پڑھا۔

نہیں نکسے ہر مرے دل کی اُپاہے گا ہے اے فلک میر خدا رخصت آہے گا ہے
مرزا یسن کر بولے۔ "میر صاحب بچپن میں ہمارے یہاں پشور کی ڈومنین آیا
کرتی تھیں یا تو جب یہ لفظ سنا تھا یا آج سنا۔" میرتوز بے چارے ہنس کر چپکے ہوئے
پھر مرزا نے خود اسی وقت مطلع کہہ کر پڑھا۔

نہیں جوں گل ہوس ایر سیلے گا ہے کاہ جوں خشک میں اے برق نگاہے گا ہے
میاں جرات کی ان دنوں میں ابتدا تھی خود جرات نے کر کے ایک اور شخص
نے کہا کہ حضرت یہ بھی عرض کیا جاتے ہیں۔ مرزا نے کہا یوں بھی کیا۔ جرات
نے پڑھا۔

سرسری ان سے ملاقات ہے گا ہے گا ہے صحبت غیر میں گیا ہے سرا ہے گا ہے
سب نے تعریف کی اور مرزا نے موسوت نے بھی تحسین و آفریں کے
ساتھ پسند کیا ہے

دوسرا واقعہ تذکرہ خوش معرکہ زیب میں نقل ہے کہ میر محمد تہذیب صاحب ادب و
جناب عالی (آصف الدولہ) کے تھے واسطے بحرے کے حاضر ہوئے حضور نے
فرمایا کچھ اپنے شعر پڑھو۔ حسب حکم میرتوز نے دو تین غزلیں اپنے دیوان کی پڑھیں
نواب فلک جناب نے تعریف میں ادب کی مبالغہ فرمایا۔ میر صاحب (میر تقی) کو
دیری میرتوز کی اور تعریف نواب کی بہت ناگواری میرتوز صاحب سے
کہا تمہیں اس دیری پر شرم نہ آئی۔ میرتوز نے کہا، صاحب بندہ کیا اس
شاہجہاں آباد میں بھاڑ بھونکتا تھا۔ کہا (میر صاحب نے) بزرگی و شرافت میں
تھارے کیا مال مگر شعر میں میر سے کسی کو ہمسری نہیں۔ موت اور محل تمہاری شعر خوانی

کا وہی ہے جہاں لڑکیاں جت ہوں اور ہنڈ کلیا بکتی ہو نہ کہ میر تقی کے سامنے میر توڑ
سے تو یہ کہا اور وہ شہد کہ جو تیر کی طلب کا حضور پر نور نے کھا تھا جیب سے نکال کر
حضور کے آگے رکھ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے یہ

توڑ کی وفات کے بارے میں تذکرے مختلف الہائے نظر آتے ہیں۔ یہ

وفات

اختلاف سند وفات کے سلسلے میں بھی ہے اور عمر کے بارے میں
بھی۔ تذکرہ ہندی میں مصحفی ان کی عمر ستر سال سے متجاوز بتاتے ہیں: عمر شریف
متجاوز خواہ بود: آزاد نے ستر برس عمر قرار دی ہے: ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر
برس کی عمر میں فوت ہوئے: تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قلی) تذکرہ طوطہ کلیم اور سخن شرا
میں ان کی عمر اسی سال بتائی ہے۔ لطف نے ۱۲۱۲ھ ان کا سال وفات مانا ہے۔
ہمارے خیال میں توڑ کی عمر ستر سال ہوئی اور ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ جرات نے
نے تاریخ وفات کہی۔

سوز ماتم نے میر توڑ کے آہ	شع ساں بس جلا دیا دل کو
میر صاحب صاحب یوں مرجائے	غم ہوا ہائے یہ بڑا دل کو
مٹ گیا لطف رنجستہ گوئی	خاک پھرے سخن مرا دل کو
خاک میں مل گئی ادا بندی	گفتگو اب خوش آئے کیا دل کو
کہی جرات نے رو کے یہ تاریخ	داغ اب سوز کا لگا دل کو

(۱۲۱۳ھ)

۱۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قلی) سلسلہ تذکرہ میر تقی میر۔
۲۔ تاریخ کے قطعہ ذیل میں تاریخ سب سے مختلف ہے۔ مگر ناسخ کے کلیات میں یہ قطعہ نہیں ملا۔

اٹھ گیا میر توڑ دنیا سے
شاعر بے مثال دادیلا (۱۲۰۰ھ)

(برجارد خوش معرکہ زیبا۔ سعادت ناصر)
بیاض سخن میں عبد شکور شیدا لکھتے ہیں: میر توڑ تزا دل پر خلعت شہاں آباد وطن۔ لکھنؤ میں متوفی ۱۲۰۹ھ/۱۸۹۴ء

اسی طرح ان کی جائے وفات کے بارے میں بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔ مثلاً طور کلیم۔ سخن شعرا اور دیوان جہاں میں ان کی وفات تلبر ضلع شاہ جہاں پور میں بتائی گئی ہے۔ ان کے برخلاف گلشن ہند۔ یادگار شعرا۔ تذکرہ سرود۔ تذکرہ عشقی اور طبقات الشعرا ہند نے لکھنؤ میں وفات پانا بیان کیا ہے۔ گلشن ہند کے الفاظ ہیں: "اسی سال پھر تشریف لے گئے اور اس وارفتا سے راہی ملک بجا ہوئے" تذکرہ عشقی میں لکھا ہے: "معہذا از بازار دیار مشرق بہ لکھنؤ مراجعت کردہ طرح استقامت انداخت۔ ہمایوں جاؤت کردہ تذکرہ سرور میں تحریر ہے: "بہ لکھنؤ متے ماندہ ہاں جارحلت گزیدہ"

[تلامذہ]

اشفۃ مرزا رضا علی نام تھا۔ اشفۃ تخلص اختیار کیا۔ والد کا نام حکیم محمد شفیع تھا اور اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ خانہ عالی شغل طبابت تھا اور یہی فن مرزا نے بھی اپنا یا۔ ۱۲۰۸ھ میں جب مرشد آباد آئے تو نواب مبارک الدولہ بستر مرگ پر تھے۔ انھوں نے علاج کیا۔ مگر حکم الہی کے سامنے کچھ نہ چلی۔ مبارک الدولہ کے بعد عہدہ الدولہ سے وابستہ ہو گئے۔ سات برس تک ان کی خدمت میں رہے۔ لیکن متلون مزاجی کے باعث ۱۲۰۴ھ میں کلکتہ چلے گئے۔ مگر تذکرہ عشقی میں ہے: "آخر الامر از آنجا ترک رفاقت نمودہ بضلع مظفر پور بحمد مت تحصیل داری مامور شدہ" لطف کا یہ بھی بیان ہے کہ ۱۲۱۵ھ تک وہ کلکتہ میں

لے تذکرہ ہندی میں متعینی نے ابن کا نام مرزا ضیا علی اور شیر نگر نے یادگار شعرا میں۔ نفع نہ جاوید میں سرپرست نے مرزا علی نام لکھا ہے۔ ۱۲۰۸ھ دیوان جہاں میں مینی نوٹس نے ان کا وطن دہلی لکھا۔ ۱۲۰۸ھ گلشن ہند میں ۶۱ لکھ تذکرہ عشقی میں ۵۷

میں موجود تھے۔ قیس چاہتا ہے کہ لطف نے سات برس کا عرصہ محض انداز سے لکھ دیا ہے۔ مبارک اللہ وہ کی وقت کے بعد آشفۃ کا قیام ماضی طرد پر رہا ہوگا اور منظر پر ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے ہوں گے۔ اس کے بعد لکھنؤ واپس آئے اور وہیں انتقال کیا۔^{۱۵}

آشفۃ کا ۱۲۰۵ھ تک کا زمانہ فیض آباد اور لکھنؤ میں گزرا۔ اور لکھنؤ ہی میں انھوں نے میر تسوڑ کی شاگردی اختیار کی۔ تذکرہ عشقی میں ہے: ”در اوایل مشق در لکھنؤ اشعار خود، ز نظر میر محمد تسوڑ تخلص می گذرایند“ گلشن ہند میں صرف اس قدر مرقوم ہے: ”مشورہ سخن کا انھوں نے میر تسوڑ سے کیا ہے“۔ آشفۃ کی سیرت کی جو تصویر لطف نے پیش کی ہے وہ ان کی زبان سے

سنیے:

”جوان آزاد وضع اور خوش اختلاط و دارستہ مزاج اور مایہ ارباب۔
محبت، وریک رنگی میں خلاصے اور آشنائیوں کے بہت خلصے
اور حسن پرستی میں خود بینی و شیریں کی تصویر اور عشق بازی میں قہیں
فراہد کے پیر ہیں۔“

تذکرہ عشقی میں اس قول کی تالیف ان الفاظ میں ملتی ہے: ”مرد خلیق۔ رنگین مزاج
عیش و وضع بود۔“

آشفۃ کے شعر سادگی اور شہستگی میں عین مثال آپ تھے۔ مصحفی نے اعتراف کیا
ہے: ”شعر دردمند، نہ کہ شہستہ و صاف باشد و دست درو“۔ روزمرہ اور محاوروں

۱۵ تذکرہ عشقی ص ۵۷

۱۶ بیان بہاں ص ۱۷

۱۷ گلشن ہند ص ۱۰

۱۸ گلشن ہند ص ۶۰

۱۹ تذکرہ ہندی ص ۱۷

۲۰ تذکرہ عشقی ص ۵۷

پر ان کو خدا داد قدرت حاصل تھی۔ نونہ کلام یہ ہے۔

جی تھا آنکھوں میں یار تھا دل میں
یاں تلمک اذغظارتھا دل میں
آبد ہو کے دم میں پھوٹ بہا
یہ کہاں کا بختار تھا دل میں
مر گئے پر بھی ہم کو خاک نہ دی
آج تک یہ غبار تھا دل میں
دست و لب نزع میں جو بہتے تھے
شوق بوس و کنار تھا دل میں
وصل اس کا خدا قریب کرے
دیکھیں تب ہم سے کیا رقیب کرے
مر گیا اک صنم پر آشفتہ
موت ایسی خدا نصیب کرے
بھگ کو کہتا ہے صنم تجھ کو بھی اب بھاگ لگے
انکھ سے آنکھ لڑتا ہے تجھے آگ لگے
بوسہ کے واسطے چٹا تو لگا کہنے بھگ
بس کہیں دور بھی ہو سنہ کو تھے آگ لگے
دیکھتے ہی اسے کل میرے یہ دھان گئے
اپنے سے ہوتے بھلا غیر کو صدقہ تو نہ کر
شعخو آگے تو تانہ جلاتا تھا مجھے
چلا ہے کبر کو آشفتہ پار بن کر
گئے تھے کل مجھے بھلا کے یں یہ آہوں
گئے تھے کل مجھے بھلا کے یں یہ آہوں
ہمیشہ آگ تلکتی ہے میرے سینے سے
نہ جاوے کیڑو بصارت وہ چاند کھڑا

ایچی خاں نواب آصف الدولہ خلف نواب شجاع الدولہ بن نواب
ابوالنصور خاں صفدر جنگ مرزا بن نون۔ آصف تخلص افتخار

آصف

کیا مشاعرہ میں سزا نشین ہوئے۔ فنون لطیفہ سے خاص شوق تھا خصوصاً تعمیر
عمارات اور سرپرستی شعر کے لیے یہ عہد سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ان کی غزوات کا
شہرہ سن کو بڑے بڑے اہل فن دہلی سے پہنچ کر لکھنؤ آئے۔ تذکرہ عشقی میں ہے

”اشہب ہمت در میدان شجاعت و سکیں پروری می تازد۔ دریں
جزو زمان کہ از خیر و برکت یک قلم نامے دشتلے باقی نیست بجز
ذات فائز البرکات آن والا لہر کریم، نصف ۱۲“

خود شعر کہتے اور میر سوز کو کلام دکھاتے تھے۔ مگر یہ زمانہ دونوں کی زندگی کا آخری
زمانہ تھا۔ صرف ایک سال کے قریب استفادہ کیا، آصف نے سوز کے ۱۲۱۲ھ
میں لکھنؤ آنے کے بعد شاگردی اختیار کی اور اسی سال ۱۲۱۲ھ میں آصف الدولہ
کا انتقال ہو گیا۔ نیا صاحب کو آصف کے شاگرد سوز ہونے سے انکار ہے
چناں چہ استعادیات میں لکھتے ہیں۔

”بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرخ آباد چھوڑ کر یہ لکھنؤ آئے
اور جب ان کا رنگ یہاں نہ جما تو مرشد آباد چلے گئے اور وہاں
سے پھر ۱۲۱۲ھ میں واپس آئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آصف الدولہ
نے سوز کی شاگردی اختیار کر لی تھی جب وہ فرخ آباد سے پہلی مرتبہ
لکھنؤ پہنچے تو اس کا یقین نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اگر نواب ان کا
شاگرد ہو جاتا تو یہ بدول ہو کر مرشد آباد کیوں چلے جاتے۔ مرزا علی
لطف نے اپنے تذکرہ گلشن ہند میں جو اس عہد کا نہایت ہی
مستند تذکرہ ہے نہ سوز کے تذکرے میں آصف الدولہ کے استاد
ہونے کا ذکر ہے اور نہ آصف الدولہ کے بیان میں سوز کے شاگرد
ہونے کا۔ انھوں نے سوز کے متعلق صرف اس قدر لکھا ہے کہ
شاہ عالم کے اٹھارویں سنہ جلوس میں لباس فقر اختیار کیا۔ لکھنؤ
میں توکل و قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد

گئے اور اسی سال لکھنؤ واپس آکر انتقال کیا۔ اسی طرح تذکرہ بزم سخن

(معرض علی خاں) میں بھی آصف کی شاگردی کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے۔

اگر نیاز صاحب کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے تو متعدد تذکرے ایسے ہیں جن میں آصف الدولہ کا ذکر ہی سرے سے غائب ہے۔ اس لیے ان کا وجود بھی معرض خطر میں پڑ جاتا ہے۔ آصف الدولہ کی شاگردی کے سلسلے میں عسکری لکھتے ہیں۔

”شعروث عری اور جملہ علوم و فنون کے بڑے قدردان تھے۔ خود بھی شعر کہتے تھے اور اپن کلام میر تسوز کو برائے اصلاح دکھاتے تھے نواب موصوت کے کلام میں اپنے استاد کی سی سادگی اور صفائی ہے۔“

ڈاکٹر ابولیت صدیقی لکھنؤ کے دبستان شاعری میں تحریر کرتے ہیں۔

”آصف تجنّس کرتے تھے اور میر تسوز سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ تسوز کا رنگ دہوی شاعری کا عام رنگ ہے۔ چنانچہ وہی رنگ سادگی اور اثر آفرینی کا آصف الدولہ نے قبول کیا۔“

۱۔ تنقیدیات ص ۲۷۷۔ زیر لطف بات یہ ہے کہ نیا مصنف کو آصف کا شاگرد تسلیم کرنے میں

مائل ہے۔ مگر اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”سلسلہ میں لکھنؤ ہوتے ہوئے مرشد آباد چلے گئے

وہاں سے سلسلہ میں پھر لکھنؤ آئے اور آصف الدولہ کے استاد ہوئے: ص ۲۵

۲۔ ذیل کے تذکروں میں آصف الدولہ کا ذکر نہیں ملتا۔

مجموعہ نثر: قدرت اللہ قائم نکات اشعار میر تقی میر مخزن نکات قائم

تذکرہ شعراء اردو میر حسن

۳۔ تاریخ ادب اردو ص ۲۹۵

۴۔ لکھنؤ کا دبستان شاعری مبلوہ سلسلہ ۱۹۹۷ ص ۷۰

ڈکٹر نور الحسن ہاشمی دلی کا دبستان شاعری میں لکھتے ہیں۔

”توز (توز) شاعر میں مرثیہ چھپے گئے۔ یہاں بھی نعت، و سارہ
تو پھر لکھنؤ واپس آئے۔ اب کی آصف الدین نے دست و مقرر ہوئے
اور آرام سے گزرنے لگی۔“

آخر کار نواب شاہ ۱۲۱۲ھ میں بطور اکیادون سال اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

آصف نہ صرف شاعر تھے بلکہ شاعر نگار اور شعر شناس بھی تھے چنانچہ اس
عہد کے تین بڑے استادان کے دربار سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ تیرہ، سودا اور سوز
اور حقیقت یہ ہے کہ قدیم شناس نواب نے ان اسباب کو دہلی چھوڑنے کا غم بھرا
دیا۔ آصف، الدولہ کی شاعری میں دو سادگی اور تیور میں جو میر سوز کی شاعری کا
وصف خصیصی ہے۔ پٹانچہ نیاز صاحب جو آصف الدولہ کی شاگردی سوز کے منکر
ہیں اعتراف کرتے ہیں۔

اس کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس میں سودا کا
رنگ ہے نہ تیرہ کا، نہ ہشتنگی کا، تبارع ہے نہ انش کا ابدتہ سوز کی خصوصیت
ضروریاتی جاتی ہیں۔ سوان کو بھی ہم سوز کا فیض صحبت اس لئے نہیں
کہہ سکتے کہ یہ اتنی شاعر دی رہی کتنے دن پہلے

آصف کا انداز سادہ ہے مگر بعض جگہ مشکل رویت و قوافی سے کام لیا ہے اور اپنا
زور طبع دکھایا ہے۔ حسب تلخ جواب تلخ۔ صنم یا قسمت، بزم یا قسمت۔ تا کلام لذیذ
بہ دام لذیذ کے رویت قافیہ قابل غور ہیں۔ بہر حال نمونہ کلام یہ ہے۔

لئے پری نام خدا تیسری سجاوٹ خاصی تیرہ چھپتے ہیں یہ انکے کی کساوٹ خاصی

۱۸۰۔ لہذا داستان شاعری مسعود سلسلہ ۱۹۲۹ء ص ۱۸۰

۱۸۱۔ اشتغالیات ص ۲۴۶

سر کے تعویذ مستم اور فتح پیچ غضب
 بہیخچیں و پھرے اور کان کی بالی بیدار
 گوکھرو دیکھ کے ہر آنے یہ دل کہتا ہے
 سب پوشاک جی سب ترالانک سب
 کیوں نہ ایسے سے پھنسے دل بعد اناں کرد

کیا کیا اظہار میں تم سے کروں، سن کا آصف

دست دیا خوب ہیں مہندی کی رہاؤں خاص

یہ نہ آنے کے بہانے ہیں بھی ورنہ میاں
 قصہ فریاد مجنوں رت ان پڑھتے تھے ہم
 آصف کو جس نے عشق پر دیکھ کر کہا
 بردم کی آہ سرد، رخ زرد و چشم تر
 فراد تھا یا مجنوں پھر چپ زمانہ تھا
 ملنے سننے کا قودہ مختار آپ ہے
 کیا نیند بھر کے سوئے کوئی اس سرانے میں
 پوچھتے کیا ہوش بھر کی حالت یارو
 یہی حسرت ہیں سے جان یہی مرگ ملک
 میں نے پوچھا اس سے کچھ تجھ میں دفن ہے
 سب بھی سے کہتے ہیں تو اس سے مطلب نہ
 ترے کوچے میں نقش پا کی طرح

تو گھر سے مرے کچھ نہیں گھر دور ترا
 سو تو وہ مانی پڑا، اب اپنا انسانہ موا
 آتا ہے، غمزیہ تیس اس جوان پر
 آصف یہ کیا ہے تیرے تین عشق اگر نہیں
 اب بھٹ نہیں آصف کچھ آفتِ خوباں میں
 پر تجھ کو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہن
 میں میں کہ آٹھ پہر ردا روی رہے
 میں میں اور بات ہو اور بستر تنہائی ہے
 ایک ان آہنے نہ کی ہنس کے کبھی پیار کی بات
 تو مڑ کر دیکھ کر ہنس کر کہہ رہے
 جب ہوں یہی نہ دے تو عرض مطلب کیا کروں
 ایسے بیٹھے نہ پھر دہاں سے گئے

میر مہدی نام تھا۔ محمد میر سوز کے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے شاگرد تھے۔

۵۱ | لطف نے لکھا ہے: شاگرد و دربارہ خویش ست: آب حیات میں سوز

کے ایک فرزند میر مہدی المتخلص بہ داغ کا ذکر ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ انھوں نے
اول آہ متخلص، ختم کیا ہو۔ بعد کو داغ پسند آیا ہو۔ ان کی سیرت کے بارے میں
تذکرہ عشقی میں ہے۔

”جو اُسے سنجیدہ ادضاع و سعادت اطوار ست و قدم بر جہادۂ
سعادت ہندی و نیک نہادی گذاشتہ با اطاعت رضا جوئی بزرگاں
اوقات خود بسر می برد“

بیس برس کی عمر میں یک حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کے وصال کی
قتالیہ ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

شعربت کم کہتے تھے تذکرہ عشقی میں ہے: ”گاہ گاہ بحسب موزونی فکر اشعار
می نماید“ یہی سبب ہے کہ عام طور سے تذکروں میں ان کا کلام نہیں ملتا۔ تذکرہ عشقی
میں یہ دو شعر دستیاب ہوئے ہیں۔ جو تذکرہ ہیں۔

بس کر لے نالہ کہ ہمایہ بُرا مان گئے جس سے سنا ہوں یہی ہارے کان گئے
آہ نکلتے زول سے آہ کہیں ہونہ جاوے جہاں سیاہ کہیں

افسوس کا تعارف تذکرہ ہندی میں اس طرح کر یا گیا ہے: ”میر شیر علی
نام دارد ابن میر علی مظفر خاں دروندہ قوچ خانہ عالی جاہ“ ان کے

والد میر علی مظفر محمد شاہ کے عہد میں مارنول سے دہلی آئے اور نواب امیر خاں کے
دربار سے وابستہ ہو گئے اور یہیں ۱۶۳۵ء میں افسوس پیدا ہوئے۔ امیر خاں کی

۱۷۰۰ء آب حیات ص ۲۳۰

۱۷۰۰ء تذکرہ عشقی ص ۵۲

۱۷۰۰ء تذکرہ ہندی ص ۲۰ گلستان بے خواں میں افسوس کے والد کا نام میر مظفر خاں ہے اور محمود فخر

میں ہے۔ ”میر علی نام امخاطب بہ مظفر خاں بود“

۱۷۰۰ء تاریخ ادب اردو

وفات کے بعد ان کے والد پٹنہ چلے گئے اور وہاں سے ۱۸۴۶ء میں لکھنؤ آئے۔
شیر علی نے لکھنؤ میں پہلے نواب اسحاق خاں کی ملازمت کی اور اس کے بعد مرزا
جواں بخت سے وابستہ ہو گئے۔

افسوس کو شاعری اور علم طب سے خاص مناسبت تھی۔ طب کی تحصیل انھوں
نے حکیم آغا محمد باقر سے کی۔ یکتا نے دستور الفصاحت میں ان کی ہم درسی کا اظہار کیا کہ
"اور علم طب بخد مت فیض درجیت حضرت قبلہ و کعبہ و جہاں۔ زبدہ
علمائے ہندوستان۔ مجتہد زمانہ۔ محدث یگانہ۔ مسیحائے وقت بخد
دستادی جناب حکیم آغا محمد باقر صاحب قبلہ غفرلہ ذنوبہ۔ نسبت تلمذ
داشت و بندہ و امدتے ہمدردس بودہ ایم"۔

شاعری میں اول تنویر کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اس کے بعد حیدر علی
حیران سے استفادہ کیا۔ تذکرہ نویس متفق ہیں کہ ان کا کلام پاکیزہ اور دلکش ہوتا
ہے اور کسی طرح وہ اپنے ہم عصر شعرا سے کم نہ تھے۔ دستور الفصاحت میں ہے۔
"در معلومات فن و بندش سخن از ہمسراں بہ هیچ وجہ پایہ کمی نداشت۔
صاحب دیوان بودہ است۔ اکثر اقسام سخن را بخوبی گفتہ"۔
تذکرہ ہندی کے الفاظ ہیں:

"جو انیسٹ سلیم الطبع۔ شوکم از معاصرین نمی گوید"۔

میر حسن کا قول ہے:

"فکر او ازل را تمام شستہ اکال شستہ و رفتہ می گوید"۔

تذکرہ سرور میں تحریر ہے۔

”شعر بندی بسیار خوب می گفت و صاحبان این فن پسندی کنند و آقی
کہ اشعار دل کش دارد“

افسوس کی تصنیف حسب ذیل ہیں :

(۱) باغ اود (۱۲۱۳ھ) ترجمہ گلستان سعدی

(۲) آرایش محفل

(۳) دیوان

لکھنؤ سے جا کر افسوس فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں ترجمے کے کام پر مامور ہو گئے
آخر کلکتہ ہی میں ۱۸۰۹ء میں انتقال ہوا۔ یکتائے ماریخ وفات لکھی۔

از جہان رفت میر شیر علی	کہ ہر پیر و ہر جوان افسوس
بود افسوس چون تخلص او	ہمہ کردند شاعران افسوس
گفتم از روی درد و تار و پند	رفت افسوسین جہان افسوس

۱۲۲۲ھ

افسوس کی شاعری کا انداز یہ ہے۔

پس ہیں یہ خود نمایاں حق ہیں یہ ن ترانیاں	شعلہ طور بجھ گیا۔ دیکھ کے اس کے نور کو
تو نے افسوس کیا کیا۔ دشمن جاں کو دل دیا	یہ تیری عقل جل بجھے آگ سے شمع کو
مجننت کرتا ہے یہ دل اشکباری بیش تر	ہو سحر کو خانہ ماتم میں زاری بیش تر
دل کے تیس بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار	بے وفاؤں سے رہی ہر تھک کو یاری بیش تر
کوئی دل سے مہرے پوچھے جیسا ہر وہ لے ناصح	گو تھک کو نہ خوش آیا پر مجھ کو تو بھلا ہے
کو چہ یار میں رہتے تو نہیں اب لیکن	بھولے بھٹکے کبھی اس راہ سے ہو جاتے ہیں

پھر بحر ہے وہی۔ وہی دن ہے پہاڑ
دیکھتے ہی اسے حاضر ہوئے مرجانے کو
دھل سنم تو رات کو اک خواب ہو گیا
ہنس کر مجھے لوگوں میں اشارت نہ کیجے
دیوائی ہو جس بات میں وہ بات نہ کیجے
اشک گرم اپنے سے یہ دیدہ تر جلتے ہیں
دیکھ لو مردم آبی کے بھی گھر جلتے ہیں

جان عالم! جان عالم! تم تھا اور میں تخلص بھی اختیار کیا۔ نواب مدشن الدولہ
سے قرابت قریبی رکھتے تھے۔ عربی سے واقف تھے یہ دریادلی
اور سخوت کا اعتراف مختلف تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔ جس طرح قدرت نے
دریادلی کا خاصہ عطا کیا تھا اسی طرح ان کا ذہن بھی عطیہ خداوندی کا کامل نمونہ
تھا۔ چنانچہ میر حسن نے لکھا ہے۔

گو ہر طبعش از چشمہ خورشید آب خور وہ۔ سہیل خطش از زلف کوپاں
تاب بردہ۔ سخنش بے حساب و شعرش چوں درہنیم نایاب
تذکرہ عشقی کے یہ الفاظ قابل ذکر ہیں۔

”در نظم و نثر کہ عبارت از شیوہ شاعری و منشی گری باشد و تنگاہے
درست دارد۔“

نمونہ کلام یہ ہے۔

پھوڑا رنی دن نے گھیرا زلف مشکیں فام کو
لگا خندان نو خط سے یہ ملنے
صبح کا بھوہ غنیمت ہے جو پہنچے شام کو
گھسیٹ پھر مجھے کانٹوں میں دل نے

لے ”خان عالی شہ۔ بندہ بکان برادرزادہ نواب مدشن الدولہ و ملہ مفتخر الدولہ“ تذکرہ شعراے
اُردو۔ ص ۴۲

تذکرہ شعراے اردو ص ۴۲

۵۲ یادگار شعرا ص ۵۹

۵۳ تذکرہ عشقی ص ۱۷۹

اس سنگدل کے دل میں زرا بھی نہ راہ کی دور از اثر سدا رہی بہت تیری آہ کی
 بیٹھا ہے یار آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے جوں تابداں میں شیشہ رنگیں دھڑے ہوئے

موتی لال نام تخلص جیفت۔ والد کا نام لالہ بہت سین تھا۔ قوم کا یہ تہان
جیفت کے حالات بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔ لطف کے بیان سے اس

قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ سن ۱۱۹۶ھ میں لکھنؤ میں تھے۔ نوٹہ کلام یہ ہے۔

نہ ساحل سو بچتے ہیں نہ کنارہ ہے نظر آتا محبت نے ہیں کس گھاٹ دیکھو لا آتا ہے
 بنا گوش بلوریں پر یہ درگیا پیارا ہے کہ جیسے متصل جہاب کے ہوتا ستارا ہے
 گلشن دہری کیونکر وہ بھلا شاد پھرے رات دن جس کے لیے گھات میں صیاد پھرے

مہربان خاں زند فرخ آباد میں نواب محمد احمد خاں غالب جنگ کی سرکار
 میں عہدہ دیوانی پر فائز تھے۔ نواب ان کو بیٹا کہتے تھے۔ جہاں نواز

اور شعرا کے قدر شناس تھے۔ یہی سبب ہے کہ جب سوتا اور سوز نے فرخ آباد
 کاٹنچ کیا تو مہربان خاں نے ان کی پذیرائی اس طرح کی کہ تھوڑے عرصے کے
 لیے وہ وطن چھٹنے کا غم بھی بھول گئے۔ میر حسن نے ان کے حسن سلوک و درودست
 نوازی کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا ہے۔

”مہربان خان۔ خان بلند مکان بشیفق مسافراں المتخلص بہ زندہ۔۔۔“

بنیک نامی اوقات بہ سر بردہ۔ مجلس رنگین و بزمے ارم تزیین داشت

ہر صا در سے و وارو سے را بہ قدر استعداد خود و حوصلہ او می نواخت

بہ اہل سخن ہمیشہ سرگرم سخن و با صاحب ہر فن چون روح در تن محسن

چس و اخلاق۔۔۔۔۔ امارت ظاہری ہم بہ مرتبہ رسیدہ کہ با امرایان

سابق و حال انیس و جلیس گردیدہ ۱۱۹۶ھ

زند نے یکے بعد دیگرے ان دونوں کی شاگردی اختیار کی۔ سوز شاعری کے علاوہ شہسواری۔ سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی بے مثل تھے۔ اس لیے زند نے یہ فنون ان سے حاصل کیے۔ میر حسن تذکرہ شعرا سے اردو میں تحریر کرتے ہیں۔

”در علم تیر اندازی اصلاح از میر سوز گرفتہ۔ از ہمہ تیر اندازان

آں دیار گوئے سبقت ربودہ۔ امور دیگر نیز مثل شمشیر شناسی و

ادب شناسی و قدردانی انسان از صحبت میر مسطورہ حاصل نموده۔“

زند کو سپہ گری کی طرح موسیقی سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ قائم اور لطف نے

ایسے تذکروں میں اس کا اظہار کیا ہے: ”در فن موسیقی و شاعری ہندی کہ عبارت

از کبیت ہا باشد طاق لطف کا بیان ہے: ”گویند در موسیقی ماہر و در تصنیف

کبیت دو دوبرہ پندہ قادر است۔“

زند کے کلام میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بجز اس کے کہ زبان سادہ

اور عام فہم ہے۔ مگر یہ وصف سوز اور ان کے شاگردوں کا وصف خصوصی ہے

بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ یہ وصف تو اس دور کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم

قائم ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

”سخنش ایں ہمہ ترقیت نمایاں کرد کہ با فضل شاعر زبردست را

عہدہ آں بر آمدن دشوار است چنانچہ در ردیف و توانی مشکل

زمین غزل تازہ می چماید و داد سخنوری می دہد۔“

۱۔ سکہ نکلتس ہند ص ۱۳۹

۲۔ تذکرہ شعرا اردو ص ۷۵

۳۔ مخزن نکات ص ۵۵۔ مگر محض یہ ہے کہ معتقدان زند کو ادبی دشمنی معاہدیت کے بیدار قایل نظر

نہیں آتے۔ چنانچہ وہ تذکرہ صدی میں لکھتے ہیں: ”اگرچہ شخص جاہل بود اما سیدہ صحت شعرا در اہم

برعصہ قلیل بہ مرتبہ والا سے شاعری رسایندہ۔“ فقیر حسب اتفاق روزے برائے دیدن آں بزرگ

ہمراہ مرزا قتیل در دستم نگر بہ مکانش گزرا نگندہ بود مگر نہ انک ہمہ درست نہ داشت: ص ۱۰۶

زندگی کے آخری ایام کھنڈ میں گزارے اور وہیں رستم نگر (محلہ) میں انتقال ہوا۔ ان کے کلام کا انداز یہ ہے۔

یارب کہیں سے گرمی بازار بھیج دے دل نیچے ہیں کوئی خریدار بھیج دے
دیتے ہیں عقد حسن میں عاشق حردس جاں آتا نہیں تو آپ تو تلوار بھیج دے
ہم کو نہ کچھ سیم و نہ زر چاہیے لطف کی اک تیری نظر چاہیے
کس لیے تلوار خریدی میاں باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے
حاصل تو ہوا وصل ہیں رات پرانوس ایک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر
مجھ ساتھ تیری دوستی جب ہو گئی آخر دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
میری چھاتی پہ رکھ کے بر بھی کو نہ اٹھا دل کے پار ہونے دے
ہے تری جان کا یہی دشمن دند اس دل کو غوار ہونے دے
دل کا گھبرانا کہوں یا کہ نفس کی تنگی دیکھیے کیا کرے سیاد نفس کی تنگی
بہی کب تلمک چشم تر جاے گی یہ ندی چڑھی ہے اور تر جاے گی
تب ملنے کا مجھ ساتھ وہ پیغام کرے گا جب لاکھ طرح سے مجھے بدنام کرے گا
جس کا تجھ صاحب ہووے گا اس کا عالم رقیب ہووے گا

سورتاں | شیخ شمس الدین نام تھا اور سوزاں تخلص۔ یہ فرخ آباد کے رہنے والے تھے مگر ان کا وطن قدیم دہلی تھا۔ تذکرہ سرور میں ان کے بارے میں لکھا ہے: "مرد سپاہی وضع و خوش طبع است"۔ غالباً یہ سورتاں کے قیام فرخ آباد کے زمانے میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا یہ شعر ہے۔

ہر دم مجھے دھمکاتے ہو تلوار پیکر کے جاؤ کہیں گھر سے تو نہیں لےئے بولر کے

اس کے کوچہ میں نہیں ہم کو کسی کا خطرہ پر خفا وہ نہ ہوا آتا ہے اسی کا خطرہ
 دو چار رقیبوں پہ نہ دھمکا یوں ہم کو دل جائیں گے وہ ہاتھ جو ہائے کہیں کڑا کے
عیش | مرزا حسین رضائی لکھنؤ کے رہنے والے تھے عیش تخلص کرتے تھے
 ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ سوز کے تلامذہ میں سے
 تھے۔ چند شعر نمونے کے طور پر حاضر ہیں۔

وہ اگر آئے پشت بام کہیں میں بھی کروں اسے سلام کہیں
 کیا ہے یہ قطرہ قطرہ دے ساقی ایک باری تو بھر کے جام کہیں
 یہ غزل عیش ہے تصدق سوز مجھ سے ہوتی تھی انصرام کہیں
فریاد | لالہ صاحب رائے ولد لالہ سندھی علی۔ قوم کاہستہ تھے۔ یہ لکھنؤ
 کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں قربان تخلص کرتے تھے۔ پھر فریاد
 اختیار کیا۔ لطف ان کی لکھنؤ میں موجودگی ۱۱۹۶ھ میں بتاتے ہیں۔ کلام سنیاب
 نہ ہو سکا۔

مدہوش | میرزا جان۔ نبیرہ خواجہ محمد باسط قدس سرہ۔ ان کا تخلص مدہوش
 تھا۔ میر حسن نے ان کو خوش رو لکھا ہے جس زمانے میں میر حسن
 اپنا تذکرہ مکمل کر رہے تھے (ما بین ۱۱۹۲-۱۱۸۸ھ) مدہوش کی شاعری کا ابتدائی
 زمانہ تھا۔ ہنوز، بتدائے مشق است۔ مدہوش کے بارے میں تفصیلات نہیں
 ملتی۔ یہی سبب ہے کہ اعظم الدولہ نے اعتراف کیا ہے: از نام و نشان

واقعیت نیست۔ البتہ تذکرہ شعرائے اردو اور گلشن ہند سے صرف اس قدر اشارے مل جاتے ہیں: ”گاہ گاہے دوسہ شعری گوید“۔ لطف کہتے ہیں: ”ہ موزونی طبع رغبے بہ نظم ریختہ دارد“۔

مراجہ ناز سے تو نے لیا دل خدا جانے ہے اس کو یا مرا دل
نوازش | مرزا خانی نام نوازش تخلص لکھنؤ کے رہنے والے اور سوز
 کے شاگردوں میں سے تھے۔ تذکرہ سرور میں ان کا یہ شعر
 دستیاب ہوا۔

آگے چشموں کے مرے سوزش دیا کیا ہی وحشت دل ہو بہوں وحشت صحر کیا ہی
ہوش | مصطفیٰ ہوش کے بارے میں صرف اس قدر قیافت کرتے ہیں: ”ہوش
 تخلص جو ان شیریں زبان است۔ بہ شاگردی میر سوز ناز شے
 دارد“۔ یادگار شعرا اور نغمہ عندلیب میں ان کے نام کا پتہ چلتا ہے: ”ہوش تخلص
 میر شمس الدین نام“۔ اشیر جنگ اور تذکرہ سرور نے ان کے وطن کا بھی حوالہ
 دیا ہے: ”میر شمس الدین لکھنوی شاگرد سوز جو ان ہیں“۔ فونہ کلام یہ ہے۔

یار ہفتا ہے چشم تر کو دیکھ گریہ تنک اپنے تو اثر کو دیکھ
 دست و پا گم کرے ہیں موکراں ناز میں تیری اس کمر کو دیکھ
 میرے خط کا جواب آیا ہے ہوش کھول آکھ نامہ بر کو دیکھ

۱۰ تذکرہ شعرائے اردو ص ۱۷۵

۱۱ تذکرہ سرور ص ۷۷

۱۲ گلستان بے خزاں ص ۲۸۲

۱۳ تذکرہ سرور ص ۷۱۹

۱۴ گلشن ہند ص ۲۳۶

۱۵ تذکرہ ہندی ص ۲۷۲

۱۶ یادگار شعرا ص ۲۶۱

[شاعری]

دلی کے دبستان شاعری کی باقاعدہ بنیاد اس دن پڑی تھی جب شاہ سعد اللہ گلشن نے دلی کو نصیحت کی تھی: "دیں ہمہ مقنا میں فارسی کہ بیکار افتادہ اندر ریختہ خود بیکار بہر" اور جب ۱۳۳۱ھ میں دلی کا دیوان دلی پہنچا تو اہل دلی کو ایک نئے شعور کا احساس ہوا۔ اسی شعور کی جلوہ گری بہ اختلاف طبائع و احوال میر دمردا، غالب و مومن، اور درغ و امیر میں نظر آتی ہے اور یہی ورثہ تھا جس نے کل ہند میں ایک نئی روشنی پیدا کر دی۔

دلی کی ادبی تاریخ کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ اس کی قدروں میں اس قدر وسعت ہے کہ بہت سی تہذیبی قدیں اس میں سما جائیں۔ پھر اس کے استحکام کا یہ حال کہ سیاسی زوال کے نرے لے بھی اس کی بنیاد نہ ہلا سکے۔ بلکہ عجیب اتفاق یہ ہے کہ شعر و سخن نے نامساعد حالات میں زیادہ ترقی کی۔ چنانچہ دہلی میں اردو شاعری کے عروج کا زمانہ سیاسی و دل کا دور ہے۔ اس کا غالباً ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل فن نے اگر ایک طرف سلاطین کی سرپرستی میں اپنی محفلیں سجائیں تو دوسری طرف ان سے بے نیاز ہو کر اپنے مشاغل کو جاری رکھا۔

اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ صرف سیاست ہی میں انتشار پیدا نہیں ہوا بلکہ عوام کا سکون خاطر بھی رخصت ہو گیا۔ بیرونی، دراندازی سازشوں اور اورنگ زیب کے جانشینوں کی نااہلیت نے حکومت کا وقار ختم کر دیا۔ سیاست کی اس بے اطمینانی اور کمزوری نے ملک میں ہيجان برپا کر دیا۔ حال کو تاریک مستقبل

کو بہم۔ اس افراتفری سے صرف سلطنت ہی خطرے میں نہیں تھی بلکہ ملک کا پورا معاشرہ خطرے میں پڑ گیا تھا۔ اس غیر مطمئن زندگی نے تشائم پرستی کا احساس ہمارے شاعروں کے دلوں میں پیدا کر دیا۔ اور اسی تشائم پرستی نے تصوف کا سہارا دے کر عالموں کو بے عمل اور صوفیوں کو گوشہ نشین بنا دیا۔ مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک طرف تصوف کی بدولت تشائم پرستی کا اثر تھا تو دوسری طرف اسی کے ذریعے اخلاقی اقدار بھی جنم لے رہے تھے۔ ہمارے دعوے کے ثبوت میں درد کے یہ اشعار کافی ہیں۔

دلئے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
سیاہ کشتہ کس کا ماوا بھیات کیسہ ہر گر جی کو مار سکے اے درد کیسیا ہے
زہبار ادھر کھو لیو مست چشم حقارت یہ فکر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے
یہ مطلب ہے گدائی سے نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو

الہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضی الہی ہو
یعنی یہ ہے کہ تشائم پرستی کی بے زیادہ نہیں بڑھی۔ درد نہ بہت ممکن تھا کہ دہلی کے دبستان شاعری میں گوروکھن۔ بھدو کافور اور آہ و بکا کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ اور وہ مرگٹ کی شاعری ہو کر رہ جاتی۔ ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ عناصر دہلی شاعری میں موجود نہیں ہیں۔ البتہ یہ دہلی کے دبستان شاعری کا مزاج کبھی نہ بن سکے۔ ان حوال کے باعث شاعری نے سوز و گداز، رنج و حواں کا لباس ضرور اختیار کر لیا۔ مگر عظمت انسانی کا تصور قائم رہا۔ خود میر کی شاعری کو لیجیے، وہ زندگی کے وجود کے منکر ہونے کے باوجود عظمت انسانی کے ترانے گاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اہل دہلی کو تصوف اور صوفیوں سے خاص لگاؤ اور محافل سماع سے

خاص ذوق تھا۔ اس سماع نے شعرا کو بحروں کے انتخاب میں مدد دی شعر میں نرمی و موسیقیت کا احساس اجاگر ہوا۔ ہیئت کے یہ تجربے شعرا کو بنانے اور سنوانے میں معاون ثابت ہوئے۔ موضوع کے اعتبار سے بھی سادگی اور توازن کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ جس توازن کا ذکر بھی کیا گیا یہ منفی کوئی رسمی فقرہ نہیں ہے بلکہ دلی کے دبستان شاعری کے مزاج کو اس کے بغیر سمجھ نہیں سکتے۔ اس لیے کہ اسی توازن کے نقداں سے جرأت اور انشائیہ شاعر و بدیہ آتے ہیں جو اس حجم میں دودھ کے اکثر شرابے لکھنؤ کی طرز پر ہنہ نظر آتے ہیں اور اسی توازن کے باعث تیسر و سودا اپنی انفرادیت کو قائم رکھتے ہیں۔ وہ اور دوسرے شعر کھل کھیلنے سے باز رہتے ہیں

دہلی کے دبستان کی ایک اہم خصوصیت داخلیت بتائی جاتی ہے۔ یہ داخلیت دراصل انسانی کردار کے عمل اور رد عمل کے طور پر پیدا ہوتی ہے جب انسانی کردار اپنی انفرادیت سے محروم ہو جاتا ہے اس وقت وہ خارجی ادب ممکن ہے کہ پیش کر سکے مگر انسانی جذبات کی صحت مند عکاسی نہیں کر سکتا۔ دہلی کے شعرا براہ راست سیاست سے متاثر تھے۔ سیاست کی ہر ضرب ان کے دل و دماغ پر پڑ رہی تھی۔ اس لیے وہ صحیح راستے کا تعین تو نہیں کر پا رہے تھے مگر اپنے جذبات کی ترجمانی بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کے کرتے تھے۔ مضمون آفرینی اور صنائع و بدائع سے شعر کو مزین کرنے کی ان کو فرصت کہاں تھی اس لیے واردات قلب کو سیدھے سادے الفاظ میں پیش کر دیتے تھے۔ اسی داخلیت کے باعث ان کے یہاں عشق و عاشقی کی واردات میں بری صداقت ہے۔ دہلوی شاعری میں تصور عشق ایک طرف تصوف سے آیا اور دوسری طرف سماجی عوامل سے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دہلوی شاعری کے قدم عموماً راہِ محی نہیں پڑنے کے باوجود ڈگمگانے نہیں پاتے اس لیے ابتذال اور

سطحیت پیدا نہیں ہونے پاتی۔ وہ اپنی اعلیٰ صداقتوں سے اس میں جلا پیدا کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ دہلی میں تصور حسن و عشق جن ہمہ گیر صداقتوں کا ضامن ہے وہ اس کی اپنی انفرادیت ہے۔

غرض یہ حالات اور واقعات اور مخصوص قسم کا دہنی ماحول تھا جس میں ستون کی شاعری جنم لیتی ہے۔ وہ ایک استاد تھے اس لیے انھوں نے ماحول کو بہت کچھ دیا۔ آئندہ آنے والوں کے لیے راستہ ہموار کیا نیز وہ اس سماج اور ماحول کے ایک فرد تھے اس لیے انھوں نے اپنے گرد و پیش سے بھی بہت کچھ حاصل کیا اس لیے دین GIVE AND TAKE نے اردو شاعری کو جو کچھ دیا وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

میر ستون اس بزم ادب کے ایک رکن تھے جس میں میر تقی، سودا اور درد جیسے باکمال رونق افروز تھے۔ میر تقی کی جذبات نگاری، سودا کا زور تخیل اور درد کا عارفانہ انداز ہماری شاعری کی آبرو ہیں۔ ستون کے کلام میں یہ چیز تو پیدا نہ ہو سکی البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی غزلوں میں سیدھے سادے خیالات، اسلوب کی سادگی زبان کی صحت و صفائی کے ساتھ ملتے ہیں۔ جن کی بنا پر وہ اپنے رفقاء کے کار کے ساتھ بزم شعر میں بیٹھے ہوئے اجنبی نہیں معلوم ہوتے جس زمانہ میں ان سادہ نے شعر و سخن کے نغمے بلند کیے دہلی اور اس کے نواح میں وہ افراتفری تھی کہ خدا کی پناہ۔ مغلوں کا جاگیردارانہ نظام رو بہ زوال تھا۔ اور ملک میں جو حادثہ رونما ہوا وہ اس زوال کی ریت کو اور تیز کر دیتا تھا۔ اسی دوران میں نادر شاہ کی مانت احمد شاہ ابدالی کے حملے اور مرہٹوں کی دراز دوستی نے ملک کا راجہ سہا شیرازہ بھی

۱۔ میر تقی ستونی ۱۱۲۵ھ - ستون متولی ۱۱۹۸ھ - درد ستونی ۱۱۹۹ھ

۲۔ نادر شاہ کا حملہ ۱۱۳۹ھ

۳۔ احمد شاہ کا حملہ اول ۱۱۵۲ھ - دوسرا حملہ ۱۱۵۵ھ - تیسرا حملہ ۱۱۵۹ھ - چوتھا حملہ ۱۱۶۱ھ

بکھیر دیا۔ ہڑے ہڑے صوبے مرکز سے الگ اور خود مختار ہو گئے۔ اس کا اثر نہ صرف بادشاہ وقت اور اہل دربار پر پڑا بلکہ ملک کا ہر طبقہ اپنی حیثیت کے مطابق اس سے متاثر ہوا۔ اس وقت عام بے اطمینانی اور بد امنی کا راج تھا۔ عہد مذکور کا مرقع اگر دیکھنا ہو تو ذکر تمیر کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

روزے پرست زوم (بغیر بسیار) ہر برویر از تازہ شہر افتاد۔ ہر
ہر قدمے گریستم و عبرت گرفتم۔ و چوں پیشتر نفتم حیراں تر شدم
مکا تہارا نشناختم۔ دیار سے نیا نفتم۔ از عمارت آثار ندیدم
بازار کجا کہ بگویم۔ طفلان بازار کجا۔ حسن کوا کہ ہرسم جوانان
رعنا رفتند۔ پیران پار سا گزشتند۔ محلہا خراب۔ کوچہ ہا نایاب۔
دشت ہوید۔ انس ناپید الہ

گھر میں آگ لگی ہو تو ممکن نہیں کہ گھر والے سکون سے بیٹھے تماشا دیکھتے رہیں شاعر تو عام انسانوں سے زیادہ اثر پذیر اور حساس طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ اگر وہ دوسروں کے خیالات و میلانات میں انقلاب نہیں پیدا کر سکتا تو کم از کم اپنے اندر ایک کشمکش، ایک خلش اور ایک تڑپ ضرور محسوس کرتا ہے شاعر کے اندر ایک ”روح عصر“ ہوتی ہے جو اس کے جذبات و احساسات میں شدت پیدا کر کے اس سے ماحول کی ترجمانی کراتی ہے۔ یہی روح عصر ہے جو تمیر اور سودا کے ذیل کے اشعار میں نمایاں ہے۔

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں	تھا کل ملک و ماغ جنھیں تاج و تخت کا
شہاں کہ کھل جو اہر تھی خاکِ پا جن کی	انھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیائیں
خواب دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا	و میں میں کاش مر رہتا سر اسیمہ نہ آئیاں

تو ہے بیچارہ گدا میر تر کیا مذکور
مل گئے خاک میں یاں صاحبِ فسر کہتے
اب خرابہ ہوا جہاں آباد
ورنہ ہر اک قدم یہ یاں گھر تھا
سودا کا غلّس ملاحظہ ہو۔

یہ باغ کھائی گئی کس کی نظر نہیں معلوم
نہ جانے کن نے رکھایاں قدم وہ کون تھا شوم
جہاں تھے سرور و سنوبر وہاں ادگے ہے قوم
مجھے ہے زراغ و زغن سے اب چین میں مہوم
گلوں کے ساتھ جہاں لبیبیں کرتی تھیں کلول

جہاں آباد تو کہ اس تم کے قبل تھا
مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یوں مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا
عجب طرح کا یہ بحر جہاں میں ساحل تھا
کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق برقی رول

اس سے زیادہ وہ کہہ بھی نہیں سکتے تھے اور ان کا منسب بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ
اول تو وہ ہندوستانی شاعر تھے عرب کے نہ تھے جہاں شاعر کی حیثیت سے
سوسائٹی کے ایک فعال اور اہم فرد کی ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جانتے تھے کہ
کن یہ صراحت سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ اس لیے کھل کر کہنے میں کوئی لطف نہ
تھا۔ تیسرے یہ بھی ڈرتے تھے کہ ان امور میں صاف گوئی ان کے آقاؤں کے
غلات مزاج ہوتی۔

خواجہ میر درد اس بکلیہ سے مستثنیٰ تھے کیونکہ وہ فقر و غنا کے اس مقام
پر شکن تھے جہاں میر دمردان کی رسائی محال تھی۔ سب کو معلوم ہے کہ نادر شاہ
کے غارت گردانہ تخت کے زلزلے میں بھی جبکہ ہر شخص اپنی جان و آبرو بچانے
کے لیے بھاگ کھڑا ہوا تھا وہ اپنے گوشہ عزلت سے نہ نکلے۔ یہی وجہ ہے
کہ ان کے کلام میں اس غلّشار کی ہنگامی جھلکیاں نظر نہیں آتیں۔ تعجب تو
میر تنویر پر ہے کہ وہ خود بھی عصری تقاضوں سے الگ تھک رہے اور ان کی

شاعری میں بھی ان کا پر تو نظر نہیں آتا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہاں ہم ایک شبہ و دور
 کر دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ سوز کے یہاں تیسرا کوا اضطراب یا سوز
 کی قوت تکمیل کیوں نہیں۔ اس کے علاوہ شاعر سے سیاسی یا انقلابی یا مصلح کے
 رول میں توقع کرنا، اس پر بڑا ظلم اور اس دور کے نظام معشرت سے کامل
 واقفیت ہوگی۔ البتہ اس لحاظ سے کہ شاعر اپنے عصر، تقاضوں سے بے نظر آگے
 نہیں رہ سکتا۔ سوز کے کام میں اس نے کی توقع تھی جس کا اظہار کہ دہش اس
 دور کا ہر شاعر کر رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے اکثر شعرا نے اپنے
 ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے لیے پناہ گاہیں بنالی تھیں۔ جن میں دنیا کی
 ہمارا بھی سے بچنے کی خاطر وہ روایتی شرم و غری کی طرح چھپ رہے تھے۔ ع
 داماندگی شوق ترلشے ہے پندیر

آئیے دیکھیں خود سوز اپنی شاعری کے بارے میں کیا صفائی پیش کرتے
 ہیں۔ انھوں نے ایک قطعے میں نہایت صداقت کے ساتھ اپنی شاعری کا راز
 کھولا ہے۔

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں	شاعری سے مجھے ہے کیا نسبت
یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی	دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگرت
میں انھوں میں تعاسب کا چہرہ یا	وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
کہ تجھے بات بھی نہیں آتی	کیوں کہ برائے تجھ سے یہ صحبت
یا تو ہم سے کیا کرد باتیں	یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت
تب میں ناچار ہو کے کرنے لگا	انھیں باتوں کو بیت کی صورت
بسکہ موزوں تھے وہ صاحب لوگ	مجھ کو بھی ہو گئی اتنی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزوں	شاعروں میں ملی مجھے شرکت
دہنہ میں اور شاعری تو بہ	یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

اس سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے اس فن کو کن حالات میں اختیار کیا تھا۔ لیکن ابھی ایک گتھی سمجھانا اور باقی ہے۔ ان کے بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ وہ جوانی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے۔ چنانچہ مولف تاریخ ادب اردو کا بیان ہے: "جونی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے" لطف کا بیان ہے کہ "ابتداء سے جوانی میں انھوں نے ساتھ کام دل کے ایام زندگی کو صرف نشر بے خوار کیا" لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کی غزلیات میں دو وضع رہے کہ غزل ہی تنہا کا اصل سرمایہ شعری ہے اور غزل ہی میں واردات عشق کی کچھت ممکن ہے (عموماً ایک ردایتی انداز اور رسمی تغزل ملتا ہے۔ وہی عام اور فرسودہ مضامین اور وہی گئے چنے خیالات سیدھے سبھاؤ کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان کی شخصیت اپنی منفرد اور ان کی واردات ایسی شخص اور ان کا جذبہ ایسا شدید نہیں ہے جس کی چھاپ ان کی غزل پر ثبت ہو۔ تیسرا نفسیاتی انداز۔ جرات کا چونچلا پن۔ موہن کا تغزل اور داغ کا تیکھاپن ان کے یہاں نہیں ملتا۔ ان کے یہاں وہ آفاقیت اور تنوع بھی نہیں جو غالب کا حصہ ہے مگر ان سب کے باوجود ان کی حیثیت دہلی اسکول کے ایک نمائندے کی ہے جو خود اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا مگر جو کہتا ہے۔ وہ نمائندہ کی حیثیت سے کہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے یہاں نت نئے تجربات کا فقدان ہے مگر ان کی آواز میں ایک رکھ رکھاؤ اور بھاری پن ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دہلی اسکول میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ غزل گوئی میں میر اساد سخن ہیں مگر ان کا کلام ایسا مفعولی اور رکاکت سے خالی نہیں ہے۔ ان کے برعکس تنہا کا کلام ان عیوب سے

پاک ہے۔ اس درد کے مشہور اور نمائندہ غزل گو شاعروں میں تیسرے درد اور
 سوز ہیں۔ ان تینوں میں جو بات خاص طور پر مشترک ہے وہ سوز و گدگد نہیں مگر
 تینوں کے سوز و گدگد میں فرق ہے۔ تیسرے کا غم ان کی ناکام محبت کا نتیجہ ہے۔
 اس لیے ان کے غم کی سہ زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے۔ درد کے یہاں
 روحانی محبت کا تصور مادی ہے اس لیے ان کا مذاق مادی دنیا سے بلند
 ہو گیا ہے۔ سوز کی محبت اس گوشت پوست کی دنیا کی محبت ہے جس
 میں ناکامی اور کامیابی کی درمیانی کیفیت کا اظہار ہے۔ یہی سبب ہے
 کہ ان کی شاعری میں وہ شدت نہیں ہے جو کسی ناکامی کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔
 اور نہ وہ سطحیت پیدا ہوئی جو محبت میں کامیابی کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے۔
 ان کے یہاں روزمرہ کے عشق کی کیفیات کا اظہار ہے۔ وہ ایک سیدھے
 سادے عاشق تھے جو عشق کی گھڑیوں میں اس کے داؤ پیچ سے قطعاً نا آشنا
 تھے۔ وہ سات الفاظ میں حال دل بیان کرنا جانتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ
 جذبات محبت کو جس طرح سہل انداز سے سوز پیش کر دیتے ہیں وہ تیسرے
 درد دونوں کے یہاں مفقود ہے۔

سوز کے یہاں تصوف کا عنصر بہت کم ہے اور جو کچھ ہے اس میں بھی
 انداز نمایاں ہے۔ تمام تصوف کا عنصر مسئلہ وحدت الوجود ہے اور یہ حقیقت ہے
 کہ اس شراب کا نشہ ایسا ہے کہ بڑے بڑوں کو بے خود کر دیتا ہے۔ سوز کے
 یہاں مسائل تصوف فلسفہ کی راہ سے نہیں آئے۔ اس لیے ان میں فلسفیانہ
 موشگافیاں نہیں ہیں۔

صنم کاوسل جو چاہے تو حاصل ہونے لے عشق
 غبارِ ہم آٹھ جائے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا
 بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چین میں دیکھا
 وہ آنکھ میزد اپنی ہم من ہی من میں دیکھ

بت خانہ و مسجد و خرابات میں تجھ کو کہاں کہاں دیکھا
 پایا تو آپ ہی میں پایا کیا غفلت تھی کہ یاں دیکھا
 جہل کہیں نہ جایو نہ بہار دیکھنا اپنے ہی من میں پھول کے گلزار دیکھنا
 ہم نے کون و مکان دیکھ لیا پل میں سارا جہان دیکھ لیا
 نیستی کے لیے ہی ہستی ہے دل مرے نہربان دیکھ لیا

ان کے یہاں تصوف کی کمی ہے غالباً اس کا سبب خود نگری ہے جس کو ان کے تجربات کا بخور بھی کہا جاسکتا ہے۔ تصوف کی کمی کا ایک سبب تو یہ معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ خود نگری کے تصوف کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ دوسرے جس ملک سے سنو کا تعلق تھا وہ بھی تصوف کی نظری یا عملی حیثیت سے اختیار کرنے کا مخالف تھا۔ اس لیے ان کے یہاں جو ایسے اشعار ملتے ہیں جن پر تصوف کا پر تو نظر آتا ہے وہ دراصل تصوف کے نہیں بلکہ ان کی درویشانہ طبیعت کے اندازِ نظر کا نتیجہ ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ ان کے یہاں رندی و ہوس ناکی کہیں نظر نہیں آتی۔ یہی میانہ روی ہے جو ان کی شخصیت کو نمایاں کرتی ہے

سنو کو ہمارے ناقدین نے استاد مانا ہے۔ ان کی شاعری کی کچھ خصوصیات گننائی ہیں۔ مثلاً صفائی۔ سادگی۔ بے تکلفی۔ شیرینی۔ ان کے اشعار ہلکے پھلکے ہوتے ہیں جن پر کبھی کبھی ردیف کا بوجھ بھی نہیں ڈالتے۔ ان کا کلام فارسی تراکیب اور تشبیہات و استعارات کے بوجھ سے گراں بار نہیں ہے۔ ان کے یہاں زبان کا اچھا نمونہ ہے جس میں غرابت نہیں ہے۔ ان کے یہاں تنوع نہ ہونے کے باوجود ان کا ذہن غزل کے قصہ میں صاف ہے۔ ان کے اندازِ بیان کے بارے میں آزاد کا یہ قول قابلِ غور ہے۔

”میر سوز کی زبان عجیب مٹھی زبان ہے اور حقیقت میں غزل کی جان ہے۔ چنانچہ غزلیں خود ہی کہے دیتی ہیں۔ ان کی انش پر داندی کا حسن، تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوش نمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کھودا سا دھرا ہے اور سرسبز پتیوں میں اپنا اصل جو بن دکھا رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جس سادگی اور بے تکلفی کا ذکر کیا گیا وہ اس دور میں دہلی کے دبستان فکر کی خصوصیت تھی مگر دوسرے شعرا سادگی اور تجربات کے بے تکلف اخبار کے وقت اپنے آپ کو ذرا سی کی رنگینی اور نازک خیالی سے آزاد نہ کر سکے۔ چنانچہ نیاز صاحب لکھتے ہیں۔

”یوں تو غزل میں جذبات محبت کو بغیر کسی استعارے و تشبیہ کو ظاہر کر دینا شعرا و متقدمین کی بھی خصوصیت تھی کہیں ہندی دفا رسی الفاظ کی آمیزش ترکیب کی تعقید اور غیرانوس قدیم محاورات نے اس میں وہ سلاست و روانی پیدا نہ ہونے دی جو محبت کی زبان کے لئے ضروری ہے۔ جس دور میں سوز پیدا ہوئے اس کی خصوصیت یہی تھی کہ اس نے زبان کی صحت و صفائی کی طرف خاص توجہ کی۔ خصوصیت کے ساتھ سوز کو چھوڑ کر تیسرے درجہ۔ سوز اور قائم نے غزل کی ایسی داغ بیل ڈالی کہ آج تک اس سے ہٹ کر دوسرا صحیح معیار قائم نہ ہو سکا۔“

جیسا کہ ابھی کہا گیا کہ سوز کا اس دور کے اساتذہ میں شمار ہوتا ہے اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس دور کے نظام استاد و شاگردی کا جائزہ

لین ہوگا۔ تہذیب کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی جو شخص کسی فن میں خصوصاً شاعری میں بے استاد ہوتا۔ اس کی قدر و منزلت نہ ہوتی۔ اس لیے ہر شاعر کسی نہ کسی بڑے استاد سے اپنے آپ کو وابستہ کرنا لازم خیال کرتا۔ عام طور سے یہ استاد کی محض ظواہر سے متعلق ہوتی۔ یعنی فن۔ زبان اور محاورے کے حسن و قبح صحت و سقم سے بحث ہوتی تھی۔ خیال یا مضمون کے چھپے یا بڑے سے استاد یا شاگرد کو سرکار نہ ہوتا۔ جس طرح آج کل لوگ فن کی طرف سے غفلت برتتے ہیں اور تمام تر مسائل پر توجہ کرتے ہیں یعنی ہدایت کے مقابلے میں مواد ہی کو اصل شعر جانتے ہیں۔ تہذیب کے زمانے میں مدد ملے برعکس تھا۔ اگر شاعر نے زبان یا محاورہ درست باندھ دیا تو وہ اپنے فرض سے ادا ہو گیا اور یہ ایک حد تک درست بھی ہے کیونکہ بقول علامہ اقبال بزرگوں کو خیال آسمان سے ملتا ہے اور زبان زمین سے۔ خیال یا مضمون کی تلاش خود شاعر کا فرض تھا استاد کا یہ کام تھا کہ یہ دیکھے کہ فن کی پابندی یا زبان و محاورے کی رعایت کہاں تک کی گئی ہے۔ غرض اس لحاظ سے تہذیب اپنے عہد کے استاد میں شمار ہوتے تھے اور ہیں متعدد اچھے شاعروں کے نام ان کے تذکرہ کی فہرست میں نظر آتے ہیں مثلاً آصف، درد، آصف، شیر علی، قسوس، مہربان خاں، تہذیب، رنساقلی، شفقہ وغیرہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تہذیب کے کچھ اشعار جو سادگی اور صفائی میں امتیازی شان رکھتے ہیں نقل کر دیئے جائیں۔

خبر سے اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں میں

نہیں آتی صبر اسے! لہ نہ بخیر کیا باعث

شکست و رنجت ہر گھر کی جہاں میں ہوتی ہے یارب

ہمارے خانہ دل کی نہ کی تعمیر کیا باعث

جو سوزِ یونہی خنق میں بدنام ہے گو تو خاک تہہ خاک بھی آرام ہے گا
 شہرہ ہی تجھے اپنا جو منظور ہے دائرہ کر قتل مجھے اس میں ترا نام ہے گا
 نکل کر طفلِ اشک آنکھوں سے طوفاں کر چلے آئے

ابھی خیر اس فستق کا : ہر پھر قدم نکلا
 میں اپنے دل کو ایک مدت سے بیت شدہ تھا

بتوں کو دو مبارکباد یہ بیت الصنم نکلا
 کہتا تھا میں اسے دل میں کام سے تو باز آ
 دیکھا مڑا نہ تو نے نادانِ عجب شقی کا
 کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند جو گنہ کیجیے ثواب ہے آج
 مکی بنے کا قاتل نے نرالا ڈھنگ نکالا ہے

ہر اک سے پوچھتا ہے اس کو کس نے مار ڈالا ہے
 ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
 پڑ گئی اور یہ کیسی مرے المیہ نئی
 کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسی کی پاؤں میں پڑی زلف گرہ گیر کسی کی
 دے صورتیں نہ جانے کس دیں بستیاں ہیں
 اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں
 کہیو اسے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو

راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو
 رسوا ہوا خراب ہوا بہت ہوا وہ کون سی گھڑی تھی کہ تجھ سے جدا ہوا
 اہل ایمان سوز کو کہتے ہیں کا فر ہو گیا
 آہ یارب راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

مجھ سے مست جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا

میں مسافر ہوں کوئی دن کو چل جاؤں گا

سرزادو پہ ہو اس کے اور جان نکل جائے

مرنا تو مسلم ہے ارمان نکل جائے

اور تو بس نہیں چماتا ہے رقیبوں کا منگر

توڑ کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

توڑ کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو

وہاں تجھے کیا تھی کمی یہاں تجھ کو کیا درکار ہے

بلبل کہہ کر تو پھرتی ہے غافل خبر لے جلد

گل نے لگائی آگ ترے اشیاء نے میں

کُتب خانۂ سالار جنگ میں دیوان سوز کا ایک نسخہ

کُتب خانۂ نواب سالار جنگ (حیدر آباد) کی وضاحتی فہرست، جناب
نسیر الدین ہاشمی نے مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں دیوان میر سوز کے مندرجہ ذیل
تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

(۱) دیوان سوز، نمبر ۱۷، سائز ۹ x ۵ ۱/۲، صفحات ۲۰، سطر ۱۵، خط نستعلیق
کاغذ ویسی۔

آغاز: سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھا
بجائے بسم اللہ تبارک و تعالیٰ میں لکھا

اختتام: تمہے جو درد جفا، مہر و وفا ہے غیر سے بہتر
وفا داروں کے لب پہنچی ہے تیری بے وفائی کو (کذا)

اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں جو ردیف دار ہیں۔ ناقص آخر ہے۔

(۲) دیوان سوز (دوسرا نسخہ) نمبر ۱۶، سائز ۸ x ۶، صفحات ۲۲، سطر ۱۱،
خط شکستہ، کاغذ ویسی۔

آغاز: سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھا
بجائے بسم اللہ تبارک و تعالیٰ میں لکھا

اختتام: محنت جگر و کباب دل سے تیار
آتے تو ہم بھی بہانی کرتے (کذا)

اس مختصر دیوان میں غزلیات ہیں جو چند ردیفوں پر مشتمل ہیں۔ آخر میں تین

رباعیات بھی ہیں۔

(۳) دیوانِ تسوژ (میرانسو) نمبر ۴۴۲ سائز ۱۰ $\frac{1}{4}$ x ۷ $\frac{1}{4}$ ، صفحات ۱۲۲،
سطر ۱۱، خط مستطیل، کاغذ دیسی۔

آغاز: دیکھ دل کو چیرمت ظالم کہیں دکھ جائے گا (کنا)
میاں بغیر از قطرہ خون اور تو کیا پائے گا
اختتام: کہ جوں تو نے بوسہ تو دے جا
لگا کہنے کہ بھلا نے کی خوبی (کنا)

اس دیوان میں صرف رویت وار غزلیات ہیں۔

داشقی صاحب کے نقل کیے ہوئے اشعار میں کئی مصرع صریحاً غلط ہیں۔ میں نے
ایسے مصرعوں کے آگے (کنا) لکھ دیا ہے۔

ان تینوں نسخوں کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ غالباً ان مخطوطات میں نہیں
ہوگا۔ اول الذکر ناقص الآخر ہے، باقی دو نسخے بھی میر تسوژ کے مکمل کلام پر حادی
نہیں ہیں۔ سنہ کتابت معلوم نہ ہونے کی بنا پر، ان کی صحیح قدر و قیمت کا بھی تعین
نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس کتب خانے میں دیوانِ میر تسوژ کا ایک اور قلمی نسخہ بھی ہے، جو مختلف
اعتبارات سے ان تینوں سے اہم ہے۔ یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ یہ نسخہ اس
فہرست سے غیر حاضر ہے۔ ذیل میں اس کا مختصر احوال ذکر کیا جاتا ہے۔

مخطوطے کا نمبر داخلہ ۵۴۷ اور نمبر کتاب ۷۱ ہے۔ سائز ۸ $\frac{1}{4}$ x ۶ اور
اوراق کی تعداد ۵۴ ہے۔ پہلے صفحے پر ۱۲ شعر عید کے متعلق ہیں۔ یہ نہیں کہا
جاسکتا ہے کہ یہ شعر کس کے ہیں۔ دوسرے صفحے پر تین ہری ہیں۔ دو ہری
صاف نہیں ہیں۔ ایک ہری عبارت "محرم الدولہ ۱۲۵۷ھ" صاف پڑھنے

میں آتی ہے۔

آغاز دیوان کی غزل کا مطلع یہ ہے :

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا

بجائے بسم اللہ تبراہ میں لکھتا

اس مجموعے میں غزلوں کے علاوہ رباعیات، مخمسات اور مثنویات بھی ہیں۔ یہ بات قابلِ محاذ ہے کہ اس مجموعے میں میر تقی میر کے علاوہ کچھ دوسرے شعرا کا کلام بھی شامل ہے۔ لیکن اس کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ غالب حصہ میر تقی میر کے کلام پر مشتمل ہے۔

آخر میں دو ترقیہ میں جن سے کاتب کلام میر عظیم علی ایچ پوری اور منہ کاتب ۱۲۵۱ھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کاتب نواب محترم جنگ کی فرمائش پر ہوئی ہے۔ ترقیہ اول کی عبارت یہ ہے :

تحت الکتاب بعون ابواب حسب الفرائض نواب ذوالاقتدار بید کنت
مزا دار تاج و تخت نواب محترم جنگ بہادر دام دولۃ و ملک، بخط اضعف العباد
میر عظیم علی ایچ پوری احسن الشرف دارین تبارخ ہفتہ ہم، ۱۲۵۱ھ ربیع الثانی
مطابق ۱۲۳۵ھ فصلی۔

ترقیہ ثانی :

روز یک شنبہ تبارخ بیست و یکم ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ کتاب دیوان میر تقی
میر عظیم علی خاں مرحوم گرفتہ بدست میر عظیم الدین سید نویسا بندہ شد۔

دیوان ستور

دیوان میر تسوز کا یہ متن، دو قسمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

(۱) نسخہ اکتب خانہ انجمن ترقی اردو۔ علی گڑھ (ج)

(۲) نسخہ فضالائبریری رام پور (م)

نسخہ علی گڑھ ناقص الآخر ہے اور صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کا کاتب غلط نویس ہے۔ بیشتر اسد غلط نویسی کا شکار ہوئے ہیں، جن میں سے کچھ کو صحیح پڑھنا مشکل ہے۔

نسخہ رام پور کی کتابت واضح ہے۔ اس میں غزلیات کے علاوہ دیگر اسناد بھی ہیں۔ کاتب بھی اتنا غلط نویس نہیں ہے۔ یہ نسخہ خاصا گرم خوردہ ہے۔ جلد ساز نے زیادہ مجروح اور قیر سفید باریک کاغذ کی چھپیاں لگائی ہیں جن سے متعدد مقامات پر اشعار کے اجتناف سے پڑھنے میں نہیں آتے ہیں۔ آخر کتاب میں ترقیم موجود ہے۔

”بتاریخ بفقہ ہم یوم شنبہ شہر محرم الحرام ۱۲۲۴ھ صورت اتمام یافت۔ کل

صفحات ۴۱۵ ہیں۔

ہم نے متن بالعموم م کے مطابق رکھا ہے ہاں جن مقامات پر م میں صریحی اغلاط ہیں، ان مقامات پر ع کے متن کو اختیار کیا ہے۔ اب یہ نسخہ میر تسوز کے اس سارے کلام پر حاوی ہے، دیوان دونوں نسخوں میں موجود ہے۔ جو کلام ان دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے، حواشی میں اس کی نشان دہی

کر دی گئی ہے۔

مشترک کلام کی حتی الامکان تصحیح کر دی گئی ہے جن مقامات پر اس کا امکان نہیں تھا، وہاں نشان استفہام یا کذا لکھ دیا گیا ہے۔

جو کلام دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے اور تصحیح طلب ہے، اس کی تصحیح نہیں ہو سکی ہے۔ بعض مقامات پر قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا گیا ہے۔ یہ اضافے قوسین میں ہیں۔

حواشی میں نسخہ اعلیٰ گزشتہ کے یے ع اور نسخہ درام پورہ کے یے م استعمال کیا گیا ہے۔

نقل میں مردجہ املا کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

آخر میں تذکرہ مجمع الانتخاب سے میر تسوز کا مکمل ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ ابھی تک معرض طبع میں نہیں آیا ہے۔ صاحب تذکرہ کو میر تسوز سے خصوصی تعلق تھا۔ شہکار نے لکھا ہے: 'اول بار دیو فی کہ ترکیب یافتہ بود' نزد فقیر است: 'اسی دیوان سے انھوں نے میر تسوز کا خاصا کلام نقل کیا ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر یہ مناسب سمجھا گیا کہ یہ مکمل حصہ بھی شامل کر لیا جائے۔ اس حصے میں بعض اشعار غلط ہیں' لیکن ان میں قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

کتب خانہ سالار جنگ میں دیوان میر تسوز کے چار مخطوطے ہیں۔ جناب نصیر الدین ہاشمی نے اس کتب خانے کے اُردو مخطوطات کی جو فہرست مرتب کی ہے۔ اس میں صرف تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ جو نسخہ موصوف کی فہرست میں شامل نہیں ہو سکا ہے، ہم نے آخر میں اس کا بھی تعارف شامل مجموعہ کر لیا ہے۔

اہلِ ایمان سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا
آہِ یارب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا
جو غور کیجیے تو ہے کوڑی نئے کام کا

سردیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی
وگر نعمت پیمبر کی مجھے توفیق کچھ ہوتی
زباں سے مرتضیٰ شکل کشا کا منبت کہتا
بجائے مہم اللہ آہ میں لکھتا
تولا کر سب الوہیت کو الہ اللہ میں لکھتا
حق کلہا طیب رسول اللہ میں لکھتا
تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرثیہ حسنین کا کہتا تو کیا کہتا
بسوز سینہ زہرا فقط ایک آہ میں لکھتا

درد کش کیا کہہ سکے ساقی کو شر کی ثنا
بند ہیں لب خلق کے سہرا زں سے تا اب
یہ زباں قابل نہیں جو نام اس کا لے سکے
آیت الکرسی میں ہے تعریف اہل کی دیکھو
چشم تر سے ہو سکے کب س کے ساغر کی ثنا
کون کر سکتا ہے اس قند مکرر کی ثنا
مصطفیٰ سے پوچھیے اس کے برادر کی ثنا
پوچھ لو جبریل سے جا اس کے تنہا کی ثنا
بے زباں پر اس کی دایم اس کے قنبر کی ثنا
بادجو اس قرب کے روح لایں ہر دم کو

توز تو کیا کہ سکے گا کہ گئے حضرت حسین
گردن مذبح سے اللہ اکبر کی ثنا

جس نے آدم کے تئیں دم بخشا اُس نے مجھ کو دل پر عزم بخشا
راستی دی قہر و لہار کو اور تیغ ابرو کو خم و حسم بخشا
گل کو خداں کیا پڑ بلبس کو گریہ و نالہ پیہم بخشا
چشم معشوق کو دی عیاری ہم کو حیرت ہی کا عالم بخشا
ساغر عیش دیا آدروں کو
توز کو دیدہ پڑ نم بخشا

جس نے ہر درد کو درماں بخشا مجھ سے کافر کو بھی ایساں بخشا
آسرا دل کو ہوا تھا مطلوب سایہ زلف پریشاں بخشا
بے نیازی تو میاں کی دیکھو گل کو بھی چاک گریباں بخشا
عشق کو خلق میں دی رسوائی حسن کو عنصرہ پنہاں بخشا
چشم معشوق کو دی عیاری
توز کو دیدہ گریاں بخشا

اہل ایماں توز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا آہ یارب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا
میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہر میر نام واہ یہ دیوان بھی قفلِ وفا تر ہو گیا
ناصحا بیزار دل سنہی سے تیری دُور ہو دل کو کیا روتا ہے جی بھی مسافر ہو گیا

درد سے محفوظ ہوں، دریاں مجھ کو کام کیا
 بار خاطر تھا جو میرا یاد شاطر ہو گیا
 کیا میسائی ہے تیرے لعل لب میں لے صنم
 بات کہتے ہی دیکھو سوز شاعر ہو گیا

آہ ذالہ تلخ مرا سینہ سوزاں میں پھنسا
 ایک تو تھا دل غم دیدہ اسیر سر زلف
 تہمت ہستی مژدہم نہ کر مجھ پر شیخ
 جس طرح شہد میں پھنستی ہر گس یاں برعکس
 اشک بہنے سے رے کے اب تو خدا ہی حافظ
 پیک نظارہ جدا دیدہ خیراں میں پھنسا
 پانویز نجیر میں ادرہ لہ گریبوں میں پھنسا
 میں تو مرنے کے لیے جسم کے زنداں میں پھنسا
 دل شوریدہ مرا لب کے نیک واں میں پھنسا
 پھر کوئی تخت جگر آخس مرثاں میں پھنسا

کعبہ و دیر کے ڈھونڈتے سے بھلا کیا حاصل

سوز ہووے گا کہیں محفل زنداں میں پھنسا

تراہم نے جس کو طبل گار دیکھا
 ادا ہی کی حسرت میں سب مر گئے اسح
 تری آنکھ بھر جس نے تصویر دیکھی
 عجب کچھ زمانے کی ہے رسم یارڈ
 اسے اپنی ہستی سے بیزار دیکھا
 تجلی کو کس نے بست کرار دیکھا
 وہ تصویر سا نقش دیوار دیکھا
 جو ہے کام کا اس کو بے کار دیکھا

دیکھنا چنبا بڑا مجھ کو یہ ہے

کڑک سوز کا گرم بازار دیکھا

لہ م۔ بار خاطر تھا جو میرا یاد شاطر ہو گیا۔ پری لہ م۔ تو لہ م۔ یہودہ نہ رکھ

لہ م۔ سوزندہ لہ م۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔ لہ م۔ انٹی

جودل کہ تیری یاد سے معمور ہو گیا گر کلبہ سہ قد پر از نور ہو گیا
 سوراخ ایک ہو تو اسے بند کیجئے دل تو تمام خانہ زنبور ہو گیا
 دل اپنے اختیار میں نے نہیں دیا صورت کو دیکھتا تھا کہ مجبور ہو گیا
 کیا اعتبار اس کی سمجھ کا کوئی کرے جو عارضی جمال کا منہ دور ہو گیا
 کوئی نہ جانتا تھا اسے عاشقوں کے بیچ
 یہ تو تیسرے درد سے مشہور ہو گیا

ترے دل میں بے رحم کچھ غم نہ آیا مجھے تو نے کس کس طرح سے ستایا
 بھلا اور تو اور یہ پوچھتا ہوں کبھی یاد کرتا تھا سو بھی بھلا یا
 بلا یا تجھے میں نے سو سو طرح سے دے اپنی ہٹ سے نہ آیا نہ آیا
 تو کیوں آشنا سودا اس سے ہوا تھا
 یہ تیرا کیا تیرے آگے ہی آیا

جینش ابرو سے کچھ بتلا گیا قتل کا مرثوہ ہے پٹے میں پا گیا
 جاؤں میں جس صحت میرے ساتھ ہے آہ یہ غم جان سیری کھا گیا
 غیر کا جا کر ہوا تو ہم کنار جھوٹے وعدوں کا ہمیں شہلا گیا
 اب نہیں ڈرنے کا تیری میخ سے ناز کا تیرے تو میں ڈھب پا گیا

لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔
 لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔
 لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

کیوں تو گھبرایا ہوا پھر ہے آج
شہزادہ کہ آج تیرا کیا گیا

کسی نے دم کی قسمت میں کوئی شام لے لیا
صداد پر ہے کچھ پیغامبر کسی خدا جانے
طلب غفل میں ساتی نے کیا جو بیشہ و ساغر
ہمیشہ سیر میں گلشن کی میں خوشنود رہتا تھا
شفق میں میں ہلال حمید تجھ بن دیکھ یہ سمجھا
مجھے تکلیف ترک عشق اب کرتے جو ہیں نا صبح
حزن جو ماہ ہر خورشید مد کے آج ہوتا ہے
لگا کہنے کہ خدا پرہ کر کنی اک گالیاں دی ہیں

نہ سوئیند بھر دنیا میں سوز اس دل کے ہاتھوں سے
عدم سے ساتھ میں اپنے عجب آرام لے آیا

زنگائی میں کسے آرام حاصل ہوئے گا
 دشمن جاں قتل مت کر دل کو حاصل کچھ نہیں

آہ آسودہ جہاں میں کون سا دل ہوئے گا
 قطرہ قطرہ خون ہو کر جمع پھر دل ہوئے گا

لہذا 'پھر ہے آج توڑ' لہذا 'بھڑ سے لہذا صدائے درپہ قاصد کی کہ کوئی جا کے
پوچھو تو 'لہذا' قتل 'لہذا' سرخو دینا 'لہذا' دل تہ دہتا ہوں 'لہذا' کہ صر
'لہذا' انگوٹھ سے اس کے نور 'لہذا' عدم سے ساتھ اپنے راہ کیا آرام سے آیا
'لہذا' ہے 'لہذا' ہے مروت۔

ابر کے قطرے سے ہو جاتے ہیں موتی ناصحا
غیر سے مل کیوں کے ہم پشوں سے پھر ہو گے دوچا
گو کہ رتبہ ماہ کا پہنچا فلک تک کیا ہوا
مجھ پہ جو گزری سو گزری فائدہ کہنے سے کیا
جان باقی ہے اسے لے اور کر اپنا حساب
درگزر اس خون سے آخر پھر تجھ آئے گا رحم
قتل پر یہ بے گنہ راضی ہے اپنے کس لیے

کیا ہمیں سُننے سے اپنے کچھ نہ حاصل ہوئے گا
اُس تک ہند دکھ نام کو مشکل ہوئے گا
ہر دوش میرے کے نہ دیکھو مقابل ہوئے گا
کچھ نہ کہو حال دل قاصد کہ بیدل ہوئے گا
عشق کے دفتر میں کچھ میرا ہی فاضل ہوئے گا
سوز کا دل جس گھر ہی حجر سے بسمل ہوئے گا
ہاتھ میں اک روز تو دامن قاتل ہوئے گا

کہے ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا
زلفوں سے بڑا طول میں اب عشق کا بھگوا
بوسے کی طلب سے تو ہے گا تبھی لے دل
آئینے کو تک بھر کے نظر دیکھ تو پیارے
کراچ یہی حکم کہ چہیروں کو چہر تک سوئیں
احوال دل زار بچھے ہوئے گا معلوم

جو تم سے بتاں ہو گا سوال تہ کرے گا
خطا آن کے یہ منجملہ کو تاہ کرے گا
جب گالیاں دو چارہ وہ تنخواہ کرے گا
وہ تجھ کو مرے حال سے آگاہ کرے گا
دل سوختہ اس رات کوئی آہ کرے گا
جب تو کسی مہوش کی میاں چاہ کرے گا

واہی نہ سمجھ سوز کے پیاں کو تو اسے یار

جو تجھ سے کیا عہد سوز بہاہ کرے گا

لے عا ناصحا لے عا پر لے عا سکر سے لے عا اب بے کے
اپنا کر حساب لے عا درگزر اس خون کرنے سے کہ پچھا دے گا اب
لے عا شرع میں نہیں ہے لے عا ابھی باز آئے گا اے دل

جب تک کہ میرے تن میں لے جان م ہے گا
 روئے گا عشق مجھ کو سرفاک ڈال اپنے
 شمشیر سے نہ کر قتل مرنے دے مجھ کو غم سے
 لے غم نکل شتابی بس چھوڑ مسکن دل
 تیرا اسی طرح سے مجھ پر کرم ہے گا
 مرنے کا میرے تجھ کو کا ہے کو غم ہے گا
 کس سے دھلائے گا تو گر خون جم ہے گا
 مدت تک ہا تو اب وہ صنم ہے گا
 مرجائیں گے عہد و سب حسرت زہر کھا کر
 گر سوز پر پایا ہے تیرا کرم رہے گا

کریں شاہ بہم دل کے یار داغوں کا
 ابھی تو بزم میں آئے ہیں تیری لے ساقی
 ہمارے خاں دل کو ہے روشنی سے کیا
 گیا میں گھر سے تم سے اور آہے میں رقیب
 تو آؤ سیر کریں مل کے اپنے باغوں کا
 کوئی دنوں تو مزا لینے دے ایاغوں کا
 سوائے داغ نہیں دخل یاں چہراغوں کا
 مکان مرغ چمن آشیان ہے ز داغوں کا
 سنے ہے سوز سے ملنے کا قصد مت کر یار
 اٹھاسکے گا تو کب ناز بے دماغوں کا

اگر میں جانتا ہر عشق میں صبر کا جہان کا
 جو عاشق صاف ہیں دل کو انھیں کو قتل کرتے ہیں
 تو جیسے جی نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا
 بڑا چہر چاہے شوقوں میں عاشق آزمائی کا

لے ع تیرا اسی ستم سے مجھ پر ستم ہے گا
 لے ع پھر سے سرفک کر لے ع یہ دشمن
 لے ع مری جاں لے ع یار لے ع
 لے ع تو آج سیر کریں آئے اپنے
 باغوں کا لے ع بزم سے اٹھتے نہیں سن لے ع
 لے ع کہے تو لے ع عاشقی میں غم
 لے ع مشترک لے ع صاف باطن ہے لے ع
 لے ع مجبوں

کروں اک پل میں برہم کار خانے کو محبت کے
 جتایا مہر چو چلے سو کر لے اپنے بندوں پر
 اگر علم میں شہرہ دوں تمھاری بے وفائی کا
 مجھے خطرہ نہیں ہرگز برائی یا بھلائی کا
 بیاں ہم کیا کریں طالع کی اپنے نارسائی کا
 رکھے ہی ہر صنم اس دہر میں دعویٰ خدائی کا
 خدا کی بندگی کا سوز ہے دعوا تو خلقت کو
 دے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

جو ہم سے تو ملا کرے گا
 بوسہ تو دے کبھو مری جان
 بندہ تجھ کو دعا کرے گا
 مولا تیرا بھلا کرے گا
 ہم تم بیٹھیں گے پاس مل کر
 وہ دن بھی کبھو حشر کرے گا
 دل تیرے کام کا نہیں تو
 بندہ پھرے کے کیا کرے گا
 پچھتائے کامل کے سوز سے اُن
 ہم کہتے ہیں برا کرے گا
 ہے شورش مزاج سوز و الم
 پھیرے گا اسے برا کرے گا

تو ہم سے جو ہم شراب ہوگا
 ڈھونڈنے کا سحاب چھپنے کو نہر
 بہتوں کا جگر کباب ہوگا
 آمان کہا خراب ہوگا
 خوابوں سے نہ کر محبت لے لے لے

۱۔ ع ' جو چاہو سو کرو ۲۔ ع ' کس سے ۳۔ ع ' اس دور میں
 ۴۔ ع ' ہر بندے کو دعویٰ ہے ۵۔ ع ' دعوا ۶۔ ع ' یہ شرع میں نہیں ہے۔

اے مرگ شتاب کہ تو مجھ سے اس زیت کو کب جواب ہوگا
 بوسہ دے ستوز کو مری جان
 مطلب تیرا شتاب ہوگا

جتنا کوئی تجھ سے یار ہوگا اتنا ہی خراب و خوار ہوگا
 ہر روز ہو روز عید تو بھی تو مجھ سے نہ ہم کنار ہوگا
 بس دل اتنا تڑپ نہ چپ رہے تجھ کو بھی کہیں تڑپ نہ ہوگا
 دیکھے جو کوئی چمن میں تجھ کو گل اس کی نظر میں خار ہوگا
 شکوے میں جو جس کے خون کی بو تیرا ہی وہ دل نگار ہوگا
 ناصح نہ ہو گریہ سے جو مانع میرا وہی غمگسار ہوگا

جا یار شتاب ستود سے مل
 تیرا اے انتظار ہوگا

جس کا تجھ سا حبیب ہوئے گا کون اس کا رقیب ہوئے گا
 بے وطن بے رفیق بے اسباب کون ایسا غریب ہوئے گا
 درد دل کی دوا ہو جس کے پاس کوئی ایسا طبیب ہوئے گا
 مل رہے گا کبھی تو دنیا میں گر ہمارا نصیب ہوئے گا
 ستوز کو وہ ملائے گا تجھ سے
 جو خدا کا حبیب ہوئے گا

لحم دل اتنا بھی انتظار کیا ہے کیوں میں بھی تجھے قرار ہوگا (کذا) ۳۲ یہ شعر میں
 نہیں ہیں ۳۵ یہ شعر میں نہیں ہیں۔

غم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا
 کس کو اب زیرِ ناک طاقت رسوائی ہو
 پر میری جان تیرے غم کو میں کھا جاؤں گا
 اس طرح جی دوں کہ تو رحم سے بولے صدقہ
 لے زمین پھاٹ کہ میں تجھ میں سا جاؤں گا
 ہم غیبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو داغ
 رزم عشاق کشی جگ سے اٹھا جاؤں گا
 مت کرو وعدہ عبت مجھ سے کہ آج آؤں گا
 میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا
 آتشیں آتش گل سے میں جلا جاؤں گا
 باخباں نکر نہ کر تو مرے دیرا سنے کا

لے چکا دل کو خط اب جان جو مانگے ہے خال
 تو نہ کہتا ہے یہ کوئی تو بچا جاؤں گا

کہیں تو ہم تجھ سے بات لیکن کسی کا کب تو کہا کرے گا
 جو سوز پر تو ستم کرے گا تو دیکھ غلام برا کرے گا
 نہ کچھ محبت نہ کچھ شفقت نہ کچھ تملطف نہ کچھ دلاسا
 تو آپہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب تک وفا کرے گا
 چار وہ دامن اٹھا کے جس دم لگی مرے آگ تن بدن میں
 کسی نے اس سے کہا بھانے کہا کہ یو نہیں جلا کرے گا
 حوالے دل کر کے تیرے کا ہے کو عمر کرتا میں اپنی ضائع
 جو یا ر تجھ کو میں یوں سمجھتا عوض وفا کے جفا کرے گا
 طیب مت کروا ہماری نہیں ہے جز مرگ ہم کو چارہ
 تو آپہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی یوں کب وفا کرے گا

لے رہا ترے غم میں کہاں لے رہا جان یوں دوں کہ تولے لے لے بھگے سے الفت نہ کر جان کہ
 رہے کا نہیں لے رہا دم لے م گول لے رہا جفا لے رہا تو جان پیار سے
 لے رہا یہ شرع میں نہیں ہیں

نگہ تری اس کی زندگانی خوشی تری اس کی مہربانی
جو تو ہی اس سے خفا رہے گا تو سوز پھر جی کے کی کر گیا

جگر سے تالہ دل سے آہ سینے سے فغان نکلا سر لے تن سے کیا کی غم زدوں کا ڈان نکلا
سحر رکھ تیغ کا ندھے پر جو وہ دامن کشان نکلا لب ہر زخم سے اس وقت شور الا مان نکلا
ہمیشہ عاشق صادق جو اپنا مجھ کو سمجھے تھا سو بہکائے سے نامردوں کے وہ بھی برگان نکلا
وہی دل جو مرے پہلو میں تھا اب عرشِ عظمیٰ ہے
خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں نکلا

سنا تو نے کہ پھر کرتا ہے تیری چاہ دل میرا
قیامت اب کی لادے گا مرے اللہ دل میرا
جو مانگے ترک چشم اب تک تو جانی جان باقی ہے
صفِ مرزاں کی پہلے ہو گیا تنخواہ دل میرا
مجھے چشمِ توقع تھی بہت اس سے سوا آخر کو
زیادہ خوب رویوں سے ہوا بدخواہ دل میرا
بہت ڈھونڈت نہ پایا کھوج نہ میرا آسماں ہم نے
کہ ہر کوئے گیا کیا جانیے وہ شاہ دل میرا

۱۔ جو تو ہی اس پر جفا کرے گا تو سوز کیونکر جیا کرے گا۔ ۲۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔
۳۔ صفِ مرزاں کے صوفیے کیا ہر تنخواہ دل میرا ۴۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔
۵۔ م، سوا آخر ۶۔ ع، ہرگز

نہ مانے گا تو اسے واعظ کہہ کر کیا حال میں اپنا

ہوا کا فریبوں سے مل کے بیت اللہ دل میرا
اذیت غیر سے مجھ کو کبھی پہنچی نہ دنیا میں

ہوئیں سوہان روح آنکھیں مری جاں کاہ دل میرا
عجب بھولا ہے یہ اس شوخ کے ان جھوٹے وعدوں کے
نہیں اب سوز ان کی خوشی کیا آگاہ دل میرا

بس دل زار خوش نہیں آتا غم کا اظہار خوش نہیں آتا
یہ غضب ہے جو چپ رہو تو کہے نقش دیوار خوش نہیں آتا
ہر گھڑی چٹکیاں نہ نوحا حب مجھ کو یہ پیار خوش نہیں آتا
سوز جینا بھی غم کے ہاتھوں اب
ہاں مرے یار خوش نہیں آتا

تجھ پر قربان مری جان دل دے دیں میرا ایک باری تو سن افسانہ رنگیں میرا
بچنے گل شاخ ہوا میں سے بھی لیتے ہیں چھین کس قدر شوخ ہے اللہ یہ گل چیں میرا
کوہ کو سرکشی کوہ میں کر دوں پامال ابھی آجادے اگر صحت تکیں میرا
ماننے کا نہیں میں پسند تری سنتا ہے ناصحا چھوڑ دے بس اب سر بلیں میرا
دیکھتے ہی نہیں یکساں آن وہ بھگدو بہات
کیا کروں سوز کہ وہ شوخ ہے خود میں میرا

لنہ یہ شعر میں نہیں ہیں لکھنا پھرے ہے لکھنا نہیں اس کی خوشی کچھ آگاہ دل میں (کذا)
شہ یغزوم میں نہیں ہے۔ لکھنا یہ بیتا ہے نوحا شہ عا اذیت شہ عا بزم صورت آئینہ
وہ شوخ ۹ سوز کیا کیجیے۔

ہم نے کون و مکان دیکھ لیا ہل میں سارا جہان دیکھ لیا
 آرزو تھی عہدِ مہم میں دنیا کی ہے یہ وہم دگمان دیکھ لیا
 نیستی کے لیے تھی ہستی بھی اں مرے مہربان دیکھ لیا
 اس کی گردن کے ٹک تلے ہوتے اپنے دل کا مکان دیکھ لیا
 جان کنڈن کا بھی مزہ ہم نے ہجر کے درمیان دیکھ لیا
 سوز تھا جو پڑا سکتا تھا
 کیوں مرے نوجوان دیکھ لیا

میں دور سے لے کر کل اس کو دکھا دوں گا گر مجھ سے مل دوں گے میں تم کو دعا دوں گا
 جس کا مالک ہوں سب تم پر کروں سدا کا گر جان بھی مانگوں گے میں جان بھی لا دوں گا
 بستی کے ہیں جتنے لوگ سمجھا دیں اسے ورنہ ایک آہ کے شعلے سے بستی کو جلا دوں گا
 گو قتل کیا تم نے کل سوز کو مست عزم کھا
 قصے کو تھے پیارے باتوں میں شادوں کا

ہے جیتے جی تو مجھے کوئے یار میں رونا مٹ کے بعد ہے گا مزار میں رونا
 بھلا میں کیونکے کروں ضبطِ ناصح بیدر نہیں ہے دل کے مرے اختیار میں رونا
 جو چھپ کے رات کو شبنم چین میں رول تو کیا مجھے تو ایک سے لے تا ہزار میں رونا
 زخمِ خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی خزاں میں خاک ہر سر پہ بہار میں رونا
 تو روز وصل تو لے سوز اپنے آفسو پونچھ
 ابھی بہت ہے تجھے ہجر یار میں رونا

لے رہا ہے تھکے شمع میں نہیں ہے تھکے شرم میں نہیں ہے تھکے یہ غزلیں میں نہیں ہے۔
 تھکے مہرے گامرگ کے بعد از خزاں میں رونا۔

بتوں کے عشق سے واللہ کچھ حاصل نہیں ہوتا

انہوں سے بات کرنے کو بھی اب تو دل نہیں ہوتا

صنم کا دید چاہے تو فنا ہو عاشق صادق

غیر جسم اٹھ جاوے تو کچھ باہل نہیں ہوتا

کہہ جاتی رہی غفلت کہ میں بے چین رہتا ہوں

کبھی یہ دل ترسے دھڑکے سے ٹک غافل نہیں ہوتا

نہ پائے جب ملک لاکھوں گدازیں آتشِ غم میں

مس دل عاشقوں کا تو زہر کامل نہیں ہوتا

تو مجھ سے روٹھ رہا مت بول میں ہز گرد نہ روٹھوں گا

یہ تیرا سوز ان باتوں سے کچھ بیدل نہیں ہوتا

کھا گئی کس کی نظر کس کا یہ تجھ کو غم لگا

دور سے تینا دکھا کر کیوں تو بیٹھا ہے پے

ایک تینے سے تو ناکارہ نہیں ہوتا ہوں میں

زندگانی مجھ کو کب درکار ہے بے فائدہ

میں نہ کہتا تھا کہ روتا پھوڑ کر مت جا مجھے

تو زجاؤ گے کہہ کر رست کا موسم لگا

یہ چال یا قیامت یہ حن یا شرارا

جوڑا پیٹے جب تک روز حساب آخر

چلتا ہے کس ٹھٹھک سے تک دیکھو خدا را

بل بے تری بناوٹ لے خود نسا خود آرا

لے شرع میں نہیں ہے۔ لے رحمت میں لے لے عداوت سے

غرفے کوچہ نگیو تو کیسی چمک ہے اللہ
 کس کا یہ نگرستان تیرے شہید پایے
 ہر آن اس کا جلوہ ہے گلابان دیگر
 کس کی مجال دیکھے اس حسن آفریں کو
 اتنی شہیم کچھ تو اس زلفِ عنبریں کی
 پوچھے ہر مجھ سے سنیو عاشق ہے کیا تو میرا
 دیتا ہے ملک دل کو یہ دل ربا امانی
 دیکھو چکپنا تم آتا ہے پھر شستہ

اتنی جراحوں پر جیتا ہے توڑ صاحب
 سینہ ہے یا کہ ترکش دل ہے کہ سنگ خارا

مجھ کو تنہا چھوڑ کر اے شوخ بے پروا نہ جا
 دیکھو کیا کیا ستم میں نے سبے میں عجب میں
 ایک دم تو دیکھ لوں دیدار اپنے دوست کا
 کیوں سے دل آخر کو بچھپایا نہ کر کر عاشقی
 یہ جو کہتا ہوں تو سب تیری بھلائی کے لیے
 جب تک بٹھایا تو تب تک ہر چیز میں جی
 شوخ ہی آئے گا خود داری بھی لازم ہے تجھے
 توڑ یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرانہ جا

۱۔ عاتق اکبر ۲۔ عاتق پھر ۳۔ عاتق خورشید ۴۔ عاتق درہ صنم کا بھکا ۵۔ عاتق کہتا ہے بھوکو
 ۶۔ عاتق شتابی ۷۔ عاتق شرم میں نہیں ۸۔ عاتق سے ترے تران ہر جاؤں

رات آنکھیں تھیں مندیں پر بخت ٹک بیدار تھا
گر چہ تھادہ شمع روفِ نوس میں دل کے دے
یا میں میں محو تھا اور یار مجھ میں تھا فنا
ناصحا کی فائدہ تکرار سے حساموش رہ
تھا بخت کیونکر حصار تن سے میں محبوب کو
توڑ کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنی میں تو
داں تجھے کیا تھی کسی یاں تجھ کو کیا درکار تھا

سر شک شمع آخر شمع محفل ایک دن ہوگا
تجھے اے دل غن میں محنتوں میں نے پالا تھا
جگر کو بھی کیلجے سے زیادہ میں نے سمجھا تھا
نہ انا پر نہ انا آہ سر ٹپکا کیے ہم تو
سنا کر ہاتھ نہ آئے نہ ہاتھوں کا مزہ لیجے
بھلا جو دل کو لے بھاگا تو رو کر چپ لٹھا میں
یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہو دل ایک دن ہوگا
نہ جانا تھا کہ تو میرا ہی قاتل ایک دن ہوگا
کے معلوم تھا چھاتی کا یہ سل ایک دن ہوگا
مجھے معلوم ہوا تھا کہ گھائل ایک دن ہوگا
بدن اس ڈھنگ گزرے گا قاتل ایک دن ہوگا
یہ خاطر میں نہ تھا جی کا بھی مل ایک دن ہوگا
سنبھل کر جاؤ اے توڑ اس قاتل کے کوپے میں
برے تیور ہیں وہ تجھ پر بھی مائل ایک دن ہوگا

مند ہے گر چشم غل ہر دیدہ بیدار ہو پیدا
مڑ پتی کیوں ہے اے طبل کل انا تو پیدا
درود یوار سے شکل جمال یار ہو پیدا
کہ تیرا اشک جس جا کہ گرسے گلزار ہو پیدا
یہ شرم میں نہیں ہے شمع شمع میں نہیں ہے شمع
نہیں ہیں شمع شمع کیا شمع شمع

یہاں تک کفر پورا چاہیے گر خاک گلشن ہو
 قاتیل خنجر مرگاہاں ہوں کچھ یہ بھی اچھٹھا ہو
 بجائے ہر رنگ گل رشتہ زنا رہو پیدا
 کہ میری خاک سے سبزے کی جاگہ خار ہو پیدا
 اگر مرگاہاں کے نہیں ہوں تو کیا تلوار ہو پیدا
 دل اپنا بیچ ہی ڈالے اگر دلدار ہو پیدا
 بچا رہا تو بھئی مفلس پھرے ہو کو بہ کو یارو
 میسائی ہے تیری تیغ میں کیا تو ز کو غم ہے
 جو لاکھوں بار ہوئے قتل لاکھوں بار ہو پیدا

جگر پر زخم خنجر سے ہوا اور ہی دہن پیدا
 بھرے ہے خاکساروں کے جگر میں آتش سرت
 الہی شکر تجھ سے اب ہوا راہ سخن پیدا
 برنگ آتش افسردہ ہیں زیر کفن پیدا
 کیا ہو دل نے میرے چپکے چپکے کیا چمن پیدا
 مری نظروں میں جو صفت کی صفت الٹی ہو عالم کی کدا
 عزیز و ستوز کا ہونا غنیمت جان ہو والہ
 نہیں ہونے کے پھر دنیا میں ایسے نوحہ زن پیدا

مبارک باد و دم کو کہ جینا ہم بہار آیا
 رکھائیں دل میں سو عشق تیرا یاں تلک مخنی
 جنوں نے پھر نہایا پاؤں پڑنے کو خارا آیا
 بجائے اشک میری چشم سے آخر شرار آیا
 ہوا اس را جگر جب آب تب تجھ کو قرار آیا
 غرض ہم نے سنایا اور تم کو اعتبار آیا
 اگر کچھ ستوز نے پایا تو سے خانے کے سجھ سے
 حرم کے در پہ در نہ بار بار مار مار آیا

۱۔ یہ دونوں شعر م میں نہیں ہیں۔ ۲۔ یہ غزل م میں ہیں ہے۔ ۳۔ ع۔ ۴۔ پنا ۵۔ یہ شعر
 م میں نہیں ہے۔ ۶۔ ع۔ اگرچہ ستوز نے پایا تو سے خانے کی خدمت سے

جو سوز و نہیں خلق میں بدنام ہے گا
تو خاک پر خاک بھی آرام رہے گا
جز نام محبت نہ رہے گا کوئی قائم
نہ کاہے کو تو اپنے سگا دے گا میں یار
شہرت اگر اپنی ہے تھے منظور ہے اے یار
مگر قتل مجھے جگ میں ترا نام رہے گا
تو لکڑیاں کھاوے گی بہت آتش جہراں
گر سوز کا دل ٹک بھی کہیں خام ہے گا

ہو سا گر پڑا کچھ جس گھڑی عاشق کا دم نکلا
نکل کر طفل اشک آنکھوں طوفان کر چکا آگے
میں اپنے دل کو اک مدت بیت اندر سمجھا تھا
فلک کیا کیا دلوں کی آرزوئیں تجھ سے نکلیں ہیں
حقیقت دونوں عالم کی مجھے ہوتی ہے سب وضع
سدا لے شیخ سمجھے تھا میں اپنے دل کو رشت خانہ
ہوئے خلعت میں اس کی قیس اور فرہاد سے لاکھوں
لیکن سوز سا بھی عاشقوں کے پیچ کم نکلا

خطرہ نہیں ہے مجھ کو اے عشق اپنے جی کا
ہر صبح منہ چڑھے ہے اس تند خو کے اٹھ کر
لہ رخ میں عاٹھے پر پیر سر بھی لکھ ہوا ہے۔ دل اس لب شیریں سے جو ناکام رہے گا۔ م' دل اس شیریں
ہی جو کام رہے گا (کذا) شہرہ ہی تبھاپنا جو منظور ہے دشر لہ ع' اس لہ ع' عاشق سے
لہ ع' کر چھ لہ ع' پر ع' منظور ہے ساری شہ ع' میخانہ لہ ع' اپنپا لہ ع' بیت (صنم
لہ ع' ا تو بے کسوں۔

کہتا نہ تھا میں نے دل اس کام سے تو باز آ
دیکھا مرزا نہ تو نے لے یا ر عاشقی کا
عارض کو تیرے پہنچے کب اس کی ڈنڈا ہاٹ
پیالے ہزار ہو تو ہے گل کا رنگ پھیکا
رستم تو آج تو ہے میدان کا سخن کے
لے تو نہ کس کو دعویٰ ہر نتیجہ سے ہمسری کا

مجھے گرج حق تعالیٰ عشق میں کچھ دسترس دیتا
 تہا ایک نامے میں تجھے صبا دکھاتا
 نہ لیتا نام ہرگز نہ مزے کا پھیر گلشن میں
 میں بلبل کی طرح نالاں نہ رہتا بارغ و نیاں
 تو دل ان بے فاؤں کو کوئی میں اپنے بس دیتا
 تفس میں گردنک آرم مجھ کو یک نفس دیتا
 اگر دل کو مرے صبا و ظلم باز پس دیتا
 جو کچھ بھی داد اس دل کی کوئی فریاد رس دیتا
 قسم ہے تو زکوٰۃ گرتل اپنے ہاتھ سے کرتا
 توجہ دیتے ہوئے (بھی) دیکھ صورت اس کی نہیں دیتا

دغل نکلا جو میر میاں پر رافت کے کس دیکھا
 شگفتن وار فرصت پر ہزاروں خار لگتے ہیں
 یہ باتیں ہیں کہ دل معشوق کا عاشق پہ جیسا ہے
 بغیر از دست دشمن کا نہیں ہیتی ہر خوں ہر گز
 نہیں رخصت کہ ٹانگ سوئے چمن بھی آنکھ اٹھا دیکھیں
 اتر ہوتا نہیں معشوق کو عاشق کے جھنے سے
 اکڑتا تھا بہت سا اپنی مضبوطی پہ بس دیکھا
 چمن میں دہر کے گل کی طرح ہم نے بھی نہیں دیکھا
 فدا نو ہم نے لاکھوں بار اپنا دل بھیس دیکھا
 میں ہانکے تھاری تیغ ابرو کا بھی جس دیکھا
 بہت محظوظ ہوئے ہیں جب سے یہ کج نقش دیکھا
 عزیز و ہم نے بھی سو بار اپنا دل بھیس دیکھا
 علم تھی تیغ کا ندھے پر اصل تھی طوق و گویاں
 ندریو آج ہم نے تہوڑ کا نسریہ درس دیکھا

لہذا ناداں لہذا قتل کرتا اپنے اٹھوں سے لہذا توجہ دیتے بھی اس کے دیکھ کر مکمل طور پر کو
خمس دیتا لہذا یہ دونوں شرم میں نہیں ہیں۔

آہ جس دن سے ہوا یا ر دل آزار جدا
 دل جدا زار ہے اور دیدہ خوں بار جدا
 زلف کو شانہ نہ کر جان کہ ہو جاوے گا
 تار سے اس کے مرا جان گرفتار جدا
 شیخ کو کوچہ ڈ بازار میں ہم نے دیکھا
 تن سے جھپ جھپ سر سے ہے دتار جدا
 سوز سے کیوں نہ خفا ہووے تم گار کہ ہے
 عاشق زار حیدر طالس دیدار جدا

تہی لانا مجالس میں نہیں دستور شیشے کا
 بحث توڑے گا ساقی سر کوئی غمور شیشے کا
 پکر گردن لہو پی جائیں ہیں اک گھونٹ میں سارا
 نہیں چلتا ہے مے خواروں سے کچھ مقدور شیشے کا
 گلے پر دیکھ تو کس کس کے منہ یہ آکے مجلس میں
 زنگ بجائے محب دل چور شیشے کا
 زبیں مجھ جاں چلتی ہے ساقی کی جدائی میں
 نہ سمجھو بادہ ہے آتش سے دل غمور شیشے کا
 کٹے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجدے کے
 تمہیں کہتا ہوں سیکھو عاشقو دستور شیشے کا
 فلک ہو درپے ایڑے دل ہر ایک کے یاں تک
 کہ پنبے سے کرے ہر بند یہ ناسور شیشے کا
 لگا زہار امت لے سوز ان آنکھوں سے دل اپنا
 کہ ہر جست سے رکھنا بھلا ہے دور شیشے کا

کیا تماشا ہے غم میں اس جہاں سے جو گیا
 پھر نہ آیا اس طرٹ کیا جانے کیا ہو گیا
 واں سے جیتا جاگتا آیا یہاں مر کر چلا
 کیا کرے پھر آن کر جو نقد ہستی کھو گیا
 مت مرورو ہاتھ
 میں تجھے کہتا نہیں نچل تو رہ لے لو گیا
 جوڑے گا سوز کے اشعار وہ رٹے گا زار
 کیوں کہ ہر حرف میں وہ تجھ حسرت بو گیا

توڑ کے احوال کو کیا پوچھتے ہو مشفقو
جس نے دیکھا آن کر دو چار آنسو رو گیا

بات کہتے ہی اکڑ کر تو چلا دل تو میرا پھینک دے ظالم بھلا
یوں تو میں کب ہاتھ آتا تھا ولے جہل بازی نے تری دل کو پھلا
ایک دن اس کو اکیلا دیکھ کر اپنے دل کی آرزو کہتا چلا
ایک باری پانچھونے دے مجھے دونوں ہاتھوں سے تری میں یوں بلا
گھور کر کہتا ہے کیا ہے یہ غضب یہ بڑھاپے پیٹا نکلا من چلا
چل ترے ہاتھوں کو میں صدمہ کر دوں اپنی کنجی سے ترا کاٹوں گلا

تو نے منہ دیکھا نہیں ہے توڑ کا
ایک اُن کرنے میں وہ ہے گا جلا

میں تو غبارِ دل کا یکبار دھوکے آیا کوچے میں خوب دس کے کل خوب دس کے آیا
کیوں طفلِ اشک میں نے آنکھوں میں تہجہ کو پالا اس پر بھی میرے منہ پر یوں گرم ہو کے آیا
مرنگاں کی تیری نوکیں آلودہ ہیں ہوں میں ظالم نگاہ کس کے دل میں گر دس کے آیا
منہ سے لگا ہے کاجل مٹی گھلے سے مٹی وہ کون چلی جتنی جس پاس سو کے آیا

آتا ہے تو شباب آجیتا ہے تو زاب تک
الانہ بعد مردن کس کام گو کہ آیا

لغیروں میں نہیں ہے ۔ منہ دے کہ آنکھیں تو کس کے دل میں چھو کے آیا ۔ نیز حاشیہ
پر اور آنکھیں تو کس کے دل میں گر دس کے آیا ۔

مرے احوال پر اب کون سا دشمن نہیں جلتا
مگر ہے پردہ فانوس تن میرا کہ محفل میں
جو تو کہتا ہے تو جلتا نہیں بہتان کرتا ہے
یہ پاس عشق ہے جو خاک پر مجھ سوختہ کی تو
بھی تو مجھ کو حیرت ہے کیوں تن من نہیں جلتا
پڑا پھرتا ہے دل میں برق ساں وہ شعلہ خورم
عجب اسرار ہے شعلہ مرے دل کا ہے تا دہش

وے جلتا مجھے یہ ہے کہ تیرا من نہیں جلتا
میں جلتا ہوں مثال شمع پیرا من نہیں جلتا
نہیں جلتا ہوں لے جان کے دشمن نہیں جلتا
پڑا پھرتا ہے اور تیرا کہیں دامن نہیں جلتا
کہ جوں فانوس ل جلتا ہے پیرا من نہیں جلتا
یہ چانا کی تو دیکھو تم کہیں دامن نہیں جلتا
پہ رندو پوئیوں کی گھاس کا مسکن نہیں جلتا

جلا جس طرح سے تو زتیری آتش غم میں
کہوں کیا اس طرح حمام کا گھٹا نہیں جلتا

مرامہ تجھے یا کیا خوش نہ آیا
میں ہونٹوں کو اپنے یوں غنچہ بنا کر
تو کہتا ہے کیا ہاتھ منہ پر پھیرا کر
بغل میں عبث ڈھونڈھتا ہر پرے ہو

ادھر دیکھیو مجھ سے کیوں منہ چھپایا
ادا ہم کو دور سے منہ دکھایا
بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا
جو دل تھا سو تو نے کہیں جا چھپایا

پڑا تو زکا لاشہ سرتا ہے در پر
ابے تو نے کوئی گڑھا بھی کھدایا

لے میں یہ اس طرح درج ہے۔ مرے احوال پر اب کون بھی نہیں دتا وہے جلتا مجھے یہ ہے ترا
دامن نہیں جلتا۔ شہ یہ شرم میں نہیں ہے مکہ م سب بکرتا ہے۔ مکہ م بس شہ یہ شرم میں نہیں
ہے۔ لکھن شہ یہ شرم میں نہیں ہیں۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

فکر ہے نا صبح برا تجھ کو گریباں چاک کا
 زخم گیوں سیتا نہیں غفل دل غم خاک کا
 مات کو امید کچھ ہے دن کو ہو جاتا ہے کچھ
 کی کروں شکوہ الہی گردش افلاک کا
 یک نگاہ غمزہ سے کرتا ہے ظلم قتل عام
 دھتکے صاف چھتا ہے مرے سفاک کا
 خاک میں مجھ کو دے کر جو پھرتا تھا مدام
 اب تو جھمکا آن کر دیکھے وہ میری خاک کا

عاشقی میں سرکٹنا توڑ ہی کا کام تھا
 سر بڑا ہے وہ جو ہوش زریب اس فراق کا

کہوں حال گر عشق محنت سزا کا
 جگر آب ہو جاوے اہل وفا کا
 پڑا ہوں میں کوچے میں پہنے ہے مجھ کو
 الہی ادھر منہ نہ ہووے صبا کا
 گلوں کے جگر دیکھتا ہوں میں ٹکڑے
 کھدا ہے مگر بنداشت کی قبا کا
 مرے دل نے کیا جانے کس کو دیکھا
 دوا نہ ہوا ہے یہ کس کی ادا کا
 شفق اس طرح آسمان پر نہ پھیلے
 جو دیکھے کبھی رنگ تیری قبا کا
 مرے دل ہی نے جو مجھ پر کیا ہے
 گلہ کیا ہے اے توڑ اس بے وفا کا

عشق تو میرا کلیجہ کھا گیا
 ہس مرے التذہی گسبہ اگیا
 گو نہیں کہتا کہ میں نے دل لیا
 چور نظریں میں تو اس کی پاگیا
 کان پر جوں بھی پھری تیرے نہ یار
 سوجھ سوجھ سر کو تو میں ٹکرا گیا
 کہ کل آیا تھا نا صبح تیرے گھر
 وہی بھڑوا تجھ کو کچھ بہکا گیا

نہ یہ غزل میں نہیں ہے شاعر، پڑا رہنے دے اس کے کوچے میں مجھ کو گھر، تیری
 گھر، تیرے ارپہ سر میں کل شہ، پاس

کیوں تو گھبرا یا پھرے ہے آج سوز
ہم سے تو سچ کہہ کہ تیرا کیا گیا

مت ستائے مجھ کو دلا تو بھی ستایا جائے گا
ایک تو تھا دوست جو کرتا تھا غم خواری
میں یہ کہتا تھا اکیلا تو نہ چھوڑے گا مجھے
آج بھٹوڑی رہی ہے یہ بھی یوں کٹ جائیگی
جو جنتِ مجدد پر کرے گا تو خدا سے پائے گا
تو تجھے اب کھائے گا تو کون پھر غم کھائے گا
یہ نہ سمجھتا تھا کہ یوں دامن چھڑا کر جائے گا
تو گیا تو کون پہلو بیٹھنے پھر آئے گا
آخذ کے واسطے مت جا کہیں تو جان کے
سوز سر کر لے گا گھبرا لے گا مرجائے گا

قاضی ہزار طرح کے قصوں میں آسکا
کیا فائدہ ہے رونے سے لے چشم زار بس
قاصد ہو طفل اشک گئے بار بار دے
رستم نے گو پہاڑ اٹھایا تو کیا ہوا
لیکن نہ حسن و عشق کا بھگڑا چکا سکا
کب اشک دل کی آگ لگی کو بجھا سکا
دل کی خبر کوئی نہ ترے کو سے لا سکا
اس کو سرا ہے جو ترانا ز اٹھا سکا
لے سوزِ عزم کو چپہ قاتل نہ کر عبث
تو ایک ہی بتا کہ وہاں جا کے آسکا

لے رہا ہم سے پتہ کہ دے لے رہا لے دل مجھے لے رہا تو ہی مجھ کو لے رہا
میں یہ کہتا تھا کہ پٹھا پھوڑے گا مجھے کون جانے تھا کہ تو دامن چھڑا کے جائے گا
کٹ جاتی ہے اب لے رہا اب لے رہا مرے بارہ گئے لے رہا اکھاڑا
لے رہا تو دکھا۔

زلفوں سے اگر مجھ کو سر و کار نہ ہوتا یاں تک تو پریشان میں اے یار نہ ہوتا
 کیا نور بصر آن کے یاں لطف اٹھاتا دنیا میں اگر کوئی طسرت دار نہ ہوتا
 خوگر جو مداوی سے طبیب اپنے کو پاتا تو زیست سے مایوس یہ بیا رہ نہ ہوتا
 اسرار سے کہنے کے خبر شیخ جو رکھتا بت خانے سے سرگز اسے انکار نہ ہوتا
 گر آنکھ اٹکتی نہ کسی شون سے جا کر
 تو دل بھی کہیں سوز گرفت رہ نہ ہوتا

ہم سے جو بولو گے تو کیا ہوئے گا اس میں تمہارا ہی بھلا ہوئے گا
 یار یہ لگتا ہے مجھے بارودش سر بھی کھوتن سے جدا ہوئے گا
 نام مرا لیکن نہ قاصد کبھو سن کے وہ یہ نام خفا ہوئے گا
 شیخ بھی مے خانے میں آتا ہے آج دیکھیو اب زور مزا ہوئے گا
 تک نگہ مٹت بھی مجھ پر حسد کب تئیں یہ جور و جفا ہوئے گا
 ایک دن اک شخص اس سے کہا تو نے تو یہ ذکر سنا ہوئے گا
 یعنی کہ عاشق ہے راجی سے سوز
 ہو تبسم یہ کہا ہوئے گا

محبت میں نہیں ہے ناصحا کچھ اختیار اپنا نہیں تو دیکھ سکتا ہے کوئی یہ حال زار اپنا
 خیال زلف و رخسار میں ات دن اپنا گزرا ہے ہی عنوان سے لکھتا ہے شب سیر و تہا اپنا
 تجھے غریب نہیں جو بحریری جان کھاتا ہے کوئی بھی سوچتا ہے رگ کو لے ناواں شکار اپنا

لہو وہ تری صورت سے لہو آتا لہو آن دی لہو دل
 شہ لہے اسکو لہو یوں لہو ہم کو شہ لہے یوں
 شہ پیرے

کسی کو پھل کسی کو پھول بننے باغ میں جاکر
 دل دشمن تری ہم دوستی ہرگز نہ مانیں اب
 خوشی و خرمی لیتا گیا ساتھ اپنے وہ ظالم
 بڑھ چھو مجھ سے اے یار داغ ان سا وہ رویوں کا
 کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ سمجھے ہر
 چلے جہاں سے تب گرس کو سو نیا، انتظار اپنا
 اگر سینے میں گھس کر دوست کہلا دے ہزار اپنا
 غم و اندوہ اس دل یح چھوڑا یادگار اپنا
 شکستہ کئے تئیں سمجھیں (ہیں) یہ آئینہ دار اپنا
 میاں غیروں کی نسبت تیرے کو تو غمگسار اپنا
 لگا کہنے کہ اب پچ ہی کہوں کیا بات ہو اس کی
 یہ دولت خواہ اپنا 'فدوی اپنا' جان 'شار' اپنا

افسوس تم ادوروں سے طورات کو تنہا
 نے دل ہر نہ تو ہے نہ کوئی مونس و ہدم
 بانسہ اکیر جو ملے مجھ کو تو سمجھوں
 اب گوشہ عزلت سے نکلتا ہی نہیں شیخ
 ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا
 کھوتے ہیں عبرت اپنی ہم اوقات کو تنہا
 پایا میں نہیں نا صبح بد اوقات کو تنہا
 خلوت میں ہے کیا چاہیے کس بات کو تنہا
 اے سوز کبھی بزم میں رندوں کی تو آ جٹھ
 کھوتا ہے عبرت کوئی بھی اوقات کو تنہا

میل نے جس کا جلوہ جا کر چین میں دیکھا
 خورشید آئے جیسے ابر تنک کے اندر
 وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا
 عاشق کو تیرے جلتے یوں پیر میں دیکھا

لے دے اس نے دل دشمن میں تیری دوستی ہرگز نہ انوں ب لے دے م جو سینے میں
 رہ کر دوست کہلا دے ہزار اپنا لے دے مرے دل میں لے دے سکندر کو تو بر جھے ہیں یہ ایک
 آئینہ دار اپنا لے دے کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ پچ کہیو کبھی تو سوز کو بھی جانتا ہے
 دوست دار اپنا لے دے وہ دولت خواہ اپنا 'یار اپنا' جہاں 'شار' اپنا لے دے دے

یوں دیکھنے سے میرے لیے کیا فائدہ کسی کو
خوشید رات مجھ کو آیا نظر کسی حب

دیکھا اسی نے مجھ کو جن نے سخن میں دیکھا
عائش جو تیری زلفوں کی مشکبیں میں دیکھا

بیگانہ دیکھنا ہے ایک مرہے پر
یہ سوز تیری میں نے خلق حسن میں دیکھا

گو کہ قمری کا ہے دل سرِ گلستاں سے لگا
اس سوا کھوج نہ پاتا ترے دیوانے کا
تیس لگی ہو بنیابر تو کروں دعویٰ خوں
منگے درِ وجدانی کو قیامت کا رنج

دل عاشق ہر میاں قامتِ خواباں سے لگا
قطرہٴ خوں ہے مگر خارِ بیا باں سے لگا
سینے میں تیرے غمزہٴ پنہاں سے لگا
روزِ محشر کو نہ میری شبِ ہجر اں سے لگا

جوش کو دل کے کبھی لگاتے سکے جوش تنور
توز کو روئے کوئے یہ نہ طوفاں سے لگا

شعلہ حسن سے دل کا مرے کاشانہ جلا
نارے کا اس دل دیوانہ کو مت کر سرگرم
رحم آیا نہ تجھے یا مرے حبیلے پر
شریہ آتشِ بھراں یہ پڑا ہے دل میں
نکلے اس کے نہ بچ

آہ کی آگ تھی جس سے یہ صنم خانہ جلا
دیوے گا بھڑکے دم سر دیہ ویرانہ جلا
آہ اپنی سے جلی شمع جو پروانہ جلا
پہنچتا ہے تو پہنچ در نہ پری خانہ جلا
نے کو کسی کے آنسو

حیف صدحیف ترا سوز غریبان: جلال

۱۴ م' عارض کو تیرے میں سے زلف شکن میں دیکھی ۱۵ ع' گر کہ تری کا دل اب ۱۶ ع' دل شیدائی مرا ۱۷ ع' حول ۱۸ ع' ہائے ۱۹ ع' دیوے ہے۔
۲۰ ع' دیوانہ

کسی طرح ترے دل سے حجاب نکلے گا
 نکلے گا نہیں سینے سے دل جو ڈھونڈھے تو
 غلط سنا ہے کہ شب کوئی تھا یا رہیں
 نہ کہ یہ وعدہ کہ میں چاندنی میں آؤں گا
 ہوش ہے مرا شانہ تیرے پیٹھوں پیٹھ
 جو تختہ بھی تری چشم مست دیکھے گا
 مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا
 جو نکلے گا تو جلا سا کباب نکلے گا
 کہو تو رات کو کیوں آفتاب نکلے گا
 ترے مقابلے کب ماہتاب نکلے گا
 کبھو تو واں سے یہ خانہ خراب نکلے گا
 تو کہنے کو نہ کبھو احتساب نکلے گا
 ہمیشہ چین بچیں دیکھتا ہوں اس کو تیرا
 خدا ہی جانے یہ کس پرعتاب نکلے گا

جلنے سے میرے کیا اسے پرواہ جل گیا
 آنکشت میری جنس پر رکھ کر طیب نے
 اس شعلہ خوکی یاد میں اب اشک داہ سے
 کیجئے نہ اب کسی سے محبت فدک تلے
 میں اپنے شمع روتے جلا اس طرح کہ جوں
 آیا نہ تیرے واسطے کہ ہم کو دں کباب
 تھا میں جسیر باغ میں کل رو سیہ رقیب
 جس دوست نے یہ نقل سنی ان نے یوں کہا
 شکر خدا کہ تیرا کاہر خواہ جل گیا

سہ ماہ سے ہے ترا شانہ تری پیوں شبہ اکڑا

سہ ماہ خواہ

سہ ماہ مجھ

برقع اٹھانے سے تمہیں اٹکار ہی رہا
 یہ دل ہمیشہ طالب دیدار ہی رہا
 وابستہ ذات حسن تک تھا جفا و ہوس
 نے جو رہی رہا نہ مرا پیار ہی رہا
 شکوہ نہیں جو پاس تو ہے ہم ذلیل میں
 بلبلی نظر میں گل کی سدا خا رہی رہا
 عیس نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول
 دریاں کی آرزو میں یہ ہمیں ہی رہا

بخشا چکے بتاں سے شب عاشق جرم عشق

لے توڑ تو انھوں کا گنہ گار ہی رہا

جو غم دل کا مرے بہاں نہ ہوتا
 تو مصروف نیافت جاں نہ ہوتا
 غم و شادی نہ تو ام ہوں تو یاں گل
 گریباں پھاڑ کر خستہ اں نہ ہوتا
 اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام
 تو بلبلی باغ میں نالوں نہ ہوتا
 نہ کرتا قتل تو روز قیامت
 یہ ہاتھ اندھا پار کا داماں نہ ہوتا
 نہ جاتا سامنے اس سادہ رو کے
 تو اے توڑ آئسہ حیراں نہ ہوتا

جن نے تجھے لے جواں نہ دیکھا
 اس نے مزہ بہاں نہ دیکھا
 بت خانہ و مسجد و خراباں
 میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا
 پڑیا تو آپ ہی میں پایا
 کیا غفلت تھی کہ یاں نہ دیکھا
 میں وہ گل باغ بے خزاں ہوں
 جس نے اثر حسرتاں نہ دیکھا

نہ عاترا تلمع عاتق

تلمع مگر کہاں پھاڑ کر خد نہ ہوتا۔۔۔ ہی غزل ایک دوسری جگہ درج ہے۔ اس میں
 دوسرا مصرع عاتق کی طرح ہے۔

مت سوز کی بات مجھ سے پوچھو ایسا تو کہیں سناں نہ دیکھا
جس دن سے ہوا ہے سوز گم نام
بات کہوں نشان نہ دیکھا

گر دن پہ روزِ خنجرِ فولاد ہی رہا یہ دل بلاے عشق میں ناشاد ہی رہا
تاثر، یک دن نہ کیا اس کے دل میں آہ یہ آہ و نالہ حیف کہ برباد ہی رہا
پھوڑے گا یا کہ قتل کرے گا بنے گی کیا دل میں ہمیشہ خطرہ بیداد ہی رہا
برگز نہ دیکھو تو کسی خورد کو ہاں ناصح کا روز مجھ پہ یہ ارشاد ہی رہا
پر دل نے اس کی پنہ کو جانا نہ پشیم بھی
ہر آن سوز طالبِ جلا د ہی رہا

بنیازِ عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا
کہاں میں اور کہاں اندیشہ بوسِ کنارا اس کا
وہ میکر نام سے بیزار ہے ملنے کے کیا معنی
بنیازِ کیف تو لاکھوں کلیجے بھون کھائے ہیں
گلی میں یار کی جانا تو کچھ مشکل نہیں لیکن
نہیں ڈرتا ہے جی دینے سے اپنے لئے مرقا قتل
ترپنے بن کروں آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا
نہ بھٹی یہ خیال خام مجھ سے ہو نہیں سکتا
نہ صابِ وصل کا پیغام مجھ سے ہو نہیں سکتا
پھر ایسے کو پلاؤں جام مجھ سے ہو نہیں سکتا
سنے یہ بات خاص عام مجھ سے ہو نہیں سکتا
دے تجھ کو کروں بدنام مجھ سے ہو نہیں سکتا
وہ دن جاتے رہے جو گاسیاں میں اس کی کھاتا تھا
سنوں لے سوز اب دشنام مجھ سے ہو نہیں سکتا

مروت دشمن غفلت پناہ
ادھر تک دیکھ بیٹھو مرے آہ
بہت چاہا کہ تو بھی مجھ کو چاہے
تو نے نہ چاہا پر نہ چاہا
کئی دقات سب باطل ہماری
خداوند اکریا بادشاہ
حضرت عمرؓ فی لب و لہو
خاں نم آہ نم آہ

بھڑے تو چاہے والے ہزاروں
دیکن سوز نے اچھا نباہا

میں جس قدر کہ تھے چور سے نگار ہوا
شگفتگی سے جراحت کی نوہار ہوا
سنا ہے جب کہ تو بھی غریب پرور رہی
ترمی جفا کا تبھی سے امید وار ہوا
قسم ہے تیری ذرا نہیں ہر کچھ کو طاقت صبر
ادب کی راہ سے میں صاحب اختیار ہوا
.... کس طرح اب ضد بھلا دیکھیں
منہ سے میں نے کہ وہ طفل نے سوار ہوا
جو کوئی دیکھنے آوے تو خاک میں مل جائے
صنم یہ سوز ترا کیسا خاکسار ہوا

۱۔ ع۔ وہ ہم کو بھی چاہیں

۲۔ ع۔ یوں

۳۔ ع۔ وہ ان سے

۴۔ ع۔ یہ نہیں کٹ جائے گی ادقات میری

۵۔ ع۔ یہ شعر میں نہیں ہے۔

۶۔ ع۔ ہوسے تھے آشنا تیرے بہت سے

۷۔ ع۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔

جی : ک میں آیا بت گل قام نہ آیا
 دنیا میں یہی دوستی ہوئی ہے مری جان
 عالم کا تم میں تری جاں بلب آیا
 قاصد سے تو پوچھا تھا کہ بھی ہے تو کس کا
 جی : ک میں آیا بت گل قام نہ آیا
 دشت سے لے یاد مرا نام نہ آیا
 تھا نزع کی حالت میں یہی سوز کے لب پر

بس دیکھا ہم نے پیار تیرا
 اتنی غیرت تجھے نہ آئی
 احق ہے جو ہو فیہ یاد تیرا
 غم چھین لے یوں نکال تیرا
 یہ جبر نہ ہم سے اٹھ سکے گا
 مت بول تو اختیار تیرا
 بھگتا ہی نہیں اب تو واللہ
 کہن : یہ بار بار تیرا
 کس کا غم تجھ کو کھا گیا ہے
 تیرا نادان یاد تیرا
 حال ہے سوز اب تو آجان دکھا
 ہے اس کو انتظار تیرا

میں سے احوال پر نظر نہ کیا
 دل کو یوں لے کے پاؤں سے ملی گدا
 نہ کیا رحم تو نے ہر نہ کیا
 ہے ہے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا

۱۔ یہ سوز میں نہیں ہے
 ۲۔ یہ پوچھا تھا تجھے کس سے بھیا
 ۳۔ اتنی برع بر آئی یہی سوز کے سہ سے
 ۴۔ پھا لگتا نہیں ہے دل کو
 ۵۔ میں اس کے لئے یقین ہے
 ۶۔ کیا جانے خود کیا کرے گا
 ۷۔ رونا زار وار تیرا
 ۸۔ میں یہ غل نہیں ہے۔

آہ تو عرش تک تو پہنچی واہ گھر بے اس کے جی میں گھر نہ کیا
 اپنے ہاتھوں تو آپ کٹتا ہے میں تو کہتا تھا قتل کر نہ کیا
 جی سمنہ کر گیا دے دل نے تیرے کوچے سے پھر سفر نہ کیا
 غیرت اور ستون کی ادا ادا
 سر دیا عشق سے حذر نہ کیا

یہ سب باتیں ہیں قصہ یا میرے گزشتہ ہیں
 پرانے دل کوئے کرپتے مردوں کے تلے ملتا
 نہ دیکھوں جب تک آنکھوں کے کچھ باور نہیں آتا
 ایسے بے دید کچھ تجھ کو خدا کا ڈر نہیں آتا
 کسی کے دل میں ہو گا ستون مر جائے تو بہتر ہے
 ابھی میں مردوں کیوں کر مجھے تو مر نہیں آتا

قضاے کار صنم سے جو تیرے دو چہرہ ہوا
 سوار جب تئیں دامن کا تھا مجھے لکھوں
 لگائیں یاں تئیں سفیں کہ لالہ زار ہوا
 خدا ہی خیر کرے اب تو نے سوار ہوا
 مجھے جلائے ہے اس غم سے تیرے آتش شک
 کہ کس کو دیکھ کے یہاں بے قرار ہوا
 امید تھی کبھی دامن کو اس کے ہاتھ لگے
 اسی امید میں مر گیا غبار ہوا
 مدام ہے اسے اب لالہ زار کی گل گشت
 اسی خیال میں یہ ستون و اعجاز ہوا

جب ہوئے نصیب رام میرا تب پورا ہوئے کام میرا
 لہو آنکھوں بھر لہو مہم ابھی تو تجھے ہرگز لہو عاکل لہو یہ شرم میں
 نہیں ہیں۔ لہو یہ غول مہم میں نہیں ہے۔

اللہ اللہ ہی روزِ شب کو ہوشے ذکرِ مرام میرا
 اے پیک صبا تجھے قسم ہے کہیو اس سے پیام میرا
 مکھڑا اپنا دکھائے پیائے — ورو یہ صبح و شام میرا
 اکبار تو منہ سے کہہ سبھوں میں
 — تنوز بدل غلام میرا

بھڑی ہیں دل میں مرے لاکھ — تمھارے رو پر تو ایک بھی —
 سانا اس قدر ظالم روا ہے بھلا سن تو بھگے ہرگز خدا کا —
 نہ ملنا نہ کبھو صاحب — یہ کیا انصاف ہے کچھ —
 صنم کے جی میں ہو گا تنوز مر جا —
 ابھی

مجھ عہد سے کام کچھ نہ نکلا یا رب یہ غلام کچھ نہ نکلا
 لی شکل نگیں میں رو سیا ہی پر حیف کہ نام کچھ نہ نکلا
 چہرے سے ترے نخل ہو شبِ ماہ آدھا نہ تمام کچھ نہ نکلا
 وال دست و دہن تیرے قاصد نامہ نہ پیام کچھ نہ نکلا
 جزمشت پر اپنے تجھ کو صید و آخر یہ دام کچھ نہ نکلا
 دل ٹوٹ گئی ز دست ساقی بودا تھا یہ جام کچھ نہ نکلا
 ہر ظفر سرشک کیا ہی غماز یہ تخمِ حسد ام کچھ نہ نکلا

عشق تو کہہ دے ہم بھی سیکھ
عشاق میں نام کچھ نہ نکلا
بوسہ ہے بعید اس سے ملنا
جس لب سے کلام کچھ نہ نکلا
دیکھا میں ترا جو ستور دیواں
جز عشق کلام کچھ نہ نکلا

اپنے نالائے میں گر اثر ہوتا
جن کے نامے کی بڑبڑ تھک
دل نہ دیتا جو میں بچھے ظالم
پھر نہ کرتا ستم کسی پر اگر
خون عشاق کرتے کیوں ناحق
کام آتا میں ایک دن پیایے
کھینچتی فوج خطا جو حسن پہ تیغ
توز کو شوق کہے جانے کا
سینہ مانند ہے اس کے پاس
قطرہ اشک بھی گہر ہوتا
کاش میں ان کا نام نہ ہوتا
کیوں مری جان کا ضرر ہوتا
دل سے میسر یا خبر ہوتا
گر بتوں کو خدا کا ڈر ہوتا
ربط مجھ سے تجھے اگر ہوتا
سینہ میرا ہی داں سپر ہوتا
ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا
بار برداری کو جو خرد ہوتا

پہلے کہتے تھے کہ ماں ہاں توڑ اچھا آشنا
کون منشا ہے کسو کا دل کس سے کہیں
جب تک تھا کرو فر کہتے تھے ہم غصہ ہیں پر
آشناظ ہر کے لاکھوں خبر کہہیے ہو سکیں
سو تو ہم اس نام سے بھاگے پھر ہیں لاکھوں کوس
اب لگے کہنے کہ کیسا توڑ کس کا آشنا
سچ ہے دنیا میں نہیں کوئی کسی کا آشنا
جب کی وہ آگئی پھر کون سا تھا آشنا
یک باطن میں نہیں جز حق تعالیٰ آشنا
نفس کا فر کو سمجھتے ہیں ہم اپنا آشنا

جیتنے کیا باطل گئی اوقات اپنی عمر کی ہائے اس دشمن کو جانا پش پیر آشنا
 لے خدائے جرم بخش لے خالق ارض و سما مرتے مرتے تو مجھے کراپنے در کا آشنا
 آخرش تو نے مجھے پیدا کیا ہے خاک سے
 خاک بن مجھ کو نہ کرا ب تو کسی کا آشنا

عشق نے تیرے مجھ رسوا کیا جو کیا پیار سے بہت اچھا کیا
 جان و ایال سے میں فدا ہوں ترا دل کا تجھ سے کس نے پھر دعا کیا
 کیوں جھڑک دیتا ہے میری بات کو سن تو ظالم میں نے تیرا کیا کیا
 منتیں میری نہیں ہرگز قبول عجز سے ہر چند میں ہا ہا کیا
 کیا قیامت پمچ رہی ہے شہر میں سر و قامت قد کو کیوں بالا کیا
 راز دل رو رو کے کیا کر دیا ہائے ان آنکھوں نے کیا افشا کیا
 دل کو دے کر عسقم خریدا جان بوجھ
 تو نے سودے کو

نے رستم اب جہان میں نے سرم رہ گیا مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
 ساقی تو ہم کو دینے سے کیوں جام رہ گیا ملنا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا
 دل بے صغیر زلف میں صیاد کی مرا اس مرغ کا ہے وہ جو تہ دام رہ گیا
 ہوں تو چارباغ راہ بنر زیر آسماں لیکن خموش ہو کے سرشام رہ گیا
 اے دل ملک اس کے حسن مخطوط کو دیکھ تو خورشید آ کے تابہ لب بہم رہ گیا

نہ یہ شرع میں نہیں ہے نہ اے خدا سے جرم بخش اے عظیم و بے خیر ستہ یہ شرع میں
 نہیں ہے۔ نہ یہ غزل میں نہیں ہے۔ نہ اے آ تو دیکھ

تکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے چلنے کا اشک کر کے سر انجام رہ گیا
 دل کو ہوس ہے بوسے کی ابا ن بوسے تنوز
 جن سے کہ مانگ مانگ میں دشنام رہ گیا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا
 صحبت تجھے رقیب سے میں گھڑی اپنے داغ کیدھر تنگ شمع کہوں ۱۰ انجمن کجا
 تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اسے نند طفل اشک کے عسزم وطن کجا
 صد حرف آرزو ہے زباں پر مری ولے چاہوں جو تجھ سے ایک کہوں میں دہن کجا
 عرقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانتا یوسف کہاں مصیبت چاہ ذوق کجا
 عریاں تنی نے باز رکھی اس کے منج سے ناصح جو چاہے جیب سے پیسہ نہ کجا
 تنوت سرے تنوز کو پیچھے کبھی نہ دیر
 تو اور وہ جہاں ہوت و برہمن کجا

گل ہی نہیں غلام تبسم کی آن کا غنچہ بھی نہ خریدی تیرے دہن کا
 باندھو گے تیغ کیونکے میں قتل پر مرے یاں تو کر کے نام نہیں بے نشان کا
 معلوم اپنے دل کے سوکوں سے یوں ہوا نادان جو ہوئے دوست وہ دشمن ہر جان کا
 زائد جو کھینچ کھینچ کے چلے ہوا ہے خم بہتر ہے ایسے چلوں سے چلہ کمان کا
 شمشیر سے زیادہ ہے کہنا کسی کو سخت مرہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا
 ہر روز باں ہوتن پتہ دل کا کہوں میں حال مقدور یک زبان کو نہیں ہے بیان کا
 سینے میں دل کہوں ہے غم رنگان سے
 اٹکڑیہ رہ گیا ہے نشان کاروان کا

جو میں جیتا ہوں تو احوال دل سبک ساؤں گا
تم پیش کش، امید صدقے، آرزو قرباں
سمایا بے ستوں میں کوکن اور دشت میں مجنوں
بھلا ہنستے تو ہوا اس بہیدہ گوئی پہ تم یارو
وگر نہ سر تصدق ہو تم سے یاں مر ہی جاؤں گا
میں اپنے دل کی حسرت اپنے دل میں لکے جاؤں گا
میں ایسا کیا گیا گزرا ہوا ہر دل میں سماؤں گا
قسم ہوا آٹھ آٹھ آنسو سبھوں کو میں لاؤں گا
جلادوں سر سے پانک شمع ساں سب نام ہو میرا
وگر نہ لے محباں تو زکس منہ سے کہاؤں گا

سنو تو تم نے کبھی مر کے یاد بھی نہ کیا
 کبھی پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا
 ہمارا دل بھی صنم خانہٴ مستدعی ہے
 میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا
 ہے رشک مجھ کو کیسے کو لوگ پوچھیں ہیں
 ہمارے دل کو خدا نے جہاد بھی نہ کیا
 اے سوز سنیو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا
 ذرا بھی منہ نہ ہلا داد داد بھی نہ کیا

دل بے درد مجھ سے حال اپنا کچھ نہیں کہتا
پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا
مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ برگرز
ہزاروں گالیوں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

تھڑا وہ قاتل ادھر آن نکلا
کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا
کھڑا نقش پر ہر کے بولا کہ ہے
یکشتہ تو کچھ حبان پہ جان نکلا

لہذا تیرے ہر کہ نام امیری کے ساتھ جب نام ہے میرا لکھ یہ غولم امین نہیں ہے۔

چھری لے کے من بعد سینے کو چسپیرا
 پشک کر لگا کہنے کیلئے اچوک ہوئی
 ہوئے گرچہ عاشق ہزاروں ولیکن
 مراشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر
 تو دل کی جگہ خشک پریشان نکلا
 میں سمجھا تھا کچھ یہ تو انسان نکلا
 مرے سوز سا کون بے جان نکلا
 یہ خود شید پھاڑے گریبان نکلا
 کھڑے رہنے والو مگر سوندھے یہ
 بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا

کبہ و دیر سب میں جا دیکھا
 نہ ہوا شمع رو کبھی اپنا
 سب جگہ دل کا آشنا دیکھا
 ہم نے دل سو طرح جلا دیکھا
 دل مرا لے کے روٹھ بیٹھا ہے
 اس قدر ہے یہ بے وفا دیکھا
 شیخ کہے کو کیا کروں جا کر
 دل ہی کو خانہ حسد دیکھا
 عمر آخر ہوئی دے افسوس
 زندگی کا نہ کچھ مزا دیکھا
 بوسے گل اس کی لاکے سجے چمن
 جیب کو گل کی لے صبا دیکھا
 واسطے جس کے رٹوے ہے لے سوز
 کہ تو ایسا تو اس میں کیا دیکھا

یہ تو نہ کہوں خدا نہ دیکھا
 بے گانہ ہوا نہ ہوئے آخر
 پر آپ سے میں جدا نہ دیکھا
 ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا
 اس غنچہ دل کو تو نے افسوس
 یک بار بھی اسے صبا نہ دیکھا

لے میں نے کیا کیا لے یہ شرم میں نہیں ہے لے داہ لے اکس لے شیخ جی۔
 لے یہ شرم میں نہیں ہے لے تو مرے تھا تو لے لے پچا تو کہ۔

ناصح تو کرے نہ کیوں نصیحت تو نے کہیں دل لگانہ دیکھا
 مرجانے میں ہو تو کوئی حاصل جینے میں تو کچھ مزانہ دیکھا
 کہتا ہے جو تو کہ عاشقوں میں ہم نے کوئی با وفا نہ دیکھا
 افسوس کہ تو نے ایک دن یار
 اس تیر کو آزمانہ دیکھا

رات نالہ میں کیا یار سنایا نہ سنا بہ گئے آب ہو کہار سنایا نہ سنا
 قاصداً حالِ دل زار سنایا نہ سنا راست کہ ہم سے تو لے یار سنایا نہ سنا
 اشکِ خونیں سے ترے تختہ داماں میرا ہو گیا تختہ گُل زار سنایا نہ سنا
 حالِ مرتے مرا گوشِ زدِ عالم ہے تو کیا جانے ستم گار سنایا نہ سنا
 باز مرنے سے نہ آؤں گا میں ناصح بہرے میں کہا تجھ سے بہ نکوار سنایا نہ سنا
 حالِ کہنے سے تو خوگر ہوں میں اپنا تجھ سے اس پر موقوف ہو کیا یار سنایا نہ سنا
 شرح حالِ دل عاشق وہ سنے کیا لے تیر
 لے ستم گر تو یہ گفتار سنایا نہ سنا

دل تو پہلے تو اچک کر لے گیا کون سے دل سے تجھے میٹھ دوں دعا
 چوری اور سرِ بنگی، لا دل پھیر دے سر ہلاتا ہے نہیں تو نے لے لیا
 ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے تب بھی مت بخل میں پس اے دہ پس گیا

لے رہا ہے عشق میں لے رہا اب لے رہا نہیں تو لے گیا شمع، بڑ
 لے رہا لے دل۔

ڈریے تجھ سے کیا بڑے اظہار ہیں یہ اچک پن کس سے یکھا ہے بتا
ایک ر تھا جان من اس کی بساط
تو نے لٹا توڑ لٹے ہے پڑا

یہ تیرا عشق کب کا آشنا تھا کہاں کا جان کو مسیری دھرا تھا
وہ ساعت کون سی تھی یا الہی کہ جس ساعت دو چار اس سے ہوا تھا
میں کاش اس وقت آنکھیں میچ لیتا یہ میرا دیکھنا مجھ پر بلا تھا
میں اپنے ہاتھ اپنے دل کو کھویا خدا وندا میں کیوں عاشق ہوا تھا
دے کیا آن تھی اللہ اللہ کہ جس غم سے پھاتی پر چڑھا تھا
وہ مجھ کو ذبح کرتا تھا پھری سے میں اس کی تیز دستی تک رہا تھا
غزل اس بحر کی اک اور پڑھ توڑ
ذرا اس وقت میرا جی لگا تھا

کبھی یہ دل ہمارا آشنا تھا کیلجے سے چٹ کر لگ رہا تھا
کسی سے عشق کا گرام سننا توفیق ہو کے تھر تھر کانپتا تھا
ہوا ہے اب تو ایسا باہرا یہ جنم کا کیا مگر شہدا بنا تھا
کئی برسوں میں آپھیرا کیا ہے اسے یو پھو تو کچھ میں نے کہا تھا

لہجہ برا دیدہ ہے بس لہجہ یہ اچک پن نگہ کس نے برا (کدا) لہجہ م، موچ۔

لہجہ کس لہجہ میں اس قطع کے بجائے یہ قطع ہے۔

تھا اس دلت میں غیر ازندیاں دے یہ توڑ پہلو میں کھرا تھا
لہجہ غزل م میں نہیں ہے۔

وے انسان کا برزخ بنا کر یہاں اپنا کیا پورا نظارہ
 اُسے تب اشرقت اُثلقت کہا ہو کہ اس قلب میں وہ اتر ہے سارا
 دیکھیں سوز کو ایسا بنایا
 کہ ہر دل میں کیا جس نے گزارا

جہاں تو ہے اسے تیرے قربان کجا
 تجھے تو کہاں اتنی فرصت بلا سے
 تجھے مضطرب دیکھ کر آج پیارا
 یہاں تو ہزاروں پڑے ہیں گلی میں
 کبھی سوز کو یوں نہ ٹو کا کہ آج ہے
 بلائیں مری تا بہ دامن لے جا

چہرے پہ نہ یہ نعتاب دیکھا
 کیوں کر نہ بکوں میں ہاتھ اس کے
 کچھ میں ہی نہیں ہوں، ایک عالم
 دل نے تو جھٹ لکھا تھا نامہ
 بے جرم و گناہ قتل عاشق
 پر دے میں تھا آفتاب دیکھا
 یوسف کی طرح سے خواب دیکھا
 اس کے لیے یاں خراب دیکھا
 جو ان نے دیا جو اب دیکھا
 مذہب میں ترے صواب دیکھا

لہذا 'ہر دم گزارا' لہذا یہ شعر 'میں نہیں ہے'
 لہذا 'ترکیا باتیں بکے ہے تو زچہ رہ' سمجھ تو آپ کو تو ہے چہ کارا
 لہذا یہ غزل 'میں نہیں ہے'۔

کچھ ہوئے تو ہو عدم میں راحت
 ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا
 جس چشم نے مجھ طرف نظر کی
 اس چشم کو میں پر آب دیکھا
 سرگرداں ترے عشق میں ہے
 یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا
 بھولا تھا تو اس کے لطف اد پر
 اے سوز اس کا عتاب دیکھا

اد غم تو نے بہت ستایا
 سچ کہہ کی تیرے ہاتھ آیا
 کس نے تجھ کو کہا مرا عشق
 میں نے تو تجھے نہیں بتایا
 حسرت کدہ جہاں سے ہم نے
 جز رنج و الم نہ کچھ اٹھایا
 اس عالم بے غمی سے لا کر
 ہاں زلیست بھلا مرزا دکھایا
 سوز آتش غم سے کیا ہوا راگھ
 دل نے اس کے اسے جلایا

حسن اس کا تو آشکارا تھا
 اشک پر دشمن نظار تھا
 اس کے کھڑے کی یاد میں کل رات
 چپکے روتا تھا دم نہ مارا تھا
 اشک آتے تھے آنکھوں سے اس طرح
 گویا پریوں کا وہ اتارا تھا
 عاشقی کی تسار بازی میں
 یہ نفع تھا کہ سر کو مارا تھا
 سوز جیتا تھا جب تلک بائے
 دل کو میسر ذرا سہارا تھا
 اب تو بکیں پڑا ہے سینے میں
 ایک تو آگے ہی بچا رہا تھا

آپ تھا اب ہر اونی میں نہ سکتا تھا وہ نہ وارا تھا
 جس کو کہتے ہیں حیدر کرار
 اس ہی کا سب جگہ گزرا تھا

دیکھتی تیری بھی چہ او میرزا واہ ہی واہ واہ واہ او میرزا
 گو نہیں وہ چاہ تیری دل میں اب رسم نظامرتوناہ او میرزا
 قتل کر تک یک ہاتھ کو رکھ بیگانہ بیگنہ او میرزا (کذا)
 دیکھ پھٹاے گا بعد از مرگ ہاں لے موا میں لا الہ او میرزا
 سوزی جو گھورتا ہے وہ کھڑا
 اومیاں او یاد شاہ او میرزا

جس کا تو آشنا ہوا ہوگا اس نے کیا کیا ستم سہا ہوگا
 تھر تھرا تا ہے اب تک خورشید سامنے تیرے آگیا ہوگا
 یہ تو میں جانتا ہوں جھوٹوں نے کچھ تجھے جھوٹ پرچ کہا ہوگا
 پر یہ اتنا جو منہ بنا یا ہے نہ ملو گے نہ اور کیا ہوگا
 رات اندھیرے اجالے گلیوں میں جو تجھے کوئی مل گیا ہوگا
 دیکھو تجھ کو میرے سر کیسوں اس گھڑی تیرے جی میں کیا ہوگا
 سوز کو تو نے کیوں دیا بوسہ
 ہم کو بھی دے ترا بھلا ہوگا

تری جان پر کب مرا غم رہا رہا سو مرے جی پہ ادھم رہا
 تری سردہری سے مانند برت مرا، شک آنکھوں میں کج رہا
 تری بزم میں جب تلک میں رہا مرادوں مجھی سے ہی برہم رہا
 سلامت یہاں سے میں گھر جوں گا یہی خوف ہر وقت ہر دم رہا
 سرد سینہ ہی پر رہا ہاتھ بس مرے گھر تو ہر روز ماتم رہا
 ہوا خشک ایسا ترے سہم سے نہیں نام کو آنکھ میں غم رہا

دیا تھا نہ دل جب تلک غمیر کو
 جی تب تلک تو زبے غم رہا

دل کے ہاتھوں سے جگر تو جل گیا میرے خدا
 دل دیا ہے یا کہ کام اڑا دیا میرے خدا
 گاہ کہتا ہے اطاعت حلق کی کر حق ہے یہ
 گاہ کہتا ہے کہ سب سے ہو جدا میرے خدا
 گاہ کہتا ہے کہ کبھی کو تو اپنا قبلہ جان
 گاہ کہتا ہے کہ بت حناء بنا میرے خدا
 گاہ کہتا ہے کہ میرا امر تو ایمان جان
 ہے سبھی اشیاء میں وہ جلوہ نما میرے خدا
 پھر یہ کہتا ہے کہ کافر سے ذرا بچتا ہی رہ
 کفر کہتے ہیں کسے مجھ کو بتا میرے خدا

لہذا 'دل پر لکھا'، 'مجھ سے تو لے شوخ' لکھا یہ شروح میں نہیں ہے لکھا یہ غزل م
 میں نہیں ہے۔

جب بھی اشیا میں ہو منظر تو غیبت کہیں
 اس ہی اندیشے میں تو میں مر گیا مسیح خدا
 میں ترا مخلوق ہوں مجھ کو کبھی آگاہ کر
 اے خرد بخش اے کریم اے خالق اے مسیح خدا
 انبیاء کو علم بخشا اولیاء عارف ہوئے
 میں او بس نہ ہوتا رہ گیا مسیح خدا
 مرتبہ تو اہل عرفاں نے اٹھایا شہرست
 تو زکیوں باقی رہ یہ کیا ہوا میرے خدا

لے کی تیرے دل میں ہیں گی ہوائیں کیا کیا
 مانگی ہیں تیرے حق میں تنہا سے دما میں کیا کیا
 دکھ درد میں جلتا رہ رہ کے پتھر پکستا
 پھوڑا ہے دل نہیں ہر تجھ کو سن میں کیا کیا
 خوف رقیب و حسرت عجز و نیاز و منت
 جیوڑے پہ یہ اذیت آفت اٹھائیں کیا کیا
 تن چاک سینہ سوزاں دل داغ چشم گریاں
 تو دیکھتا نہیں ہے تجھ کو دکھ میں کیا کیا
 لے سرے تا بہ سینہ سینے سے تا قدم تک
 ہاتھوں سے اپنے لیں تیرے پاؤں میں کیا کیا

آتا تو جوں پھلاد ا دل پھل کے بھاگ جانا
 ہم نے ہی میں کا فر تیری دفائیں کیا کیا
 دل موم اب ہوا ہے فرما نا مسیگر صاحب
 بازیچہ تیری خاطر اس کا بنائیں کیا کیا
 خنجر سے منہ موڑا تینے سے دم نہ مارا
 اس توڑنے بھی کی میں تجھ سے دفائیں کیا کیا

پہنایا نام و ننگ و صبر و طاقت قول سے بھوٹا
 کوئی فریاد رس دوڑے مجھے اس عشق سے لٹا
 ہر اک درے میں جھکا ہے نرالا یہ یگ صحرا کے
 خدا ہی جانے کس کا شیشہ ناموس یہ ٹوٹا
 جلے خار بیا باں گرم رفتاروں کے قدموں سے
 اسی خاطر نہ میرے پاؤں کا اک آبلہ پھوٹا
 کل آئے تھے بڑی شہنی سے مینخانے کو لٹوانے
 دھلے زندوں نے مل کر محتسب کو زور دیا ہی کوٹا

نہ آتا ہے جوں پھلاد ا نام، اکیلا کر کے مجھ کو عشق نے من... لٹا تھو، خدا جانے یہ
 کس کا شیشہ ناموس یوں ٹوٹا۔

تھو، باعث

تھو، پران

تھو، خوب

کسی عنوان نہ تھی امید اس زنداں سے چھٹنے کی
اجل کی دوستی سے تو ز قید جسم سے چھوٹا
مجھے کچھ اعتبار آتا نہیں کس منہ سے میں کہت
تو رات آوے گا میرے پاس بھوٹا

ذالفت ہے نہ شفقت ہے یہی ہر دم کا نکتہ زورا
پتھر اس پر یہ حکومت ہے اسے کہتے ہیں کیا زورا
ہزاروں دست بستہ رو برو حاضر ہیں بن باندھے
نہ رسکا ہے نہ ہے زنجیر ہاں گردن کا ہے ڈورا
خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو
اٹھ سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا جھکجھکورا
ڈورا تو راما دنیا میں اس پر بھول بیٹھے بس
یہ موج دہر سے لے تو نہ یہ مورا نہ یہ تورا

گردن نہ مار یو مجھے ہاں کا ٹیو گلا
بے جرم گرچہ خوب نہیں قتل جانن
تو مرتے مرتے اور تجھے دیکھ لوں بھلا
پر خون مرا حلال ہے جلدی پھری چلا
ڈھکنا اس طرح تو نہیں خوب جان من
مجھ کو دکھا کے تیغ کے مارنے چلا

لے مارا اجل کی بہرانی سے یہ سوز اس قید سے چھوٹا لے یہ شرع میں نہیں ہے لے مارا کس
پر حکومت ہے۔ لے مارا اس کو باندھ جلدی سے لے مارا پر لے مارا قتل کسی کا گناہ
ہے لے مارا کا

موت روز عید ستوز کو اپنے گھٹے لگا
تو جانتا ہے عاشقوں کے فن کو کیا بلا

ہر دم شکار کر کے تو اے ناز میں نہ جا
کر جسم بابر بیل مسکیں کے حال پر
شرمندہ ہو کے چاند نہ بکھے گا پھر کبھی
تیرے قدم کی باس سے چونکیں گے کشتگاں
بیٹھے ہیں تجھ پہ لاکھ لگائے کمیں نہ جا
گلزار دیکھنے کو تو اے غنچہ چیں نہ جا
تو چاندنی کو دیکھنے اے مہ جیں نہ جا
تو پانو پانو یار برے زمیں نہ جا
بیش لوگ بے طرح نظر بد کا ہے خطر
آبیٹھ دل میں ستوز کے ہرگز کہیں نہ جا

دل کہاں ہے جو رکھوں غم کو ترے اس میں چھپا
اس میں کیا تقصیر ہے میری جو ہوئے بر ملا
اے طبیبو تم نہ اچھا کر سکو گئے حباؤ گھر
اس مرے قاتل کا کو چہ ہے مرا دارا شفا
عرش پر تھا اب پے واں سے گیا پوچھو ہو کیا
دل کو مت سینے میں ڈھونڈھو میں کھا اور وہ کھا
ہم کو اس کی آشنائی سے نہیں ہرگز امید
آشنا اپنا نہ ہو سو ہو وہ کس کا آشنا

لہ 'ع' دلا 'ع' یار تجھ پہ لگائے 'ع' بارے 'ع' جان پر 'ع' آ 'ع' میاں
پانو پانو دیکھ 'ع' آشوب ہے ترا نظر بے خوف ہے 'ع' آدل میں بیٹھ 'ع' بس
لہ 'ع' واں سے اب آگے چلا۔

شعد رو اتن بھی غصہ کچھ خد سے بھی تو ڈر
یوں جلا دے خانماں پر سوزہ کا دل مت جلا

تب ملنے کا بھگتہ تو پیغام کرے گا جب لاکھ طرح سے ہمیں بڑام کرے گا
مت وعدہ کر اب صبح کے آنے کا مری جا رو رو کے یہ دل صبح سے ہی شام کرے گا
اس نالہ و زاری سے کسورات الہی ہم سایہ مرادو گھر ہی آرام کرے گا
آئے گا نظر ہم کو اسی وقت مہ عید جس وقت گزرے یار لب بام کرے گا
یار آئے ترے گھر میں تو کہہ بہر مدارات
کی کیا تو بھلا سوزہ سر انجام کرے گا

دوڑ کر میرے گلے لگ جاترے قرباں گیا تیری خاطر دیکھ میرا دین اور ایساں گیا
اب تو آمل بیٹھ بنس کچھ بات کر نظر نہیں جس کے چغلی کھانے کا ذرہ تھا سو وہ شیطاں گیا
ناتوا بک بک نہ کر جا بھی کہیں ہر دال ن لے گیا تھا اس کے گھر کیا گیا
یا کسی کا بن کے خد شکار یا ہو کر مزدور جب گی میں دیکھنے اس کو اسی عنوان گیا
یوں ہمارا کون لگتا ہے کہ ہم غم کھائیں پر
سوزہ آیا تھا ابھی ہنستا ابھی گریاں گیا

ہر چند اس کو اب تک دار و مدار ہے گا پر کیا کروں الہی دل بے قرار ہے گا
یہ اور غم لگتا ہے دلبر ہے جو ہمارا وہ اور ہی کسی کا آئینہ دار ہے گا

نہر گیا مہم چرچ شہد غم میں نہیں ہیں یہ غزل میں نہیں ہے۔

تم جا ڈالے پری رو دیکھو بہارِ گلشن
ہرزخم میرے تن پر رشک بہار ہے گا
یا نادک مرثہ سے یا تیغ ابرو داں سے
جیتا نہ چھوڑ دل کو موٹا شکار ہے گا
روز تولد ہی سے ہی موت ساتھ لیکن
جیراں ہوں اس کو کس یں انتظار ہے گا
گھوٹے کی پاگ رکھ لے دل سوز تھا جو تیرا
اس ڈھیر نیچے سوتا وہ خاکسار ہے گا

جو دل کہ تھا الہی اس دریا کے گھر سا
خالی پڑا ہے اب یوں ابرو ہوا گر سا
ساتوں فلک کے دل میں سوراخ دیکھ لیجو
نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا
ترسانے ترس کھایا احوال سن کے میرا
بے ترس ڈر خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا
شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاکروبی
خوشی کی کل پر کچھ تو دھرا ہے پر سا
دل پھیر تو دیا پر مسیرا نہ تھا بدل کر
ہاتھوں میں کر گیا کچھ وہ دکنہا ہنر سا
کس نے دکھائے دنداں نادیدہ آنکھوں کو
جو اشک ان سے ٹپکا آیا نظر گہر سا
دیدہ دلیر مت ہولے ہر شب کو تیرا
بازار سرد ہو گا نکلا جو وہ قسم سا
خفا کی نہیں تکیا ہی خطرہ ہے دل میں میرے
یارب دروغ ہووے ہر آہ کے اثر سا
جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہمدون کے
آنے نہ دیکھو اس کو لگتا ہے بد نظر سا

دل بیرحم اپنا حال مجھ سے کچھ نہیں کہتا
پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا
مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ گنہ
ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

لے لے میرزا لے لے دیکھتے ہیں کس کے دنداں نادیدہ آنکھوں نے لے لے بہت لے لے ہم نشیں۔
لے لے آگ لے لے یہ غول میں نہیں ہے۔

نے مقعد حرم کا نہ تابع کنشت کا
اس دل میں کائنات خدا کی ہے محنتی
بندہ ہے شیخ مذر کی اپنی سرشت کا
بنیاد دل کی نور الہی سے ہے بنی
دوزخ بھی ہے یہی گھر ہے بہشت کا
لے انکھڑیو نہ گریہ کرو پھوٹ پھوٹ کر
کعبہ اگر بنا تو بنا رنگ و خشت کا
نٹا نہیں کسی سے لکھا سر نوشت کا
پیارے یہ خط نہیں ہے تو گھبرا نہ اس قدر
سایہ پڑا ہے زلف کے اعمال زشت کا

مجس سے ہو کے مت جو رشک بتاں اٹھا
آیا نظر جو دور سے بھی اس کو نہیں کہیں
عشر کا اہل بزم میں شور و فغاں اٹھا
جو نہی قدم رکھ میں سوے باغ یا نصیب
لے کر وہ مریکے واسطے تیر دکاں اٹھا
میں جس کے آگے بیٹھ لگا کہنے حال دل
اپنے ہی دل کے غم کی دہلے داستاں اٹھا
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہاں
آپہی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا
بوسے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں
یارب تو اس جہن سے مرا آشیاں اٹھا
پہنچے گی تیرے گھر ہی جو چاہے گی دخت رز
مت جا کے سوز منت پیر معاں اٹھا

لہ ۷۰ اے سوز

لہ ۸۰ اسکتیں کہیں

لہ ۹۰ اے کہ وہ قصد کو تیر دکاں اٹھا دکھا

لہ ۱۰۰ پہنچے گی دخت رز ہی جو چاہے گی تیرے گھر

جو تصدینے کا غیروں میں تم شراب کیا
 کوئی کہے مجھے دیوانہ اور کوئی مجذوب
 تو ہم نے غم کے انگاروں پل کباب کیا
 سوال دل شکنی کا میں کیا کروں تجھ سے
 مرا تو نام ترے عشق نے خراب کیا
 جو میں دکھاؤں تو پھٹتا ہے اپنے دل کے داغ
 کہ تو نے کون سے نقصان کا جواب کیا
 دکھائے داغ جو رہنے بے حساب کیا
 کسی سے ہونہ سکا سوز بیگنہ کا قتل
 یہ کام آپ ہی کا تھا بڑا صواب کیا

ولا تو کب تیں سیرا جگر جلائے گا
 شراب آہ کا تیری تو عرش تک پہنچا
 میں پوچھتا ہوں کبھو تجھ کو چین آئے گا
 کہاں ملک تو ملا نکلت کا دل لے گا
 تمام اہل محلہ میں بے خور و بے خواب
 خدا کو مان ذرا صبر کر نہ ہو بیتاب
 یہ رتیجگا تو نہیں کب ملک جگا لے گا
 تڑپہ تڑپہ کہ مرے سر پہ کیا تو لے گا
 تجھے کہتا تھا کہ مشوق بیوفا میں سب
 یہ جانت تھا کہ تو ان سے دل لگا دے گا
 کہا نہ مانے تو اس کی سزا یہی ہے ہر
 کرے گا جو کوئی اپنے کیے کو پادے گا
 تمہارا نام تھا جیسا کہ سوز دیسے جلے
 دے کریم لگی کو تری بچھا دے گا

۱۔ ع جو تو نے پیے کو تصد شراب ناب کیا
 ۲۔ ع کہ میں کسی کے بھی نقصان کا جواب کیا
 ۳۔ ع کہ تو نے غم کے انگاروں پل کباب کیا
 ۴۔ ع کہ تو نے کون سے نقصان کا جواب کیا
 ۵۔ ع کہ تو نے دکھائے داغ جو رہنے بے حساب کیا
 ۶۔ ع کہ تو نے کہاں ملک تو ملا نکلت کا دل لے گا
 ۷۔ ع کہ تو نے تمام اہل محلہ میں بے خور و بے خواب
 ۸۔ ع کہ تو نے خدا کو مان ذرا صبر کر نہ ہو بیتاب
 ۹۔ ع کہ تو نے یہ رتیجگا تو نہیں کب ملک جگا لے گا
 ۱۰۔ ع کہ تو نے تڑپہ تڑپہ کہ مرے سر پہ کیا تو لے گا
 ۱۱۔ ع کہ تو نے تجھے کہتا تھا کہ مشوق بیوفا میں سب
 ۱۲۔ ع کہ تو نے یہ جانت تھا کہ تو ان سے دل لگا دے گا
 ۱۳۔ ع کہ تو نے کہا نہ مانے تو اس کی سزا یہی ہے ہر
 ۱۴۔ ع کہ تو نے کرے گا جو کوئی اپنے کیے کو پادے گا
 ۱۵۔ ع کہ تو نے تمہارا نام تھا جیسا کہ سوز دیسے جلے
 ۱۶۔ ع کہ تو نے دے کریم لگی کو تری بچھا دے گا

مل کے اس بد خوئے جبب تو خوار رسوا ہوئے گا

عہد و پیمان تجھ کو تب معصوم اس کا ہوئے گا
حق خدمت میں مرے وعدہ کر دہو قتل کا

تم سے یہ ہی کچھ تو ہوگا اس سوا کیا ہوئے گا
دیکھ کر تیور مرے طفلی میں کہتا تھا ادیب

ایک دن مجنوں صفت یہ سر پہ صحرا ہوئے گا
میں دل نازک کی کرتا تھا بغل میں پرورش

محب کو ہے گماں اس پاس مینا ہوئے گا
گر یہ نہیں گرتا رہے گا مسیہ مرگاں سے سرشک

سو جھٹ ہے ایک دن یہ قطرہ دریا ہوئے گا
محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش

کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھ کو پایا ہوئے گا
تو زکوٰۃ نامہ صحت سے تیری پروا ہے کیا

الفت خواہاں سے گور ہوئے دنیا ہوئے گا

سراو پر شام آئی اب تک منزل نہیں پاتا
کہاں بستر بچھاؤں یاں کسی کا دل نہیں پاتا

مرا دل دوستی کے تنہ سے مہمور ہے یار د
کہاں بوڑوں کی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

۱۱۹ م 'قطرہ دریا

۱۱۹ م 'اسے دس جبب تو رسوا

۱۱۹ م 'یہ شرم میں نہیں ہیں۔

رسوا ہوا خراب ہوا مہبت ہوا
 ہر آن تیغ و تیر کے رہتا ہے سامنے
 گالی سے آشنا جو نہ تھا مارے شرم کے
 وہ مجھ کو دیکھتا تھا کاہے کو پیچ کہوں
 سینے میں جب تلک تھا مجھے دل کی تھی خبر
 جا کر کہا کسی نے کہ بوسوز بھی ہوا
 کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا
 پر اتنی بات کہتے ہی رو کر کہا کہ حیف
 تو تمہارا اڑ گیا کیا بولتا ہوا

دور سے دیکھتے ہی دل دھڑکا
 دیکھو میں کھڑا ہوں کاہے کو س
 یار پایا سہی ولے لڑکا
 دیں پہچان کر مجھے بھڑکا

جھوٹ باعث ہے بقراری کا
 غمیر یعقوب اور کیا جانے
 کیوں نہ مرزاں پھل اشک آویں
 کھوٹے ہے سر کو پاؤ گاڑ کے شمع
 کاش دامن تلک ہی پہنچے ہاتھ
 کہہ رہا میں کہ باز آئے دل
 دکھ نہیں مجھ کو انتظار ہی کا
 حال عاشق کی چشم جاری کا
 شوق ان کو ہے نے سواری کا
 بس کہ دعویٰ ہے تا جداری کا
 کس کو دعویٰ ہے ہمکناری کا
 اب تو پایا مرزا نہ یاری کا

لے ح : ہنہ سے تو یہ نکالا ولے روکے یہ کہا

لے ح : بھڑکا

اب نہیں جاسے درخت سینہ سوز
توڑ تانکا نہ زحسم کا ہی کا

عاشق ہوا اسیر ہوا مستحلا ہوا کیا جانے کہ دیکھتے ہی دل کے کیا ہوا
سرسخ غلام تم نے کیا مجھ کو واہ واہ تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا
دل تھا بساط میں سو کوئی اسکوے گیا اب کیا کروں گالے مرے اشد کیا ہوا
پاتا نہیں سراغ کروں کس طرہ تیرے دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا

گر دل زار کا مسکن ترے در پر ہوتا تو میرا جان یہ کس واسطے در در ہوتا
اس قدر مجھ کو پریشانی تاسکتی تھی جو تری زلف کا سایہ مرے سر پر ہوتا
کیا ہوا نفع الہی مری پیدائش ہے نہ ہونا ہی مرا از ہمسہ بہتر ہوتا
سوز کو آتش جلانا بھی کہیں واجب ہے
کشتنی تھا جو ترے حکم سے باہر ہوتا

گفتگو کا تری حاصل ہی گی تا صحا پر سے دل بل ہی گیا
دل اکیدا نہ گیا سینے سے ہو کے خوں اشک کے شامل ہی گیا
جلد اٹھانے ترے گھر سے رقیب ہو کے چھاتی پہ مری سل ہی گیا
تیرے کوچے میں نگہ سے تیری آیا جو کوئی سو گفساں ہی گیا
بیقراری کی لکھی جب سے شرح بے کے نامہ مرا بسمل ہی گیا

دین و دنیا کو نہ پوچھو ہم سے کیا رہا پاس کہ جب دل ہی گیا
سر کو لایا تھا میں دینے کے لیے
کیا کروں سوز وہ قاتل ہی گیا

عشق تیرے سب سے پہلے پر زار تھا سو میں تھا
داخل شہیدوں میں تو لو ہو لگا کے سب تھے
سنبھل کے تیغ میں دل تیرے نہ تھا کسی کا
بجھ گھر میں عرض مطلب کس کی نہ تھا زبان
داغ محبت لے گل جب تھا ترانہ جنگ میں
گو عشق کے تھامے عشاق اب مقرر ہیں
بجھ عشق میں نصیحت سب یار مانتے تھے
کا فرتری زبانی اکثر ہیں بیک جوں شمع
ہاں میکدے میں گاہے لے سوز ہم نہ بہکے
سب مست و بیخبر تھے ہشیار تھا سو میں تھا

جہاں کی دوستی غیر از غبار دل نہیں پاتا
بہت اس سلسلے میں بے سُر یا ہور ہا ہو میں
مراد دل دوستی کے غم سے معمور ہے یار و
میں تنہائی سوا اس بحر کا ساحل نہیں پاتا
پریشانی سوا کچھ زلف سے حاصل نہیں پاتا
کہاں بودں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

شہم ۱: پیار تھا شہم ۲: اہل شہم ۳: انگار شہم ۴: تھے مقرر
شہم ۵: دل سے تری نصیحت شہم ۶: یہ غزل م میں نہیں ہے۔

.. پیاسا خون دل پیتا ہوں اس غم سے کہیں اک دم میں بھی اب خنجر قاتل نہیں پاتا
 بھٹکتا ریح مجنوں کی طرح پھرتا ہے کیا باعث
 بجز آوارگی کی تہذ تو منزل نہیں پاتا

جب خیال آتا ہے من میں تیرے اطوار کا
 دیکھتا ہوں یاد میں جس گھر میں تجھ کو جیلوہ گر
 عاشقوں کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہر
 ٹکٹ دکھ دے اپنی ساتی چشم میگوں تو اسے
 بس کہ پوچھوں ہوں میں اپنی چشم خوں آلود کو
 آخدا کے واسطے اس بانگین سے درگزر

تند ہو بول وہ بانگ چھوڑ د، من کو مرے
 راست ہوتے بھی کہیں دیکھا ہے خم تلوار کا

عشق تھا کیا تھا جس سے دل ٹکتا ہی نہ
 رات جب غصے ہو میرے پاس اٹھ کر چلا
 بوسہ رخسار کا دسدہ کیا کس سے دف
 تاب کس کو ہو کہ تیرے در سے آگے جاسکے
 کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب عمر بھر
 جس کو تیں گھر سے نکالا وہ بہ امید طلب

خبر ساینے میں میرے کچھ کشکتا ہی نہ
 میں نچھوڑا اس کا دمن وہ بھٹکتا ہی نہ
 کان کے سوتی تک تیرے لٹکتا ہی نہ
 جو ترے کوچے میں آیا سر شکتا ہی نہ
 آرزوئے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی نہ
 ہر قدم پر راہ چلنے میں بھٹکتا ہی نہ

یار گھر آیا پر دیکھ نہ اس کو بھر نظر دکھا، ہوش میں آؤں میں جب تک وہ شکست ہی نہ
کیا بقول سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں
خار ساینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی نہ

خستہ بوستے کو اس لب کے پکاراں نہ گئے گا
جس روز کیا چہرے کو تیرے نظر نہ آئے
درپے سروں ماں کے نہ عاشق ہوں کہ کوئی
مت روز قیامت سے ڈرا مجھ کو تو ناصح
عیسیٰ کو یقین ہو کہ نہ جاوے گی تب عشق
اس دل کی حقیقت کا جو شہرہ ہو جہاں میں
ہے بیٹھے ہر دل کی بھی کوئی چیز کو لے سوز

قیمت میں کم از عمل بدخشاں نہ کہے گا
پھر مرغ چین سیر گلستاں نہ کہے گا
اس سر کو بحر تیغ کے ساماں نہ کہے گا
وہ روز مذاہب شب جبرائیل نہ کہے گا
وہ درد کا میرے کھجور دریاں نہ کہے گا
پھر دل کوئی وابستہ خواہاں نہ کہے گا
جو تو نے کیا سو کوئی نہ دال نہ کہے گا

نہ دانہ نہ تھلے عید تو نے وام لیت جا
اگر دل لے چلا دل کی خلش مت چھوڑ سینے میں
نہ تھی توفیق اگر بوسے کی تو اتنا ہی کہ دے اپنے
اگر لے نالہ تو چاہے کہ اس کے گوش بہت پہنچے
ہو میں دل کے لے جانے پہ راضی تیری خاطر
خیال ان انکڑیوں کا چھوڑ مت مرنے کے بعد
جو چاہے منجھے تجھ کو اذیت دیں نہ لے دھنڈل
گلی میں سے کدے کی سوز کا تو نام لیت جا

چمن میں ہم صغیروں کو مرا پیغام لیت جا
سحر لے جا نہیں سکتا تو اس کو شام لیت جا
جو آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیت جا
اتر تھوڑا کہیں سے کر کے قرض دوام لیت جا
کہ کب تھا کہ ساتھ اس کے مرا آرام لیت جا
دلا آیا جو تو اس میکہ سے میں جا تم لیت جا

لہم اغد برب اس کے لہم کہہ دیتے لہم، پیام لہم، شام لہم، شام لہم، شام لہم

قدمہ واں بن ہے بہت حال پریشانی کا
 ڈھابہ کیوں ہے عبت میکہ متاں کو
 یا کیا جانے کس کس کے یہ منہ لگتا ہے
 شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے
 ساتی پہنچ کہ دل آب ہوا شیشے کا
 محسب تجھ کو مگر دیو لگا شیشے کا
 اپنے منہ سے تو کبھو منہ نہ لگا شیشے کا
 مجھ سوا کس نے دیا خون بہا شیشے کا
 ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ
 سوز اس واسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منہ دل پر آب شیشے کا
 کیا میں کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
 عوض ہے دل شکنی کا بہت محال لے یا
 یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساتی
 لبوں سے اس کو لگا لے ثواب شیشے کا
 خدا کرے کہ ہون نہ خراب شیشے کا
 جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا
 دہن تو باندھ لے ظلم شباب شیشے کا
 کبھو جو بزم میں ٹوٹا جب شیشے کا
 گئے ہیں جام جو منہ دل پر آب شیشے کا
 کیا میں کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
 عوض ہے دل شکنی کا بہت محال لے یا
 یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساتی
 ہوا ہے غم سے مرا آب آب دل لے سوز

آہ پر آہ نالے پر نالا
 تم نے دل کو پھنسا یا زلفوں میں
 تو جو کہتا ہے مجھ کو رو رو کر
 میں تو روتا نہیں ہوں مت جھنجھڑا
 عشق صاحب نے میرا گھر گھاما
 انکھڑی ہو تمہارا منہ کالا
 بے ادب نے حشر اب کر ڈالا
 موتیوں کا گلے میں ہے مالا
 کیا چھپاؤں یہ چشم خوب پالا
 آہ کو تو موس بھی ڈالوں
 میرے شعروں میں ہے جو کیفیت
 اس کو سمجھے گا کوئی متوالا

کہتی ہے میرے قتل کو یہ بے وفا حنا
 پیائے شعور چاہیے تزمین کے لیے
 گر قتل کر کے خون چھپ دے تو مرا
 آمان قتل بے گنہاں سے تو درگزر
 پوچھ اس سے ملک ان نے ترا کیا حنا
 تھ مستحق خون مرا یا بھلا حنا
 دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا
 رہتی نہیں ہے ہاتھ میں پیسے سدا حنا
 تو سوز پاٹے بوس کی حسرت سے درگزر
 لوٹے ہے اب تو ہاتھوں کا اس کے مزاح

دیکھ کر جو مر گئے ہیں تیرے پوروں پر حنا
 دست نیکیں کی تھامے دھوم ہر چاروں طرف
 یہ گراں ہو عہد میں اس یار فدا کے
 یوں لگا فدا تو لے مشاطہ اس کے ہاتھ
 باندھو ہاتھوں میں جا کر ان کی کوروں پر حنا
 ان فوں آفاق میں ہے زور شور وں پر حنا
 ہاتھ آتی ہے جہاں میں اب گردوں پر حنا
 اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈروں پر حنا
 دل نہ دوں اس کو سو یہ طاقت بھی اب مجھ میں نہیں
 کیا کروں لے سوز ہے گی اب تو زوروں پر حنا

میں رہی رات میری جان تیری یاد کرتا تھا
 کہیں پکیاں یا پر خانہ میرے ہاتھ لگ جائے
 مبادا دیکھ لوے اشک غمیں اور ڈر جائے
 اسی دہشت کے کہ بیٹھے نہ کیوں ماس کھاتا تھا
 کبھی خوش ہو کے ہنستا تھا کبھی کڑھ کر کھٹکتا تھا
 پکستا تھا وہ ناوک جب مرے ل سے گزرتا تھا
 اٹھتا آنکھ پر سے ہاتھ جلدی ہنسنے پڑھتا تھا
 جو غمٹ ل اُبتا تھا اسے دامن میں بھرتا تھا
 بھلا اب تھوڑا اور تم دونوں کیسے لپٹے بیٹھے ہو
 جو ہم کہتے تھے یوں ہی تو خفا ہو کر مکتا تھا

جا جا میرے پاس سے تو جا جا
جا بیٹھ انھیں کے پاس دور ہو
ہر جا سی سی کا ترمی سفلے (کڑا)
جا اٹھ دور ہو کہیں و فغ ہو
پہلے جو قرار لکھ کیا تھا
غربا سے کام کیا تجھے چل

تو یہ جو تجھے کہوں میں آج
جو یہ کہیں لب سے لب ملا حبا
اب کوچے بکوچے دل کا باج
اوروں کو نہ خاک میں ملاج
اس کو آفسوس لے مٹا حبا
تجھ کو کہتا ہے اب تو راجبا

دل کشتہ ہوا ہے
میاں تیغ لگاتی ہے تو جڑ دے
قبر درویش و جان درویش
کیا اچھی طرح سے بھ کو بوچھا

کچھ بھید کھڑا سے عدم کا
ہے کس کو بھروسہ ایک دم کا
شکوہ کیا ہے ترے ستم کا
بندہ ہوں میاں ترے کرم کا

بجوا دے توڑ کو ہر شہرت
واقع تو ہوا ہے زیر و بم کا

ایک بندہ جہاں میں ہے واللہ
صبح سے شام تک غریبوں کا
وعدہ لا الہ الا اللہ
بھائی کتا ہر ایک غریب کو

آصف بندہ نام ہے جس کا
غور پرواخت کام ہے جس کا
ذکر تسلی مدام ہے جس کا
یہ تمطف کلام ہے جس کا

ایک اوٹا غلام ہے جس کا
آصف جاہ ناظم دکنی

اور انگریز مرہٹا کیا ہے جو ہے سو پے نام ہے جس کا
 اور تو اور سوز سا وحشی
 ان دنوں دل سے رام ہی جس کا

محبت کو دایم بلا جانتا تھا پھنسا میں تو آپھی یہ کیا جانتا تھا
 چلا مجھ سے دامن پھیرا کر بھلا دل تجھے میں بڑا آشنا جانتا تھا
 مجھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی ارے تجھ کو اہل وفا جانتا تھا
 دے گرم جوشی سے تری تھا دھڑکا کہ آخر کرے گا دعا جانتا تھا
 دعا کھائی آخر وفا کھائی آخر میں کیا جانتا تھا میں کیا جانتا تھا
 دلا سا تو دے سوز کو چلتے چلتے
 مگر تو جگر ہی جن جانتا تھا

ابھی محبت کو لگ جاسے لوکا کہ اٹکتا ہے ہر دم جگر سے بھجھو کا
 فریب محبت نے مجھ کو پھنسا یا میں بھولا میں بھول میں چوکا میں چوکا
 جو فرزند دل بند ہو تو بھی اس سے الہی نہ دل بند ہو مے کسو کا
 جسے یوسف مصر کہتا ہے عالم وہ نقشہ تھا پہلا مرے ماہر کا
 نہیں سیر ہونے کا الفت سے تیری کہ روز ازل سے ہوں الفت کا بھوکا
 کہاں تک کوئی خون دل پیوے اپنا دم واپس سوز نے لو ہو تھو کا
 زباں ٹھہر کر اتنی بیک زبوں ہے
 یہ چو چا پڑے گا تری گفتگو کا

کیوں میرے یار تو نے دیکھا میرا دل زار تو نے دیکھا
صحرا شہد اسے اٹ رہا ہے تازی کے سوار تو نے دیکھا

میری آنکھوں کے تو آگے سے اب اسے نہ جا

گرچہ جاتا ہے رقیبوں کے تو ہمراہ نہ جا
کیا قسم تجھ کو کھلاؤں کہ تو مانے گا نہیں

پر مر امان کہا آج تو دلتہ نہ جا
کس کے بہکائے سے تو کوئے وفا سے پنا

کس نے بد راہ کیا تجھ کو کہ اس راہ نہ جا
اسے رہتا ہے رقیبوں کے تو پیسے شب روز

پیارے یہ لوگ برے دیکھ تو ہر گاہ نہ جا
جو تو جاوے گا تو مرجائے گا یہ تہذیب
آنہ جا واسطے امتد کے اے ماہ نہ جا

کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا نے کوئی سدو تھا نہ کوئی ہمد تھا
تھی آہی آپ شرکت غیر بغیر چلے جی اب وہیں کہ کب عالم تھا

مگر قتل کیا بے وفائے نہ چاہا وہ کب چوکتا تھا خدا نے نہ چاہا
برا داؤد تھا آج بوسے کا لیکن کہوں کیا حیا بے حیائے نہ چاہا

نہ تھ تھ تھ یہ غریب میں نہیں ہیں۔

وہ مجھ سے ملا چاہتا تھا و لیکن کسی یار نہ آشتی نہ چاہا
 وہ البتہ اس سوز کو قتل کرتا
 قدر نے نہ مانا قضا نے نہ چاہا

اگلے بھی میسر لگ جاوے وفا
 یا تو تو مجھ میں سمجھی رہتا نہ تھا
 راست کہتا ہوں کہ کج بازوں نے ہاں
 حیف تجھ کو شرم کچھ آئی نہ حیف
 آگ میسر تن بدن میں پھینک گئی
 دل سے زیادہ کس کا شکوہ کیجیے
 بے وفا یا بے وفا یا بے وفا
 یا بے وفا دل سے بھلا یا بے وفا
 تجھ کو اب بانکا بنا یا بے وفا
 جو ہوا سب سے پرا یا بے وفا
 آہ یہ کس نے لگا یا بے وفا
 ہو گیا اپنا پرا یا بے وفا
 خاک چھانے گا نہ پاوے گا کبھی
 سوز کو تو نے نہ پایا بے وفا

تیرے ہاتھوں میں جلا او بے وفا
 اس قدم بے رحمی پایا مجھ سے حیف
 ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط
 اب کوئی ہمدرد یاں میرا نہیں
 سر سے صدقے کر کے اپنے پھینک دے
 میں کہاں اور بوسہ تیرا واہ واہ
 واہ واہ ہی واہ واہ او بے وفا
 آخدا سے ڈر کے آ او بے وفا
 سوا سے تو لے گیا او بے وفا
 کیا کروں تو ہی بتا او بے وفا
 میں ترے صدقے گھٹا او بے وفا
 مجھ کو مت تہمت لگا او بے وفا

تیری محفل میں گیا کس روز میں کان تیرے کب لگا ادبے وفا
تو نہ حاضر ہے اسی سے پوچھ لو میں نے کب بوسہ لیا ادبے وفا
پھوڑاں ہو کوئی کر چکے بدنام اب پھوڑوں گامیں
یہ نہیں پھر جاؤں میں کیا ادبے وفا

انش و سدر پہنچی نگاہ ادبے وفا کیا کیا میں نے گناہ ادبے وفا
سب سے سیے دوستوں سے روٹھے واہ واہ ہے واہ واہ ادبے وفا
کہتے ہو سرکاٹوں گا توڑ کا کاٹتے ہی خواںخواہ ادبے وفا
یہ تو اس کی آرزو ہے روز و شب نکلے نہ آہ ادبے وفا
پھر تامل کیا ہے جلد ہی کیجیے دیکھتا ہے کس کی راہ ادبے وفا
توڑ تو راضی ہے اپنے قتل پر
پر تو ثابت کر گناہ ادبے وفا

جو دل چاہتا تھا سو ہونے نہ پایا کبھی پاؤں پر اس کے سونے نہ پایا
رقیبوں کے ڈر سے مبادا نہ کہہ دیں کبھی کھول کر دل میں رونے نہ پایا
کیا میں نے غفلت سے قاتل کو رسوا کہ خوں اس کے دامن دھونے نہ پایا
کنارہ نہ تھا اس جہاں کا ولیکن قدم رکھ کہ ان غافلوں سے نہ پایا
عجب چیز تھا توڑ کس سے کہیں ہم
دلے اس کو ان مشفقوں سے نہ پایا

مہم یہ طوں میں نہیں ہے مہم جو کچھ سکے ہوا تھا ہونے نہ پایا مہم جو کچھ اب کے ہونا
تھا ہونے نہ پایا مہم عاشقوں مہم غافلوں

دل بے قتل ترا سراہوں ہیا حضرت عشق تم نے مار لیا
 زندگانی ابہ کی بخشی تیرا مارا بھلا کہیں بھی گیا
 تا قیامت نہ آیا اس کو ہوش جس کو اک جام تو نے بھر کے دیا
 جتنے ہیں زخم سب کا مرہم ہے زخم مرثاں بھلا کسی نے سیا
 پھر قدم اس کا آگے کو نہ پڑا جس کو تو نے کبھو پکار لیا
 اے میاں عشق میں ترے صدقے تو نے یہ کام کیا ہی خوب کیا
 سوز کی تم نے دیکھی کچھ جلدی نہر کا گھونٹ کس منے سے پیا

تیرا کھڑے مجھے دکھائے خدا یا تو دکھ دے از براے خدا
 لاکھ باری مردوں میں تیرے پیے لاکھ باری اگر جہلائے خدا
 دل کو میں جانتا تھا اپنا جگر دل نہیں ہے کوئی بلائے خدا
 مجھ کو ابھارو یہ بڑی رو سے کیا کیا تو نے مجھ سے ہائے خدا
 دل کی تکی لگاؤں سوز دو ہیں قید سے گر مجھے چھڑائے خدا

مگر سوز کے دل میں کچھ درد تھا کہ پہرہ بہت آج کچھ زرد تھا
 یہ آتش مرے دل میں تھی مشتعل کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا
 بظاہر تو اک منحنی تھا دے جو پچ پچھے تو بڑا مرد تھا

کس نے تجھ کو بے نعل میں آج لیا کس نے نیلیم یہ تیرا لال کیا
 کس نے تجھ کو خن کیا پیایے بل بے کافر سرا ہوں تیرا ہیا
 کس نے چول یہ تیری مسکاٹی ہے یہ زیر پر وہ کس نے سیا
 ہونٹوں پر تو لگا ہے یہ کا جل کس کی آنکھوں نے تیرا بوسہ لیا
 کس نے یہ آکے تونز کو پھونکی
 دیکھو مردہ تڑپا کے پھیر جیا

ہے بلبل عاشق گل شمع پر عاشق ہے پروانا
 مرا مجنوں ہے اپنی ذات کی لیلی کا دیوانا
 خیال اس میں جو دیکھا میں تو کس کس ہروش کا ہر
 غرض کہنے میں تو یہ دل ہے دیکن ہے پری خانہ
 جو کیسے حال دل اپنا تو اس کو نیت آتی ہے
 ہماری سرگزشت اس شوخ کو گویا ہے افسانہ
 دل مسکیں مار رہتا ہے اس کی زلف سے ابھلا
 خدا کے واسطے ظالم نہ کیجیو زلف کو شانا
 ہزار افسوس ہے اے تونز اتنی بندگی پر بھی
 رقیبوں کو وہ اپنا جانتا ہے مجھ کو بیگانا

دس سے آگے تو کبھی اے تونز تو تالاں نہ تھا
 گرچہ روتا تھا لیکن اس قدر گریاں نہ تھا
 ر. طوفان

مات کو اسے آفتاب بزم مستقان سن

چاند تھا سیسے مقابل پر نہیں چنڈاں نہ تھا
میں بھی کہتا تھا کہ ناصح کیا ہے کل دیکھ لے

آدمی س دور سے لگتا تھا پردہ انساں نہ تھا
دل میں تھا گاہے کروں گا عرضِ دل اپنا لے

رو پرو ہوتے ہی سب بھولا یہ کچھ نیاں نہ تھا

نئی اک طرح اپنی عشق میں ایجاد میں کرتا
نہیں چاہتا جو اس کو پس رسوا کر دلاشت
غرض ہر طور روح عاشقاں کو شاد میں کرتا
وگرنہ جو کیا مجنوں نے اس سے زیادہ میں کرتا
بسیا غنیمت آکر اسوں دیران کو ہے
وگرنہ رفتہ رفتہ حسن سے آباد میں کرتا
بغیر از آصف الدولہ کہ وہ سلطانِ خواہاں آ
بتاؤ کون ایسا ہے جسے استاؤں کرتا

مرے دل کو دیں لو کا سا اک آکر پستما تھا

کبھی جو بھولے میرے سوز کی ہاں یاد میں کرتا

جو تو یو نہیں آنکھیں چراتا ہے گا
مری جان کا بھی تو دشمن یہ دل ہے
تو حسرت بھرا جان حبا آ ہے گا
مرے پر بھی مجھ کو سستا ہے گا
مرے دل کو مجھ سے جدا گاڑیو ہاں
کہ یہ گور میں بھی حبلاتا ہے گا

۱۔ اے بادشاہِ بزمِ مجربانِ حسن ۲۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔

۳۔ مری جان کا اسے دشمن یہ دل ہے۔

جہاں تھارات کو دل شام کے ہوتے وہیں بھاگا

خدا ہی جانے کس مہر دے اس کا عشق ہے لاشکا
جگامت اے نغاں دل کو کہ اٹھتے سر کو پھوڑے گا

قیامت مجھ پہ لادے گا جو یہ فتنہ کہیں جاگا
عجائب داد بھوئی کی دی ہے تیرے عاشق نے

ترے سینے کی خاطر سوکھ کر یہ ہو گیا تاگا
فلک پر آج غل ہے کس کے ملنے کا کوئی پوچھے
یہ ایسا کون بنتا در ہے جس کا بخت ہے جاگا

کھلا دیں گے تجھے ہم درد و چاؤل پیٹ بھر بھر کر
خدا کے واسطے جلدی خوشی دے ستھ کی کاگا

چلانا ہی موے مردوں کو جانا	و لیکن درد کا دریاں نہ جانا
چلا ہوں آج میں مرتے کو یارو	مجھے کچھ اور تہمت مت لگانا
میں مر جانے کو خود تیار ہوں جان	وے مردوں کا کیا ہے آزمانا
جہاں میں آشتی کوئی نہ پایا	جسے دیکھا اسے پایا بگٹانا
ٹاپیں کوئی تو اپنی غرض کا	اسے واجب ہوا میرا ستانا
پڑھیں دو چار بیتیں بے ولی سے	تو سن سن کر انہوں نے یہ نہ جانا
کہ اچھے کون ہیں اس میں بُرے کون	مگر ستم سے انہیں گردن بلانا

لے ع، اصل کا کس کے کوئی پوچھو۔

لے ع، سنگ بے سم انہوں کو سر لانا

کھالہ سوز کو کس جا سے یارب کہ مہر لیا اب اس کو آب و دانا
 نصیبوں میں مرے یہی لکھ تھا
 پڑھا کر سوز بیتیں عاشقستانہ

جو کوئی عاشقی میں ثابت قدم نہ ہوگا
 روئے گی عاشقی ہی سر خاک ال اپنے
 وہ خوش رہے گا ہرگز اس پرستہ نہ ہوگا
 محبوب کو ہرے مرنے کا غم نہ ہوگا
 گر آنکھ اٹھائے دیکھو ہم جزدن کو حساب
 کچھ ناز کا تھا دے تبسہ تو کم نہ ہوگا
 گو تم کو اس نے چھوڑا عاشق کو موت کیسی
 بن موت جو مرے گا ہرگز عدم نہ ہوگا
 لکھتا ہے کیوں حقیقت تو اپنی عاشقی کی
 اے سوز وہ سنے گا تو سرستہ نہ ہوگا

اب تو دم باقی نہیں اے جان سجادیکھ جا
 دل کے دینے کی خوشی میری تمہیں کچھ یاد ہے
 نوح کا میرے بھی ٹپک اکر تاشادیکھ جا
 جان کے دینے کا بھی میرے مدارادیکھ جا
 دیکھ تو کیسی خوشی سے جان پتا ہوں تجھے
 سیر دریا تو ہمیشہ تجھ کو خوش آتی ہے یک
 ایک دم تو آن کر میرے مہی دیکھ جا
 آنسوؤں کا میرے آ کر موج دریا دیکھ جا
 سوز تیرا بندہ دل سوز تھا سوا ب چلا
 پھر نہ دیکھے گا کبھی پھر آئے آ جا دیکھ جا

نہ یہ شعر میں نہیں ہے

نہ یہ غزل میں نہیں ہے

نہ یہ شعر میں نہیں ہے

نہ یہ غزل میں نہیں ہے

سنا کسی نے کبھی منہ سے کچھ نہ کہا
 نہ ہو دے کیوں یہ پریشاں کہ بن نہیں پیتا
 ہزار داغ ہے بل بے حوصلہ دل کا
 اکیلے چلنے میں خطرات ہیں ہزاروں میں
 ملائے زلف سے جا کر یہ سلسلہ دل کا
 شفق تجھے یہ خدائیں لہو میں نہسلا یا
 چلے ہیں سخت جاگیر بن کے قافلاؤں کا
 یہ کیا کردوں نہ بھوٹا یہ آبدہ دل کا
 صبا نے منہ نہ کیا اس طرف کہوں کس سے
 بہار بھی تو لگی غنچہ کب کھلا دل کا
 بھلا قسم ہے تجھے سوز اپنی سچ کہیو
 قدم عمر ملا کوئی آشنا دل کا

دل پر خوں اپنا لے تو چلو جو تو لیا نہ لیا
 دیکھ اس کی جفا اور اپنیں وفا جیا تو جیا نہ جیا
 کہو نہ صبح جیب کو سی تو دے کہ گریباں چاک نہیں جانا
 جو وہ کسی سے تو کسی سے ورنہ دلا جو سیا تو سیا نہ سیا
 چلو مانگیں دل کو سماجت سے جو وہ رحم کرے تو کرے شاید
 جو وہ دیکھ کر سے تو نہ دے جو دیا تو دیا نہ دیا
 ہیں دنوں طرح ہی عیش و طرب جو جیے تو جیے نہ جیے
 جو وہ ذبح کو دل میں سوچ کرے تو کیا نہ کیا نہ کیا
 چلو جام ہلا لے تو چلیں کہ اسے تو پی لے سوز لے
 جو شامی اس نے مانگ لیا تو پیو تو پیو نہ پیو نہ پیو

ہوا غرق ایسے دریا میں جسے پایاں نہیں پیدا

جلاد ایسا تب غم سے دل سوزاں نہیں پیدا

بھی کہتے ہیں سب انساں میں ہر جو کچھ ہر قدرت میں

پھرا میں سر سے پاتک چشمہ حیاں نہیں پیدا

یہ دنیا خلقت انساں سے ہے معمور حیراں ہوں

کسے کہتے ہیں انساں، ایک بھی انساں نہیں پیدا

عجب آتش ہے میرے تودو سینے میں لے یارو

لگے سو تیرے نسیم اور یکسر پیکاں نہیں پیدا

میاں سوزاں اب تری ہے جان کا پیار خدا حافظ

کہ اس آزار کا دنیا میں اب درماں نہیں پیدا

بھلا فنا کدے میں آکے سوز کیا دیکھا

یہ زندگانی ہی کھوئی کہ کچھ نفا دیکھا

دہاں سے جاگتے جیتے یہاں تک آئے

یہاں سے جاتے ہوئے جوسنا ہوا دیکھا

جو غم کو کھاتے ہیں ان ہی سے پوچھیے لذت

ولے نہ ہم نے کبھی اس میں کچھ مزا دیکھا

اکیلے آئے اکیلے چلے خدا حافظ

بغیر درد کوئی بھی نہ آشنا دیکھا

کسی نے پوچھا نہ مجھ کو جز خس و خاشاک

مگر مجھی نے نبشت اپنا جی جلا دیکھا

شریٹ اپنی میں سلام میں ہرگز نہیں پاتا

جو اس پر بھی گنہ بخشے تو اس کا نام ہے دانا

بہت لوگوں کا مذہب کہ خیر و شر ہر خالق سے

نہیں وہ خالی سر اس کو ہے شیطان سکھاتا

بشر تجھ کو کیا اس واسطے جو تجھ سے شرماتا
 ساری ہی صفت کی صورتیں محسن میں موزی ہیں
 اگر کچھ ہوش ہو تو شر سے بھاگو شر بہت بد ہے
 سوائے کسی حیراں میں کچھ شر نہیں پاتا (کذا)
 مثالاً یہ وہ ہر ایک کو سب صورت ہو دکھاتا
 ہے خالق خیر کا پرہیز اب شر سے ہو فرماتا
 بھلا اسے تو زتجہ میں خیر کیا ہے مجھ کو بتلائے
 کہ کوئی بھی صفت اچھی بھی میں تجھ میں نہیں پاتا

خدا حافظ اسے دل ترے پیار جی کا
 نرا بھوں ہانے میں عاشق کو مارا
 اجل اس کا آکر گل گھونٹتی ہے
 بظاہر بتوں کی ہے شیریں زبانی
 جو دل نذر لیجاؤں ٹھوکر سے مائے
 مرادل ہے مستربان اس بیدی کا
 کر تجھ کو مرزا ہے بڑا عاشقی کا
 کسی نے یہ غمزدہ بھی دیکھا کسی کا
 جو کوئی عزم کرتا ہے اس کی نگلی کا
 مرزا ان کی الفت کا دیکھا تو پیچھا
 کیا ہنستے ہی ہنستے کیا تو ز کو قتل
 میں قرباں ہوا جان ایسی ہنسی کا

دلا عزم تو نے کیا ہے کہاں کا
 کہاں چاند سامنے کہاں کا یہ سوچ
 گئی عرش تک آہ آگے بستاؤ
 میں پنجے سے پنجہ ملاؤں دوانے
 زباں کاٹ لوں تیری اور بھون کھاؤں
 لکھ رہا ہے یے نیمچہ آج بانہا
 بڑا فرق ہے ہاں نہ میں آسمان کا
 یہ دل سیر کرتا ہے اس لامکاں کا
 تجھے ہاتھ ہے توڑنا تو اں کا
 مرزا چکھوں لے تو ز تیری زباں کا

فلک کے نیچے دل شادمان نہیں دیکھا
عجب فراق کے یاں لوگ بستے ہیں تہا
بغیر خار کوئی بوٹاں نہیں دیکھا
کہ جن کے گھر میں کبھی مہیاں نہیں دیکھا
ایہ جواں نہیں دیکھا
جنہوں نے آنکھ اٹھا آسمان نہیں دیکھا
جہاں میں رہتے ہیں ایسے بھی صاحبِ عصمت
جلے بھنے بھی پڑھتے ہیں شعر جس میں
سوائے توڑ کے آتشِ زباں نہیں دیکھا

دل لے گیا شہ سو مسیہرا
جو اپنے تئیں نہ بھولتا میں
غفلت میں کیا شکار مسیہرا
رہتا صبر و استقامت مسیہرا
میں ہوں اور انتظار مسیہرا
دل رکھ تو یادگار مسیہرا
جس جا ہو وہ غم گم مسیہرا
کہنا یہ کے تری خاطر کلا
کیا ہو بآ جو عید کے دن
آخر روزِ حساب پایا
ہوں گا جو ہے قراء مسیہرا

عاشقِ زار ترا زلفِ گمراہ گیر ہوا
آپنی آنکھوں میں تو پاپا نہیں کچھ نقش دنگرا
عین آزادی میں پابستہ زنجیر ہوا
ایک سے نقش کا آئینہ تصویر ہوا
ورنہ دل تسنگی سے اپنی ہی میں دل گیر ہوا
عاجزِ قوت سرِ بختِ تعسیر ہوا

ڈالہ ساں یہ دل ہمارا آب ہو کر گل گیا
 برق کی مانند اپنی آگ ہی میں جل گیا
 بوالہوس دعویٰ بہت کرتا تھا اپنے عشق کا
 سامنے ہوتے ہی اس قاتل کے کیسا ٹل گیا
 نہ تو اس ہے دل اسے طاقت نہیں زنجیر کی
 زلف کو تک کھول دے جان تیرے بل گیا
 ایک عام کے تو سینے میں پھپھوے پڑ گئے
 کون تھا جو مونگ چھتی پہ سبھوں کے دل گیا
 آہر کے طور پر کہنے لگا ہے تو ز شہر
 طبع میں جو دت جو آتی اس طرف کو جل گیا

یارب کدھر گیا دل غم خوار کیا ہوا
 ہر دم کی آہ سے مری بیزار کیا ہوا
 میناے دل جو ٹوٹا تو ٹوٹا بدست جان
 ہوتا ہے کیف میں یہ مرے یار کیا ہوا
 کنج نفس میں تو نے بسیرا لیا ہے حیف
 کیوں عندی بزار وہ گلزار کیا ہوا
 آتی نہیں ہے سوز کی آواز جو سدا
 کرتا تھا آہ آہ سو بے سار کیا ہوا

کیا دید کروں میں اس جہاں کا
 وابستہ ہوں چشم خوں نشاں کا
 بھاتا ہی نہیں تیرے دل کو اپنے
 مذکور فلاں و بیہیاں کا
 میاں رات کسی طرح تو کٹ جائے
 مذکور کرد کہ اس جواں کا
 رشتہ اسی کیا نہ آہ مجھ کو
 اپنا بھی نہ دل نے عیب ڈھانکا

لے یہ غولم میں نہیں ہے
 لے ع ، چکاں
 لے ع ، یہ دل کو دانتہر
 لے م ، کچھ ذکر کرد نہ اس جوں کا
 لے م ، کیوں آہ جتا دیا تو نے (کذا) : اتنا بھی دتو نے عیب ڈھانکا

ہرگز نہ بلا تری گئی سے تو نمٹوں ہوں جسم تا تو اں کا
اکٹہ روز کہا یہ میں نے اس سے اک بوسہ ہی ملے مجھے و اں کا
تو اڑا اٹھا کے کہنے لاگا ایسا تو یار ہے کہاں کا
او تہوڑ آگے سھل کے جانا
بیٹھا ہے لگاٹے گھات بانکا

ہو ادل کو میں کہتے کہتے دو دوتا
کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے
گیا ایک دن اس کے کوچے میں ناگ
ہمارے یہ آفت تھاں کی یہ نوبت
دوانے کا کن نہیں معتبر ہے
مجھے تو تھاری خوشی چاہیے ہے
کماں تھوڑے طوں ہے کہ عرجاؤں یارب
کہیں دل کا پایا نہیں میں ٹھکاتا

پھر موسم بہار نے نشوونما کیا
تقل کے سامنے ہو عجب ہے کہ بچ رہا
تاثیر کچھ نہ کی دل سنگ صنم میں آہ
گزدی تھام عمری سبغ کشی میں یک
پر تو نے لے صبا نہ دل غنچہ وا کیا
والفہ دست تیغ سے اس کی پھل جیا
قاسم نے گرچہ حال سراسر سنا دیا
یہ جام دست مرگ سے آخر زجا پیا

لے مار ہوں لے مار اکل صاف کہا ہے میں نے اس سے لے لے یہ غنیمت میں نہیں ہیں

کس کو امید تھی کہ سلامت بچے گا تو
اسے توڑ آج جانا ہے تیرا ہڑا ہیا

دل کے ہاتھوں بہت خراب ہوا
جن کو نت دیکھتے تھے اب ان کا
یار اغیار ہو گئے امت
اشک آنکھوں سے پل نہیں ہمت
سارا دیوانہ زندگی دیکھا
میں تو بے ہوش ہو گیا جب سے
تیری صحبت میں باریاب ہوا
توڑ کچھ منہ بنا لے آتا ہے
آج مجھ سے کا پھر جواب ہوا

بے لکھیں نہ چاہیو نہ بہار دیکھنا
نازک ہے دل نہ نہیں لگانا اسے کہیں
جو چوٹا ہے کان سے دیکھا ہی آنکھ سے
شکوہ عیش ہی یار کے جوروں کا ہر گھڑی
اپنے ہی دل میں پھول کے گلزار دیکھنا
غم سے بھرا ہے مرے غم خوار دیکھنا
چپکا ہی رہیو لے لبِ اظہار دیکھنا
غیر دن کے ساتھ شوق سے ہر بار دیکھنا
سودا کی بات بھول گئی تیرے توڑ حیف
جو کچھ خدا دکھائے سونا چار دیکھنا

لے لے یہ شرم میں نہیں ہیں

لے لے یہ بہت

لے لے یہ غزل میں نہیں ہے۔

آج اس راہ دل رُبا گزرا
 آہ ظلم نے کچھ نہ مانی بات
 اب تو آیار بس خدا کو مان
 رات کو نیند ہے نہ دن کو چین
 جی پہ کیا جاسیے کہ کیا گزرا
 میں تو اپنا سا جی حبلا گزرا
 پھچلا شکوہ تھا سو گیا گزرا
 ایسے جینے سے لے خدا گزرا
 سوز کے قتل پر کمر مت باندھ
 ایسا جانا ہے کیا گیا گزرا

بھلا ہوا کہ میں آذوق میں حیر ہوا
 نہ بات پوچھی کسی سے کہ کوئی کیا ہے
 اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صغیر ہوا
 اگرچہ میں تو چٹا جان سے کے قاتل کو
 نظر میں کوئی نہ لائے گا بے نظیر ہوا
 اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صغیر ہوا
 دے برنگ حنا خون دستگیر ہوا

کیا ہوا تجھ کو اے جوانی اے
 میں جدائی سے تیری پیر ہوا
 سوز کو جانتے تھے ہوگا نقیر
 میر تو تھا دے امیر ہوا

یار گر صاحب دانا ہوتا
 ضبہ سے میرے تھم رہا ہے اشک
 جان کا کیا بیاں کروں احساں
 روٹھنا تب تجھے مناسب تھا
 تو میاں جانست تو میری قدر
 تو میاں جان کی مزا ہوتا
 در نہ اب تک تو یہ گیا ہوتا
 یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا
 جو تجھے مینے کچھ کہا ہوتا
 جو کہیں تیرا دل لگا ہوتا

توڑے سے کیوں نہ آشنا رہتا
عشق میں گر کبھی حبلہ ہوتا

زباں سے ہو سکے کب دل ربا تیری ثنا کہنا
مگر مکھڑے کو تیرے گھورنا اور واہ وا کہنا
سنو اے اشک و آہ و نالہ و فریاد و داؤد و ملا
جو اس کو کچے تلک پہنچو تو میری بھی دعا کہنا
قیامت تک نہ بھولے گی صنم اس آن کی لذت
ہمارا ہنس کے جی دینا تمہارا واہ وا کہنا
بس اے قاصد کبود کی طرح تو بھی نہ مر رہو
جو تجھ سے کچھ حقیقت کہ نہ آئے کچھ تو جا کہنا
بجھوں کے روبرو کہنا کہ میرا تونہ عاشق ہو
مناسب نہیں ہے پیالے ایسی باتیں بڑا کہنا

انتظار وصل میں میں تھک گیا ہجر کے ہاتھوں کیلچہ پک گیا
مینے جانا دوست اپنا وہ رقیب آج پیارے میرے جی کا شک گیا
آہ میں قربان تیرے کیا کیا شوخ سب احوال میرا لک گیا
داد چاہی مینے اس بیداد سے کہنے لاگیا دیوانہ بک گیا
تو نہ کہ دیتا ابھی پر کیا کرے
تیرے ڈر سے راز دل کا رک گیا

لے یہ شرم، میں نہیں ہے لے ع، مگر صورت کو تیری دیکھنا لے ع، جو اس کے کوتاہ لے ع، میاں
لے ع، جی دنیا تیرا مرجا کہنا لے ع، یہ دونوں شرم، میں نہیں ہیں لے ع، یہ غول م میں نہیں ہے۔

جز شکر قلم صفحہ پہ خدایہ جہاں کا
پہنچے ہر خیال اس کے کوئی وصف تک اپنا
اک نسخہ نویس اس کے مطلب کا ہے مسیحا
ہر شخص کسی کا دین ایسا ہو کہ جس سے
چاہے جو کرے وصف تو نہ کیا ہر زبان کا
داں خل فرشتے کے نہیں وہم و گماں کا
ہے علم مادا کے اسے سیر و زیباں کا
پھٹ اس کے ادا شکر ہو بخت رہ جاں کا (۱)

ہر پوہ تن خلقت خاک کی جو زباں ہو
مقدور کسے ہر ترے احساں کے بیاں کا

دلا دریا سے رحمت قطرہ ہر آب محمد کا
محمد علم کا گھر ہے علی اس کا ہے دروازہ
قدر حق جو اپنا خم کیا بہر نماز اس نے
زمین آسماں ہوں (کیوں) نہ دشمن نور سے
کہا پیر خرد نے موجب غم پیر گردوں کا
ادا کس کی زباں ہو سکے شکر اس کی نعمت کا

جو چاہے پاک ہو پیر و ہوا صحاب محمد کا
غلام اس کا ہے تو جو کلب ہر باب محمد کا
ہو جس وقت ساجد کعبہ محراب محمد کا
کہ ہر یک پر تو غور شید مست ب محمد کا
یہ غنچہ بارکش رہتا ہے اسباب محمد کا
دو عالم ریزہ ہیں حق نے کیا قاب محمد کا

ہوا ہے سوز اہل بیت پر کیا کچھ نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمد کا

دیکھ دل کو جھیر مت ظالم کہیں دکھ جائے گا
تس کی نیت کو گر آیا ہے تو کیا دیر ہے
میں ہوں جو تیری جفا میں مسدود رہتا ہوں یا
پھر بھی کہتا ہوں تجھے یوں سوز کو آمت ستا

میاں بغیر از قطرہ غول اور کیا تو پائے گا
پر مجھے تو یاد کر ظالم بہت پھپھتا ہے گا
درد نہ دکھیں گے مجھے تو ڈھونڈھ کر تولائے گا

ست سا ظالم کہیں تو بھی ستایا جائے گا

چلے ہو کس طرف ایک بار نہ کو موڑ کر جانا
کیس مشرب میں ہر چلتوں کو روتا پھوڑ کر جانا
جو بیداری میں جاؤ گے تو میں
جو دن تھا سو تو اسکو لے چلے باقی رہی نکھیں
انہوں کی بھیک کا سہ بھی ظالم پھوڑ کر جانا

تمنا آرزو امید حسرت پیش کش تیری
رہا اک رشتہ آفت اسے مت توڑ کر جانا

یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا
کہ سوتوں کو ہے حاصل کی جگانا
پڑا سونے سے تار و زیبا مت
جو چو کا بھی جگا لے سے دوانا
تو اپنے سر کو کھڑے گا اس سے
نہ دیکھے گا یہ اپنا نے بگانا
کس کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے
کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا
کسی کے پانو پر سر رکھ کے گا
کہ مجھ کو ذبح کر یاں سے جانا
تمنا تجھ کو یہ اچھا لگے گا
بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا

بچارے توڑ کے پیچھے نہ پڑ جان
کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

رات کا احوال میں تم سے کہوں یا روز کا
دیکھنا ہی دیکھ لو ہے وقت آخر سوز کا
اب تو جاتا ہے جہاں سے لیکے انبار گناہ
دیکھیے کیا حال ہو اس معصیت اندوز کا

اتنا تو بول منہ سے یہ سوز کو ہوا کیا
یارو بھلا تو دیکھو یہ تا تو اں ہوا کیا

مگر مرے دل میں کچھ درد تھا میں دیکھا کہ چہرہ بہت زرد تھا
یہ آتش مرے دل کی تھی مشتعل کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا

نہیں بیکان پر جو ہر نامہ ان تے تیر پر لکھا اشارہ قتل کا مجھ کو یہ کس تفصیر پر لکھا
ہوئی تبدیل ہیئت یاں تلک غم سے جدائی کی کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا
کہیں ہیں زلف کو سب کچھ اس لئے مخطط پر یہ لام افزد کیوں قرآن کی تفسیر پر لکھا
بچے کس طرح جی روز ازل کا تب نے قدرت کے ہمارا خون قاتل کے دم شمشیر پر لکھا
نہیں چین جہیں اے ماہ اس مہر بابر پر کہ بہ زور اس مسجد کی یہ تفسیر پر لکھا
جگہ دی نائے دل کو تری زلف چلیا میں یہ مصرع کر کے موزوں ہم نے اس تحریر پر لکھا

خدا جانے کسے توڑ اس کو پڑھ کر کیا وہ سمجھے گا

ہیں تھا خط کا لکھنا دود از تہمیر پر لکھا

جو غم دل کا مرے ہماں نہ ہوتا تو مصروف ضیانت جاں نہ ہوتا
غم و شادی نہ توام ہو تو یاں گل گریباں پھاڑ کر خنداں نہ ہوتا
اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام تو بلبل باغ میں نالاں نہ ہوتا
نہ کرتا قتل تو رند قیامت یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا

نہ جاتا سلمے اس سادہ رو کے

تو اسے توڑ آئے حیراں نہ ہوتا

ہو اسے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا ز شام تا بہ سحر ہے فراق آئینہ کا
ہوا ہوں اس قدر... کی شکل سے بیزار کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شوق آئینہ کا

تھائے چہرے کو دیکھا ہر جب سے خواب نے کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا
 رہی ہے خاۃً شکل پر چشم اپنی کی ان بن کر جیسے جیسی پر ہے رواق آئینہ کا (۱)
 سولے یار کی معیت نظر نہ آیا کچھ ہمیں جو دید ہوا اتفاق آئینہ کا
 دو چار ہوتے ہی کچھ کر دیا اسے مزدور مرے تو دل پہ ہے روشن نفاق آئینہ کا
 زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب تو لے توڑ
 سمجھ میں اپنی جو آیا مذاق آئینہ کا

تم گروں سے کسی کا تو زور چل نہ سکا پھنسا جو دام میں آگے تو پھر نکل نہ سکا
 جہاں کی بیٹی میں دل ہم کو یہ ملا سولوں (۲) وے ادب کسی دل سے میں بدل نہ سکا
 ملا جو نشوونما جس کو اس جہاں میں ملے یہ بجز عشق میں ڈوبا کہ پھر اچھل نہ سکا
 میں دیکھ دیکھ اے اس قدر ہوا حیراں کہ مارے حیف کے دست فوس مل نہ سکا
 کہوں میں توڑ کا کیا حال تجھ سے لے ہدم
 لگا جو تیرا سے جا سے اپنی ہل نہ سکا

آئینہ سے جو میں دو چار ہوا سر مخفی آ شکار ہوا
 قاصدا راست کہ قسم کھا تو تیرے مکھڑے کے میں نشانہ ہوا
 اپنے منہ سے کہا کہ توڑ کو میں
 مار ڈالوں گا جب سوار ہوا

گل تو جاتا رہا پہ حصار رہا مفت میں دل مرا نگار رہا
 نقش پورا ترے تن کا ماہ گردوں پہ نسیم کار رہا

تجھ بنا میرے تن میں میری جان دل غمیدہ زار زار رہا
در ملک تیرے جا کے پھر آنا تیرا کا اب یہی شمار رہا

سنو تو تم نے کبھو ہم کو یاد بھی نہ کیا کبھو پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا
ہمارا دل بھی صنم خاں ستہ بھی تھا میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا
لے تیرا سنو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا
ذرا بھی منہ نہ لگا وار وار بھی نہ کیا

تو جو پوچھے کر تیرا دل بتا کس نے لیا بس جیا آتی ہے مجھ کو مت لگا کس نے لیا
چراور سرنگی ہم آنکھیں نہیں پہناتے مت خفا کر مجھ کو جا پھر تجھ کو کیا کس نے لیا
مال میرا ہے ابھی میں چھین لوں تو کیا کرو چرا لگا لی ہے یہ میری واہ و اکس نے لیا
باز آ اس گفتگو سے لے لیا تو نے لیا بس مرا منہ مت کھلا کس نے لیا کس نے لیا
تو ہے یا میں ہوں یا دل تھا انھوں میں میرا تو ہی بتلا نہ کہ ہم میں سے چرا کس نے لیا
تو ز کو کل چوک میں دیکھا عجب احوال سے
پوچھتا پھر تھا میرا آشنا کس نے لیا

شہرہ حسن سے از بس کہ وہ مجرب ہوا اپنے مکھڑے سے بھگڑتا ہو کہ کیوں خوب ہوا
ٹوکتے ہیں جو کوئی رونے کو ڈر کے مارے آنکھ اٹھا تا نہیں کہتا ہوں کہ آشوب ہوا

صنم نے قتل جب میرا کیا تھا تو بارے خوں بہا تک ہنس دیا تھا
اگر چہ مر گیا تھا میں اسی آن دے ہنسنے سے اس کے جی اٹھا تھا

نہ پوچھو لطف کچھ اس کی ہنسی کا
کہوں کس منہ سے اس میں (کیا) مزا تھا
بہایا خون عاشق تیغِ حسبِ کر
یہی پیار سے ہمارا خون بہا تھا
جو کچھ گزرا سو گزرا مت کہو تم
یہی کا تب نے قسمت کے لکھا تھا

نہ اپنوں نے کبھو پوچھا نہ بیگانوں نے آدیکھا
یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے میں دس دس کس کو
بھی آغا نہیں مانے گئے عشقِ دنیا کے
ابھی اس جہاں میں جب گئی شاکی گیارب
اٹھائے یا الہی اس جہاں مجھ کو اب جدی
کسی کو اس نے تپے پر چڑھایا ہی تو دودن میں
جو اپنے دل میں سمجھے آپ کو سب بڑا دانا
نہ کہتے تھے بچھے لے یا دنیا میں نگامت دل
ابھی اس جہاں میں آن کر جزرِ رخ کیا دیکھا
جسے غنوار سمجھا میں اسے اہلِ دھن دیکھا
ازل سے اب ملک کس نے کسی کا انتہا دیکھا
اب اس سے آگے کیا دیکھو گا بس میر خدا دیکھا
کوئی مداح دنیا کا کسی نے بھی سنا دیکھا
بسانِ روحِ فورہ ہیں اُٹ گرا دیکھا
اسے اس گردشِ چرخِ شکر سے پا دیکھا
کسی کو غمِ بحرِ سچ کہو اپنا آشنا دیکھا

بھلا میں تو زہم سے راست ہو دو عشقِ خواہاں میں
بحسبِ دردِ دالم پھر اور تم نے کیا مزا دیکھا

آہ کے کرتے ہی جگر ہل گیا
بلہ رے نازکِ بدنی یا ر کی
ایک پھپھولا ہو تو پھوڑوں لے
اشک کے بہنے سے بدن چل گیا
ایک ٹھوکے میں تلا تل گیا
سر سے بدن پاؤں تک پھل گیا

دیکھ لیا تم کو بھی اب سو زہ جی
کو نے میں بیٹھا تھا سو یہ چھل گیا

ب

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب
گل داد عند لب کو پہنچا تو کیا ہوا
اس دم پھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار
فرزند اس زمانے میں ہوں کب پیکر صاف
بائیں پہ تو مری نہ جگہ تنگ کر مسیح
بیگانہ دار سے کہ ہو جہانکو سمجھو ہمیں
یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہوں صبا عجب
زیادہ کو مری ہے پہنچنا ترا عجب
تو بھی وہ بت نہ رام ہوا لے خدا عجب
آیت کو بے سنگ سے ہونا صفا عجب
یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہونا شفا عجب
تم بھی کوئی ہو جان مرے آتش عجب

کی سیر ملک ملک کی اس توڑنے دے
لے شیخ سیکہ کی ہے آب دہوا عجب

صاحب عصمت کو نامحرم سے لازم ہے حجاب
یار آدے کا تحمل کر ذرا تو سانس لے
دل اجڑتا ہے تغافل اس قدر کیا خوب ہو
آپ لہراے بھولے ہو ساقی واہ واہ
جاں لب ہوں پر یہی حسرت ہر ملک بھی دیکھو
یار آدے ہے تحمل کر ذرا تو سانس لے
کیا بلا مارے تجھے لے توڑ اتنا اضطراب
محسب آگے اسی خاطر نہیں ہوتی شراب
کیا بلا مارے تجھے لے توڑ اتنا اضطراب
پانے ہاتھوں سے نہ کر لے گھر بے خاندان
انتظارِ جام میں جی ہو گیا بھن کر کباب
اب بھی کیا باقی رہا ہے کچھ اٹھ منہ نقاب

مجھ کو دھوکا دیا دکھا کے شراب
تشنہ لب کب تلک پڑا تڑپوں
اب بھی کچھ نہیں گیا ہوائے ساتی
عقلِ ناصح کی دم میں ہوئے بسوز
لے ان آنکھوں کا ہوئے خانہ خراب
آبِ شمشیر سے تو کر میرا ب
دیکھ بدستیاں پلا کے شراب
دیکھے دریا سے غم کا گر گرداب
سوزِ آتنا تو کیوں ہوا ہے نذر
کیا تجھے بھول گئے صنم کے عتاب

کیا ہے اتنا بھی ادھر نہ بھراؤ صاحب
چور بکرا ہے بھلا کیا ہے بغل میں سچ کہہ
دل نہ جاتا کہیں گر مجھ سے اے ہوتا پیار
فکرت کیجیو دیوانے کو ہو کافی ہے
جو جی ہم تم سے نہیں بولتے جاؤ صاحب
اب کدھر جاؤ گے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب
یا دست اس کی دلاؤ نہ رلاؤ صاحب
نام سے سے کے نہ سوتے کو جگاؤ صاحب
یہ وہی یار قدیمی ہے اے چھپا نو
اپنے اس سوز کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

کون سے احوال کا بدلا ملا ہے یا نصیب
اپنے گھر سے یوں جدا کر پھرایا شہر شہر
وہ ادھر تڑپیں پڑے اور ہم ادھر تڑپے پڑے
انہیں طاقت جدائی کی شتابی سے ملاؤ (کہہ)
زندگانی سے بھی زیادہ کون سا ہوگا عذاب
واہ وا ہم کو زما نے نے دیا یوں انقلاب
کون اب ہم کو ملا دے گا بغیر از بوترا ب
تم بتاؤ ہے کون میرا یا شہ عالی جناب

شہ ع بہوں نظام
شہ یہ شرم میں نہیں ہے
شہ ع جو ہی بس ہے
شہ ع یہ وہی سوز قدیمی ہے
شہ ع کہہ کہہ یہ شرم میں نہیں ہے
شہ ع یہ غم میں نہیں ہے
شہ ع اپنے اس سوز کو اتنا نہ رلاؤ صاحب
شہ ع یہ غم میں نہیں ہے

ایک تو مجھ کو نہیں اب زندگی کی امید
تیسرے جس شہر میں میری ہوئی اب مسکنت
جہکویہ امید ہے اے قبلہ گاہ حقائقین
نام تیرا مرقعی اور کام ہے مشکل کشا
قرض کو اپنے آماروں اور کروں کار خیر
سید الشہداء کو سونپا یا ہوں لبندوں کو میں

دوسرے گھر کی مریے اب موچلی حالت خراب
جس طرف اس نظر پڑتی ہے گاہ آب آب
جو ستل اپنے گھر پہنچوں صبا سے بھی شتاب
ہو پڑی شکل اے آساں کرے عالی جناب
جس کی خاطر یوں پڑا پھرتا ہوں دیدیوں خراب
وہ لادیں گے مجھے ایک ایک کا کر حساب

توڑ کی یہ آرزو پوری کرو یا شاہ دیں
بعد اس کے کہ بلا کا کیجیے اس کو تراب

بش کہ دل میں بس ہی ہے گرد اے عندلیب
ہم صیغریں عیش میں ہیں ہم نفس میں بند ہیں دکھ
قیہ تو کرتا ہے اے صیاد لیکن پر نہ کاٹ
آشیاں میرا اجاڑا باغیاں اتن بھی ظلم
ہم قریں ہوں خار ہم دیو پر پرتکتے رہیں

بوسے گل سے آوتی ہے گی صدائے عندلیب
دل ہوا پامال سن آواز پائے عندلیب
بے پروا بالی مگر ہے خوں بہائے عندلیب
اب کدھر سے ہو گئی گلشن میں جالے عندلیب
واہ واجی واہ والے آشنائے عندلیب

توڑ سے روٹھے رقیبوں سے ملے اچھا کیا
خوش لگے زارغ و زغن تم کو بھائے عندلیب

جیسے کہ ملک جبراں میں سمنالوں میں یار
رافعت نے مروت نہ تو واضح نہ مدار ہے

جو تجھے بھی نہ چاہیں او تو کس سے کہیں یار
کیلچا پک گیا ہی جو یہ دکھ کب تک ہے یار

کبھی تو تھم رہی شد آخر میں بھی انساں ہوں
یہ آنسو روز و شب آنکھوں سے کیا یونہی نہیں ہیں یاد

بہشتم عبرت کھول کر تک کچھ تو اے مست خواب
مسند فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو یہ ناز
خاک میں پنہاں ہوئے ایسے کہ کچھ ظاہر نہیں
بارہ ساعت کے لیے افلاک پر پہنچا دماغ
حال لب ہوں تیرے آنے کا ہر اب بھی انتظار
آنکھیں تو پتھر آگئیں تجھ سنگدل کے دھیان میں
پوچھ پیو تو باندھ کر کس پر چلا ہے تو کمر
اس سے کہہ دو سوز مرتاب ہے تو جاتا ہر کدھر
ان دنوں کچھ سوز کو دیکھا ہے تم نے داد داد
ایک دنیا دار سے مل کر بنے عسائی جناب

خط نہیں یس کہ ہے ہر دم صاحب حجاب
صاحب عصمت کو بجانوں سے لازم ہے حجاب
یہ دست رد کہ چھڑا کو میرے منہ پر تم کلاب (کنا)
دم تو میں سادھے ہوں جو آتی تک تہرا رہی
حسن اپن ڈھانپنے کو منہ پہ ڈالا ہے نقاب
مقرب لگتا ہے کیا جو رہ برد ہوئے شراب
لگ رہی ہے آگ دل میں جو ہوا میں کیا اب
میرے صاحب کو کوئی جا کر بلا لاؤ شب

لے عاپیا
لے عاپیں
۴۰-۳۰-۲۰
۴۰-۳۰-۲۰
یہ غزل میں نہیں ہے۔
یہ شرح میں نہیں ہیں

یہ کہو میری طرف سے جا کے اس بیرحم کو
جاں بلب ہوں تیرے ہی آنے کا اب ہر انتظار
آنکھیں تو پتھر اٹھیں تجھ سنگدل کے دھیان میں
پوچھو تو باندھ کر کس پر چلا ہے اب کمر
آپ ہلے ہیں بھولے ہو ساقی واہ واہ
دل اجڑتا ہے تو فل اس قدر کیا خوب ہر
یار آدے ہے محل کر ذرا تو سانس سے

اب بھی کچھ باقی رہا ہے تندہ کو بے تک عتاب
تجھ کو آنا ہے تو آجلدی کی چھپ چاؤں شتاب
سب خرابی ان کی ان لوگوں کا ہو خانہ خراب
میں قیامت تک کھڑا کھڑا رہوں گا یہ دتاب
انتظارِ جام میں جی ہو گیا بھن کر کباب
اپنے ہاتھوں سے نہ کر لے گھر بے خانہ خراب
کیا بلو ما سے تجھے اے سوز آنا اضطراب

یہ تو کہہ دو سوز مڑتا ہے توجہ تا ہے کدھر
اور سب کاموں سے اس کا مارنا ہو گا ثواب

ہاں سے پاس بھی گئے جگاہے آئے صاحب
کسی کے لینے دینے میں نہیں جو ہوں ہوں لیکن
تسے تھے دل کتے تھے سو تو اس کو لے چکے اب کیا
یہے چاک جان بھی لشد اکبر ہم ہوئے نصرت
تسے قسم ہے ادا ہے ناز نہیں ہے مدار ہے
گڑگڑ شوق ہو تو ہونٹ ناحق کیوں چباتے ہو
تسے بھلا ہم بھی تو آپہنچے ہیں
قیامت تک ہے غل بکنے سننے کو وفا تیری

دیا کچھ راہ سننے کی ہیں بتلائے صاحب
تمہارا غم تاتا ہے اسے سمجھائے صاحب
وگر یہ جان ہو درکار تو سستیاے صاحب
تمہارا کام پورا ہو چکا اب جائے صاحب
آنکھیں باتوں طفل دل کو بنائے صاحب
کبابوں تو ہر تیار ان کو کھائے صاحب
مکرتے تھے بہت تم ہم سر آجائے صاحب
کھڑے رہ کر ذرا میرے تیرے گرائے صاحب

یہ چیزیں کچھ نہیں ہیں خوب آخر سوز ہوں میں بھی
تھارا غم ستا ہے اسے سمجھائیے صاحب

تو مرے دل کو ملا دے یارب میرے روتھے کو منا دے یارب
میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط اس لگی کو تو بھلا دے یارب
آج پایا ہے پلنگ پر سونا میرے طالع کو جگا دے یارب
جس طرح عشق لگایا ہے مجھے عشق کو عشق لگا دے یارب
جیسی اس دل کو لگی ہے اب تو اس کے بھی دل کو لگا دے یارب
بیہج کر میرے سچا کو آج
مردہ ہے سوز حلاوت یارب

پکار رہے روئے میں ہوتا ہی اثر آخر شب اشک میرے ہوئے دامن میں گہرا آخر شب
صورت ماہ شب بیت و پنجم وہ شوخ گاہ گاہے مجھے آتا ہے نظر آخر شب
صبح تا ہوئے نہ شرمندہ تھے مگر ٹے سے شمع کر بجائے ہے مجلس سے سفا آخر شب
آہ یاں تک میں سرشام سے رویا تجھ بن سیل خوننا بگیا سر سے گزرا آخر شب
نیو کہتا ہے رہوں سوز کے گھر کیونکر داہ
گھوٹے ہے مجھ کو بہ انداز دگر آخر شب

لے یہ شرم میں نہیں ہے شمع لگا ہے مجھ کو شمع میں یہ شریوں ہے۔ جو ترے
دل کو دکھایا اس نے اس کے بھی دل کو دکھا دے یارب شمع مر گیا۔
شمع آہ تجھ بن میں شرم کو رویا ایں شمع ہا شمع نیو کہتا ہے کہ میں سوز کے
گھر کیونکر رہوں۔

موتی کو بھی تم سے کہے احیا پیام لب
 عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب
 جوں خضر زندگی ابد ہو اسے نصیب
 یکبار دے تو جس کے تئیں بھر کے جام لب
 بوسے کی آرزو میں کئی عہد پر کبھو
 اک دن تم سے لبوں سے نہ پایا میں کام لب
 ہم سلسلے میں بات کے اس کے ہوے اسیر
 رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب
 جب تک جیے وہ نام نصاحت نہ لے کبھو
 سبحان سے جو ستور ترا اب کلام لب

شکر حق ساکن ہوا اب دل کا مسیہ اضطراب
 سبزہ و گل کی جگہ
 انتظار مرگ سے اب جان میں باقی نہیں
 کاشکے یہ زندگی کافی ہے شبابی سے جواب
 تو زگر تو قبر میں آسودگی چاہے تو پھر
 یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

آخذا سے ڈر نہیں یہ شیشہ خالی محتسب
 کیونکہ ترک نے کریں کچھ آج کے سکیش نہیں
 گو تلوے سے مرے سر پہ ہی تیری بھی تو ہر
 ریش کو شملے سے بن باندھے کوئی رہتا ہوش
 دخت و زکھ ایسی ہے تیری جو تجھ پر ہے حرام
 پھر جو نکلا سیکھے کی راہ تو پیچھے ترے
 تیرے غرائی کو خاطر میں نہیں لاوے گا ستور
 تیغ ہے اس میں شراب پر نگالی محتسب
 ہم نے میخانے میں آکر سدھ سنبھالی محتسب
 وضع کچھ دستار کی سب سے زالی محتسب
 بات آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب
 ہم نے تیری ضد سے اب گھر میں آلی محتسب
 بیت یہ سکھلا لگا دوں گا ڈفالی محتسب
 تجھ کو سمجھے ہی وہ پشم شیر قالی محتسب
 لے ج۔ مرے کو زندہ کر دے جو میں اس کا نام لب
 شیشہ خالی محتسب لے یہ غم میں نہیں ہے
 تیرے باندھے بن رہا ہیں۔ شکہ یہ شرع میں نہیں ہیں۔
 تم کوئی لاوے گا ستور

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے خراب تیرے جوروں سے میں نہیں بیتا
 تو نے مجھ کو نہیں کیا پامال آنکھ اٹھا دے نہ اس کا مجھ کو جواب
 آہ اے بیوی خدا سے ڈر کب تلک دل کرے گا میرا کیا ب
 تونز کا مارنا ہے کچھ مشکل
 جس طرح کوئی توڑتا ہے حباب

بہت ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب
 کبھی آئینہ تم دیکھو گے تب پوچھو گے ہاں صاحب
 میں راتوں کو جو رہتا ہوں دعا پڑھنے کو تیرے پر
 کہ چشم بد سے ہو محفوظ تیرا جسم و جاں صاحب
 جو تم نے منع آنے کو کیا اچھا کیا اچھا
 مجھے تم نے دغل سمجھا نہ میرے بدگماں صاحب
 ہم اپنا کبر تم کو پوجتے تھے قبلہ بد سمجھے
 زمانہ اب یہی ہے تم بھی سچے ہو گے ہاں صاحب
 سبک ہو جانے کا نظروں میں کچھ یہ بھی تھا رہا ہے
 نہ ہو جے سوز سے ایسے بھی ہر دم سرگراں صاحب

ایک بوسہ تو ہم کو دے صاحب سنتے ہی منہ پھرایا 'لو صاحب
 اور کیا ہو سکے گا تم سے یہ میرے حق میں اگر کرو صاحب

نہ یہ عزم میں نہیں ہے (نہ) ابھی ہے تیں دیکھو گے
 تہ تہ تہ تہ یہ شرم میں نہیں ہیں۔

میں جو نکلوں تو تم یہ کہنے لگو سیرا آیا ہے دھٹی ہو صاحب
توڑ کو تم بُرا جو کہتے ہو
کیا تمہارا ہے یہ بھی ہو صاحب

ت

گو کہ گل جالے استخراں یا پوست گو کہ میں سے پکاروں گا یا دوست
پیر سے بوسہ نہیں تو گان ہی ہر چہ از دوست می رسد نیکو ست
جانن ہر کسی کا ہی نہ کر ہمارا قول تو نے سنا نہیں ہمہ دوست
مرگ مشاطہ ہے ازل سے ساتھ یہ ملائی ہے جلد دوست کے دوست
توڑ کو شاعروں سے کیا نسبت
دیکھو صاحب اس کی گفت و گو ست

دین کفر آنکھوں نے تیری کر دیا ہے یا دست صاحب سب جرح مست و صاحب زنا ر مست
چشم و ابرو کو تے یوں دیکھ کر کہتی ہے خلق تل ہے میں کھنچ کر آپس میں دو تلوار مست
جام گل نے کھو دیا ہر باغباں کا اکے ہوش نغمہ مبہل سے گلشن کے در و دیوار مست
چاہتی ہیں خون ل یوں دمدم آنکھیاں تری بادہ گل رنگ کو مانگیں ہر جوں ہر بار مست
چشم کے گوشے سے آنے کا اشارہ کر گی بات وہ سچی نہیں جس کا کرے اقرار مست

لہ یہ غزل م' میں نہیں ہے۔

لہ م' سچا ہی

ہوش مجھ کو تادمِ محشر نہ آئے گا طیب ہو گیا ہوں میں بیادِ نرگس بیمار مست
 سچ تو کہہ گس میکہ میں آج یہی ہے پلی ہو توند
 دیکھ کر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

تیرے عاشق کو نہیں ہے کچھ خیالِ خوب و زشت
 ہے اسے یکساں ہوئے دوزخ و بہشت
 حاجی طوفِ دل مستوں کو تو کچھ ملے
 در نہ کہنے میں دھرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت
 اپنے اس معمورہٴ تن سے ہوں میں ہی بے خبر
 گبر و مومن کو کہو کعبہ بساویں یا کنشت
 ناٹھا گریار ہے ہم سے خفا تو تبھ کو کیا
 چینِ پیشانی ہے اس کی ہی ہماری سرخوشت
 ناٹھا تیری نصیحتِ دل نہ مانے گا کبھی
 کیا نفع سمجھائے سے ایسے کے جو ہو بد مرشت
 سوز نے دامنِ جو نہیں پکڑا تو دونوں چھین کر
 کہنے لاگا ان دونوں کچھ زور چل نکلا ہے ہشت

نہ م تیرے جہاں کو۔ م کے سائے پر، م کو تیرے
 مہ یہ شرع میں نہیں ہے۔
 مہ یہ شرع میں نہیں ہے۔

ہوئے میں غنچوں کے دن بقرار تیرے ہات
 خزانے پوچھے ہر دور کے آج یوں بہل
 دل رسیدہ مر یکٹ جہاں سے اسے صید
 جھنوں کے نور بصر تو نے کھو دیے غم
 تم عمر مری اس چمن میں جوں زنگس
 نہیں کچھ اور دکھ اس وقت بے قسم ناصح
 تھی چمن سے گلوں کی بہار تیرے ہات
 لٹ ہی باغ کا یہ برگ باہر تیرے ہات
 تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات
 وہ کیوں کے روٹیں اب ازار تیرے ہات
 مندی نہ چشم ملک لے انتظار تیرے ہات
 میں بے جور وں ہوں اختیار تیرے ہات
 خدا بگئے جی کرے داغ آتش سحر
 جیسے ہے سوز کا دل شمع در تیرے ہات

دل سے چلے ہوں اندر میں تیرے ہات
 دل پر یقین تھا کہ یہ ہے صاحب دوت
 اور آرزو نہیں ہر مری تجھ سے لے حشا
 دوزخ کا خوف اس کو نہ جنت کی آرزو
 دل ایک اس میں غیر کا کیا دخل غمیر سوز
 سو جان ہو تو کیجیے دل سے فدائے دوست
 اپنا نہیں ہے جبکہ ہوا آشنائے دوست
 نہشت پائے خم ہوں دیا خاک پائے دوست
 جو کوئی جان و دل سے ہوا مبتلائے دوست
 مشرک ہو دو جو یاد رکھے ہر سولے دوست

تر پچھے ہے روز و شب و مفتاح پان دست
 مینا ہے جس کو لیوے کہ سودا ہے سود کا
 کیا ہم باں ہو، وں نہ ہر بان و دست
 اب تم تک کھلی ہے محال دکان دوست

سہ ع کیا سہ ع دور سہ ع سن سہ ع یہ

سہ م اب تندر میں سہ م وں پرے یقین تھا تو ہے صاحب دفا سہ ع انکول
 سہ م مشرک ہے یاد رکھے جو کوئی سولے دوست۔

کتاب ہے مجھ کو قتل کروں گا میں ایک روز شکر خدا کہ ایک ہے دل اور زبان دوست
 ٹھوکر سے منسیر اندک اس کو دم آخر یہ سر نہیں بھکا ہے بحر آستان دوست
 لے سوز کوئی خون نہ خطرہ رہا سب گھٹے
 جس کو کہ اپنے اس میں لایا امان دوست

آج نسیم حسرت کے ذرا بڑے دوست لے گئی یکبارگی ہوش و خرد سوسے دوست
 تیر تو مت کھنچ پیچ قوت بازو ہے یہ پیار سے بیٹھا ہر دوست آن کے پہلے دوست

یارین اپنی بلا سے گو کہ آئی ہے بسنت یہ خوشی ہو ان کو جن کے جی کو بھائی ہر بسنت
 گو نہیں طنزور ڈھونک ہی اٹھالا مطربا غنچوں کے چٹکے پہ ہر بلبل نے گائی ہر بسنت
 گل نہیں بنتے چمن میں تم پہ کچھ اے بلبلو دیکھ رنگ زرد میرا کھلکھلائی ہر بسنت
 کھینچ لائی ہو چمن میں کیونکہ اس مغرور کو تو نے کیا سرسوں تحصیل پر جمائی ہر بسنت
 پر تو اے رنگ عاشق کا بہ چشم اہل دید
 سوز جن کو فصل گل نے کر دکھائی ہر بسنت

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں شاعری سے مجھے ہے کیا نسبت
 یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت
 میں انہوں میں تھا سب کا چہتا یا وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
 کہ تجھے بات بھی نہیں آتی کیوں کے برائے تجھ سے یہ صحبت

نہم اتور کو جن نص گل نے کر دکھائی ہے بسنت کہ یہ غزل میں نہیں ہے

یا تو ہم سے کیا کرو باتیں یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت
تب میں ناچار ہو کے کرنے لگا انھیں باتوں کو بیت کی صورت
بسکہ موزوں تھے وہ صاحب لوگ مجھ کو بھی اتنی ہو گئی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزوں شاعروں میں ملی مجھے شرکت
درد میں اور شاعری تو بہ
یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

ث

نہ کی صحبت نے اپنی یار میں تاثیر کیا حث
خسبے اپنے دیوانے کی جلدی آج زندگی
شکستِ ریخت ہر گھر کی جہاں میں بڑے ہی باز
ہوا جاتا ہوتا سیائے قتل ابرو کے اشک سے
تیرے ہونے سے رگڑاں میں جوں آئینہ حیراں ہوں
نہ لٹا تھا بجا ہم سے دنوں میں سادہ روئی کے
ظہا اس میں کھڑ کر سکتی نہیں کسی کیا باعث
نہیں آتی صدائے نالہ زنجیر کیا باعث
تکے خانہ دل کی نہ ہو تعمیر کیا باعث
یہ مجھ پر کھینچنا ہر دم دہم شمشیر کیا باعث
بڑ کچھ مجھ سے دیکھا کچھ مری تقصیر کیا باعث
خط آنے میں جو کیجے طے میں تاخیر کیا باعث
بہار آئی ہے اب تک تسوے کے تم دل سے غنفل ہو
نہیں کرتے ہو کچھ دیوانے کی تدبیر کیا باعث

ج۔ چ۔ ج۔ خ

ار باب جہاں کل ہے یہ سب نشو و نما یہ چ
 یک کستی موبہم ہے کل صورت اشیا
 یوں جلوہ دکھاتے ہیں فنا کا یہ شب روز
 سب سو کر و غنچہ وہاں کے جسے طالب
 حائل سے زمانے کے کیا خوب جو تحقیق
 جب یہ چ ہی سب بوجھ چکے وضع جہاں کو
 بس توڑ کے پہلو سے سرک جاؤ طبیعو
 عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا یہ چ

سیر گلشن ہے اور سجا ہے آج
 یک طرفہ سیل ہے ہر یک طرف آب
 کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند
 یک طرف ابریک طرف خورشید
 سا قیام موسم شراب ہے آج
 خانہ تو ہر بس خراب ہے آج
 جو گنہ کیجیے ثواب ہے آج
 واچھڑے زور ہی آب تاب ہے آج
 زلف چھوڑے ہے اپنے مکھڑے پر
 توڑ کا دل نیٹ کباب ہے آج

لہ م۔ یوں جلوہ دکھاتا ہے فنا کا کہ شب و روز۔ ہر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے عقاید
 لہ م۔ بقا لہ م۔ ایشو لہ م۔ یہ غزل م۔ میں نہیں ہے۔

ہستے تھے شاد ہم تو نہایت دم کے پتے
 اے دل تو میرے سینے سے باہر قدم نہ رکھ
 تجھ بن مرا گلاب یہ خوشبو اجل
 گری لگے ہے تجھ کو تولے شوخ آگے بیٹھ
 اس زندہ لگی نے لہ کے پھنسا دھرم کے پتے
 صیہ حرم کی زیست ہے رہن حرم کے پتے
 پیاسے پہنچ دگر نہ چلی جان دم کے پتے
 خس خف کی ہو ہے مری چشم نم کے پتے
 آیا نظر جو تیرے کو جاہم شراب میں
 دیکھنا وہ کسو نے کبھو بام حرم کے پتے

جان عاشق کی نہ چھوڑ گئے تیرے پیار کے پتے
 دل کو تو کھینچ لیا مار گند کا کل
 کس طرح آنکھیں ملاتی تھیں گہر سے
 عشق پیچھے کی گیا سیر کو آذرہ صنم
 دل بھٹکتا نہیں تو میں بت عیار کے پتے
 جان کے پیچھے رہا اب کی دھار کے پتے
 باغیاں دیکھ توں زین عیار کے پتے
 باغیاں، زین نظر میں ہیں یہ گلزار کے پتے
 بٹھ کر دانی پہ تو تیغ کی مت جا لے تیرے
 دودھ کرتا ہے کوئی دل سے یہ زہار کے پتے

آتا نہیں جو سیر حرم کو وہ یار آت
 حیراں ہوں اس قدر کہ جھپکتی نہیں پلک
 صبر و شکیب، دین دل اب مجھ سے شب گئی
 نظروں میں عتی سے رگ بگل نوک خار آج
 جوں آئندہ ہے مجھ کو ترا انتظار آج
 جز غم نہیں ہے کوئی مرا غم گمار آج

لہم، دل گھر سے دور ہو کے تو باہر قدم نہ رکھ
 عیار کے لہم، آنکھیں نکالے ہے
 لہم، غم و غم نہیں ہے کوئی مرا غم گمار آج
 لہم، غم و غم نہیں ہے کوئی مرا غم گمار آج
 لہم، غم و غم نہیں ہے کوئی مرا غم گمار آج
 لہم، غم و غم نہیں ہے کوئی مرا غم گمار آج

مکن نہیں کہ شام بھی بٹنے دو اتنا اب
گلشن میں تہ نہ دیکھوں وہ صبح بہ راج
سناٹی نے اپنے کف سے یہ جام زہر توڑ
اس زندگی کے کیف کا ٹوٹا خسارِ راج

اگر محبوب ہو کر ہر کسی دل کا کرے لالچ
نہیں آتا ہے اب سیسے کے میں خوب حیراں ہوں
تھے دیکھے جو بیٹھے یہ صفِ مصری کے ہم پہلو
نہ پہچانے کی جا کہ کون سی ہے تجھ سے پا میں
کوئی ایسے سے پھر ملنے کا یار دیکھا کرے لالچ
دل دیں لے چکا ہاں سچ بڑا کس کا کرے لالچ
زہنی کا دل اس کو چھوڑ کر تیرا کرے لالچ
پیرا ایک دل حیراں ہو کی کشت کرے لالچ
کہ میں توڑ کو حیراں تیرا جنس کے یوں بولا
کہو لالچ سے کیا ہوتا ہے بہتیرا کرے لالچ

رنگ گل سے بھر گئے ہیں پیرا ہن کے پیچ
مزدع دنیا سے کچھ حاصل نہ پایا جز گناہ
جب تیرے اصل ب کے وصف میں معروفت خلق
فصل گل بھی چل بسی پر آشیاں دو ہیں رہا
آگ لگ جاوے ابھی سینہ گلشن کے پیچ
برق پڑتی کاشکے یارب سرخ زمن کے پیچ
ہیں بجائے محل انگلیں دل معدن کے پیچ
تیر تو بس کا نہیں رہتا دل آہن کے پیچ
کیا کرے گایا آکر محفل شیون کے پیچ
شکوہ ہے جا بے گر متا نہیں وہ سے بجا

لے ج، سناٹی سے یہ دھڑا جام بھر کے توڑ

لے ج، کس کس کا

لے ج، غزل م میں نہیں ہے۔

لے ج، لالچ ہے تیر

خاند جنگی کے بہانے کی نمود، اپنی بھلا
 جانتا ہوں تم ٹٹے آنت دہو اپنے فن کے بیچ
 شیخ جی امرد پرستی کا مجھے طعنہ نہ دو
 تو نے کھٹی ہے دعا شید کہ باپن کے بیچ
 تخت دل ہے یا کہ گل ہے اصل پاؤں یا کہ آگ
 کچھ تو بے لے تنوڑ یہ... ترے دامن کے بیچ
 گو کہ صورت مرد کی ہو مرد می کچھ اور ہے
 تنوڑ کہلاتے ہیں سامنے مرد اپنے ظن کے بیچ

خواباں میں اور شمع میاں تو ہے نور صبح
 ردفق نہ ہوئے شمع کو ہرگز حضور صبح
 بھرے دلا علامت پیری ہے کہ سرد
 باد خشک ہے شب کو دسیل ظہور صبح
 ساغر نہیں خوار شکن آفتاب کا
 پہنچے ہے، لب کوئی جام بلور صبح
 جبکہ وہ شوخ سیر کر آیا ہے باغ کا
 بلبل کو پھر ہوا نہ چین میں سرور صبح
 گردون آفتاب سے محروم ہو ہوا
 کرتا ہے گرم نان سے دوراں تنور صبح
 واعظ جو ڈر دکھائے ہے تو حشر کا بھیں
 اپنی نظریں حشر بھی ہے یک فتور صبح
 اٹھتا ہے تنوڑ دیدہ بینا سے فیض نور
 شیرک کور ہو تو نہیں کچھ قصور صبح

دا نہیں بتا ہے اس کا دل کھو گل کی طرح
 پرے میں بتا ہوں ناراں روز بلبل کی طرح
 یار بن جتنا بلایا مجھ تک آئی نہ وہ
 مرگ بھی سکی ہے ظالم سے تعافل کی طرح
 یاد کرتا ہوں بہارتاں میں جب ساتی کو میں
 چشم بھرتی ہے میری ساغر مل کی طرح

لہم میں اس کے بجائے ہے مطلع ہے

رت کو رہتا ہوں، لالہ غم سے بلبل کی طرح

پاک کرتا ہوں گریاں سر سحر گل کی طرح

صبح سے شام تک ہر خلق کا اس پر گزر
شیخ کو پیرانہ سونے کی پل کی طر
توڑ میرا حال تو کیا پوچھتا ہے ہر گھڑی
خانہ بردوش دسیہ طالع ہوں کامل کی طرح

دیکھو ایک اس طرٹ اٹھیل کے آنے کی طر
پانے ٹھکرا کے میرے دل کے بنانے کی طر
برق پڑیوں پر بھی کی میں تو جل گیا
کس سے کیا آئے یہ نگہوں میں بھٹکانے کی طر
ایں سناٹے جوش سے آنکھوں میں آ کر رک گئے
اشک نے سکھایا اس سے آ کے پھر جانے کی طر
دیکھ کر عاشق کو بیدل چٹ سے لگ جانا گئے
اے تری زندگی کے کیا آتی ہے بہانے کی طر
شعروں کے بو کے قرباں ہے کیسا چل بسا
توڑ کو خوش آئے کیا بننے میں پڑنے کی طر

دل پڑا روتے روز و شب حسرتوں کے بیچ
جس طرح بھڑیل لگے ہیں موسم ساون کے بیچ
ایک قطرہ اشک کا تو دل میں رہ سکتا نہیں
کی سماء ہے عیشم اس تنگ باسن کے بیچ
دل کو یہ زلف میں رکھ کر کیا قربان ہے
جس طرح پتھر بھراوے باغیاں گوپن کے بیچ
سید کرار کا دل گھر ہے عیشم کو داخل کیا
کون رہ سکتا ہے شیروں کے بھلا مسکن کے بیچ

لے یہ شروع میں نہیں ہے شمس اس پاس اس شعروں کے پھر کے کیسا بن گیا۔ شمس غزل م، میں نہیں ہے۔

شیشہ سے آپ توڑا یہ عجب انصاف ہے

دل مرا مانگے ہے دیکھو مفت کے تاون کے پنج

و عطا تو کرتا ہے ناصح تو ولیکن کی کرد

بھول جاوے پند اگر چہ ڈول بھی گردن کے پنج

گو کہ صورت مرد کی ہیں مردی کچھ اور ہے

تو کہہ دے میں سائے مرد اپنے زن کے پنج

چاک کرتا ہوں گریباں ہر سحر گل کی طرح

دیکھو کیسی یہ بل کھاتی ہے کاکل کی طرح

خس کو دیں ہیں زر آپ پر پل کی طرح

پر کوئی بھرتے ہیں وہین کی قنقل کی طرح

رات کو رہت ہوں نارغ سے ہل کی طرح

بھری زلفوں سے کرتی برخدا کے ڈسے

کیا خدائے دستے پرستہ میں سیخ جی

سیخ صاحب چہ رتل کا دور دیکھتے ہیں ام

گایوں سے تیری تہہ ہوتے نہیں اسے ماہ تلخ

تجھ کو کیوں لگتی ہے نا انصاف میری آہ تلخ

اس لبشیری کی حسرت میں ہوا ہوں جاں بلب

زندگانی کیوں ہونی تجھ پر مرے المیہ تلخ

زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجھ کو دے

تو مجھے کہتا ہے کیوں ہے ناصح بد خواہ تلخ

شکر ہے حق کا زباں کی ہم نے لذت چھوڑ دی

خود سوکھ لیا تھا خواہ شیریں خواہ تلخ
سوز دل دینے کی گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلح
ہے محبت کا مزہ میٹھا دے زباں تلخ

دین دنیا سے گزر کر جو ہوا ہو یا ر شوق اس کی قسم میں ہوا اٹھے تو ہو دیدار شوق
جو کلام اس کا ہے بت شیریں آبیات ہیں گے امر سے بھرے وہ لعل شکر بار شوق
جگر دردوں سے گزر جائے سو یوں نام عشق ایسے دل پر منکشف ہوتا ہے ہاں اسرار شوق
میں بھی حیراں ہوں کہ کس ہند سے کہاتے ہیں دست وہ جو کرتے ہیں سبھوں میں شکوہ گفتار شوق

سوز تو آزار کو اکسیر اپنے حق میں جان
ہے سچا دقت کا وہ جو ہوا۔ یہ ر شوق

۵

یار مجھ کو قرآن کی سوگند جی چلا تیری جان کی سوگند
دل پہ جو آن ہے قیامت ہو کیا کہوں تیری آن کی سوگند
پر میں منے ہو نہیں سکتا مجھ کو اپنے بیان کی سوگند
جھوٹے وعدوں نے مجھ کو پیر کیا دسبرہ نوجوان کی سوگند

تیسرے دل میں گمان ہے کچھ اور
تو زہر دس بدگمان کی سوگند

کیا کہوں تم سے اے خرد مند دکھا، دیکھتے ہو ان بتوں کے تم چہند
یہ دونوں کو پھنساتے ہیں پہلے کھول کر زلف عنسبریں کی کند
دیکھتے ہیں سبھوں کی بھر کے نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
رام کرتے ہیں باز کو بیٹھے طعنه بوسہ دے کے روز چند
بھوک پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹ پر منہ بند
بھاپ دیتے ہیں دونوں تھنوں کی پھر ہر گ جاتے ہیں یہ مشکل پرند
الغرض چھوڑتے نہیں بانا
جس طرح سوز کو کیا پابند

میں چاہتا نہیں دنیا میں غزو جاہ بلند
مگر تو ہر کوئے شعلہ خور ستا تا ہے
عجب نہیں کہ چھٹے ہر ملک سے فوارہ
ابھی خیر بو محزون کی جان کی یہ کیوں
چشم قدم سے کسی کے ہے آشت قمری
اسی سے داغ احمق کو پست نطرت جان
نہ کر غور تو نہ ہمارا اس پر اسے ناداں
کرے ہے گردش دوران طرح ہنڈولے کی
ہجوم فوج خط اس کا نہ کیوں بڑھاوے حسن
لیا ہے دل کو جو سیر تو اس کو مت کرتنگ
کہ ہووے ملک کی وسعت نام شاہ بلند
ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک اے سوز
خدا وہ دن کرے جو ہو مری بھی آہ بلند

ہوا ہے اب تو مجھ پر ہسرداں درد
 دگر نہ یہاں کہاں تھا اور کہاں درد
 نہ آہ و نالہ کر گر درد ہوصے
 کہ مردوں کا سے شگ امتحاں درد
 بنائے درد سندی تب ہو محکم
 کہ ہودے مغز سے تا استخاں درد
 مت بنی مسنزل مقصود پیچھے
 جو ہوشی کا تیری با و باں درد
 سحر تک ہے چراغ درد روشن
 ہوا جس گھر میں آکر یہاں درد
 غنیمت جان لے لے سوز تو درد
 دگر نہ کل کہاں سوز اور کہاں درد

ہوا ہے داغ مرادوں انار کے مانند
 بھڑپیں ہیں آنکھ سے آنسو شرار کے مانند
 ہر ایک پاٹ ہے دمن کا تختہ گلزار
 رواں ہے چشم سے خوں آبشار کے مانند
 نہیں ہے سیر کا کچھ لطفت باغ میں تنہا
 بغیر یاد رنگ گل ہے خار کے مانند
 تجھے خبر ہی نہیں ترک چشم نے کس کے
 دیا ہے لوٹ مرادوں دیار کے مانند
 جوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دمن سے
 جھٹک نہ دیکھو پیالے غبار کے مانند
 ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا لے سوز
 خط اس کے گرد جو آیا بہار کے مانند

لذت ہے رخ طفی ہے زمانے سے بعید
 نوش وے بنے شیش یہ زبور خن سے بعید
 شرک میری چشم کا کیوں کر اثر پیدا کرے
 سبز ہونا خاک میں ہے اپنے دانے سے بعید
 بڑھت کرستہ ہیچہ کو نہیں یہ جانتے
 مائلوں کی بات سنی ہے دوانے سے بعید
 لے یہ غم میں نہیں ہے مٹھ مٹھ خبر نہیں ہے بھگے ترک چشم نے کس کے مٹھ مٹھ ہے
 لے اس کو مٹھ مٹھ گال مٹھ مٹھ ہو خوشی ہے رخ سوا ہے زمانے سے بعید

میں توجہ جادو سے تیرے پر نہیں گئے نیک و بد
 مجھ دل صد چاک ہی سے وا نہیں جوتی بوز
 یونانی اس سے کرنی ہے نکلانے سے بعید
 ورنہ کھنکھانے کا کٹھ اکی کب ہے شانے سے بعید
 بحث دیوانے سے کرنی ہو سیانے سے بعید
 ٹھونک بون ناصح کو میں

یا علی پہنچا ہے تیرے در تک یہ سوز آج
 پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید

بڑا دنیا میں وہ ہو گا خرد مست
 تباہے دوستی مت چاک کر جان
 پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند
 مری قسے کا تو کرے علی بند
 تمک بن زخم پر ان کا شکر خند
 تو چھاتی ڈھانپ کر پھرتا تو ہے پر
 زن دفرزند کا جو ہو نہ پابند
 نظر پڑتا ہے کچھ گوئی کے مانند
 کوئی دن کو چلا جاوے گا آپہی
 مسافر سوز کو رہنے دو یکچند

یہ غم ہے کون سے ظلم کی اولاد
 یہ غارت گر مگر ابن الصنم ہے
 کہ عاشق کا یہ گھر کرتا ہے برباد
 دیا ترکوں کے لشکر کا ہے بطلاد
 ہزاروں طرح کی شکلیں بنائیں
 کبھی تو اثر دے آتش افشاں
 کبھی تو دیو ہے رستم فلن یہ
 غرض انسان کے تو مارنے کو
 کہ عارف کا یہ گھر کرتا ہے برباد
 دیا ترکوں کے لشکر کا ہے بطلاد
 سحر سے شام تک کرتا ہے ایجاد
 کبھی حضرت ہے یا گرز فولاد
 کبھی محبوب ہے رشک پر زیاد
 نہیں اس ماکوئی دنیا میں استاد

ہوا ہے تو زاب تیرے مقابل
تو کر مولا علیؑ کو اپنے اب یاد

گل بوے تو درکنار دارد ز اں عاشق خود ہزار دارد
گفتی کہ شبے بر تو آیم قول تو چہ اعتیار دارد
دل نیست برفت تو دے جان آں کا گل مشک بار دارد
دل خاک شد و هنوز دلبر از من در دل غبار دارد

مجبوری تو ز صبر کن صبر

ہاں بندہ چہ اختیار دارد

گفتم کہ نعمت مرا نباشد گفتا اگر ت حیا نباشد
گفتم کہ کجاست مسکن تو گفتا کہ کجا کجا نباشد
گفتم جانم بہائے نازت گفتا این ہم بہا نباشد
گفتم بہ عدم روانہ ام کن گفتا کہ ترا روا نباشد
گفتم کہ بہت دواست گفتا این درد ترا دوا نباشد

چوں گفتم تو ز عاشق تست
گفتا کہ چہ خوش چرا نباشد

ذ

لکھوں جو وصف تھائے میں گلرخاں کاغذ عجب نہیں ہے کہ ہر شک بوت رکاغذ

لہ یہ شرح میں نہیں ہے۔

جہ ہوز میں سے بھرتا تا بہ آسماں کاغذ
کجا دوات کہ ہر ہے قلم کہاں کاغذ
فراق دوست میں چشم خوں نشان کاغذ
اڑا کے باد ہی لے جائے یاں سے اں کاغذ
کجے ہے شہر میں شاید بہ زرخ جہاں کاغذ
پڑھوں ہوں سوز جو میں داغ دل کی اپنی شرح
کرے ہے خون جگر برگ لہ لہ ساں کاغذ



ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر
آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او
ہے کہاں دیکھو مرا تیر و کساں
سننے ہی میرے گئے واں پاؤ پھول
خوب قسمت تو دیکھو اس گھڑی
ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہو غضب
اسے بے منت اجل آنی تھی سوز
نچ گیا کیا ہوئے پہر انجہام کار

بس میں عشق پوجوں تیرے پیر
بیٹھے بٹھلائے مجھ غریب کو آ
کہیں مسجد میں ناک نہ گڑائی
تو نے مجھ سے نکالا کب کا بیر
لے چلا دشت دشت کرنے سیر
کہیں کر جوڑ کر پہنچا یا دیر

جوں کہا کیا کیا تو سنا یا ایک ہے ایک ان میں کوئی نہ غیر
سات اور پانچ سوچ لے دل میں پوچھ مولا علی کو ہو کے نصیر
آپ سا ہی کیا نہ توڑ کو خوب
ایک سے دو ہوے الہی خیر

ہاتھ میں نیچا ہے یا کہ شرار وقتنا رہنا عذاب النار
ہاں دل بیستہ ار سنا کہ ہو تجھ پہ آیا ہے کھینچ کر تلوار
داری جاتا تھا اس کے نام پہ روز اب گلے سے لگا نہ اس کا دار
بڑھ کے کہ ایسی ہی لگا پیالے نہ رہے جو لگا کسر کا تار
آستیں تو لگا اٹھنے دیکھ دل امید دار ہو تیار
باغ کی سیر مانگتا تھا روز یہیں اب دیکھ پھولے ہے گلزار
توڑ دریاے غم میں غوطہ مار
آنکھ لی مو پانچ اور پرے بار

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر
چاک کر مت جگر کو ہاتھ اٹھا اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر
آہ تو اس کے در تنک نہ گئی کیا اکھاڑے گا نالہ شہگیر
نوک تو دیکھتا ہے جسد صر کی دیکھے کس کی آئی ہے تقدیر
کوئی باقی رہ نہ صاحب دل دل تو ہے اس کے ناز کی جاگیر

نغمہ 'سات' اور پانچ دل میں ثابت کر جان مول علی کا ہو تو نصیر
نغمہ 'آپ سا ہی بچے کیا اچھا' نغمہ 'سات' بڑھ کے ایسی ہی اک
نغمہ 'باغ کی روز مانگتے تھے سیر

ستوز کو کچھ نظر بڑا شاہ یہ دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں چیر
ایک تو اور بھی غزل ایسی
پڑھ نہ اسے ستوز اسے قدیمی تیر

یارو جلدی سے کچھ کرو تہ میر
مجھ پہ کیوں کھینچتا ہے تو جمدھر
واہ واہ واہ واہی خیر
دل میں لاٹا کسی کا کاری تیر
کی مرا جرم کیا مری تقصیر
زور لاٹے ہو اب کمان و تیر
لو لگاؤ نہ دیر اب کیا ہے
میں تو رانسی ہوں جس میں ہو تقدیر
قتل کرنے میں بھی بخیلی حیف
یعنی جل جل مردوں میں بل بے شریہ
قصہ چاک جائے جلد مار بھی ڈال
تنگ تیرا ہے ہاں یہ ستوز فقیر

جگر سے دل میں دل سے آنکھ میں آنکھوں سے مرگیاں پر
یہ طفل لڑھ پڑھ کر پڑا آخر کو داناں پر (کناں)
نہ بھول اسے دل تو اس نیرنگی میں اسے دوروں پر
پیشیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاق نسیاں پر
کہہ مہر پھرتی ہے اسے بلبل سہل اب آشتیاں اپنا
خزاں نے اب کربا نہ می ہے (تاراج) گستاخاں پر

لے جا دل میں تو کسی کا کرتیر
لے جا رے آئے اب کمان و تیر

نک م پھر
نک یہ مضعع میں ہیں ہے۔

شہ یہ شرم میں نہیں ہے۔

برنگ سبزہ خوابیدہ ہیں مرنگان گلرویاں

یہ دامن لوٹا گزرا ہے کس کا اس خیال پر
رسن سے زلف کی میاں کھینچ لے دل در نہ ڈوبے گا

گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہ زرخداں پر
قیامت کا بھی دھڑکا دل سے کشتوں کے نکل جائے

خداوند اگزر قاتل کا ہو گور عنریباں پر
ہجوم عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں

کہ پردا نے جھکے ہیں جس طرح شمع شبستاں پر
گیا تھا ایک دن مجلس میں اس کی تیز چھپ چھپ کر

اسے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پر

اشک خوئیں تو ہوا دیدار سے باہر

مستند یار ہیں پر فاش کے در پر باہم

کر دیا پل میں رقیبوں سے دل اس کا برہم

تاب کیا رمز کرے کوئی مرے بانکے سے

حال آوارگی شوخ کہوں میں کس سے

نالہ پر ضعف سے نکلا نہ جگر سے باہر

ابھی چنیت ہوں نکل آئے جو گھر سے باہر

ہم نے یہ کام کیا حسد ہنر سے باہر

مائے وہ تیغ کہ ہو جاوے کر سے باہر

شام گھر آوے ہے نکلے جو گھر سے باہر

لے عا بہن لے عا اتوز کے دن سے نکل جاوے لے عا یہ شروع میں

نہیں ہے لے عا میں یہ قطع بہ طور شر اس طرح ہے

گیا تھا ایک دن مجلس میں اس کی چھپ چھپ کر لے عا اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پر

لے عا مستند یار تو پر فاش کے ہیں کوچے میں

بھی چنیت ہوں جو آجائے وہ گھر سے باہر

لے عا رقیبوں کا دل اس سے

جو گیا پیٹ میں ان کے ہوا بھینٹ دیں شیخ صاحب کا بھی دوزخ ہے سقر سے باہر
 ان دنوں سوز سے دہکا ہے کچھ اس طرح رقیب
 گھر سے نکلے ہے بہت خوف و خطر سے باہر

بے خبر و بے وفائی کی خاطر بن سوز صبر آزمائی کی خاطر
 پھٹا کنج عزت مار بچ و محنت میاں جان سب آشنائی کی خاطر
 یہ اتنی نصیحت جو کرتے ہیں ناصح سمجھتا ہے کچھ خود نمائی کی خاطر
 نہ مل ان رقیبوں سے بدنام ہوگا میں کہتا ہوں تیری بھلائی کی خاطر
 ابھی خزانے میں تیسرے کی تھی
 جو بھیجا جہاں میں گداؤ کی خاطر

اٹے دل تو صبح یار کے کوچے میں جا شباب میری طرف سے پہلے تو جھک کر سلام کر
 کائے پادشاہ حسن ترا عزم کیا ہوا چل اٹھ کھڑا ہو سوز کا قصہ تمام کر
 جاں کنہی سے پھوٹ تو جائے عزیز آج ان نیکہ لبتوں میں بھلا یہ تو نام کر
 منظور اس کا قتل نہیں کر تجھے تو سن
 نے موت سے چھڑا کے تو اپنا غلام کر

آج کہتے ہیں کہ آئے گا وہ جاناں باہر مت لگا دیر شتابی نکل اے جاں باہر
 کھول غرنے کو تنک میر شہید ال تو کر واہ واہ زور ہی پھولا ہے گلستاں باہر

اے جو نام ہمارے سے نہ ہو تہہ سب سے
 یا الہی کہیں جاوے بھی شیطان باہر
 لوگ کہتے ہیں جسے برق اسے
 تنہا کو گھر میں جو پوچھا تو بسوں نے
 ابھی نکلا ہے ادھر دیکھو نالاں باہر

عرق نہیں ہے سموم ہوا سے چہرے پر
 نہ ٹھہرا اے نظارہ صفا سے چہرے پر
 کیا ہے دل کو پریشان تیری زلفوں نے
 اگر نہیں انھیں منظور تیرے منہ لگنا
 تو پھیلتی ہیں یہ کس دعا سے چہرے پر

ردیہ ہے تیرے غم میں دلِ نازِ نازِ ناز
 محفلِ ملکِ تویری رسائی کہاں بکھے
 شانے سے تھی امید چھڑا دے گلِ زلف سے
 اب کس کو یہ خبر ہے کہ میں کون کون وہ
 دیکھو جی آنسوؤں کا تو کچھ پس نہ چل سکا
 نیکلے ہے دل سے آہِ شرر بار بار بار
 جاتا ہوں دیکھ صورتِ دیوارِ دارِ دار
 ابھی دو چند جان گرفتارِ تارِ تار
 کہتا تھا جب ملک تھا میں ہشیارِ یارِ یار
 آخر مجھے گلے کے مرے بار بار بار

لہ یہ غزل میں نہیں ہے۔

لہ ع 'محفلِ ملکِ صنم کی رسائی کہاں دے

لہ م 'غم سے تیرے

لہ ع 'جاتے ہیں۔

جب سے کیا ہے یہ دل ابتر گن دوہم ڈھونڈتے ہیں تب سے مثل خبر وار دار دار
کیوں تو زہم نہ کہتے تھے مگر نہ سر کو تو
آخر کیا نہ آپ کو بیمار مار مار

دل سے محبت نہیں ہے اب تو براہ
ہاں جو دل ہو تو کوئی اس سے ملے
پاس آدے جو اس کے ہوئے راکھ
جس کے گھر جا کے بیٹھتا تھا یہ
اب تو یہ ڈھنگ اس نے کاڑھے ہیں
جانے کس کا اب ہوا عاشق
ران کھو لوں میں اپنی آپ بیووں
کے کسی سے رہا نہیں مانوس
دیکھو آتے ہیں آپ روپ چلے دکھا
آنکھ اونچی اٹھا کے ٹک دیکھو
ارے گونگا تو کیوں بنا ایسا
ٹک نہاں سے تو اپنی بات کرو
صاحبو دیکھتے ہو اس کی آنکھ
اسے دل تو نے مجھ کو ذرا کب

وقت بنا عذاب انار
یہ جہنم تو ہے سقر کا شہر ار
ہاں کیا تھا یہ گل و گلزار
اس کو کر ڈالتا تھا باغ دیوار
کہ نہیں جس کا کچھ حساب شمار
یا کہیں جا کے کھیلتا ہے تمار
یہ تو ایسا ہوا ہے کلسہ گزار
باد کے گھوڑے پر ہوا ہر سوار
آئے کس گھر گئے تھے بر خور دار
اے ترے پر خدائے مار
کیا ہوا تجھ کو سائے گرفتار
دیکھیں کیا سیکھ آئے ہو گرفتار
کہیں سہل ہی ہے ترا عیار (۱)
حیف ضائع کیا یہ مسیرا پیار

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہے

۲۔ تمنا تو غم نہ کر

۳۔ اس غزل کے شروع کے ۳۱ شعر میں نہیں ہیں۔

ہاے بیکس کیا مجھے تو نے
 اس کا دربار جس کی شان میں ہے
 یعنی حضرت امیر عالی حیاہ
 وہ محمد رسول کا بھائی
 عمرو عتتر کو جس نے قتل کیا
 وہ علیؑ مظہر العجاوب ہے
 وہ علیؑ جس نے آتش نمرود
 وہ علیؑ جس نے جبریل کو
 کھول سر کو کہوں گا واغوشا
 دل کو میرے کردہایت تم
 تم نے مارا نصیر کو والشد
 کاٹ کر ہاتھ تم نے اسعد کے
 مگر ہوں کے تمہیں ہو راہ نما
 گر شقی ہے اسے سعید کرد
 محو ہو جائیں دل کی سب بدیاں
 سوز میں مرثیہ نہیں پڑھتے
 بس یہ اتنا ترا وسیلہ ہے

تری فریاد جا کروں دربار
 لیس فی الدار غمیرہ دیار
 حامی دین قاتل الکفار
 نام جس کا ہے حیدر کراڑ
 ایک سے دو کیے تھے دوسے چار
 جس نے موسیٰ کے تیئیں دکھائی نامہ
 کی تھی حضرت خلیل پر گلزار
 پہلے سکھایا بندگی کا شعار
 اپنے دل سے ہوا ہوں میں بیزار
 اسے مرے والی لے مرے شمار
 تم نے پھر کر جلایا ستر بار
 پھر لگائے تو یہ نہ اول بار
 تم خدا کے ہو واقف اسرار
 تم ہو نیکی بدی کے سب مختار
 اور ثابت ہوں نیکی کردار
 وہ جو ہیں گئے تمہاے ماتھار
 بخشو اس کو لے مرے غفار

مطبع

ایسے جینے سے بھائی میں بیزار
 یہ بھی کوئی ڈھنگ یہ بھی کوئی اطوار

جھوٹا تذویر مکر و فن اور فریب
میر صاحب ہیں ان گنوں پر اب
پھوڑا وسیع اور مصلحا بس
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں
لیکن استغفر اللہ تو اور مرد
جب سے پیدا ہوا ہوں تب سے گناہ
خرقہ پہن تو کیا اکھاڑا جی
شرم آئی نہ اسے خرف تھ کو
سات تابوں سے منہ کو کالا کر
چھو کر دوں کو مٹھائی دیتا جا
جو کہ پہنے بس مردوں کا
اس کی یہ ہے سزا کہ خلق حسدا
شاید اس وقت میں بچا تھ کو

ہیں جو میں مرے ہزار قطار
تک اور دیکھو تو استغفار
اب تو گردن میں ڈالے زنا
پوچھنے آئیں ہند کے کفار
حیز بہتر ہے تجھ سے تو سو بار
کے ایجاد ہیں ہزار ہزار
یہی در در پکارتے ہو بیار
اب بھی کہتا ہوں آگے سے اتار
ہو کے اٹنے گدھے اوپر اسوار
تا وہ کہتے چسپیں پکار پکار
اور چیزوں کے رکھتا ہوا اطوار
ڈالتی جائیں جوتیوں کے دار
مہر سے اپنی حیدر کراڑ

توڑ یہ بات مان تو بہ کر
ورنہ تجھ کو بڑے گی بوری مار

۱۔ قطار قطار ۲۔ یہ شرم میں نہیں ہے

۳۔ م، آپاڑا ۴۔ یہ شرم میں نہیں ہے

۵۔ م، اور اپنی زبان سے یہ پکار ۶۔ م، در چیزوں کے یکے دو اطوار

۷۔ م، جو گلے میں ہو

۸۔ م، یہ شرم میں نہیں ہیں۔

نہیں پر پانوکب رکھتا ہے عیار کہ آنکھوں پر ہر رکھنے سے عیار
 چلا تو ہی تو میرے پاس سے دل بھلا بھائی ترا مولہ نگہ دار
 وہ غنوار کی کرے گا واہ اسے عقل کہ بس کا نام ہے عالم میں غنوار
 کہاں تھے رات کے تم شیخ صاحب کسی نے سے یہ خردستہ دوستار
 کہو تسبیح کو اب ہاتھ سے دور تمہارے دوش کے لائق ہر زمانہ
 بتو گر تم کو دولت چاہیے ہے تو میری دوا نکھیں ہیں گہر بارگشا
 نہ دیکھو تونز کی صورت عریزہ
 نہیں ہے خلق میں ایسا گنہ گار

جن کو نہیں ہے کچھ سرو سامان (روزگار) بے شک وہی ہیں سرور سلطان روزگار
 کس کی سہم آہ نے ابتر کیے حسین آمادہ خزاں ہے گلستان روزگار
 روشن ہوا ہے کس کا چراغ امید آج ہے بے فردغ شمع شبستان روزگار
 رکھتے نہیں ہیں پانوز میں پرغور سے برجایران کو کیسے سلیمان روزگار
 ملے تونز اب زبان کو اپنی خوش کر سننے کہیں نہ ہو دیں حریفان روزگار
 اتنا بخر دل میں ہمارے ہے بھر ہا گردسترس ہوتا بہ گریبان روزگار
 ایسا گل دبوچیں کہ وہ... نکل پڑیں جوں ہر وہ ماہ دیدہ حیران روزگار

نہ ۵ میں یہ غزل ارق ۲۹ ب کے حاشیے پر ہے۔ م میں یہ غزل نہیں ہے

نہ ۵ میں یہ غزل حاشیے پر ہے۔ درم میں نہیں ہے

کیا ہاتھ دھو کے جان کے پیچھے
 ساقی اگر بد کیے یک ساغر احسب
 سینے سنا کہ تونہ اٹھا کل جہان سے
 یاں تک کہ میں نے رو دیا بے اختیار ہو
 کیا ہو گیا جو ایک دم آگے

کیا غم نے تیرے آگے ساقی بہارِ عمر
 توڑا ہے تیرے بچنے لے جان مارِ عمر
 تا عمر ہم نے دیکھ لیا کارِ بارِ عمر
 لے موسمِ جوانی و لے شہ سوارِ عمر
 کیا زندگی کے کیفِ شبابی اتر گئے
 اے سوز، تا بہ حشر رہے گناہِ عمر

رنگیں گلِ فضا سے تھی شاخِ رِ عمر
 ہم جانتے تھے تا بہ قیامت جہیں گے ہم
 لڑکے کو یہ جوان کرے ہر جواں کو پیر
 کیدھر گیا کہ اے سمنہ سمنہ رِ کو
 کیا زندگی کے کیفِ شبابی اتر گئے

اے سوز، تا بہ حشر رہے گناہِ عمر

اے آہ جگر سے اب سفر کر
 پوچھے کہ تو یادِ غیر کا حال
 ہر چار بہار اس میں موجود
 پیاسا ہوں چاہیے اب خنجر
 خوابِ جہاں تیرے وفا ہیں
 بی رحم کے دل کو ملکِ خنجر کر
 آسے بھی حال پر نظر کر
 میری آنکھوں میں آگے گھر کر
 اتنے سے زیادہ دردِ گزر کر
 شکوہ لے سوزِ مختصر کر

لے یہ عمل م میں نہیں ہے
 لکھ م آجان تو میرے دس میں گھر کر
 لے ع ہیں بے وفا سب

لے ع ہاں لے ع تا مرگ
 لے ع یہ شمع میں نہیں ہے
 لے ع اب

جس طرح جانے کھڑے کو پیالے تقاب
 عالم کا اس سے زیادہ نہ خاند خراب کر
 دل تیرے اضطراب سے ہر جان ناک میں
 لے فتنہ ایک آن تو سینے میں خواب کر
 طالب ہوں تیری دید کا کھڑا تو ملک دکھا
 مجھ پاک باز سے تو نہ اتنا حجاب کر
 مش پی شراب بزم رقیباں میں اے صنم
 آتش سے رشک کی نہ مراد دل کباب کر
 مدفون اپنے کوچے میں کرنے کے نقش تہیز
 قاتل خدا کے واسطے اتنا صواب کر

ملک میری طرف تو دیکھ اے یار
 کیوں شوخ کہاں ہے وہ ترا پیار
 بلبل تجھ کو چمن مبارک
 داغوں سے یہ دل ہے رشک گلزار
 اب شیشہ دل تو سے چلا ہے
 نازک ہے بہت یہ ملک خسبردار
 ہر بار نہ تیغ کھینچ ظالم
 ایسا تو نہیں ہوں میں گنہ گار
 روشن ہے سبھوں میں کفر میرا
 جوں شمع ہر ایک دگتہ ہے زنا
 دل نالے (مے) ہو ذرا تو خاموش
 بیزار میں تیری خوش سے بیزار
 جس تہیز خدا کے واسطے بس
 آتش بتاں سے ترک لے پا
 کچھ کم تو نہیں ہوا ہے رسوا
 آمان زیادہ اب نہ ہو خوار

۱۔ م' جوں جانے اپنے کھڑے کو ظالم تقاب کر ۲۔ م' آگے ۳۔ م' اضطراب
 ۴۔ م' ملک تو نہ دکھا ۵۔ م' یہ شرح ۶۔ میں نہیں ہے ۷۔ م' عشق کو ۸۔ م' جان
 ۹۔ م' پر ٹھیس لگے نہ ان خبردار ۱۰۔ م' ہر اک کو
 ۱۱۔ م' ہر اک رکھے ہے ۱۲۔ م' بس دن نالہ نہ کر تو چپ رہ
 ۱۳۔ م' یا شرم ۱۴۔ میں نہیں ہے

یوں کھلے ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر
 عشق تیری تیغ تلے اسے ستم پناہ
 چھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر
 سر اس طرح رکھیں کہ فنا کو نہ ہو خبر
 بوسہ یوں اس طرح کہ فنا کو نہ ہو خبر
 دل چاک یوں کروں کہ فنا کو نہ ہو خبر
 ناصح تو چاک جیب کو مانع ہو اور میں
 گلزار وصل دوست سے اپنے گل مراد
 لے تو زیوں چنوں کہ سبھا کو نہ ہو خبر

تیغ کو کھینچے ہے وہ غارت گردیں میرے پر
 شوق دیدار تو اتنا ہی کہ کچھ مت پوچھو
 لطف کرتا ہے دم باز پس میں میرے پر
 کس طرح پہنچوں سری جان نہیں میرے پر
 رشک کھتا ہے یہ فردوس بریں میرے پر
 پاکبازی کا نہیں جس کو یقین میرے پر
 ہتے ہو آٹھ پہر چیں بہ جبین میرے پر
 بن لینے کو یکے تم نے نہیں میرے پر
 غمزہ و ناز و ادا جنبش ابرو و نگاہ
 تو زحمت ہے خدا اب کہ یہ قول سودا
 بانہی جھنجھلا کے مکر شوخ نے کہیں میرے پر

صباحِ حریف لے آئی ہے تو مے دل پر
 بتوں کی دید میں کرتا ہوں شیخ جس دن سے
 لگے ہو تیرسی یہ گل کی بو مے دل پر
 حلال ترسے ہو خونِ سبب مے دل پر

لے مے دیکھتا ہے
 لے مے اس طرح سے دیں
 لے مے اچھپیں
 لے مے حلال تب سے جو ہے ابر
 لے مے ہم بھی تو اس کی تیغ تلے اے جفا کھو
 لے مے رحمت جوئے تو مجھ کو تو میں تیرے پانوکا
 لے مے ہم کس کی

کسی بھی چیز کو ڈھونڈنا میں نے دنیا میں مگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر
یہ چاک جیب نہیں جس کو یار کی دیوں نہ کر سکے گا تو نا صبح دفن مرے دل پر

خدا کے اسطے تو زلے نہ اس کا نام
غضب کرے ہے تری گفتگو مرے دل پر

مانگتے ہیں ہم اپنے یار کی خیر کچھ تو مے آئینہ بہار کی خیر
ابر کہتا ہے بار بار مجھے بھیجو چشم اشکبار کی خیر
کوئی دشنام ہے تڑاتے کا دیکھو لعل آبدار کی خیر
کوئی ٹھوکر ہی سر کو لے شہید جڑیو اس اپنے شہ سوار کی خیر
آج تو توڑ کے گلے لگ جا
اومیاں جان اپنے پیار کی خیر

پھولتا ہے اب کوئی دم کو گلستان بہار
ہنکھیں کھولیں گے برنگ گل شہیدان بہار
عس بیل ہے ہزاروں جمع ہوں گے حذیب
تو نہ جاوے گا تو گل ہو گا چراغان بہار
لو خزاں بھی آگئی فطرت سے ہم پھولے رہے
لے چھ دنیا سے آخر دل میں ارمان بہار

لے م، لال جی

لے م، لال جی

لے م، لال جی

لے م، لال جی

اس قدر شوخی نہیں جو کوئی نثارہ کرے
 شہ گل کپ پکڑ سکتا ہے دامن بہار
 عتہ یسبو مکن گلشن غنیمت جان لو
 خندہ گل کوئی ساعت کا ہے ہمان بہار
 عتہ یسبیس دام میں پھنسیاں لیے اور اگل
 آج بازی گاہ ظفر ہے دبستان بہار
 یکطرفہ نالاں تھی بلبل یک طرفہ خندہ گل
 سوز مجھ کو سب تک بھولی نہیں آن بہار

اے شوخ بے پروا مرے اتنا مجھے رسوا نہ کر
 صبر و قرار اب بے نہ جاؤ مجھے تنہا نہ کر
 زلفوں کا منہ پر ڈھاپنا ہونٹوں کا ہر دم چاہنا
 ہر کوئی رکھتا ہے جگر اتنی بے یک جا نہ کر
 بندہ ہوں میں تیرا صنم تو قبسہ کر یا کرستم
 یکس کی طاقت جو ہے پیارے وفا کر یا نہ کر
 تقصیر تو مجھ سے ہوئی تیرا نگہ میں نے کیا
 اں اس کے بدلے قتل کر پر خلق میں رسوا نہ کر
 اے بادشاہ خسرواں اے قید گاہ افس و جاں
 لے سوز کو تو ذبح کر پر دعدہ فردا نہ کر

لے ع کیا لے یہ شرم میں نہیں لے ع آہ

لے ع پر جی کر تو کھٹا نہ کر

کسی سے آج تک ہونے کی تسخیر
کیا ہے ایک ہی بوسے پہ تم نے مجھ کو قتل
نہ تو آنکھ اٹھا کر دہن کو کھول تنک
عزیز و کون سے گلہ کا ہے ستم آباد
کیا ہے زلف نے کیا آفتاب کو زنجیر
یہی گناہ مرا اور یہی مری تقصیر
مجھے جواب نہیں دیتا منہ سے بلے شریہ
جہاں کے خار ہوئے آج میرے دامگیر
کشتی نے توڑے پوچھا کہ کیوں تجھے مارا
کہا کہ کچھ نہ کہو اس کی ہمتی یونہی تقدیر

اپنے گھر میں مجھے برا کر
لاکھوں ہی خاک ہو گئے ہیں
مست پانویں پہ رکھ مری جان
عام کی بندگی مری جان
تب ان کی خدوتوں سے حاصل
جلتا ہوں مثل شمع بر شب
میرے بھی درد کی دوا کر
تیرے کوچے میں جی جلا کر
مت سب کو اپنا خاک پا کر
میں نے کی اپنا جی لگا کر
پایا ہے تجھے خدا خدا کر
یونہی تو کبھی نہسا کر

تیرا دل توڑ ہوں میں آخر
آنا بھی تو مت مجھے خفا کر

۱۔ م، آفتاب عالمگیر
۲۔ ع، کروٹے ایک ہی بوسے پہ تجھ کو قتل
۳۔ ع، دہن تو کھول تنک
۴۔ ع، یہ قطع م، میں نہیں ہے۔
۵۔ م، میں آئینہ شر اس طرح ہیں۔

لاکھوں بت بوج کر مری جان
سو تیری شکر کی کہوں کیا
جلتا ہوں ات دن میں جوں شمع
پایا ہے تجھے خدا خدا کر
یک سب تو بھی تو دیکھ آ کر
کہن ہی مجھے بڑا جلا کر

تجھ پہ اے جان آن ہے کچھ اور میرے دل میں گمان ہے کچھ اور
 کیا بگڑتا ہے میں سمجھتا ہوں آج تیری زبان ہے کچھ اور
 کہو غنچوں کو لب سے کیا نسبت چپ رہودہ زبان ہے کچھ اور
 سیر کو اس کے قدم سے کیا تشبیہ اس سچیلے کی شان ہے کچھ اور
 عارضی حسن پر نہ ہو معنہ وود میرے پیارے ندان ہے کچھ اور
 زردی رنگ و چشم تر ہی نہیں عاشقی کا نشان ہے کچھ اور
 قیس و فرہاد کا نہیں قصہ ہاں جی یہ داستان ہے کچھ اور

توڑ کے منہ سے شعر در دستوں
 کیونکے اس کا بیان ہے کچھ اور

ونج کر اسکے نگاہ دل کو جلا کر خاک کر ایک سو ہو جائے اس قصے کو جلدی پاک کر
 ہر گز ای کہتا ہر کیا تیرے بدن میں ہے بخار ایک تو جلتا ہوں مت میرے جگر کو چاک کر
 میں تو چھپ کر دیکھتا تھا دور اس کو دے کہدیا کس نے کہ مارا تیرے چہ کو تاک کر
 مست تصور باندھا اس کے پاؤں ہو جا دیں گے تر اس قدر شوخی نہ تو لے دیدہ نناک کر
 دل گر تیدی ہو زخموں کا تول، باد صبا توڑ کو اس کی خبر تو دے کے مت غناک کر

۱۷۰ یہ شرم میں نہیں ہے ۱۷۱ چپ کر دے زبان
 ۱۷۲ یہ شرم میں نہیں ہیں۔ ۱۷۳ یہ شرم میں نہیں ہے
 ۱۷۴ ج، دں اگر تیدی ہو زخموں کا تو باد صبا
 ۱۷۵ ج، خبر سنو کے

ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا ^{قطعہ} دوزخ میں کرنے لگا اظہار پیار
جب تلمک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا دل میں آیا آند کر بوس و کنار
کھول کر آنکھوں میں سسکا دیں کہنے لگا دابھڑے چل جھک نہ مار

قدم رکھتے ہی کیب ری زمیں ہر یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر
یہ کس کے آج آفسو تو نے پوچھے لگا ہے داغ اب تک آستیں پر
جگر گل کا بکس جاوے تھا وہیں سنے سے جس کی آواز حزیں پر
سو وہ بلبل پڑی ہو گلستاں میں کہیں سراوہ کہیں پا اور کہیں پر
ہیں کہنا کہ دور ہو بیوفا خوب ہماری بات کیوں پیارے ہمیں پر
آٹ گئیں توڑ کی آنکھیں پس از مرگ
دیا ہے جی نگاہ واپس چل

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
حاصل تو ہوا اصل ہیں رات پر افسوس اک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر
کیا فائدہ ہم کو جو ترے لب میں سیجا عمر اپنی تو جوں شمع بہ تب ہو گئی آخر
کیا جام ہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق مے حسن کی معشوق کے جب ہو گئی آخر
شوکت نے ہمیں حسن کی کہنے نہ دیا کچھ بات آن کے سوار بہ لب ہو گئی آخر
تمٹ بھیڑ جو اس سوز سے کل ہو گئی توڑ (۹)
شیخی تھی جو کچھ ان میں وہ سب ہو گئی آخر

لے ام میں یہ اشعار آخر دیوان میں درج ہیں

لے ام میں اس کے نے عیب سے ہیں باز رکھ ہے لے ام منہ بھیڑ جو اس سے کل ہو گئی پچ

تب جائے کیونکہ عشق کی لے پار تجھ بغیر
 قمری کو سرو باغ میں ہے دار تجھ بغیر
 ہو جلوہ گر شباب تو لے نور بزم عشق
 موجب گرفتہ رہنے کا عاشق کے کچھ نہ پوچھ
 سچے سے شیخ نے بھی اٹھایا نہیں ہے ہاتھ
 تازہ و عتاب اٹھانے کی کس کے جو مجھ کو تاب
 تو ہی نہ ہو تو سیر جن سے ہے کیا حصول
 تیرا ہی گر نہ مجھ کو میسر ہو، ہم کسار
 دونوں جہاں میں تونز کا یا مرتضیٰ علی
 اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

جو شوخ تو ہے کون ہے طنز اس قدر
 چاہیں کہ جائیں تا سر دیوار باغ آہ
 سکے ہو کوئی در پہ کوئی ترپچھے ہو پڑا
 شاعر جو تیرے قدم سے نہ تشبیہ دیں اسے
 جیسے کہ ہم ہیں کون ہے جاں باز اس قدر
 ہم کو کہاں ہے طاقت پرواز اس قدر
 مرنے ہے اب تو خلق نہ کر تاز اس قدر
 ہوئے نہ سرو باغ سرافراز اس قدر
 مارا ہی تونز کو تو جلا لے سیح دم
 دکھلائے تو بھی خلق کو اعجاز اس قدر

لے م اگلے شمع کے ہیں۔

لے یہ شرم میں نہیں ہے

دل میں دیتا ہوں تو شباب نہ کر جان من جسم کر عتاب نہ کر
چاند سے کھڑے کو مرے گل رو غصہ کھا کھا کے آفتاب نہ کر
ورنہ جل جائے گا جہان تمام حق کی بستی ہے بس خراب نہ کر
میں تو حاضر ہوں جو تو فراموش غیر کو لطف سے خطاب نہ کر
توز کا دل میں چھین دیتا ہوں
مفت پر رہ تو اضطراب نہ کر

بس کرے غم جگر جلا بس کر میں نے مانا ترا اثر بس کر
صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش سب یہ تیرے کیے نذر بس کر
دمدم مجھ کو کیوں جلاتا ہے بے مروت خدا سے ڈر بس کر
مت مکر تو نہیں ہے دل کا چور میری آنکھوں میں گھر نہ کر بس کر
عیش تک تو گیا ہے تیرا شور
بس کرے توز نوہ گھر بس کر

کاٹتے ہیں دل کو ابرو یار کے تلوار وار
یہ جگر کس کا ہے ان کا جس کو ہو ہموار وار
خون کو مجھ بے گنہ کے بس ہیں یہ تیغ نگاہ
باندھ آیا ہے یہ کس کے قتل کو ہتیار وار
بانٹا تم جاتے تو ہو لیکن خدا کے واسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زہنہار وار

ایک میں ہی کچھ تری خاطر نہیں پھرتا خواب

روز و شب ہمراہ میرے ہیں مرے غم خوار خوار
بات مستاجر سبک وضو کی تو دل دے کے حیف

ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر ایک بار بار
آپ کو مت دیکھ جوں منصور واحد یاد ہے

چشم وحدت میں کو ہے یاں جلوہ دلدار دار
مجھ مریض عشق کی دار و نہیں کچھ غصہ وصل

اے طیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار
آج کون آتا تھا گلشن میں خدا جانے کد ہے

باغباں کا دل نزار و بلبس گلزار نزار
دیکھ کر کوئے مفاں میں تہوڑ کہتے ہیں لوگ
دختر مذ کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

عاشق کو دیکھ کر نگہ آشنا نہ کر ترک جفا نہ کر نہ کر اے میرزا نہ کر
عاشق کے دل کو لطف تو آشنا نہ کر ترک غضب نہ کر نہ کر اے بیوفا نہ کر
جان ستم عزیز جفا آشنا ہے جو عاشق اگر ہزار مرے تو وفا نہ کر
شان تغافل اپنی نہ چھوڑے دماغ دار قربان تیری خو کے کسو کا کہانہ نہ کر

طقت نہ پاؤں میں ہو نہ ہاتھوں میں دسترس
اے حق کسو کو اتنا تو بیدست و پائ نہ کر

لے یہ شرم، میں نہیں ہے۔ لے یہ شرم میں نہیں ہے۔ لے یہ عزت، میں نہیں ہے۔

روئے سے گر کسوکا ہوا عتبار بہتر
چبھتی ہو دل میں میرے کیا گرم جوشی گل
کم ہے اگر محبت کم ہے اگر مردت

اے مردمان دیدہ اسے چشم زار بہتر
اے عندلیب نالاں تجھ سے تو قمار بہتر
قطع امید خوشتر ترک نگاہ بہتر

پوچھیں ہوں راہ کعبہ و دل پر ہر داغ دیر
کچھ گوگو کی بات ہے یہیں شیشِ خنا کہ ہم
ہم بانگِ میسر سامنے ہیں شیشِ دہرِ ہمن
ہوتا ہے در سے میں یہ دل تنگ و اعظا
زمزم کے آب سے نہ بھی اپنی تشنگی
بندو کی نورِ معرفت حق پہ ہے نظر

یکر میں حوڑا ہوتا ہوں خدا کو چسپ داغ دیر
پہنچے حرم کی دہر کو پا کر سسوا داغ دیر
یہ مرغِ خانقاہ ہے وہ ہے کلا داغ دیر
تس قوتِ یاد آئے ہے مجھ کو داغ دیر
ہم پل رہے ہیں شیشِ ہمیشہ ایا داغ دیر
بہر چرخ داغ کعبہ لپکتا ہے ز داغ دیر

دن ہر غم کے غم سے مرا ہوا ہے داغ
پھولا ہے اپنے سینے میں لے تو زبا داغ دیر

پیوں ہوں خونِ دل اپنا تجھے گماں ساغر
شرابِ سرخ سے لبریز ہے یہاں ساغر
نہ جانے کس کی بھوجی کے واسطے تجھ بن
پیام کیونکہ مرا پہنچے دختر ز کو
نگاہِ مست کی تیری طرب ہے ہم کو یوں
اسی ہی طرح سے میں بھی دہن پہ مرتا ہوں

کہ حشرے شیشِ مرے پاس ہے کہاں ساغر
بو تو نہیں ہر جوں چشمِ خوں چکاں ساغر
بھربھر ہر ہر کا آتش سے آسماں ساغر
کہ شیشِ پنہ دہن اور بے زباں ساغر
تنگ شراب کہ جوں مانگے ہر زماں ساغر
کہ جیسے دے ہر ہوں پر تھکے جاں ساغر

نہ یہ غزل میں نہیں ہے نہ یہ شعر میں نہیں ہے نہ مہم ہوں پہ

چمن میں گل نہ سرشاخ پر یہ صہوہ دے جو تیرے ہاتھ پہ جتا ہے اے جواں ساغر
 مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بہ شراب ہوں میں نہیں یقین تو دے بہر امتحان ساغر
 شراب جب تک اس میکہ میں ہو سکے سوز
 ترے نصیب ہوا مرث کا ہر باں ساغر

کب تک تیری جفا اور پر —————
 کب تک طاقت تھی مجھ میں —————
 اشک کے طوفانی دشت و کوہ ہو کے غرق اب کب تک درد کے بس اے مردم..... صبر
 بقراری تھی پیش کے ہاتھ سے بے چین ہے غم کے غم سے دل میں گہرا کر ہوا بیزار صبر
 — نظاروں کے ادبوں نفس میں دیجے بے بس کا پڑو تجھ پہ اے گلزار صبر
 اضطراب و قلق سے حاصل تو کچھ ہونا نہیں
 تسکین پر ایسے آنسوؤں کو پونچھ کر ناچار صبر

ن

لگا ہے جب سے دل میں تیرا درد و ز پڑا تراپھے ہے تب سے خاک میں سوز
 کہیں جلدی سے مجھ کو مار بھی ڈال کہاں تک جان دوں دھڑکوں میں ہر روز
 عدد دیں ہے پہلو میں مرے دل ابھی مجھ کو اس پر کر تو فسیروز
 — غضب ان کی ہے جاں نہ نکلی ان سے یارب آہ جاں سوز
 وہ کیسا مجھ کو دل سے چاہتا تھا
 خدا جانے کیا کس نے بد آموز
 کوئی خرفا ہے کوئی تو لی ہے (کلا) میرے شعروں کو دیکھ کر انداز

ہو گئی غم سے جان تو ز گداز
 تیرے قربان ہو کے مر جاؤں
 اشک تو نے ڈب دیا مجھ کو
 غم نے گھیرا ہے جی کو خنجر بار
 دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے
 اب تو زلفوں سے جاکے ابھار
 تیرے دیدار کی تمنا میں
 میں نے جانا تھا دل کو بھو مار
 مسافر جو تجھ تک اس پہنچے
 کوئی خرقہ ہی کوئی ٹوپی ہی
 کچھ تو دیتے صلہ جو ہوتے آج
 خسرو ہند و سعدی شیراز

کرتا ہوں ترک عشق میں یوں پیش و پس ہنود
 سیرِ حمن کی تو قسم اے دل شکن نہ کھا
 اس کو حوالہ کر کے مرے پوچھ لے فداک
 فریادِ عندیہ کو پہنچا حمن میں گل
 ناصح ذرا نہیں ہی مراد دل پہ بس ہنود
 غنچے سے ہیں باغ میں خطا لم بکس ہنود
 دونوں جہاں سے ہی تجھے اب کچھ ہو بس ہنود
 آیا نہ مسیحا پاس مرا داد میں ہنود

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہیں۔

۲۔ یہ شعر میں نہیں ہے۔

آگے ہے تیرے قافلہ رستگاراں لا جاوے تو جا کہ آتی ہو بانگ جس ہنوز
 نالاں جو باغباں سے ہر بلبل چمن کے بیچ دیکھی نہیں ہے ان نے جھائے نفس ہنوز
 سو طرح سوز ٹھونک کے بولا رقیب کو
 آتا نہیں ہے باز تو اسے بولا ہوس ہنوز

جل گئی قمری نہیں ہے سرد کو باد ہنوز
 سرد مہری نے تری کتنا بھایا ہے اسے
 کر چکی گلشن میں کتن کچھ تو آنکھوں پر شاہ
 کس قدم پر شعر غوطہ لم کہ پہلو سے مرے
 باغ میں ہر سو پڑی اڑتی ہو خاکستر ہنوز
 قسق اس لک جو دیکھیں ہوں تو خاکستر ہنوز
 مشت میں ہو غنچہ زنگس کی سیم وزر ہنوز
 اٹھ گئے مدت ہوئی اور گرم ہو بستر ہنوز
 بادہ جام ازل سے سوز ہے مدہوش دست
 تو لیے پھرتا ہے داعظ وعدہ کوثر ہنوز

میں تو دیوانہ ہوا بنتی ہے زنجیر ہنوز
 دیکھتے دیکھتے دن رات بہت سے گزے
 خاک تو کر کے اڑا یا مجھے ہر وادی میں
 آسمان چرخ میں آیا ولے اس سرکش کو
 کام آخر ہوا ہوتی ہو ابھی تدبیر ہنوز
 آہ کھلتی ہی نہیں زلف گرہ گیر ہنوز
 پر یہ چھتا ہے مرے دل میں پر تیر ہنوز
 کچھ نہ تاثیر ہوا نالہ شبلگیر ہنوز
 غنچہ ساں دہر کے گلشن میں ہوں دلگیر ہنوز
 سن کے جینے کی خبر چونک کے بولا ظالم
 کس قدر سخت ہے آخر نہ سوا میر ہنوز

کلم نہیں ہوتا غبارِ غم طسہ جہاں ہنوز خاک سے میری بھنگنا ہے کھر اداں ہنوز

س

کیا ہم کو ہو بہار میں گلزار کی ہوس
بلبل ہی کو نہیں ہے سوخ یار کی ہوس
قاتل ہی میرے غم کی نہ رکھتا تھا آرزو
زنگس جو شکل چشم آگ ہے زمین پر
پالے نہ بھانکنے بھی کبھی ہم در چمن
پیش از سخن زبانت جو کاٹے قلم کی طرح
قدرت نہ کچھ کو آہ کی نہ طاقت فغاں
نکلے سو کیونکہ اپنے دل زار کی ہوس
لے توڑ جنسِ دل کے سیر ہے چلے ہم آگ
رکھتے نہیں ہیں گرمی بازار کی ہوس

آج دل آبی ہی آپ کچھ ہے ادا
سُن لو محبوب اس زمانے کے
آگے بیٹھو نہ کوئی میسر پاس
دکھ تو محبوب ایسے نکلے سنگھڑ
کاٹے ہیں عشقوں کو پیسے گھاس
جو ڈانے کے وقت کاٹیں بھیاں (کذا)

۱۔ ج، نکل کبھو نہ ۲۔ ج، جنسِ دل کو تو اب

۳۔ م، کوئی مت بیٹھو آگے میرے پاس

۴۔ ج، شرح، میں نہیں ہے۔

اے تو اوروں سے مل کے مردائیں دل میں بیٹھ ہے بس کہ اب کی ہر اس
 شیر گھشن سے کیا مجھے ہر کام مگر آتی ہے گلبدن کی باس
 ایک تیغ نہ لگا کے بھاگ گیا دیکھو نے دس نہ میں سو نہ چپاس
 میر سید ان ہے وہی عاشق جو چڑھا ہو جہان میں نسو اس
 آج ہے اس کے پاس خنجر تیز
 توڑ دل کا نکال اپنے ہلاس

کب تڑپہ مرنے سے نکلے مرغ بسمل کی ہوس
 دل ہی جانے جس طرح نکلے ہے اس دل کی ہوس
 صاحبو میں جانوں میرا جان ہے پھر تم کو کیا
 منع مت کیجو نکلنے دو نہ متاقل کی ہوس

مت اس قدر تڑپے تو دل بقرار بس گزرا ہوسرے خون پس لے چشم زار بس
 بے دل پہ مجھ اسیر کے آفت تری خدا لے عندیہ باغ نہ اتنا پکار بس
 تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا مجھے اڑ جائے سر بلا سے لگا ایک دار بس
 دہن ہتھوں کی نظروں میں مت کر مجھے ذلیل لے چرخ میں شہ بہت ہوا رسوا و خوار بس
 توڑ آج یہ نگلی سے تری کہہ کے اٹھ گیا
 سو طرح شہ کو دیکھ لیا ہم نے یا رہ بس

نہ شہ یہ شرع میں نہیں ہیں۔ شہ م جس طرح پر بھی ہے شہ م، دل سید دار
 شہ م کے خون مرے جہنم زار بس شہ م، م، دونوں میں سدا شہ م، کیا نہیں ہوں میں
 شہ م، بس بس سبوں کو دیکھ لیا

دل لگامت ہر کسی سے اے دن نادان بس
دل لگامت ہر کسی سے اے دن نادان بس
دیکھ مت چاروں طرف اے مردم حیران بس
تو تو روتا ہے یہاں ہوتی ہر

بلبل کو ہر ترے سر دیوار کا بلاس
بلبل کو ہر ترے سر دیوار کا بلاس
زنگ کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلاک
زنگ کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلاک
آجے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار
آجے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار
ایک لحظہ ہو طیب تو اپنے مریض کا
ایک لحظہ ہو طیب تو اپنے مریض کا
چین زباں سے نام ترا ہم کو س سوا
چین زباں سے نام ترا ہم کو س سوا
مرا ہوں اب تو یار گلے ملک لگا بے
مرا ہوں اب تو یار گلے ملک لگا بے

بے قدر جب سے جنس فنا ہو گئی ہے سوز
دل میں نہیں ہر اپنے خریدار کا بلاس

س

یوں بوجھ مرے دیدہ پر آب کی گردش
یوں بوجھ مرے دیدہ پر آب کی گردش
پھرتا ہوں تے واسطے روتا میں زبیں یار
پھرتا ہوں تے واسطے روتا میں زبیں یار
گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا
گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا
جنس خرد و صبر بن اس دل کی ہو کیا چین
جنس خرد و صبر بن اس دل کی ہو کیا چین

یہ غزل میں ہیں ہے
یہ غزل میں ہیں ہے

پھر بٹیں اسی طرح سے یک پل میرا نکھلیا جوں بزم میں ہو جام مئے ناب کی گردش
 تو آن کے مجلس میں خمار اس گھڑی ساتی سے مانگے ہے تجھ سے سر اجاب کی گردش
 دل زلف و رخ یار میں کیوں کر نہ پھرے تو
 خوش آئے ہے س کو شب ہفتاب کی گردش

گو تم نے ہمیں کیا فراموش لیکن نہ کرے خدا فراموش
 کیا یاد دل ڈل تجھ کو اپنی اے مشفق آشنا فراموش
 دل تھا نہ جناح جس کو توڑا اے جو رکن وفا فراموش
 سے جان ہی ٹک تو کھول تو ہاتھ مارا یاد ترا فراموش
 وہ تو ہے جس کی دل میں تھی جا
 اب دل سے کر دیا فراموش

کہتے ہیں تیری زلف کے ستر کا خلش کس پرہیز کے دل میں ہے زنا کا خلش
 گر ہونسیب مرغ چین س گل کی سیر پھر دل میں اس کے ہوئے نہ گلزار کا خلش
 خطرہ نہیں کچھ اداسی روزِ حشر سے گردل میں ہے تو اپنے ہے کردار کا خلش
 ایسا نہیں ہے غنچہ کوئی جس کے دل میں یار ہوئے نہ تیرے گوشہ دستار کا خلش
 کیا جانیے کہ اس سے کہے گا وہ کس طرح مجھ کو پیام پر کی ہے گفتار کا خلش
 اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہم سے شوخ لیکن ہمارے دل میں سر انکار کا خلش

ملہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

ملہ م میں ردیف کی خلش ہے۔

تہ م اکب

کھٹکے ہے دل میں تیرے اس چشم کی مرہ
لے ببلو یہ گل کے نہ ہو خار کا فلسفہ

ابھی کس نے یہ توڑا ہے شیشہ آتش
جو میں نہ ہوتا تو افسردہ ہو کے مرجھاتی
کے انجن کو بنایا ہے ہمیشہ آتش
ہے تازہ میری ہی شورش سے شیشہ آتش
یہ دل نہیں ہے مگر مشیر ہمیشہ آتش
ہے دل یہ کوہکن آوازہ ہمیشہ آتش
ہمارا لڑخارا گداز سے ڈرنا

ص

آرام پڑ کہاں ہے جو ہر دل میں جلے حرص
سکھ نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسہ طمع
آسودہ زیر چرخ نہیں آتشاے حرص
دن میں کر در در جو بھرا دے گدھے حرص
ذلت کوئی کسی کو نہ دیوے سولے حرص
رکھتی ہے لاکھ طرح (کی) آفت قضاے حرص
جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سرکٹا لے حرص
کی قطع روزگار نے ہم پر قبضہ حرص
کر منہ کو ٹھک بہ سوسے قناعت یہ حزن مان
ناداں تلاش طرہ زر سے تو باز آ
اپنے سوا کسی کو نہ پایا حرص حیف

ادقات ہر طرح سے بخوبی گذر ہو تھوڑ
پر درمیاں نہ ہوئے بشرطیکہ پاسے حرص

لے م، شریخ
لے م، میں یہ غلوں نہیں ہے۔

لے م، میں یہ غلوں نہیں ہے۔

ض

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار ہے جب تب غرض
دوستی کا مارتے ہیں یکہ گروم آشنا
چاہ جو کچھ کر کہ ہے دنیا و مافیہا ترا
میں کہ شب آج یاں ہے تو یوں بولا دہشوخ
غیر سے ملنا نہیں ہو خوب آشنا شن رکھو
خون میرا ہے نقطہ اور یار ہے بے دعا
اس سوا کچھ روز ہونہ مدعا نہ شب غرض
ہوئے ہے معلوم یا ہم آپڑے جو حب غرض
پر کسی کی تو کسی سے ڈال مت یار ب غرض
رات کے رہنے سے میرا مدعا مطلب غرض
اس سوا کہنا نہیں کچھ اور کھنی اب غرض
درد اپنی، اپنی باتوں میں رکھیں ہیں سب غرض اکنا
سوز ایسے یار سے معلوم ہونا مدعا
جی نکل جائے کسی کا اس سے نکلے تب غرض

کچھ تو فیض کو پہنچوں میں اے مرے فیاض
ابھی دل کو مرے اپنے حفظ میں رکھیو
عجب ہے رسمستان جہان و ادیل
مرض عشق کو دریاں کی احتیاج نہیں
کہ تیرے فضل سوا کچھ نہیں مجھے اغراض
کہ منہ چڑھے ہو بہت زلف یار کی مقراض
کہ دشمنوں سے میں دوست کر میں عراض
صنم کا درد ہے دائرہ دافع امراض
تھارے عشق میں جبر جبر ہوا ہے یہ اتھی
غریب سوز کو ہرگز

۱۔ یہ شرع میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ سوسے تو ہے روز ہے۔

۳۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔

ط

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتاں کا اختلاط
 کچلی دم کو مچاتی ہے خزاں یوں کے لوٹ
 بکسوں کی دوستی دین اور ایمان کا ابڑ
 خاک سے جس نے بنا کر حضرت انس کی
 چم تو ہے ان بے وفاؤں سے کہاں کا اختلاط
 عندلیبوں چھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط
 پوچھو جاکر گلستاں سے خزاں کا اختلاط
 فیض اگر چاہے تو کر اس باغباں کا اختلاط
 تیرے سے مت دل لگاؤ دوستو پچھتاؤ گے
 کاش دل ہے عزیز و مہرباں کا اختلاط

کب میں آیا تیرے مکتب میں بتاں کا اختلاط
 کب کہا میں نے تجھے غیظ سے توڑا ہو جان
 باگ گھوٹے کی چہریت سون سن کر دور سے
 جانتا ہوں تم کو میں تم یک بہتی ہو باں
 اور لطفون بوسہ بھی لیا اچھب میں
 وہ واہی واہ وا پہلی ہی بسم اللہ غلط
 جھوٹ ہے بتاں ہے طوفان ہی والہ غلط
 اتفاق اگر کبھی ہوتا ہے مجھ پر وہ غلط
 کیوں کرے گا جان کر ناداں دل اگر غلط
 نہ لگا کس دن میں تیرے یا چند سمر غلط
 تو نہ تو تھنوں پہر قدموں سے تیرے لگا
 مجھ کو بوسہ لینے دے گا جھوٹ تو مت کہہ غلط

۱۔ ع۔ اگر کیا چاہے

۲۔ ب کوئی دیکھو یا دے گی

۳۔ ع۔ کاش دل سے سے سفر

۴۔ ع۔ کب دستاں میں ترے آیا ہوں میں مت کہہ غلط

۵۔ دیکھتے ہیں پھرے ہیں ہی بسم اللہ غلط

۶۔ یہ شعر امیں ہیں ہے۔

سر سبز جن رکھتی ہے تیرا بہار خط
اوروں کے غلط کی طرح سمجھتا نہ میں یہ خط
آنکھیں تو صید ہیں ترے چہرے کے خال کی
آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا
آنکھیں ہر نگہ نقش قدم ہو گئیں سفید
بے بہر خط جو ہو تو نہیں اس کا اعتبار

پہنچا ہے کوئے یار سے قاصد بقول تہوڑ

دل کس طرح سے ہونہ ہمارا نشانہ خط

اپنے عاشق کو نہ کہ راہ غلط چلتا ہے یہ
ہا دیا پروردگار راہ نئی کرشتاب
آئی سی تقصیر پر ایسا نہ کیجے اعتراض
کس طرح مانوں نہیں کرتا دل آگہ غلط
کیوں کہ اب غفلت کے مار ہو گئی ہمارے غلط
بندہ دل سوز سے ہوئے اگر ناگہ غلط

تجھے تجھے ہم جو دوست تجھے اے میاں غلط
کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا ہوں میں
ساتی نہ ہو تو سیرچن کا ہے کیا مزہ
داعظ جو کوزہ پشت ہو اس کی نظر سے بچ
جو حسن دیکھتا ہوں میں فدا کی ہے یار کی
تیرا نہیں ہے جرم ہمارا گناں غلط
مشفق غلط ملاذ غلط مہرباں غلط
جانا بغیر بارہ سوے بوستاں غلط
کرتی ہے تیر کبھو یہ کساں غلط
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کارواں غلط

نہ یہ غزل میں نہیں ہے۔

نہ یہ شعر میں نہیں ہیں

نہ یہ غزل میں نہیں ہے۔

مردوں کی ایک بات ہے نزدیک سوز کے
 نند فامہ اس کی ملتی (کنا) زباں غلط

یہ تیری آنکھوں کی طرح رکھے ہے یہ جام نشاط
 تو ہو گر پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط
 میں کید مر ہے جو رکھتی ہے با دام نشاط (کنا)
 دیکھنا تجھ کو ہے اسے جان ل آرام نشاط
 دور ساغر کی طرح گردش ایام نشاط
 بے قفس بیچ نہیں عیش یہ اسراخی م نشاط (کنا)
 دیکھ ہوتی ہیں تجھے قمری دلبس شادان
 تو ہے اس باغ میں لے سر و گل اندام نشاط
 شید شہ ہے زیر بغل آبد دل اسے سوز
 سے سے ہم کو نہیں لے ساقی کلف م نشاط

ظ

اغنیاء عروجہ سے مخطوط
 اس زمانے میں کون ہوئے گا
 عشقاں آہ واہ سے مخطوط
 اس مرد تپناہ سے مخطوط
 اس سے آگے بلا سے رہتے ہیں
 گر یہ گاہ گاہ سے مخطوط
 اب تو آنکھوں سے اشک بھی سوکھے
 بس ہو سے تیری چاہ سے مخطوط
 شیخ تو ہو عباد توں سے خوش
 سوز تو ہے گناہ سے مخطوط

اٹھے نشتے میں محبت کے خدایا سے حظ
 بغیر بارہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ
 ہلالِ حیدر سے یہ عیش ہو نہ صمیم کو
 جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ
 یہ سخت دل مری پلوں چشمِ ترکی دیکھ
 کیا جو چاہے تو دیا یہ لالہ زار سے حظ
 عبت ہیں منتظر اس شوخ کی مری بکھیں
 سوائے آئندہ کس کو ہے انتظار سے حظ
 مجھے بھی عیش ہے یہ تیرے گرد پھرنے میں
 کہ جوں پتنگ کو ہوشمع کے تار سے حظ
 کسی شراب سے پانی نہ وہ صداوت میں
 لی ہے یاد میں ساقی کی جو خسار سے حظ
 عجب ہے تنگ سلسل میں ہو نہ دیوانہ
 ہے ہے دل کو تری زلف آبدار سے حظ
 صداوت آئی اٹھی دل کے داغ گتے سے
 کہ جوں بخیل کو درہم کے ہو شمار سے حظ
 ہزار سیر کرے شہرِ شہر کی تو سمجھ
 بٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

ع

تائب لاوے نہ ترے حسن کی لڑاں ہے شمع
 جان کے خون سے دُنوس میں پنہاں ہے شمع
 دیکھتے ہم نے تو پوچھا تھا کہیں عاشق ہے
 پابِ گل خاک بہ سراشاک بہ داماں ہے شمع
 چر چرا آئی نہیں پردانے کے جلنے سے لی
 ہے شب وصل کہ شادی سے غمِ بخواں ہے شمع

دودِ دل ہی کی ہیں سوختگی ہے مسموم
 کہ تری آتشِ ہجراں میں یہ سوزاں ہے شمع
 کوئی کچھ اس کو کہو ہم تو بہت میں مخطونہ
 یہ سخن کم ہے کہ عاشق کی زباںوں ہے شمع
 کوئی پنہاں کرو چھپتی ہی نہیں دل سوزی
 عاشقِ ناز ہے شعلے سے نیاں ہے شمع
 گرچہ غماز کہوں میں کو تو برب ہے گما
 میر نہیں میں تو روشن کن زنداں ہے شمع

مرنگاں کی گرفتار کا بہ دل ڈھنگ ہر وسیع	سینہ بھی یں برائے صفت جنگ ہر وسیع
واخطا جگہ نہ داں ہو تو حاضر ہے گھر مرا	سینہ نہ تنہا کہہ نہیں تنگ ہر وسیع
نقصِ معفات اپنے نہ پنی تو دار تاک	سینہ خانہ در نہ بہر سنگ ہر وسیع
وامان سیلِ اشک مرا ہجر میں ترے	مانند دامنِ جہنم گنگ ہر وسیع
بے ہمتی سببِ تنگ دو کاتے در نہ یار	دوڑی برائے کورو کردنگ ہر وسیع
چڑیا سے بے بچ ہے نہ میر غم تک کبھو	شہبازِ عشق کا بھی عجب جنگ ہر وسیع
خوابش جھیں ہر تاک کن کو نہیں یہ ہم	دو گز زمیں ندان ہر تنگ ہر وسیع
بادہ پہ گو کہ حوصلہ کیا متدب نے تنگ	زندوں کے دسے قلعہ بنگ ہر وسیع
تکڑوں کے واسطے ترے نیمہ کے سر و ناز	گلشن میں بخیر گل اور ننگ ہر وسیع

اشک کے قطرے میں نیساں کا اثر رکھتی ہے شمع
 کون ہے میرا بجز پر دانہ مرغ نامہ بر
 دہر دسوئے عدم کو حرکت پا کیا ہے شرط
 شعلے پر ہر چند دل پر دانے کا بھی ہے شمار
 تو تڑے غم سے نہ رویا اور میری خاک پر
 جش قدر جلتے ہیں تیرے ہجر میں اعضاء

سر سے لے کر تاقہ مہسک گہر رکھتی ہے شمع
 شرح سے مکتوب کے میرے خبر رکھتی ہے شمع
 خاندانوں میں ہر شب سفر رکھتی ہے شمع
 واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع
 شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع
 استخاں میں اپنے کب سوز اس قدر رکھتی ہے شمع

حسن کو لے سوز دعا سلطنت کا گر نہیں
 سر پہ اپنے کس لیے یہ تاج زر رکھتی ہے شمع

غ

آتش سے مرا بوجہ سمندر نہ ڈرے داغ (۱)
 پروانے کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن
 عاشق ہی کے سینے کو ہر اس سوز کی برداشت
 لے چرخ نہیں تجھ سے میں خواہاں زرد مال
 بے ہر ہے اس کی مسند عشق جو کوئی
 تھے خواہش گلزار تو سینے کو مرے دیکھ
 سوزش میں کہیں اس سے میں کھا ہوا پرے داغ
 بے داغ ہوئے عشق کو کب حسن کرے داغ
 تجھ عشق سے کب کھ سکے ہر ماجہ خورے داغ
 دل کو تو مرے رکھ بنم یہ سب سے داغ
 عشاق میں ل اپنے کو جب تک نہ کرے داغ
 تنگ سے چین کے ہر فرد اس پہ بھگے داغ

آتا ہے نظر سوز بہار آنے کا آثار
 ہوتے چلے ہیں پھر تری چھاتی کے ہر داغ

نالے سے میں اپنے نہیں اے رشک پری داغ
 یاروں کی مجھے سوخت کیا تیز روی نے
 پہنچ کے تری زلف کی بوغیر کو پیہر سے
 جلنے کی تیرے عشق میں خود ہو گئی یاں تک
 جانے کا کسی طرح نہیں دل یہ یقین ہے
 ہوتا ہوں غفلت میں پر ڈانے کے آگے
 کرتی ہو مرے دل کے تئیں بے اثری داغ
 ہر ایک گیا ہے کے رفیق سفری داغ
 کرتی ہے مجھے سورج نسیم سحری داغ
 بلے کی طرح سوز سے رکھتا ہوں پری داغ
 جوں جرم حقیقت آہ ہمارا حبس گری داغ
 جب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ
 طر کو میں پر داز میں جب دیکھوں ہوں اے سوز
 کرتی ہے تب پنی مجھے بے بال و پری داغ

عشق کی ہوئے تو ہو ہم کو اسیری کا داغ
 اس نے فدا ہوتے ہیں چمن میں عندیہ
 ہوں گرا ایسے کی نظروں سے کہ میری خاک پر
 تجھ سے کہتے ہیں گریں دعویٰ مریدی کا اگر
 دل نہ شاہی پر ہے اپنا نہ فقیری کا داغ
 تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم فقیری کا داغ
 باد کو بھی ہونہ برگزدہ دستگیری کا داغ
 شمع دل کو ہائے ہونہ پیری کا داغ
 نوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعر
 گفت گو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا داغ

ہے آنا بھی نہیں غم سے فراغ
 کون آتا تھا چمن میں پو پھیو
 جردل گم کشتہ کا یکے سراغ
 آج پھرتی ہے سبا کیوں باغ باغ

۱۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔

۲۔ غزل میں نہیں ہے۔

آنکھ بھرتھہ کو نہ دیکھا یا نصیب مرے مرتے رہ گیا یہ دل میں داغ
 سوز کی بلب کو بس ہے روشنی
 گو نہ ہو مے سشیاں کا نکل چراغ

ایک دم تو درد کے بہنے سے مجھ کو فے فراغ
 کس نے دیکھا صبح تک گھر میں کہیں دشمن چراغ
 تیرا ترپاں شاعر نے کہا غلو اسے
 یوں تو پئے گئے تیس یاروں گم گشتہ کو
 خار صحرا میرے پاؤں کے سب میں سرخ پوش
 دل نہیں رہے پھلوا دہی میں گل پوچھنا سے
 — پیسلی ہیں اس کی میں دشمن نہیں
 — زندہ کوئی اپنی ایسی تنگ ہے

آخدا کو مان مت دے داغ پر بالے داغ
 آرد بکھو رت دن جلتا ہر میرے دل کا داغ
 بلبلیں تو ہی پڑی پھرتی ہیں دائیں باغ باغ اکدا
 ہاں مگو ہر کی بوندوں سے ملے شاید سراغ
 در کوئی خاک لے گم گشتہ وشی کا سراغ
 ۱۰۰ بر تیرہ ہے اور گاہ ہے رشک چراغ
 — لیکن مجھ سے رہے ہر بے داغ
 — دل کو کبھی تو دے فراغ

ف

مرضی جو آئی چرن کی بیداد کی طرف
 تصویر ہو کے آپ ہی حیران رہ گیا
 دیکھے جو ایک آن ترا سر و خوش خرام
 بھڑے نہ گل حیران نہ کھو تھہ کو عند رب
 جرئت خدا ہی اس کی رکھے آج تجھ سے کہ
 جاتے شیخ سوز سے آزاد کی طرف

تھم م، آپ ہی حیراں وہ رہ گیا
 تھم م، ایک سن تری

لے غلام میں نہیں ہے
 تھم م، بیٹھا تو منہ کو پھیر جو

زندگی آخر ہوئی آئے نہ وہ دلدار حیف
میں بھی بندہ تھا اگر تھے تو کیا نقصان تھا
سرتے مرتے بھی نہ دکھ رہا ہمیں دیدار حیف
پتہ نہ دل میں نہ کیا حیف میرے یا حیف
لے چلے دنیا سے ہمارا دن تیرے وصل کا
گورے نکلے گی یہ دزلے عیاں حیف
حسین صورت کو بے لازم میرے پیار کس خلوت
یہ تری صورت تیری پیاسے یہ تمہارے + حیف
شعر پڑھنا، بانی کرنا، مسکراؤ اب کہیں
توڑ کے منہ سے یہی سنتے ہیں لاکھوں بار حیف

تو نہیں ہے مجھ سے تو لے ہمارا نہ سہا
کہتا ہوں میں جو کہ میری تشنہ تو بہتا
دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن عیاں
کہتا ہے ہوتی ہے میری تجھ پر زبان صاف
اس وقت خاکدان میں جہاں کبھی نہیں غبار
دند آئینہ کے ہے سب آئین صاف
کچھ کان سیل والے کو دے کر نکال ڈال
گھر حق کی بات سینے تو کر لیجے کان صاف
گر رز دے توڑتے دست و پا
پسے تو کرے غیرے دل کا مکان صاف

یکہ ہی نگہ میں آہ ہو، دل سزا حیف
سے گریہ تیرے ہاتھ سے روڈ کمار تھکا
عشق بتا نہ اس کو ہوا سا زوار حیف
کہاں ہی دیتے نہ دیا کسٹ یا حیف
بے دوری نام جو انتہا میں
چشموں کے آئینہ ہے یادگار حیف
گلزار حسن سے یکا یک اجڑا گیا
نہ حکم کر رہا ہے نہ خست ہی کواہ کی
کیوں توڑ کسٹ سے نکالیں غب حیف

نہ دے، کیا ہوتا، فانی، شمع، تیری دی، شمع، یہ تری صورت تری جہاں ادنیٰ اطوار
شمع، بات کہتے اب کہیں وہ توڑ کا شمع، شمع میں نہیں ہے، شمع، یہ غزل م میں نہیں ہے۔

گرواں میں دیکھے تجھے کنعان میں یوسف
ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھے کے تجھ کو
آنکھوں میں نظر بازوں کی رہتی ہو تری شکل
بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے جن میں
آغرق ہو اس چاہ زرخندان میں یوسف
پڑھتا فقبارک تو تری شان میں یوسف
بتا ہے زلیخا کے دل و جان میں یوسف
خاموش کہ ہے سیر گلستان میں یوسف
کیا شاہ معنی کا ترے اب میں کہوں حسن
اسے تو زبھرے ہیں تھے دیوان میں یوسف

یوں کھب رہا جو گل کے کلیجے میں خار حیف
صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پاؤں پھول
اے گریہ تیرے ہاتھوں سے روؤں کہاں تلک
ہر حینہ چھوٹنے کی توقع نہیں رہی
ہم کو قفس سے رخصت گنگاشت بھی نہ دی
تو پھر چلی چین سے اسے فصل بہار حیف
بیتی ہے عندلیب تو اب تک ہزار حیف
گھبرا گیا نہ اسے دل نا کردہ کار حیف
ایک پل بھی دیکھنے نہ دیا رو سے یار حیف
آتا ہے تو بھی دل میں ہی بار بار حیف
کیوں تو زلف و رخ کی بولی تجھ سے بندگی
غفلت ہی میں گزر گئے لیل و نہار حیف

دشمنوں کی دوستی میں کٹ گئی دن اٹ حیف
جن کو اپنا نور چشم و راحت جاں تھا کہا
مفت ضائع ہو گئی یارب مری اوقات حیف
وہ تو مثل مار ہو بیٹھے ترے بد ذات حیف

۱۔ م' اب ہو تو نہ ہر گز رہے کنعان میں یوسف
۲۔ م' جو تہذیب ہے
۳۔ م' بے شک ترے اہل سے یوں کب تلک رہوں۔
۴۔ م' ہے عندلیب بے خبر اب تک
۵۔ م' یہ شرع میں نہیں ہیں۔

ق

دودے آہ کے ہے گرچہ یہ حسناۃ عشق داغ سے دل کے منور ہے کاشانۃ عشق
 خون سے اپنے وضو کر کے قدم آگے رکھ رخ کعبہ نہ سمجھتے ہے یہ صنم حسناۃ عشق
 جب تک ہوش رہا مجھ میں نہ پایا میں سراغ لے گئی بے خبری تا پہ درخت نہ عشق
 نئے کشوں بیچ اسی کو تو ملی سرداری کارٹس میں ساحس کے پیمانۃ عشق اک
 دیکھو بوسہ کو اب در نہ کر دے افسوس
 قیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانۃ عشق

عاشق ہزار جاں سے ہوں تیرا بجان عشق اسے جان جان جان نہ کر امتحان عشق
 پتیا ہوں روز خون جگر نعت دل کے ساتھ کھاتا ہے تیغ و تیر و تبر مہمان عشق
 گو مدعی بھی آہ کرے گو کہ دو مرے
 دانستہ اس سوا ہیں کچھ اور ہی نشان عشق

کہ صبر جاتے ہو مجھ کو چھوڑ کر اے ہر باں مشفق بھلا جیتا ہے گا کیونکے مجھ سانیم جاں مشفق
 مجھے کہتے ہو تیری آہ نے رسوا کیا مجھ کو کرے گا آہ کس قوت سے مجھ شانا تو ان مشفق
 عزیز و ہر بانو و دستو مجھ تک ذرا آؤ بلا لاؤ اسے وہ جو چلا جاتا ہے ہاں مشفق

لہ م: منور ہے
 لہ م: افسانہ
 لہ م: روتا
 لہ م: بختو

لہ م: منور ہے
 لہ م: شرع میں نہیں ہے
 لہ م: غزل م: میں نہیں ہے
 لہ م: ایسا
 لہ م: لاؤ

کہہ ان سے تمھاری دوستی کو بہت ہی ہے گا کس طرح سے سوز عالم میں نہاں شفق
 کیا تو ذبح میکن توڑ کے خوں سے بھر دساغ
 اسے تم موپن کر آنکھیں کر داب نوشتن جس شفق

دل ہوا ہے کون سی جا منزل وہ واسے عشق
 سو تو ہے یہ تنگ غم سے کیوں نہ اب گھبرائے عشق
 چین ہی دیتا نہیں بیٹھے : اٹھتے کیا کہوں
 کیا ستیا ست بھگے اس عشق نے اور اسے عشق
 عشق ہے تم کو جناب عشق تم کی ذات ہو
 حق تدری نے نہیں پیدا کیا بارے عشق
 عشق کا خیمہ دل عشق ہے آنکھوں دیکھو
 دو نو آنکھوں میں باب ہر بھرا دریاے عشق
 شیر بھی تھڑا ہو پی کر کے ہو جاتا ہے سیر
 سیر ہوتا ہی نہیں جب تک کلیجہ کھائے عشق
 بے خبر ہو گا وہی اسے توڑ شور حشر سے
 جس نے ساقی سے پیا ہوسا غر صہاے عشق

۱۔ یہ شعرا ہیں ہیں ہے

۲۔ مہ نیم

۳۔ یہ عرب میں ہیں ہے۔

ک

رہنے کو میرے تابکچوں سے آئے اشک
 خون جگر تو چشم سے جوتھ سو بہ گیب
 نکلے ہر خون چشم سے اب تو بجائے اشک
 آتا ہے نکت دل ہی چلا ب تھائے اشک
 رہنے سے باز نہ کوئی سے ہیں مثل شمع
 سے سر سے پاؤں تک نہ ہیں تگھڑے اشک
 نظروں سے جو کسی کی گرے ہوں کیا سکے
 نمر نے سنی نہ چشم سے گرتے سدے اشک
 آنکھوں سے یک دم مری ہوتا نہیں جدا
 ہے تو زکیا کروں میں بیاب اب دلی سے اشک

آنکھیں مری پر آب کب تک
 ملک آنکھ ٹھہر ہم بھی دیکھیں
 سس خسر سے دل کیا بکب تک
 غلام بن حجاب کب تک
 میرے دل کا ثواب سے جان
 بے ہے سس یہ عذاب کب تک
 زخموں کو کھول ملک مری جان
 دل کھاوے پیچ تو اب کب تک
 پہنوں میں بلا لے دل ہے آخر
 ہوشے نہ یہ باریاب کب تک

در پر س کے نہ جاؤں کب تک
 سزات کے پانہ پر سے واروں
 مرنے سے جی جراؤں کب تک
 روئے کو نہ میں مناؤں کب تک

نے م، آنکھیں میری
 تھ م، بھاتی سے تو نوز کو لگائے
 تھ م، روئوں کو تو کھول میرے بیاد سے

ہے آٹھ پہرے مرے مقابل
 دیکھوں گا کس طرح اسے میں
 بے بس کا بس یہی کہ رووے
 سینے سے تو جوے خوں رواں ہو
 یارب دل ہے اسے بچالے
 کیوں غم ترے دل میں یوں نہ آیا
 ایسی صورت بھلاؤں کب تک
 آنکھیں رو رو سجاؤں کب تک
 دریا دریا بہاؤں کب تک
 زخم پہناں چھپاؤں کب تک
 غم سے اس کو بچاؤں کب تک
 ایسے دل کو کڑھاؤں کب تک
 کہتا ہوں اب تو تونز سے میں
 یہ غم نہ اسے سناؤں کب تک

تختِ جگر چہ آنکھ سے نکلے اٹک اٹک
 میری بھی مشتِ خاک کاٹک پاس ہے ضرور
 یہ ناز اور کشتہ کہاں ہے تیرے میں
 نکلا چین کی سیر کو وقتِ خسرو گہی
 کیفیتِ شراب سے سرخوش نہیں میں ہم
 غارت کرے جہاں کو تری چشمِ ترک پر
 بے چین کرو یا مرے دل کو کھٹک کھٹک
 اے جامِ زریبِ حلونہ دامنِ جھٹک جھٹک
 چلتا ہو جس ادا سے وہ پایا لٹک لٹک
 زلفوں کی لہجہ بٹانے بلا میں چٹک چٹک
 پیتے ہیں خونِ دل کی صراحی غٹک غٹک
 عاشق سے دل چھینے وہ ابرو ٹٹک ٹٹک
 توڑیں گے کوہِ غم کو صنم کی مدد سے تونز
 فرادہ ہم نہیں جو مرے سر پٹک پٹک

لہجہ، کیونکہ دیکھوں گا پھر اسے میں
 لہجہ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔
 لہجہ یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

اشک کب ہوں تیرے مٹانے کے خشک
چوری چوری تیرے منہ شہ لگا
کوپے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک
ہو تھکے یوں ہیں گے پیانے کے خشک
ہوں سرسراہٹ آب دکھلانے کے خشک
یا الہی اٹھ ہوں شانے کے خشک
سوز معشوق میں ہے ہاں دیکھ لو
شمع گریاں چشم پر دانے کے خشک

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک
تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ
تو نے میرا نہیں چسپاں یا دل
روز محشر تو دیکھو ظالم
داں بھی یہ ظلم تو مگر حبا
کہیہ ظالم کہ سوز جھوٹا ہے
تیرے غم سے نہیں ہوں سینہ چاک
دود اس کا نہیں ہے تا افلاک
ڈانکوں ہر میری آنکھوں میں خاک
یہ مرا سر ہے اور ترا فراق
کیا لگے ہے تو ایسا ہی بیباک
میں کہوں گا کہ سچ ہے روحی فداک

میرے نالے سے ہے جہاں تاریک
اصغر ہستی پہ مرا جوں ہمسر
اس میں باد صفت ہے چراغ دل
کی ہوا شمع سر سے ہے روشن
لے زمیں تا بہ آسمان تاریک
نام روشن ہے تو نشان تاریک
تو بھی ہے زلف گزراں تاریک
لیک ہے پلے شمع داں تاریک
خط کے آٹنے سے ہو گیا اسے سوز
چشم عشاق میں جہاں تاریک

نہیہ فرع میں نہیں ہے مہم استہ مجہوں میں ہے تم دیکھو مہم میں غناک مہم یارب
مہم اتہ ہے زلف ہر شاں تاریک مہم آتے ہی شہم اے یار

مجھ کو مت تہمت لگا بہر خدا تو اسے نکل

ہاقد بھی پہنچا نہیں اب تک مرا دامن تلک

ہاں مگر تقصیر یہ کہ ہے کہ یک شب بارغ میں

رخنہ دیوہ رے دیکھی ہے ظالم کی جھلک

اس گنہ پر جو ترے دل میں ہو سو تو کر سلوک

لے گیا تھا اس شرابی کے بے دل کی گزک

اور بھی اک بات یاد آئی ہے ہاں جھوٹا نہ ہوں

جوں گیا میں پاس اس کے اٹھ چلا دامن جھٹک

اتنی بے ادبی ہوئی مجھ سے کہ میں تیچھے لگا

یعنی دل کو اقد سے اس کے میں لے بھاگا اچک

دیکھ کر مجھ کو نہایت طیش سے بولا کہ دور

اپنے رتبے سے نہ رکھ تو پاؤں گے چل سرک

رہ گیا اپنا سامنے کر قدم تیچھے بڑا

ہر قدم پر مارے حیرت کے میں رہتا تھا بھوک

اُس گنہ پر جو ترے جی میں ہو اسے چرخ کہن

اپنے اس دل سوز کو تو ہاتھ میں رکھ یا پشک

اور تو جتنی ادائیں اس کی میں میں کیا کہوں

پر قیامت تک نہ اس کی بھرے گی دوت اور یک

لے عا کسی لے عا ایک اس کی لے عا م لے گیا ہوں

لے عا اس میں لے عا یہ شرع میں ہیں لے عا آہ کیا

لے عا اس خطا پر جو رے حق میں ہو اسے چرخ کہن لے عا لے

لے عا یہ شرع میں نہیں ہے۔

۲۲۷

میں سکاؤں تم کو یا روگر کرو تدبیر ایک
دل دھڑکتا ہے مبادا جس نہ جاوے یہ نفس
کیوں ڈراتا ہے مجھے تلوار سردم کھینچ کھینچ
اس چمن کی سیر میں سے جا بسر توں طرح

بزم میں تیری تو یوں آذر وہ خاطر میں بہت
پہ نہ دیکھا تو زسا ہم نے کوئی دل گیر ایک

جاء، نہیں مشکل ہے جو اس حورِ مہتاب تک جو آپ سے جائے تو چلا جائے خدا تک

سنبیل دلف سید کاکل و شرب چاروں ایک
غمرہ و ناز و ادا جنبش لب چاروں ایک
و یکھے کیونکے بچے جی کہ ہوئے ہیں دل میں
تجھ بن اب درد و غم و مینج و تعب چاروں ایک
صبح و خورشید و مہ و شمع ترے پہرے سے
ہیں کسب کرنے میں یہ نور کا اب چاروں ایک (کذا)
باتیں دو کہنے کی ہیں دو ہیں نہیں کہنے کی
لب پہ کر ڈالے ہے تجھ آگے ادب چاروں ایک
شعلہ و ساعتہ و برق و خوسے یار سے سموز
رکھتے ہیں زیر فلک حسب و نسب چاروں ایک

۱۴۰۰ میں بتوں تم کو یاد دلاتا کرو ۱۴۰۱ کیوں دکھ آج ہے مجھے تیغ کو ہر دم ۱۴۰۲ کوئی تو ثابت
 کرو مجھ پر بیٹلا ۱۴۰۳ سچ جن کی میر کو اسے دل تو اس عنوان سے جا ۱۴۰۴ شہرِ شوم میں نہیں ہے۔
 ۱۴۰۵ غزل ۱۴۰۶ میں نہیں ہے۔

ل

لے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نہ حال
 کس نے بے خود کیا تجھے پیایے
 کیا کسی کا ہوا ہے تو عاشق
 بیوفا ہیں جہاں کے سب مجھ کو
 پہلے لیتے ہیں دل کو پھسلا کر
 میرے کہنے کو مان لے پیایے
 آکھ تو کھول چونک میرے لال
 کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال
 یہ مری جان مت لے یہ جنجال
 بے مروت ہیں یہ زبون خصال
 تیغے کرتے ہیں جان کا یہ سوال
 ورنہ کہہ دوں گا سوز سے سب حال
 اے لو آیا ہے اب خدا حافظ
 مرحبا مرحب تعال تعال

گو چہ یار میں ہر ایک کو جانا مشکل
 نقش پاہو کے میں کوچے میں پڑا ہوں تیرے
 بے گز قتل کیے ہم سے ہزاروں انہ
 یار کے پاس میں کس طرح سے بھیجوں قاصد
 جیتے جی واں سے ہر ستم کو پھر آنا مشکل
 جز فنا مجھ کو تو لے یار اٹھانا مشکل
 ایسے قاتل سے دل و جان بچانا مشکل
 پہنچا اس تلک آسان ہو آنا مشکل
 تو زگر اپنے تئیں بھوے تو بھوے لیکن
 یاد کو تیری مری جان بھلانا مشکل

لے ع کو سے دلدار

لے م، فی الحال

لے ع، شوخ کے پاس تجھے بھیجوں میں کیونکہ قاتل لے ع، شرم میں نہیں ہے۔

کسٹھ کئے جا کے کہوں آہ گرفتاری دل
گر یہ زار پہ میسر نہ اسے آدے جسم
اب بجز ناز کرے کون مددگاری دل
کام بے مہری پہ اس کی نہ کیے زاری دل
یار بن رہا یہی لاوے نہ بیماری دل
ذلت اپنی میں کہوں خلق میں یا خواری دل
پتھر کے پانی مری تربت پہ جو وہ شوخ لے توڑ
خاک سے آدے مری بوسے دفا داری دل

کون بنشائے مری اس سے گز گاری دل
موبہ پوشانے کو اپنا ہے کیا محرم راز
غیر حاضر میں رہا باعث بیماری دل
زلف کی جنے بلا کیا ہو گرفتاری دل
صبح تک پھر نہ پھرا دیکھو عیاری دل
اب بھلا کس کو میں کھلاؤں گرفتاری دل
توڑ تو بے خبر بادہ غفلت ہے پڑا
آہ اب کون کرے آکے خبر داری دل

مرا لگا نہیں لے باعباں تیرے چن میں دل
جسے ہم شرم سے تا صبح ہم یزموں میں یوں اپنے
لگے کیوں کر کسی کا یار بن سر دامن میں دل
جلے ہے شمع کا جس طرح تیری انجن میں دل
نظر آیا ہوا کثر ٹوٹ جاتے یکے سخن میں دل
کہامت کر مجھے حرف دشت لے توخ سنبے

۱۔ ہم یہ کہس جائے کہوں اپنی میں ناچاری دس
۲۔ یہ شرم میں نہیں ہے
۳۔ یہ شرم میں نہیں ہے
۴۔ م چشم
۵۔ مچھڑ کے مانی پہ شراب آکے جو
۶۔ م تیرے یوں

اب تو ہے سینے میں حسرت جاے دل
 شیخ کو مسجد مبارک ہو مجھے
 ذرے ذرے میں ہے تو ہی جلوہ گر
 کون لے دے گا سے کیا بیچھے
 دور ہونا صبح کہیں یہ جاے گا
 کچھ نہیں معلوم اب تو رنگ ڈھنگ
 بس غزالو اب یہاں سے رم کر دو
 کچھ نہ کی تا شیر میسرے توڑنے
 نوتا ہوں گرچہ زیر پاے دل

اٹھ سوڑا دو دیکھ آتا ہے قاتل
 دین و دل و جان صبر و تحمل
 کس کس کو روؤں میں یاد کر کر
 ناصح بحث تو دیت ہے تکلیف
 کچھ میں ہی تنہا عاشق نہیں ہوں
 کوچے میں اس کے لاکھوں پڑے ہیں
 شک چونک ظالم اتن بھی غافل
 سب کچھ بیا لٹ اس پر ہے بیدل
 ہے چشم ہے اشک ہے آہ ہے دل
 تیری نصیحت ہے نہ ہر تامل
 دوکھی سے میری کیا تجھ کو حاصل
 مجروح مذبح مقتول بسمل

نہ یہ غزل مائیں نہیں ہے

نہ م، دل

یار و تم کو کہیں ملا ہے دل سچ کہو کس طرف گیا ہے دل
وہ تو چھٹی تلے ہی رہتا تھا کسی گل سے نکل گیا ہے دل
پوچھو آنے جانے والوں سے کون سے دیں جا بسا ہے دل

صاحبو تم دعا سے میرے پڑھو
سوز کا آج گم ہوا ہے دل

ہوا کس سنگدل کا مبتلا دل کہاں جا رہا ہے شے ہے مراد دل
ملا جا آپ اتنا مجھ کو چھوڑا یو نہیں ہوتا ہر دنیا میں بھلا دل
سٹھو یار و ذرا سمجھاؤ اس کو ہوا کیوں بیوفا کا آشنا دل
نہیں ہے اس زمانے میں کچھ امید میں کہتا تھا اسے ہے یہ مراد دل
سو مجھ سے ایک دن مت نہیں ہے بھلا دل آفریں دل مرحبا دل
نہ آیا دوبر و میرے وہ گاہے تنہا میں اسی کی مرگب دل
یہی جیران ہوں وہ شوخ کیوں کر بغل میں گھس کے میرا گیا دل
عزیز دل کا ست احوال پوچھو کہوں کیا تم سے ہر کس جا مرا دل
پڑا ہے ایک کونے میں اکیلا وہ صاحب زادہ میرا میرزا دل
بہت پیچھے پڑا تھا ہاتھ دھو کر اب آئی چین ظالم لے گیا دل

لکھ ۱۰ م ۱ ہے گا

لکھ ۱۰ ع ۱ ارے

لکھ ۱۰ ح ۱ نہ آیا ایک دن بھی میرے پاس

لکھ ۱۰ ع ۱ عزیز کیا کہوں مت حال پر چھو۔

نہ
 ذکرِ ناصح نصیحتِ محکومِ چل دور ترے ہاتھوں کے جلتا ہے مراد دل
 میں اپنا جانتا تھا اس کو افسوس گیا کیسی طرح دے کر دغا دل
 گد قاتل کئے سینہ سپر کر
 نہ صاحبِ سوز کا بھی ہے بڑا دل

نیاں دکھلائی دیتا ہے نہ داں دل کہاں میں اور کہاں وہ اور کہاں دل
 تھو صاحبِ سنو سیری سنو بات مجھے لے جاؤ اس جا ہی جہاں دس
 خدا جانے بنی کیا شوخ سے آج اے میرے لال میرے کیے زباں دل
 تو کیوں کہتا نہیں اپنی حقیقت اے میرے زار میرے ناتواں دل
 تجھے کچھ بہ کما یا تسد بولا تو کیوں آزدہ ہے اتنا میاں دل
 تھل میں سوز سے پچھو ا منگاؤں
 کہ تو نے کیوں یہ ناہریاں دل

کبھی کا لے گی وہ داربا دل نہ پوچھو میں کہاں اب درگج دل
 کروں کس منہ سے میں تعریف اس کی کہ جس دن سے صنم سے جا لگا دل
 نہ پھوڑا مرتے مرتے پاس اس کا سدا خوش دل آفریں دل مرحبا دل
 ارٹے میں سوز تجھ میں یہ برسی خو لگا تو پھرے ہے جا بعب دل

۱۰۰ یہ شرم میں نہیں ہیں ۱۰۱ ع کے تئیں
 ۱۰۲ ع نہ پایا ۱۰۳ ع ہے گا
 ۱۰۴ ع 'ارے صاحبِ دل ۱۰۵ ع 'بجھے لے جاؤ تم ہے گا جہاں دس
 ۱۰۶ یہ شرم میں نہیں ہے ۱۰۷ یہاں سے شرم میں نہیں ہیں

جسے دیکھ دیں بیٹھے ہوئے بس کسی کا ہو نہ ایسا بھر بھرا دل
صاحبِ عشق کے میں پاؤں پوچوں جو عشق ہیں انھیں کا ہر بڑا دل
میں بے چارہ نجیفتِ دانا توں ہاں میں کیا اور کون سا ایسا مراد دل
کہ عشق ہوں کسی بانگے حسنم کا وہ کیا کھا کر کرے گلاب مراد دل

نشتِ بی چل مرے مخمور پی لے شرابِ دل میں تیرے واسطے بھونے میں کیا اچھے کبابِ دل
یہ میرا ہی جگر ہے جو کسی سے کچھ نہیں کہتا دانا اٹھا سکتا ہے کوئی پیچ و تابِ دل
تلا دیں ہوں زمین و آسمان یک ن میں دو ہیں اگر ظہر گردنِ عالم میں اپنا اضطرابِ دل
ہمیشہ میری آہ و سوز سے جلتا ہی پھرتا ہے
ابھی حشر کو کس منہ سے یوں گا جوابِ دل

اے غم یار تو مت کیجیو اندیشہٴ دل ٹھیس لگ جائے گی نازک ہر پٹِ خیشہٴ دل
ایسے میدان میں آہوے حرم کا کب کام اسدالت کے میدان کا ہے یہ بیشہٴ دل
تو ہی کر لذتِ شیریں کی کوہِ کنی دکھا
ناخنِ دستِ حنائی ہے یہاں تیشہٴ دل

جانتا ہے دل تو بانیو ہشیار آج کل چلتی ہے اس کے کوچے میں تلوار آج کل
کوئی دوا نہیں ہے موافق بغیرِ وصل مڑتا ہے تیرے غم میں یہ بیزار آج کل
گر زمر مرہی ہے ہمارا تو ہم صغیر ہوتے ہیں اس چین میں گرفتار آج کل

تیس گریہی ہے جو کہتا ہے شیخ شہر
 عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہنچ شتاب
 گرتے ہیں سوک تراہم سے اے صنم
 خنجر سزا ہے تیرے تیرے تیغ ابرداں
 مت چل تو اس ملک سے کہ ظالم قدم
 تیری زبان سے عہدہ برآیوں کے ہو کوئی
 اے سوز ہر جو کچھ تری گفت و سنج کل

جب تو چین سے گھر کو چلا کر کے دید گل
 آنے کی تیرے باغ میں ہر آج یہ خوشی
 ساقی تلاش بادہ میں مطرب بن کر سزا
 جوں لہو داغ داغ ہے دل تیرے پائیں
 جس جا کہ ذکر حسن ہو تیر تو اس جگہ
 بندہ میں بے درم ہوں تو اس کو جانے
 بہل نے گل کوئی کے تجھے کی رسید گل
 نور و عنایت کہوں یا میں عید گل
 بہل ہے غرق زمرہ سن کہ نوید گل
 رکھنے کی اس چین سے ہے سر پر امید گل
 لائق نہیں جو کیجے گفت و شنید گل
 بہل چین میں دہر کے ہے زرخیز دید گل

نسبت نہ کر تو مرغ چین ساتھ سوز کو
 بہل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

لہو کہ پڑھتا ہے لہو کہ سوز
 لہو کہ گر ہے تر سوک ہی تو اسے ہنگام
 لہو کہ تیری زبان کے عہدے سے برآئے کیا کوئی۔

پاتا نہیں ہوں آج میں یار و داغ گل
آیا ہو گلزار مگر سیر باغ گل
گل دیجے .. رشک کی آتش سے آج تو
روشن ہے عندلیب گھر میں چراغ گل
ہم رنگ بھی ہوا نہ گیا دل سستی حسد
لالہ کے دل میں رشک سے .. چراغ گل
آتا ہے کس طرف سستی جاتا ہے کس طرف
پایا نہیں کسوتے جہاں میں سراغ گل

با صد ہزار فرسے خندان و شاو

اے تو زخوب تو ہے معاش فراغ گل

کیا جانے ہوا ہے یہ کس کا شکار دل
غم کشتہ دل - ستم زدہ دل - بیقرار دل
اے عشق سے نہ جایو اس کو کہ ہے بہت
افسردہ دل - پری زدہ دل - نازناز دل
سے جا کے کیا کرے گناہ کچھ کام کا نہیں
خون گشتہ دل - فلک زدہ دل - جان نثار دل
اے دس تو سوچ آپ میں ہونڈھے ہیں کسے
بے ہوش دل - جنون زدہ دل - نگار دل

یہ تو تیری یاد میں رہتا ہے نت غمیں

اے میرے یار دل مرے باغ دیہار دل

خداوند اکہ ہر گم ہو گیا دل
گیا کیا آپ مجھ کو کھڑ گیا دل
یہ دل تھا یا کہ یہ ابر کرم تھا
کہ چلتے چلتے مجھ پر رو گیا دل
عجب اعجاز تم نے دل کا دیکھا
کہ جو قطرہ گرا سو ہو گیا دل
خدا کے واسطے مست ہٹ گیا کہ
کبھی کا کوئی چھپ کر رہ گیا دل

۱۔ یہ دونوں غزلیں م میں نہیں ہیں۔ ۲۔ ع، نہ دل تھا بلکہ یہ

۳۔ ع، اس کا سینے ۴۔ ع، شرم میں نہیں ہے

بہت محنت سے آیا ہے مرے ہات
بڑا تھا ہاتھ دھو کر اس کے نیچے
بندھی مٹھی نہ کھو نو لو گیا دل
اب آیا چین لے ظالم گیا دل
نہ آہ سرد ہے نے نالہ گرم
کوئی اس کو جگا دو سو گیا دل

کہاں پھرتا ہے داہی ہر گھڑی تو کو بجو اسے دل

کہیں اور جاٹے تو تو ہووے جھگڑا ایک سوئے دل
یہ تو نے وضع پیدا کی ہے جس سے خلق نالاں ہے
تو ایسی چال چل جس میں رہے کچھ آبرو لے دل
تجھے سمجھائیے جتنا سو دونا تو بگڑتا ہے
ہے میری آرزو تو یہ تو ہوئے نیکو اسے دل

نہ دن کو پاس آتا ہے نہ شب کو کی کر دوں بھائی
جو تو نچلا کہیں بیٹھے تو یکے گفتگو لے دل
پھر جب تک تھامے پاؤں میں طاقت بہت اچھ
کبھی تو سوز کے بھی جاؤ گے تم رو برو اسے دل

دیکھ تیرے حسن کو گلشن میں مرجھاتا ہے گل
بے تمنع میں نے پوچھا ہے پناہ برگ میں
دیکھ تیرے دل کو خیاں سے پر اکتا تلبے گل
شبنم منہ میں پانی بھر رہا ہے شوق سے
بہلوں کو گل سے کیا کی جی میں شرماتا ہے گل
— الفت محکومتی ہے چین سے آج کیوں

— تیرے سبب سے باغبار ہم نے دیا — جھکو کیا جھتا ہے گل
 عندلیبوں کا چمپ ہے گل خبر جو شستہ ب دیکھو کس کس طرح کے رنگ سے آتے ہیں گل
 اے عزیز دوستوں کو تکلیف مت دو باغ کی
 اپنے گلرو کا سب سے عاشق اس کو کب بھی آتے ہیں گل

میاں دل بھل دل اور مہرباں دل
 بے گھر تو چھوڑ جاتا ہے کہاں دل
 نہ جاتا پاس سے میرے مری جان
 اے میرے دوست میرے مہرباں دل
 خدا جانے کہاں تو گر رہے گا
 نکل سینے سے مت دو نا تو اں دل
 یقین میرا ہے تیری دوستی پر
 تو مجھ سے کیوں پھرا او بدگماں دل
 نہ ڈھنڈ پھوڑ تو بہلو میں دل کو
 وہ پہنچا ہے کبھی کا لا سکاں دل
 عہد تو ہر گھڑی مت توڑے پوچھ
 کہاں (وہ) اور کہاں میں اور کہاں دل

تو تیری یا تفنگی لے دل لے دل دیا کام نہنگی اے دل لے دل
 دے مارا ہمارا انگڑا شتی آہ مگر قید فرنگی اے دل لے دل

سنو یہ دونوں غزلیں عا میں نہیں ہیں۔

م

گر گر پڑیں یہ وضع شرابی یہ گام گام
 شاید کہیں وہ دید ہو ابے نظر پڑی
 زنا جس نے اپنی رگ جان سے کیا
 اس برہمن کو میری طرف سے (ہو) رام رام
 ان عاشقوں کا ہائے کبھی امتحاں کرے
 تو جوں کیا اب ان میں نکل آئیں خام خام
 جو نام سے شراب کے ہوتا جگر کیا اب
 سو توڑ دو نہ ہاتھوں سے ملتا ہے جام جام

اندوہ سے تیرے مر گئے ہم
 کیوں کر رو دیں نہ گھر گئے ہم
 دل تھا سو تجھ کو پونج بیٹھے
 ے جان سے بھی گزر گئے ہم
 کا ہے کو گھورتا ہے ظالم
 کچھ لے کے ترا کر گئے ہم
 بس بس آنکھیں نکال مت واہ
 ایسے غصے سے ڈر گئے ہم
 راتوں رو رو کے توڑ کی طرح
 دن زیست کے اپنی بھر گئے ہم

نہ مجھ کوئی صے مطلب ہو کچھ نہ مے سے کام
 نہ مجھ کوئی صے مطلب ہو کچھ نہ مے سے کام
 رقیب اب تو میں سرگرم ترین خدمت میں
 کبھی تو روت کچھ نہ مے سے کام
 یہ ننگ و نام مبارک رہتے تھے اے شیخ
 مجھے نہ ننگ سے ہر ننگ کچھ نہ مے سے کام

مے سے کچھ مدعا
 مے سے رہے تھیں یارو

مے سے غزل میں نہیں ہے
 مے سے کبھی پڑے گامیاں تم کو اس

میں نے دُش کو کا ہے کو پھوڑ دوں کہ نہ لے وہ منہ پھرا لے کہ دیکھے مجھے سلام سے کام

دید کرے جہان کا یک دم
تیرے من میں ہے تیرے تن میں ہر
پھر تو آگے ہے سیر خاک دم
تجھ سے باہر نہیں ہے ایک قدم
یار کو تو جدا نہ آپ سے جان
وہ تو ہوتا نہیں جدا اک دم
آنسو ساں صفا تو دل کو کر
دیکھ تو اس میں کون ہے ہم دم
وہ ہی کہت ہے فارسی میں سن
من درون دل تو می باشم
بھانک کر دل کو اپنے یار عزیز
تیرے دل میں ہی دونوں ہیں عالم
دُش کو تو سے جسے تمام جہان
توڑ کو مفت مل گیا جسم جم

بات میری سمجھو مرت و ای
جھوٹ کہت نہیں ہوں تیری قسم

کجا میں سنگ سے سر ہو ہم کن رہم تم
دیکھیں تو کس کا رونا کرتا ہے غرق عالم
روئیں گئے گئے لگ لگ لے آبشار ہم تم
آنسو بہائیں بد بد، بر بہر ہم تم
میرا بھی سر و مجھ سے سرکش ہوا ہے قری
نہ رکریں نہ یکنجائییں سو گوار ہم تم
دیکھیں تو داغ سینہ کس کے ہیں ابنا یادہ
لے لالہ آج کر لیں مل کر شمار ہم تم

۱۵ م ۱ تن

۱۵ م ۱ میں اپنا قاعدہ

۱۵ م ۱ شرم، میں نہیں سے۔

۱۵ م ۱ نامحرم

۱۵ م ۱ ہیں کو

۱۵ م ۱ تجھ سے ہوتا نہیں جدا اک دم

۱۵ م ۱ شرم میں نہیں ہے

۱۵ م ۱ خدا کی قسم

۱۵ م ۱ دیکھیں زیادہ کس کے نکلیں گے داغ سینہ

تو میرے دل کو دیکھ اب میں تیرے دل کو کھول
 دل چاک چاک کر کر دیکھیں ہمارے ہم تم
 تم تو چلے گئے پر یہ سوز ہے اکیلا
 لے میرا درد صاحب تھے یادگار ہم تم

جب ہوا ہے ناز تمہارا شیر چشم
 جو ہر سوانحی ہے کرے بھیک کنگر
 آنکھوں میں تھا غبار مری دور ہو گیا
 بچتا رکھ آپ کو نظر بد سے غیر کی
 آتا ہے دل کو خوف کہ عالم نہ ہوئے غرق
 ہم چشم تیری زکس شہلا ہے باغ میں
 مکتے میں بے اجل وہ جو ہیں گے امیر چشم
 آفاق ہو گیا ہے پیار سے فقیر چشم
 جوں سر مرہ خاک پاس ہے تری دستگیر چشم
 مرا ہم پذیر یار نہیں زخیم تیر چشم
 اٹھے ہیں تھے غم سے جواہر مطہر چشم
 آب و داں چین میں ہے میرا نظیر چشم
 جب سے ہے اس کے پنجہ مرزاں میں دل مرا
 لے سوز مجھ پر رہتی ہے کیا دار دگیر چشم

سنا ہے اب تو خط آیا ہے کس اسلوب دیکھیں ہم
 لکھ ہو وصل قسمت میں تو یہ بھی خوب دیکھیں ہم
 ہمیں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرف عاشق میں
 جفا سے صبریہ دل پر ہو جوں ایوب دیکھیں ہم
 ہوئے ہیں غرق ہم جس طرح آب چشم میں اپنے
 بھلا لے بریوں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

لکھی ہے شرح سوزِ دل بجز پر دانہ لے ظالم
 تجھے اب کون پہنچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم
 ننگہ کرتے ہو تم آئینے پر یک سر
 مزاج آیا ہوا یہ ہر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم
 خدا وہ دن کرے ہودے جو کوئی تند خو تجھ سا
 ترا دل راغب اس پر وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم
 ترے در سے تو اٹھ جاویں یہ وہ آنکھیں کہاں جس سے
 جفا کے سامنے اپنی دفتا محبوب دیکھیں ہم
 نہ دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جس کو دل چاہے
 جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم
 خوشی ہو سوز کو کب حور کی نسبت سے لے واعظ
 وہ دن ہو دختِ رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

پیتا ہوں یادِ دوست میں ہر صبح و شام جام
 اٹلے شمع سرکشی نہ کر اتنی فروغ پر
 بے یادِ دوست مجھ کو ہے مینا حرام جام
 کیوں شیخ اس کو منہ نہ لگاؤں میں کس لیے
 ہے کلبہ فقیر کا بد رتساں جام
 رہتا مثالِ جامِ دہن و تمامِ عسر
 لا تا ہے لبِ یار کے ہر دم پیام جام
 دیتا نہ زخمِ دل کو اگر التیہ جام
 دیراں ہوئی تھی مملکت جسم ہے ستم
 کرتا نہ جلد آن کے گرا تفسام جام
 تھے وقتِ نزع منتظر کلہ سوز سے
 جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتے تھے جام جام

لے یہ شرح میں نہیں ہے لے یہ شرم میں نہیں ہے۔

ہٹا ہے دل پہ تو لے تجھ کو میرے جی کی قسم
خدا کے واسطے اک جام اور لے ساقی
میاں خفا نہ ہو مجھ سے تجھے نبی کی قسم
چراغ آنکھ تجھے مرتضیٰ حسلی کی قسم
دل اس قدر تو نہ ہو دیکھ چشم کو مد ہوش
ذرا بھٹل تو تجھے میری بے خودی کی قسم
زمان یار رقیبوں کا تو کہسا ہرگز
میں باد فدا ترا عاشق ہوں دوستی کی قسم

جواب کے تہو مرا جی بچے ترے ہاتھوں
تو پھر کبھی نہ ہوں عاشق میں عاشقی کی قسم

دل میں کھٹکے ہے پڑا اسے یار میرے خدغم
آج سے دنیا میں کچھ ہے وہ ہمارا روشناس
سینہ بھڑچ میں پھولا ہے اب گلزار عزم
چشم و اغواب عدم سے کی سوس دیدار عزم
اس سوا مونس نہیں رکھتے ہم آپس میں کوئی
علم مرا غمخوار عالم میں ہے میں غمخوار عزم
کہ سہر چند میں دل کو نہ باندھ اس زلف سے
پر یہ کافر سن کے چھوٹے تھا کوئی زنا عزم

پھر نہ کھینچے تہو کے دل کو سوسے عیش طرب
گر تو سمجھے ناصحا ایک ذرہ بھی اسرار عزم

خوش... کی مجلس میں خصم جاں ہیں تمام
جنہوں کو بات نہ کہہ آئی ساری عمر کبھی
مثال شمع جلاسنے کو یک زبان ہیں تمام
ہمارے عیب کے چننے کو نکتہ داں ہیں تمام
میں کس کا نام لوں کیا پوچھتے ہو چپ کر جاؤ
نہیں ہے غیر کوئی میرے مہرباں ہیں تمام

خدا کے واسطے اے تند خون ہو بدنام
جہاں میں ہوگی خبر میرے خون کی ناحق
یہ خون بے گنہاں کر کے تو نہ ہو بدنام
یہ حرف مان لے آ کو یہ کو نہ ہو بدنام

لے یہ غزل مایہ نہیں ہے

لگے ہیں کشتوں کے پشتے ہر ایک جا اب میں ستم کی سیف کو کر شست شو نہ ہو بد نام
 نہیں ہے خوب میاں قتل و شق بیدل اٹھائے دل سے تو یہ آرزو نہ ہو بد نام
 برا کہیں ہیں تجھے قتل میں وضع و شریف
 قبول ستوز کی کر گفتگو نہ ہو بد نام

ناصحو دل کس کتے ہے کس کو سمجھاتے ہو تم
 کیوں دو لانے بیگئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم
 مجھ سے کہتے ہو کہ میں ہرگز نہیں پتیا شراب
 میں تمہارا دوست یا دشمن کہ شراب تے ہو تم
 اور جو بیٹھے رہیں تو ان سے تم غنطوظ ہو
 جب میں آتے ہیں تو گھبرا کے اٹھ جاتے ہو تم
 بوجی اب آرام سے بیٹھے رہو جاتے ہیں ہم
 پھر نہ آویں گے کبھی کاہے کو جھنجھڑاتے ہو تم
 رات کو تم جس جگہ تھے ہم کو سب معلوم ہے
 بھوٹ کیوں بکتے ہو کاہے کو قسم کھاتے ہو تم
 منہ بنا میری طرف آئیے کا بوسہ لیا
 واہ واہ اچھی طرح سے روز ڈھکاتے ہو تم
 ایک تو میں آپ ہوں بیزار اپنی جان سے
 دوسرے بک بک کے میرے جی کو گھبراتے ہو تم

اے کبوتر اے صبا اے نار اے فریاد آج

کہیو دلبر سے اگر کوچہ ملک جاتے ہو تم
توز کا دل خوش تو ہو جاتا ہے وعدوں سے میاں
پر غضب یہ ہے کہ وقت ہی پر مکر جاتے ہو تم

آہ پمکیں تو خون سے گئیں جم وصال میں یہ مرا لگا ہے غم
مت کرو بات بات پر تکرار اس کے غصے کا زور ہے عالم
کس سے یہ رب کہوں حقیقت دل غیر نار نہیں کوئی ہمد
بعد الحمد دیکھو قرآن ہے الف لام میم یعنی الم
آخر اس کے ہے تونز غم سے پڑھ
سودہ علم لکھی بصورت غم

واعظ ذکر تو ہے ادبی سے کلام جام دھوپیلے منہ گلاب سے تب لے تو نام جام
انصاف کر کے دیکھ تو کس کس کے منہ لگا عزت ہی سے بسر ہوئی ہے صبح و شام جام
ہر دم نکل کے شیشے سے آتی ہے پیشوا یاں تک کرے ہر دختر ز احترام جام
بزم جہاں میں اس کی ہر توفیر اس قدر اب ست گلرخاں پہ ہے ہر دم خرام جام
اس کا زیادہ کیا میں کہوں اس سے مرتبہ
جس کو کہے ہے تونز کہ ہم ہیں غلام جام

سہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

لکھ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

اے گل صبا کی طرح پھرے اس چمن میں ہم
 پائی نہ بود خاک ترے پیر ہن میں ہم
 شیشے کی طرح شام سے رو رو کے تاکر
 خالی کریں میں دل کو تری انجمن میں ہم
 فانوس ذیچ شمع جلے جس طرح سے سوز
 جلتے ہیں تیرے ہجر سے ظالم کفن میں ہم
 کرنے کو وصف طول تری زلفوں کا صنم
 ... خدا ہی چاہے جو سنکر سخن میں ہم
 شعلہ آٹھا نہ تن سے ہمارے کبھو بھی سوز
 بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من میں ہم

ن

کیا کہوں کیسا حال ہے تجھ بن
 زندگانی وبال ہے تجھ بن
 وہ جو تھے روز شوق و ذوق کہاں
 رنج و درد و لال ہے تجھ بن
 اس کے کوچے میں جا کے ذبح کرو
 یہی سب سوال ہے تجھ بن
 اپنی ہستی کو اب وہو لائی؟
 بس کہ تغیر حال ہے تجھ بن
 قصہ کوتاہ سوز کو اب تو
 زندگانی محال ہے تجھ بن

رستے جیسے جیسے ستم دیکھتے ہیں
 دل ہی جانتا ہے جو ہم دیکھتے ہیں
 سنا تھا کہ بیت الحرم دل ہو لیکن
 ہم اپنا تو بیت لصلہ دیکھتے ہیں
 نشا اور کچھ دل کو بھایا ہے شاید
 کچھ آنکھوں میں اب کیف کم دیکھتے ہیں

کوئی کوچہ یار میں جا کے دیکھو سرہی میں پڑے یک قلم دیکھتے ہیں
 نجومی سے کیا پوچھنا آؤ یہ پوچھو
 دل سوز کو جام جسم دیکھتے ہیں

کشتہ ملک میں راہ اس بیرجم کی دکھا کروں حال پر میرے نہ آیا رحم اس کو کیا کروں
 سوز دل تو جوش کھا کر غم سے اب کہاں سے اور اک دل سوز میں پیدا کروں
 تو ہی اس ظن اب کے شتی سخت جگر اس کی خاطر میں بھی سیر موجہ دریا کروں
 موج میں آئے تو شاید دیکھ لے میری طر کب ملک میں دیکھنے کے واسطے ترسا کروں
 آہ وہ دل سوز میرا یعنی پیارا میرا سوز
 آج میرے ساتھ ہوتے پر کہاں ٹھونڈھا کروں

دل تو کہتا ہے کہ یارب مراد لدا رکھاں میں نہ کہتا ہوں کہ میرا وہ دل انگار کہاں
 اس خرابات میں مدہوش ہوئے سب کچھ کس سے اس بھید کو پوچھوں کہ خبر دار کہاں
 عشق کی لوگ تو کہتے ہیں دوا کوئی نہیں یاں میل ہے دے عشق کا بیمار کہاں
 لاکھ جی سے تو کریں جان کو ہم اپنی نثار دور سے کوئی دکھائے وہ طرح دار کہاں
 صاحبزادہ دل بہر حشر استلا دو
 سوز پر سوز کا یار وہ دل زار کہاں

۱۔ یہ غزل م میں نہیں ہے ۔

۲۔ یہ غزل م میں نہیں ہے ۔

خون ہوئے نہ رقیوں کا سودا دار کہاں
 سچ ہے یہ بات جہاں میں گل بے خار کہاں
 طور پر جا کے تھل کو بھی دیکھے موسیٰ
 میرے صاحب کے سے پر طالع بیدار کہاں
 گو کہ سر سھڑکے جو خوں کی بہائے فراو
 لیک مجنوں سے ترے دیدہ خوں بار کہاں
 پوچھیے کس سے رہ درم عدم سے خوارو
 ایسے خانے میں سچ کہیے تو ہشیار کہاں
 جو گنہ گار سے پوشیدہ رکھے اس کے گناہ
 — تار کے بندوں میں گنہ گار کہاں

تھے سب ہیں کہ ہمیں سوز سے واقف ہیں
 — سب ہیں دلے واقف امر کہاں

آہ میں بے قرار کس کا ہوں
 کشتہ انتظار کس کا ہوں
 تیرا دل میں کچھ کھٹکتا ہے
 دیکھو میں شکار کس کا ہوں
 دل ہے یا میں ہوں میں یاد دل پر
 اور اب ہم کنار کس کا ہوں
 چین آتا نہیں مجھے یاد تو
 دل پر اضطراب کس کا ہوں
 چاک ہے مثل گل تمام بدن
 یارب اتنا نگار کس کا ہوں

سوختہ میں جو کہا کہاں تھا یار
 بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

مست ہے کوئی اب ہے صبح کا مرغوب ہم دیکھیں

مرے محبوب تیرا بھی بھلا محبوب ہم دیکھیں

۱۔ ع : راست کہتے ہیں
 ۲۔ ع : یہ شرم میں نہیں ہیں
 ۳۔ ع : یہ شرم میں نہیں ہے۔
 ۴۔ ع : میرے محبوب سے
 ۵۔ ع : یارب
 ۶۔ ع : تھرا بھی کوئی سنتے ہیں ہے محبوب ہم دیکھیں

وہ تیری ہی طرح عاشق پہ اپنے نماز کرتا ہے
 بھلا آپس میں ملنے کا تو کچھ اسدوب ہم دیکھیں
 تو اپنے منہ سے کب کہتا ہے اے محبوب بات اس کی
 بھلا قاصد سے کہہ دے یک نظر مکتوب ہم دیکھیں
 خدا کی باتیں ہیں خورشید تھا جاوہر کس جس کا
 سودہ پلکوں سے یوں دیتا پھرے جاوہر ہم دیکھیں
 جو ہم روتے تو آنکھوں پر ہماری برچھیاں چنبتیں
 تھک رہی آنکھ یوں پر کیا ہوا آشوب ہم دیکھیں
 یہی ہے تیرا آشنا ملک میں حرث ہونا
 بہت اچھا مبارک واہ واہ کیا خوب ہم دیکھیں

من مانتی کرتا ہے تو مجھ پر جن میں کیا کہوں	مجھ کو تو کچھ آتا نہیں غیر از دعائیں کیا کہوں
کہنے سے بن آتی نہیں تعریف اس کے حسن کی	چھٹب دیکھتے ہی مر گیا ہر لے ادائیں کیا کہوں
تھا جی میں آج اچھی طرح شکوہ کروں گا روبرو	منہ دیکھتے ہی دور سے وہ نہیں پڑائیں کیا کہوں
لے صاحبو روبرو ذرا ایسے کیا بس چل سکے	دبکے ہی دبکے ن کروں گے کیا میں کیا کہوں
ہمت ہر سب یہ توڈ پر ملتا ہر کب روں گا	جھکنا دیتے روبرو جس نے کہا میں کیا کہوں

۱۔ یہ شعر، میں نہیں ہے۔

۲۔ م، منہ دیکھتے ہی دور سے وہ نہیں پڑائیں کیا کہوں

۳۔ یہ شعر، میں نہیں ہے۔

دل کو مرے ہوا ہے چاہ نہیں
 آپ سے آپ آئے تو ملے
 کب کیا نالہ مت لگا تہمت
 نالہ اور ناتواں سے اسچے ہو
 جان کس شوق سے دیا ہم نے
 جی کے بدلے تو کون جی دے گا
 وحش تک بھی مجھے نگاہ نہیں
 اس کے ملنے کی کوئی راہ نہیں
 کیا کروں کوئی یاں گواہ نہیں
 یاں تو میرے جگر میں آہ نہیں
 واں تو عزت بقدر کاہ نہیں
 اٹھ تو اور منہ میں واہ نہیں

تو زکوٰۃ کیس جس طرح چلے

یاں کوئی اس کا داد خواہ نہیں

ایسے تم شعار سے کہیے تو کیا وفا کروں
 مرنے میں تو ماضی تھا موت کو موت آگئی
 ایک تو ایسی ہی لگا جو نہ رہوں دروغ گو
 صبر و قرار عقل و ہوش سب یہ کنارہ کر گئے
 تب نہ مواہز ارجیف کہتے تھے جب کہ میر میر
 ڈر رہیں کہیں کہ نہ ہر کھاؤں رموں کہ کیا کروں
 زندگی اب گئے پڑی اسکی میں کیا دو اکروں
 کب تئیں درد دل سے جان آہ مواہز اکروں
 غرق ہوں بحر فکر میں کس کو اب آشنا کروں
 اب جو کہو ہوسنہ سوز یعنی سدا جلا کروں

کب تک کوچہ و بازار میں رسوا ہوں میں
 غم کے آتے ہی گیا دل نئے کل صبر و استرار
 درہی بننے کو گیا منہ میں صدف کے قطرہ
 مار ڈالے گا بھلا آج تو ملتا ہوں میں
 کیا کروں بس نہیں چلتا ہوا کیلا ہوں میں
 اسی ہمت نہ ہوئی ایک ہر دریا ہوں میں

تو میرے منہ سے تو داد واہ نہیں

تو میرے اب تو دل میں

تو میرے آہ تو

کس کو پیالا جوش کھا کھا کے ابھی صہبا ہوں میں (۹)

اتنی مدت میں لیا نام سو اس عنوان سے
آج یہ منہ سے کہا تو زسے روٹھا ہوں میں

کون سادہ ہو کہ میں وہ رخ زیبا دیکھوں
کوئی ایسی بھی گھڑی ہوگی کبھو یا مولا
کیوں مری جان یونہیں دتی یہی ساری عمر
دل مرا لے کے گئے لوگ بہ تقریب زوخت
ناز کا اس کے بھلا میں تو تماشا دیکھوں
وہ کرے چپ چلے اور میں اسے بیٹھا دیکھوں
کبھی دل میں نہ ہو (سہول کہ دریا دیکھوں) ۹
یوں نہ پوچھا کہ بھلا لائیے اچھا دیکھوں
تیرے ہی غم میں سوز الی کیوں بیدار (کذا)
یہ کبھی جی میں نہ آیا کہ اسے جا دیکھوں

تجھ بنا میں زندگانی کیا کروں
برق کی، نسل جاتا ہے نکل
وہ تک پھائے کا کیا نکل رہا ہے
ہے جگر میں زخم آکر دیکھ لے
اے قضاے آسمانی کیا کروں
ایسے دل کی پاسبانی کیا کروں
مرہم زختم نہانی کیا کروں
تو ہی بتلا میری جانی کیا کروں
اب نہ دل ہے پاس نہ نخت جگر
تو ز اس کی یہہانی کیا کروں

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہے
۲۔ کون سی وہ بھی گھڑی ہوگی خداوند کریم
۳۔ شعر 'یہ نہ بولا
۴۔ شعر 'یار بن
۵۔ شعر 'کھڑوہ کے
۶۔ یہ شرم میں نہیں ہے
۷۔ یہ شرم میں نہیں ہے
۸۔ شعر 'برق سے بھی جلد

کیا ہے پھولی بہار آنکھوں میں
 گریہ بے اختیار آنکھوں میں
 کیا کروں میں شرار آنکھوں میں
 یک دو تین چار آنکھوں میں
 رہ گیا افسانہ آنکھوں میں
 یاد سے ہو کے چار آنکھوں میں
 ہوں اٹھی چشم یاد آنکھوں میں

کھب گیا حسنِ یار آنکھوں میں
 تو نہ جا یاد ورنہ آوے گا
 ایک دو ہو تو کوئی اس کو گئے
 کٹ گئیں، نظر کی راتیں
 کٹ گئیں راتیں ..
 بزمِ خراب میں سوزِ حب نکلا
 کی شارت کہ میں کہاں بیھوں

یہ سارے کے رتے ہوا پر اڑا دوں
 نرِ آگ اس بھونڈے دس کو دکھا دوں
 میں کیوں کر اسے ساتوں دکھا دوں
 بوہ بے مائے تو میں اس کو کیا دوں
 جو وہ گایاں ہے میں اس کو دھا دوں
 اٹھ لہر کے بلے میں اس کو اٹھا دوں
 مزا تجھ کو اب ماضی کا چکھا دوں

جگر کے تپ بیاں کو تے سدا دوں
 کسی طرح اس کو تسلی ہو یا رب
 یہی بکوحیرت ہے اے مرستیوں
 ہی ایک لہر سوزِ غلوں میں ابھنا
 جھٹکے عووض ہے دف اپنا شہوہ
 سوزِ گد اپنے در پہ جو دیکھا
 کھڑا سر پہ ہو کے لگا کہنے کیوں ہے

کبھی اتنا تو بارِ پاؤں میں
 کہ تہِ بوس تک تو آؤں میں
 تو خدا بول سے چھوٹ جاؤں میں

روبو رو بکے یہ کہوں صاحب
 سن کے گر چپ ہے تو غرض کر دوں
 اور جو سن کے مار ہی ڈاسے

یا اہلی کہیں سے تسوہ آجائے تو یہ تدبیر اسے سناؤں میں
یہ غزل اور کہہ کے لے جاؤں رو برد اس کے پڑھناؤں میں

حسن کی گر نکات پاؤں میں تو بھکاری ترا کہاؤں میں
ایک بوسہ دو دوسرا تو بہ پھر جو مانگو تو مار کھاؤں میں
اس طرح لوں کہ بھاپ بھی نہ لگے ہونٹ سے مونہہ گر ملاؤں میں
شہر کو چھوڑ کر نکل جاؤں ہاں تجھے منہ نہ پھر دکھاؤں میں

مجھے چاہ کر تو نہیں رسوا کیا ہے بھلا میر صاحب تمہیں کیا وعدوں
یہی جی میں رہ رہ کے آتا ہر اب تو کہ تیرے گلے پر چھری ہی چلا دوں

برقِ طلحہ یا شررِ برہیدہ ہوں جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض از خودِ مدیدہ ہوں
عنقا ہوں درہا ہوں دگر ہوں سیح و خضر آبادی جہان سے عزتِ گزیدہ ہوں
منت کش خزاں ہوں نہ حسرت کش بہار جوں سرد باغِ دہر میں دامن کشیدہ ہوں
پہونشیں کے غم سے جگر میں ہے خار خار مانند گل کے بسملِ درخوںِ پسیدہ ہوں
اے اہل بزم میں بھی مرقع میں دہر کے تصویر ہوں ولے لبِ حسرتِ گزیدہ ہوں
اے اشکِ و آہِ مجھ سے نہ آگے چلو کہیں پھر اہوں کاروانِ سفرِ جریدہ ہوں

غم ہوں الم ہوں درد ہوں سوز و گداز ہوں

میاں اہلِ دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں

لشہ یہ غزلیں میں نہیں ہیں۔ تلخ، آفتِ رسیدہ، تلخ، ہاں

ہر سیارے پر دل مانگو ہو اور تو اب تیار نہیں

لا دیتا میں دل البتہ دل کا یہاں بازار نہیں
اب کیا جانے پاؤ گے تم آج اچھوٹے جاؤ گے

ہاں صاحب فرمائیے اب کرتے تھے کیوں برابر نہیں
یوں تو روز میں جاتا ہوں اور وہ بھی منع نہیں کرتا

ظاہر میں تو مناسب ہے پر دل میں اب وہ پیار نہیں
تو زمیاں کچھ بات کہو کیوں ہو تم آج
ایسے کیوں لاگے ہو چپکے منہ میں کی گفست انہیں

لیکن بزرگ سبیل درخون طیبہ ہوں	ہر خیز میں جہاں میں گل
کیا قافلہ یہ مفت	آہ و فغان و مال و حسرت و درین
مینا نہیں ہوں میں تو گلوے بریدہ ہوں	اے کشتو مجھے خوں میں غرق دیکھ
تم کچھ کہو عن لہام لبان سکیدہ ہوں بست ہوں بے اختیار ہوں
..... آر میدہ ہوں	تکلیف کوہ و دشت نہ کرے جنوں مجھے
عفا نہیں ہوں گوشہ عزت گزیدہ ہوں	— کام محکو ... آفاق سے رہا

پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں	ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں
پتھر اہوں دوستوں سے گم کردہ آشاں ہوں	کیوں ساکنان دنیا آرام دو گے یک شب
تنہا نہیں ہوں بھائی بھائی و فغاناں ہوں	ہاں ہل بزم میں بھی آؤں پر ایک سن لو
سوجان سے ہوں فرما ہر خیز نیم جاں ہوں اکلدا	آتا ہر جان تازہ ہر زخم کے الم سے ہے

سراٹھکے قتل و صد شتاب لے جا آخری سبک سری پہ کاہے کو سرگراں ہوں
 نام و نشان نے یارب رسوا کیا ہے مجھ کو اب چاہتا ہوں حق سے بنے نام بے نشان ہوں
 قتل پکارتا ہے کوئی بھی کشتنی ہے
 چپکا ہر کیوں تولے سوز کچھ بول اٹھ رہا ہوں

کون سا منہ لے کے دیکھے خاکسار آئینہ میں
 نون ہے بیٹھے نہ یہ مشت غبار آئینہ میں
 کوئی بت ہے کہ موے کوئی کہتا ہے کہاں
 یوں نظر پڑتا ہے میرا جسم زار آئینہ میں
 جس طرح کالا نظر پڑتا ہے دریا میں کبھو
 دوہیں نظر آتی ہے زلف تابدار آئینہ میں
 دیکھ لیتا بیٹھہ پہ سے چھپکے اس کا منہ دے
 عکس نے پایہ شوخی سے قرار آئینہ میں
 ایک باٹھہرے تو کوئی اس کا نثر رہ کرے
 کہہ کے ناجا ہر شوخی سے پکار آئینہ میں (کنز)
 یوں تو مجھ جی سے آنکھیں سامنے کرتا نہیں
 عکس کو عاشق کے کرتا ہے شکار آئینہ میں
 آئینہ دکھلا کے مجھ کو زلف سے پنہاں کیا
 ہو گیا تو رات کا قول و قرار آئینہ میں

آئینہ خانے کو کیا دیکھوں بہ چشم اشک بار
دیکھتا ہوں اپنے سون کی بہار آئینہ میں
دیکھتے ہی گل کے آئینہ ہوا ایک آب چشم
توز نے دیکھا جو روئے سوگوار آئینہ میں

ترشی بوسے لیے جوں گل تمام آغوش ہو جاؤ
کلیجے سے لگاؤں غنچہ ساں خاموش ہو جاؤ

جان قدموں تلے جباہل دنا دیتے ہیں
وگ کہتے ہیں کہ محبوب بھی کچھ دیتے ہیں
پور پورن کی میں اعجاز سیحانی ہے
سواداؤں سے لگالیتے ہیں لپٹنے ساتھ
حسرتی دل کی سب اس وقت مٹا دیتے ہیں
گمایاں دیتے ہیں اور دینے کو کیا دیتے ہیں
چٹک لگے کے مردے کو جدا دیتے ہیں
نہیں لگتا ہے تو پھر غم کو لگا دیتے ہیں
اور تپش نہیں چپا ہے رقیبوں کا دے
توز کے نام کو لکھ لکھ کے جدا دیتے ہیں

دل آشفہ شوق ہے کہیں ہوس کہیں
بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد رہے
سر کی دست رکھیں پند کی پا پوش کہیں
میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں
اُبی دیکھیں ہے بھلا صبح بنا گوش کہیں
بے بہا سے بھی تجھے کان موتی ردشن

کلام اہل صفا

سہ یہ شرم میں نہیں ہے

تو اس مقلع سے پیہم امیں صرت ایک یہ مصرع لکھ ہو ہے اور پیہم مصرع کی جگہ خالی چھوٹی
ہوتی ہے۔ مٹھ جاتا مٹھ تو مجلس سے اٹھ دیتے ہیں۔

سینخ ابرو سے مرے دل کو بھی دھڑکا ہے جی ٹکٹا ہے میاں کھول دے آخرش کہیں
 آج میں تنویر کو دیکھا تو اچھٹے میں رہا
 سر کہیں، پاؤ کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

سرخوش جوش بہار نرگس مستان ہوں آپ ہی مینے مے ہوں آپ ہی پیانہ ہوں
 گاہ خارستان ہوں اور گاہ ہوں رشک چمن گاہ شمع بزم ہوں میں گاہ خود پروانہ ہوں
 گاہ جوں شیر و شکر آئینہ ہوں خلق سے گاہ جوں جانِ رمیدہ سبک میں بیگانہ ہوں
 گاہ روم و ہند سے آباد تر ہوں خلق میں گاہ دشتِ کرلے سا رشکِ صد ویرانہ ہوں
 گاہ سوزِ عاشقاں ہوں بردِ صد چاک میں
 گاہ لینے کو بلا زلفت بتاں کاش نہ ہوں

نام و نشان تھا جن کا بڑا آن شان میں نام و نشان ان کا نہیں اب جہان میں
 اے سگِ زدا سبھال کے نہ ڈالو ادھر پکیاں بھرے ہیں میرے برکِ استخوان میں
 بیلِ کدھر تو پھولتی پھرتی ہے شاخ شاخ نکلنے لگی آگ ترے آشیان میں
 کچھ اعتبارِ محبہ دنیا کا مت کرو کرتی ہے لاکھ مازیہ ہر ایک آن میں
 آئینہ ساں غبار تھا مکھڑے کا جن کے رنگ وہ تہ بہ تہ دبے ہیں اسی خاکدان میں
 اپنی زباں کو بند کر لے سوزِ مت حبلا
 کیسا شرارِ عشق ہے تیری زبان میں

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہے ۲۔ م' طیرِ مریدہ
 ۳۔ م' نہیں ہے انھوں کا ۴۔ م' بیل کدھر تو پھرتی ہے فائل خبر ہے جد
 ۵۔ ع' فیضِ نگاہ ۶۔ م' دہریہ ویرانہ ہوں
 ۷۔ ع' بھر رہے ہیں ۸۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے۔

گرچہ میں سامنے جہاں کی وضع سے بیگانہ ہوں
 گرچہ کوئے میں بٹھار کھا ہے ساقی نے بکھے
 گرچہ جیتے تجہاں ردِ حق کا ایسا نہیں
 شمع ساں گرچہ نہیں میں مجلسِ فردوز جہاں
 گرچہ کہتے ہیں بہت نامزد مجھ کو وہ واہ
 گرچہ بکت ہوں بہت سا غلو بے ہوشی کی سچ
 پر دیتا ہوں پن جاں کا ش
 بیکسی وضع کی ہے .. کی
 رفیق و دوست کچھ رکھتے نہیں
 آئینہ ہاں میں یہ بھٹانہ ہوں
 آئینہ ہاں میں یہ بھٹانہ ہوں
 ... تھوڑے ہوں ہم صحبت جانا ہوں

آنکھیں تو میٹھیں تھک کے نہ آیا نظر کہیں
 ہاں لے سر شک یہی دل کی نمبر کہیں
 میں دانت ، پنے کو ملائے ہیں لب سے لب
 یہاں سے بار بار ، اس بات پر کہیں

کہیں ناگاہ ملے ہیں جو .. سہرا تیس میں
 آواز کو ، بکھار بھرتے ہیں آہ سہرا تیس میں
 زمیں جو کر بگھولا کر ، ڈسے سوکے لک تو بھی
 ملے ہر کہ .. پیر سا کی گیا آئیں میں
 نئے یہ عین میں نہیں ہے

جو دو شخص خداں بہم دیکھتے ہیں فلک کی طرت رو کے ہم دیکھتے ہیں

شہد میں جیسے مگس ہم حرص کے پابند ہیں دے غفلت اس یہ زماں میں کیا خورند ہیں
 رزق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے تس پر اپنی صورتوں سے روزِ حاتمندیں
 مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز یہ برادر یہ پدر یہ خویشیں یہ فرزند ہیں
 تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار سو بھاتا ات نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں
 جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھ گایار
 مند گئیں جب آنکھریاں تب سوز سب آنند میں

کہتے ہیں لوگ یار ہمارا
 ہوتی ہے وقتِ ازم بھی
 سینہ تو میں نے جان میں ...
 لگا ہے یہاں ہے گاہِ دہاں
 جاؤں میں اس کے کوچے میں جو جان آپے
 پروازِ مور پہ چوں آہ مار کر
 قاتل تو اس قدر ہے اگر گھر میں پوچھے
 ناگاہ ایک روز ملا وہ ستم پناہ
 میں بھی تو سامنے ہوا دیکھوں نصیب کو
 تب تو کہا ہے اس سے کہ لے دشمنی پسند
 مینے سنا نہیں ہے کہ عاشقِ غریب سے

میں نے تو اس میاں کی نہ دیکھی مگر کہیں
 چلتا ہے خود کدھر
 پھرتا ہوں
 اس شوخ کا بت دے کوئی مجھ کو گھر کہیں
 پاؤں جو اس کا کوئی ٹھکانا اگر کہیں
 ایسا کہ کوئی پھر کے نہ پاوے اثر کہیں
 کہتے ہیں سب گیا ہے کربا ندھ کر کہیں
 دل میں کہا کہ جائے جینے سے مر کہیں
 غصے میں آکے پھینک دی تیغ و سپر کہیں
 خواباں کریں میں جو روئے اس قدر کہیں
 بروقت قتل کوئی کرے درگزر کہیں

لے یہ غزل م میں نہیں ہے۔

الانہ ایک تو ہی نرالا نظر پڑا
 باغ جہاں کو دیکھ بہار ہے
 مارے حسد کے خوں سے نہ کی تیغ تر کہیں
 آیا نہ دوستی کے شجر میں شہر کہیں
 بوسہ لیا ہے تو بھی

چلے اب کس طرف یکبارگی منہ موڑ کر جاناں
 یہ کس مذہب میں ہے کو روتا چھوڑ کر جاناں
 جو بیداری میں جاؤ گے تو بس میں ہی چکا ہی ہے
 اگر جانا بھی ہے مجھ کو تو سوتا چھوڑ کر جاناں
 جو دل ہے سو تمہارے ساتھ جاوے گا یہی نکھیں
 انھوں کی بھیک کا یہ بھی پیار سے چھوڑ کر جاناں
 تنہا آرزو امید حسرت پیش کش تیری
 رہا اک رشتہ الفت اسے مت توڑ کر جاناں
 بوقت نزع بولا تو زمر کو تجھ کو گھوٹے گا
 اسی سے ہو سکے یہ مرتے مرتے ہو کر جاناں

یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جاناں
 پڑا سونے لے تا روز قیامت
 تو اپنے سر کو نکالے گا اٹھتے
 کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے
 کسی کے پانوں پر سر رکھ کے گا
 کہ سوتوں کو ہے کیا حاصل جگناں
 جو چوڑکا یہ جگائی سے دیوانا
 نہ دیکھے گا یہ اپنا نہ بیگانا
 کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا
 کہ مجھ کو ذبح کر کر یہاں سے جانا

تماشا یہ تجھے اچھا لگے گا بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا

بچارے تنوڑ کے پیچھے نہ پڑ جان

کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

بھلا بے عشق تیسری شوکت و شان	بھائی میرے تو اڑ گئے ادا سان
ایک ڈر تھا کہ جی بچے نہ بچے	دوسرے غم نے کھائی میری جان
بس غم یار ایک دن دو دن	اس سے زیادہ نہ ہو جیے ہمان
نہ کہ بیٹھے ہیں پانو پھسیلا کر	اپنے گھر جانہ خانہ آبادان
عارضی حسن پر نہ ہو معسر و	میرے پیائے یہ گوہے یہ میدان
یہی نہ زلف و خال زیر زلف	چار دن تو بھی کھیل لے چوگان
اور تو اور کہ کے دو بیتیں	
تنوڑ کہلایا صاحب دیوان	

مت جانو کہ میں بھی ہم عشق بلبلان ہوں گلزار ڈھونڈھتا ہوں گم کردہ آشاں ہوں

دیکھ تو کچھ نہ آکے جہان خراب میں	کیوں زندگی خلل ہی کیا تو نے خواب میں
تر دامنی ہے باعث آرام عاصیاں	کیا پھیل پھیل ہوئیں گے کل آفتاب میں
کب تک درازی شب ہجراں کروں بیاں	جون زلف یار عمر گئی پیچستاب میں
شرمندہ ہوں میں اپنے دل جو رکش سے آہ	دوں گا جواب کیا اسے یوم الحساب میں

بجوب تیری یاد سے رہتا ہوں روز و شب
 کیونکر بے گی اس پر اضطراب میں اکتا
 دنگ تو اپنے تیغ سے آیا ہے آج شوخ
 دیکھیں تو کیا کرے گی تھامیرے باب میں
 پیری میں غیر گریہ بھلا اور کیا ہے ستور
 دریا کی سیر ہے تو شب مہتاب میں

اک عمر غم و دست سے ہم خانہ رہا میں
 جب تک وہ رہا آپ سے بیگانہ رہا میں
 ہمایہ میں رہتا تھا خبر مجھ کو نہ تھی ہائے
 افسوس یہی ہے کہ ادھر جا نہ رہا میں
 دنیا میں تو یوں آن کے محروم چلا جیت
 مقصود جو دل کا تھا نہ پایا نہ رہا میں
 پتہ کہتے ہیں دنیا کو مرض خانہ ہے والہ
 جب تک میں جیا ایک دن اچھا نہ رہا میں
 عالم تو یہ کہتا ہے کہ آپس میں ہیں ہتے
 اور مجھ سے جو پوچھو کبھو یک جانہ رہا میں

نیشے کر پیائے تو ہاتھ دل پہ نہ رکھ
 کوئی چٹھہ جاوے گا ابھی پیکان
 نصحا مجھ کو مت لگا تہمت
 میں کہاں وہ کہاں کہاں داغ
 یہ قیامت کہ میں ہوں دامن گیر
 تو بھی تو ہے بڑا کوئی شیطان
 میر صاحب میں آپ ڈرتا ہوں
 کچھ بھی اس بات کا ہے سان گمان
 اہل مگر ہو کہ خاک بعد از مرگ
 میں اسی کے لگوں گا دامن آن
 اے فلک بہر تار نیچوں
 مجھ کو اتنا نہ کر تو سرگردان

نیشہ یہ دونوں شعرا میں نہیں ہیں
 لکھ ع۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں اسے غلوہ پچ ہے۔
 لکھ ع۔ عالم کے گمان یوں ہے کہ اس میں نہیں رہتا
 شہ یہ غلام میں نہیں ہے

کوئی ہمان کو سستا ہے
جان کی آشنائی جھوٹی ہے
اور تو اور کہہ کے دو باتیں
ایک دو دن کا میں بھی ہوں ہمان
کل کو سن لیجیو وہ نکل گئی جان
سوز کہلایا صاحب دیوان

ضعف سے اذ بھی ابل سے نکل سکتا نہیں
نا تو اٹھ سے نا تو اٹھ کا یہ پوچھو کچھ بیابان
واہ واہ جاتے ہے یاں ابل کے بھی حواس
نا تو اٹھ سے مری بدن می اس کی ٹٹ گئی
یاں ملک تو نا تو اٹھ ہے مرے گھر پر محیط
جس نے دیکھی نا تو اٹھ آہ حیراں رہ گیا
میرے گھر کی آگ بھی یاں تک ہوائے یارو ضعیف
اشک آنکھوں میں بھرا ہی نہ پڑھل سکتا نہیں
دل میں حسرت تھی ٹٹے ہاتھوں کو مل سکتا نہیں
دم تو میرا تابہ لب تن سے نکل سکتا نہیں
زخم تو کاری ہے لیکن غوں ابل سکتا نہیں
آگ میں پسند ڈالو تو اچھیل سکتا نہیں
شمع کا شعلہ بھی یاں حیرت سے مل سکتا نہیں
توڑہ باردت گر ڈالو تو حبیل سکتا نہیں

سخت مشکل ہے کہ ظالم سانس سے جھجھکے ہر اور
بن عصا آہ سوز اب جا سے مل سکتا نہیں

کچھ آہی آپ میرا آج دل ڈرتا ہے کیا جانیں

دی کی طرح رہ رہ کے یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں
یہ دل کیا مانگتا ہے کوئی صاحب مجھ کو کھائے
بسان طفل ناگویا یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں
اگر مطلوب کچھ معلوم ہو تو اس کو بستلا دوں

اے یارو یہ کس محبوب پر مڑتا ہے کیا جانیں

لے یہ شرم میں نہیں ہے
لے یہ شرم میں نہیں ہیں
لے م نا تو اٹھ کے سبب ستور شہرے سے
لے یہ غوں م میں نہیں ہے۔

کبھی تو کہہا ہنسا ہے گا ہے زار روتا ہے

بھوں کے پانوں پڑتا ہی یہ کیا کرتا ہے کیا جانیں

اچنبھا جھکو رہ رہ کے یہی آتا ہے سنتے ہو

کہ، حق تو زیہ دکھ کس لیے بھرتا ہے کیا جانیں

عسکرہ چشم شرمسار کہاں	سر تو صخرے تیغ یار کہاں
زلف اور رو میں صرف کرشب و روز	پھیریں یہ نہسار کہاں
گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جریب	پر گریبان تار تار کہاں
ہو غزاؤں کو اس سے ہم چشمی	تیکھی چتون کہاں خمار کہاں
عندیہوں نے گل کو گلبریا	ایک جیوڑا کہاں ہزار کہاں
ایک دن ایک شخص نے پوچھ	میر صاحب تمہارا یار کہاں
میں نے اس سے کہا کہ سن بھائی	اب مجھے اس ملک پر بار کہاں
گاہ گاہ ہے سلام کرتا ہوں	پر وہ باتیں کہاں پیار کہاں
زندگی میں جفا، غنیمت جان	
توڑ پھر ظلم بار بار کہاں	

شعر کہنے کا اب فراغ کہاں	کیا کہوں دل کہاں دماغ کہاں
داغ دل سے ہے روشنی اس کی	ورنہ عاشق کے گھر چراغ کہاں

لے یہ شرم میں نہیں ہے	لے ع حسن اسے عزیز
لے ع جفا میں ہے توڑ	لے یہ غزل میں نہیں ہے۔

گزر گئے اس جہاں سے یاد ب فقیر و امرا و شاہ لاکھوں
 طریق پر کوئی کوئی آیا و گرنہ بسنے کے کراہ لاکھوں
 بلا تردد 'بل تاتل' بلا تصنع ، بلا ستانی

اسید بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں تیرے گناہ لاکھوں
 قتیل مرثیوں کی گور پر کل نظر بڑا دور سے نیستوں
 جو پاس جا کر کیا نفوس نکلتے تھے نامہ آہ لاکھوں
 یہ گیر واپوش کیوں پھریں ہیں کوئی تو ان پاس جا کے پیچھے
 مگر کوئی دل پڑا ہے مارا کہ پھرتے ہیں داد خواہ لاکھوں
 ادھر سے آتا ہو تیغ در دست ادھر سے جاتا ہوں میں بھی بدست

ادھر کہے قتل کا وہ ساماں ادھر سے ہوں داد خواہ لاکھوں
 زبان اپنی بنھال ظالم یہ گالیاں کس کو دے رہا ہے
 مجھے نہیں ایک کا تھل سنا نہ تو خواہ نہ خواہ لاکھوں
 اسیر الفت ، شہید ابرو ، فگار مرثیوں ، خراب گیسو

جو تو ہی آدھے توجیت جادیں ہیں تجھ پر نگاہ لاکھوں
 کسی نے اس کو جگا کے پوچھا کہ دیکھو تو کیا یہی ہے
 مجھے جو دیکھا تو آنس کے بولا پھر یہ ہیں ایسے تباہ لاکھوں

لہم ۱۰ ادھر ہوں داد خواہ لاکھوں

۲۰ یہ شرم میں نہیں ہے۔

۳۰ تو کہنے لاگا

شہید عشق کے مسجد یا امام حسین
 نہیں ہوا کوئی تم سا شہید تماشہ
 زبان نوز کہاں اور تمہاری طرح کہاں
 گناہگار تمہارا بہت پریشاں ہے
 ہے جہان میں جب تک تو با وقار ہے
 ... کریم کے لگے کوئی کہے کیوں کر
 دگر بلاؤ کبھی اس کو اپنی خدمت میں

امید وار کے مقصود یا امام حسین
 تمہیں ہو شاہد و مشہود یا امام حسین
 تمہیں ہو حامد و محمود یا امام حسین
 اسے نوازی دو زور یا امام حسین
 بحق غربت معبود یا امام حسین
 محی مد کرم وجود یا امام حسین
 تو یہ کہے دیں موجود یا امام حسین

تو نہ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں
 دل تھا سو گھپین لے گیا تو
 رہ رہ کر جی میں آئے ہے یہ
 پر کیا کروں بات ہی کدھب ہے

صحت تھے ہو کے میں مرجاؤں
 تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں
 چپکے سے زہر کھا کے مرجاؤں
 ورنہ میں موت سے یوں ڈر جاؤں

گردا گردا کرنی ہے کرائے یا ر دن دو چار میں
 جسم کا معلوم رہنا گریہی ہے سیل شک
 اب تو گل کھانے لگے ہیں لوگ تیرے نام پر
 جو چلن چلتے ہو تم ہم کو ہے سب اس کی خبر
 چھوڑ دیجئے یہ طریق اب ورنہ اس کو ہے کیڑ
 پیچ کر گرتے ہی چلے جاؤ گے شیخ

دہ نہ مرجائے گا یہ بہار دن دو چار میں
 بیٹھ ہی جائے گی یہ دیوار دن دو چار میں
 دیکھو پھوٹے ہو یہ گلزار دن دو چار میں
 اس صحن پر چلتی ہے توار دن دو چار میں
 لوٹے دیکھو گاتو در چار دن دو چار میں
 ہو گی گنبد سے بڑی ستار دن دو چار میں

جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ وصلؑ پر را کرو
لیکن اس کے قول کو اے سوزیو جانوں میں
جو مرض ہلک ہوا بولے تشفی کو طیب
ہے یہی اس شوخ کی گفتار دن دو چار میں
یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار میں
دور ہو جائے گا یہ آزار دن دو چار میں

دل آشفۃ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں
بند میں اپنے گرہ لے کے تجھے با در ہوں
ہے سہ سے بھی نپٹ کان کا موتی ردشن
یتغ ابرو سے مری دل کو لگا ہے دھڑکا
سر کی دست کہیں پاؤ کی پپوش کہیں
میں یہ ڈرنا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں
ایسی لکھی دہری بھلا صبح بن گوش کہیں
جی نکلتا ہے اے کھول لے آغوش کہیں

آج میں سوز کو دیکھا تو اچھٹے میں رہا
سر کہیں پاؤ کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

کون کہتا ہے کہ میں ہشیار ہوں یا بیہوش ہوں
ساقیا فردا کے وعدے پر مت راع عقل رکھ
ناصحان بیزار میں تجھ سے یہاں آیا نہ کر
تو جو کہتا ہے کہ میری بات کا دے کچھ جواب
انترائے خلق کے ہاتھوں میں خاموش ہوں
جام بے ہوشی پلا تیرا میں دردی نوش ہوں
چل بہت بک بک کر اوبے ادب خاموش ہوں
اس تری افسانہ گوئی پر کرے پاپوش ہوں

جہ

تو گلے پڑ کر کسی عنوان تو ہم آغوش ہوں

لہ ع، سوز لہ ع، راز لہ ع، شرع میں نہیں ہیں۔

لہ ع، غزل میں نہیں ہے لہ ع، سماع دن کو رکھ

لہ ع، ناصحان بیزار کے سننے کا یاں کس کو داغ۔ بس بہت بک بک نہ کر۔
لہ ع، یہ شرم میں نہیں ہے۔

بستیال بستی ہیں اور اجر سے نگر آباد ہیں
 اپنے اپنے عیش میں ہر ایک بدل مصروف ہیں
 نام کو محبوب صورت ہر دم سے بھی دوچند
 فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہاٹے میں غلام
 سوز تو باتیں بناتا ہے اسے کیا شعر سے
 ایک دم چپکے رہو تک ... میں اپنی ...
 کان لکھ کر سنو اس حُب کی سخن کہتا ہے سوز
 کیا نیا عشق ہوں جو سنس کر پھرا لیتے ہونہ

وہ نہیں جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں
 بول مت سدا کہ یہ سب مجذوب، ورزا ہیں
 گر گل دیکھو تو پچھانسی گیسریہ جلا دیں
 آدمی تو انہیں سب ایک کی اولاد ہیں
 جو برائے بیت شاعر ہیں وہی استاد ہیں
 یوں تو کچھ کم پانچ سو بھولے بھلا کے یاد ہیں
 حالت غم میں بھی جس کو سوخیاں یہ یاد ہیں
 ہمنشیں یہ ہر گھڑی کیسی سدا رک ہادیں

کہوں اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں

مجھے قربان ہونے دے ترے ستریاں ہو جاؤں

ہوئے ہم بت کے بندے برائے سے راہ کرتے ہیں

حسرم کے بسنے والا تم سے عشق الٹا کرتے ہیں

تو اپنے اٹھ سے کھوتا ہے پھر ہم کو نہ پا دے گا

سمجھ یا مت سمجھ ہم تو تجھے آگاہ کرتے ہیں

لے م وہ کہاں

لے م ع غور کر دیکھو

لے م یہ شرم میں نہیں ہے۔

لے م غزل م میں نہیں ہے۔

نہ ہوا بے مروت مجھ سے ناخوشنوداٹھتا ہوں
 عبت ہوتا ہی کیوں مجھ پر عتاب آلوداٹھتا ہوں
 نہ دے تکلیف اپنے بغیر و شمشیر کوں ظالم
 میں اپنے اشکِ خوں پالاخوں آلوداٹھتا ہوں
 اگر حیرانم سے تیری نہیں اٹھتا ہے دل لیکن
 رقیب بے حیا کے واسطے میں زوداٹھتا ہوں
 دہرا ہے مجھے کیوں عشق بیٹھا ہوں بھر دیکھ
 میں تیرے سامنے ہونے کو ہوں موجوداٹھتا ہوں
 مٹے سب شاعرِ دل کے شعر سب خوش ہوا لیکن
 سنوں ہوں سوز کے جب شعر تب یوں کوداٹھتا ہوں

کیا کر دوں دل کو اب قرار نہیں
 اس میں کچھ میرا اختیار نہیں
 میرے پہلو سے دور ہوا ہے دل
 تجھ سے صحبت مری ہر آن نہیں
 تشنہ لب کب میں میں ترستا ہوں
 کیا تری تیغ آبدار نہیں
 تو جو کہتا ہے آہ چوکا تیسر
 دیکھ تو دل کے دار پار نہیں
 ہر گھڑی وعدے ہی پہ بہانا
 ہاں جی ایسا تو میں گنوار نہیں
 دولت حسن پر نہ ہو مغرور
 عارضی مال پر مسترار نہیں
 کوئی ہمدم نہیں غریبوں کا
 آہ بھی نا تو اں کی یا نہیں
 بے قراری نہ کر خدا سے ڈر
 سوز عاشق کا یہ شعار نہیں

لے یہ غزل میں نہیں ہے۔
 لے یہ غزل میں نہیں ہے۔
 لے یہ غزل میں نہیں ہے۔
 لے یہ غزل میں نہیں ہے۔
 لے یہ غزل میں نہیں ہے۔
 لے یہ غزل میں نہیں ہے۔

دیدہ خشک آفتاب کہاں
گئی گردن کشتی بھی حسن کے ساتھ
میشخ جی مے کشتوں میں آئے پر
یہ جیسے روز و شب وہ ایک گھڑی
ایسی ہوتی ہے مے میں کیفیت
تیری زلفوں نے دل کو بند کیا

چشم گریاں کہاں سحاب کہاں
آہ وہ مالک رستاب کہاں
آپ کے ورد کی کتاب کہاں
دل و عشق کہاں کہاں کہاں
لب مے گوں کہاں شراب کہاں
توز کے دل کو اتنی تاب کہاں

بہ کھینچ نہ لگ جاتیں تو زار نہ ہوتا میں
طفلی ہی عجب کچھ تھی کیا کیسے جوانی کو
دا ماں سے ترے پیائے
اک تھ روز لگا کہنے سب کچھ میں سمجھتا ہوں
گر کچھ کو خبر ہوتی بیداری میں آفت (ہے)
پر سوز تر، جلنا کی محب کو جلاتا ہے
ہاں تو نہ اگر ہوتا، بیزار نہ ہوتا میں

پر سبز اگر کرتا، بیدار نہ ہوتا میں
گر عشق ہی کچھ تھا ہیشیا نہ ہوتا میں دکھ،
سے خواب سمجھتا تو بیدار نہ ہوتا میں
جو نکل نہ ہوتا در تو یار نہ ہوتا میں
سویا ہی پڑا رہتا بیدار نہ ہوتا میں
پر سوز تر، جلنا کی محب کو جلاتا ہے
ہاں تو نہ اگر ہوتا، بیزار نہ ہوتا میں

کون سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں
کیون ہر دشت جنوں خوں سے ہمارے گلگول
سکڑا ہے بھی رو کے ڈراتا ہے کبھی
نہ یہ غول م، میں نہیں ہے

کون سا روز کہ میں دست بہ فریاد نہیں
کون سا خار کہ یاں نشتر جلا د نہیں
کون سا شیوہ بیداد اسے یاد نہیں
نہ یہ شرع، میں نہیں ہے

نہ یہ غول م، میں نہیں ہے

نہ یہ شرع، میں نہیں ہے

نہ یہ غول م، میں نہیں ہے

کچھ نہ تاثر کیا سنگ دلوں کو یہ رب کون سا تالہ جاں کاہ کہ برباد نہیں
 دونوں عالم ہوں ترے حسن سے معمور تو کیا
 سوز کا کلبہ احزان تو آباد نہیں

خوش دیکھا ہے جہاں کو ہم نے سوز کا کوئی دل افکار نہیں

تو مجھ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں
 اتنی سہولت دے مجھ کو ظالم
 اک دل تھ سوچیں لے گیا تو
 وہ رہ کے جی میں آتی ہے یہ
 پر کیا کروں بات ہی کدھب ہے
 جس قدر ترے ہو کے میں مرجاؤں (۹)
 جو اپنے جی سے میں گزر جاؤں
 تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں
 چپکے سے زہر کھا کے مرجاؤں
 ... اور موت سے ڈر جاؤں

دل محمد بن عاشق کس طرح ہوشاد دنیا میں
 شکر جنگ جو ظالم و فادشمن بہت کتھے
 نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں
 تنہا فل کا غضب تو نے کیا ایسی دنیا میں

بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یہ رہوں
 میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں

آہ میں بیقرار کس کا ہوں اس قدر خوار زار کس کا ہوں
 سوز نے جوں کہا کہ میرے یار بولا چل بے یار کس کا ہوں

چہن کب اس کو جو دیکھے دل کی بے تابیاں
 نیند بھی جاتی رہی سن سن مری بہ خوابیاں
 مردمک یوں چشم تر میں سیر کرتے ہیں مدام
 جس طرح پانی میں پھرتی ہیں پڑی مرغابیاں
 شیر کی خوراک خوں ہو یا کوئی نکتہ حسرت
 عشق نے تیرے تو میری ہڈیاں بھی چابیاں
 دختر رز کا پیہ تو نے ہو چھپتا ہے کیا
 آج تیری آنکھیاں تو زور ہیں عنابیاں
 برہمن کیا شیخ جو دیکھے سو سجدے کو جھکے
 قہر میں لے شوخ الٹی پتیاں محرابیاں

بندگی سے تری کچھ عار نہیں
 ایک ہیں عالم وحدت میں سب
 کس کی آنکھوں سے تجھے دیکھوں میں
 قتل کو میرے نہ کراتا فکر
 تشنہ لب کب سے تر ت ہوں پڑا
 خور و یوں کو جہاں کے دیکھا
 صفت مرگاہ کو ابھی رو کہ یہاں
 خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے
 توڑ سا کوئی دل افکار نہیں

جو ایک دم بھی میں اس شوخ سے کلام کر لیا
خود پہ اپنی بڑا ہے گھنٹا صبح کو
خواب کیوں ہر تو لے سہنہ غم کے ہاتھوں سے
علم فراز تکبر کی جب سواری ہو
کہوں کہ عہد وفا دار بچتا ہوں میں
تو بے تکلف اسی آن جاں تمام کروں
جو اس کے رد و بد بولے تو میں سلام کروں
کہا تو مان مرا آئیں ایک کام کروں
تو لے کے ساتھ تجھے یہ بھی ایک نام کروں
بڑا مزا ہو کہے لائے غلام کروں

دل کو میرے ہواے بارغ نہیں
شب ہجراں کو تیرے عاشق کی
کس طرح پوچھوں دل کی غربت کو
تیری آنکھوں کی دیکھ کیفیت
دور ہو بولے گل داغ نہیں
غیر داغ جگر چراغ نہیں
ہائے اتنا مجھے سناغ نہیں
ست ہوں نشہ ایاغ نہیں
ایک بیٹھا نہیں ہے سوز جلا
تیرے ہاتھوں سے کون داغ نہیں

کب تک قیدی رہوں تجسّم زمان میں
کس طرح گھوڑا کدائیٹھو مرے چوگان باز
کیا مزالیتا ہوں جبکہ لگا ہے اس کو تیر
لوگ جلتے ہیں تے شعردن کو سن کر اے عزیز
آنسو و دریا کوئی تم سا نہیں ہے پر خروش
اب نہیں باقی رہی اللہ میری جان میں
سر پہ میرا دیکھو افتادہ اس میدان میں
شہد کیا تو نے بھرے تیر کے پیکان من
تو نے انگائے بھرے کیوں توڑ اس یوان میں
یہ تلاطم کب ہوا تھا نوح کے طوفان میں

۱۔ عاصیتوں پہ بہت ہے
۲۔ عاصیتوں پہ بہت ہے
۳۔ عاصیتوں پہ بہت ہے
۴۔ عاصیتوں پہ بہت ہے

۱۔ اسی وقت
۲۔ اسی وقت
۳۔ اسی وقت
۴۔ اسی وقت

کون ہے جس پاس جا فریاد و داویلا کروں
ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا میں کیا کروں

میں ڈوب گیا کہ صر گیا دن کیوں شام فراق مر گیا دن
آنکھیں نہ ہوئیں اندھیر آ یا روتے ہی میں گزر گیا دن
چپکا رہتا ہوں جب کبھی میں کہتے ہیں کہ بے خبر گیا دن
کیا روز ازل کیا تھا وعدہ وہ بھول گیا بسر گیا دن
رہنا یا سر کے تیں پٹکنا
یہ تنوڑ تو یوں ہی بھر گیا دن

دشنام بھی لبوں سے تو ہم نے سنی نہیں
معصن کو روکے دیکھ کے چاہا کہ چوم لوں
صبح کے حق بطرت ہر گر پند و وعظ بند
ساقی خدا واسطے اک جام اور دے
لے تنوڑ ایسے شہر سے صحرا بہت بھلا
بوسے گا جی کی بات ابھی جی میں جی نہیں
کہنے لگا غلط ہے یہ حرکت سہی نہیں
اس کی بھی جانے جوتی کہ و سکو لگی نہیں
ایسی شراب ناب کہیں ہم نے پی نہیں
کیا یکجہ جہاں میں محبت رہی نہیں

نہ کچھ میں نے رو رو کے ترکی ہیں آنکھیں
ملے گا دیکھن رقیب اس کے ہمسرہ
درا دیکھو تم ڈھٹائی صنم کی
یہ دھو دھاکے میں نے نذر کی ہیں آنکھیں
کہ یک رنگ دونوں پھر کی ہیں آنکھیں
مجھے دیکھتے ہی کہ صر کی ہیں آنکھیں

لے لے لے یہ شرار غزلیں م میں نہیں ہیں۔

مجھ کو کہتا ہے کہ تیری خوشی بھاتی نہیں
 اچھے فریب صید کو صیاد کرتا ہے شکار
 ہر گھڑی کرتا ہے کیوں تو ناکسوں سے احتیاط
 مجھ کو کہتا ہے نہ دل اور اس سے کہتا ہے چھوڑ
 چھوڑ چھپا جا کہیں کیوں تجھ کو موت آتی نہیں
 مجھ سے بھنگے کو بھلا کیوں موت آتی نہیں
 ایسے لوگوں سے طبیعت تیری گھبراتی نہیں
 تو ہی کہنا صحیح بھلا تیری یہ بد ذاتی نہیں
 تیرے جہول میں ہو سوے میں نہیں کہنے کا کچھ
 ایسی باتیں سوز کے کچھ دل میں رہ جاتی نہیں

کون سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں
 کچھ نہ تاثر ہوا سنگ دونوں کو یہ رب
 کیوں نہ ہو دشت جنوں خوں کے پھلے گلگوں
 مسکراتا ہے کبھی رو کے کڑھاتا ہے کبھی
 کون سا شخص کہ وہ دست بفریاد نہیں
 کون سا تالہ جاں کاہ کہ بر باد نہیں
 کون سا خار کہ یاں نشتر فساد نہیں
 کون سا غمزدہ بیٹہ اداسے یاد نہیں
 دونو عالم ہیں تیرے حسن سے معمور تو ہوں
 سوز کا کلبہ احزان تو آباد نہیں

دل مغرم عشق کس طرح ہوشاد دنیا میں
 صنم کے غم غریبوں کیسوں کے فوس ہدم
 نہ جان جس نے غیر از مال و فریاد دنیا میں
 الہی ماقیامت تو ہے آباد دنیا میں
 دل نا شاد ہو پھر کس طرح سے شاد دنیا میں
 نہ الفت نے محبت نے تو وضع نہ دار ہے

۱۔ ع 'ا' یہی کہتا ہے تو اب

۲۔ ع 'ب' مجھ سے کہتا ہے نہ دل اور اس سے کہتا ہے کہ

۳۔ ع 'ج' اچھا مک

۴۔ ع 'د' دو نو عالم ہے تیرے حسن سے معمور بھلا

جسے دیکھا جہاں میں سوا سیر دام الفت ہے
مگر یہ گھر بنا تا صبح رہا آزاد دنیا میں
ستم گر جنگ جو ظالم و فادشمن بہت سے تھے
تو فل کا کیا تو نے غضب بید دنیا میں
لمسار اور غریب اور بیزباں اور دوست کا مقتول
رہے گا تو نہ ہی یاد رہے بہت سایا دنیا میں

غیر خاک اہ دہر چلاک آنکھوں میں
اگر سر سے بہترین جانوں خاک آنکھوں میں
جہاں پیا کر جب سے میں نے راست کہا ہوں
جہاں بک نظر آتے ہیں یہ افلاک آنکھوں میں
بن میں گھر کے بیچائے تو ہر جگہ کوئی کے
چراغ بزدل عاشق کا دل بک آنکھوں میں
ادھر سے یا ادھر سے شاید آجائے مرا میکش
سحر سے شام تک تب لگی ہے تاک آنکھوں میں
تیرا تیرا عوار سے مائے کوئی دیکھو
کرے قتل ملک عالم کردہ سفاک آنکھوں میں
نہ پھیلاؤ اس گھڑی تم توڑ کو ہرگز نہ بولے گا
نہیں آیا ہے اس کونشہ تریاک آنکھوں میں

کرے نہ باغ میں بلبل کھی سخن تجھ بن
کھنڈیں بغتوں کے لئے کلبدن دہن تجھ بن
ترے فراق میں جلتا ہے جان و تن ایسا
کہ ریح خوش نہ کرے آشیان تن تجھ بن
تجھے دام نشاد و سرور عیش و طرب
مجھے یہ جامہ تن ہو گیا کفن تجھ بن
کہاں شراب کہاں جام اور کہاں ساقی
بن مجھس ماتم ہے انجمن تجھ بن

لے رہا تھا دل کا سیا تو نے کیا ایجاہ
تھے یہ شرم میں نہیں ہے
تھے یہ غریب میں نہیں ہے
تھے یہ کیوں صاحب

عسکرہ چشم شرمار کہاں سر تو حاضر ہے تیغ یار کہاں
 گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب در گریباں ساتا تار کہاں
 ہونہاروں کو اس سے ہم پیشی تیکھی چتون کہاں نثار کہاں
 عندلیبوں نے گل کو گھیر لیا ایک جیوڑا کہاں ہزار کہاں
 ایک دن ایک شخص نے پوچھا میر صاحب تمہارا یار کہاں
 میں نے اس سے کہا کہ سن بھائی اب مجھے اس ملک ہے بار کہاں
 گاہ گاہ ہے سلام کرتا ہے پردہ باتیں کہاں پیار کہاں
 زندگِ تک ستم تو سہلے سوز
 پھر تو یہ ظلم بار بار کہاں

ان جھاڑوں پر بھلا اب غم نہ کھاؤں کیا کروں
 کوہِ دھرا میں نہ میں گر بھاگ جاؤں کیا کروں
 آشنا نا آشنا سب ہو گئے لے دئے بخت
 وحشیوں سے جا کے اب کیا کروں
 ٹوک سوزن دار اب جاگ نہیں ہے دل میں دئے
 سوزن عیسیٰ سے چاک دل سلاؤں کیا کروں
 یوں تو میں مرتا نہیں اور جی نکلتا بھی نہیں
 روتے روتے تن بدن اپنا گھلاؤں کیا کروں
 وہ مراد دل سوز بھی آتا نہیں اسے یا نصیب
 حالت سوزِ درد کس کو سناؤں کیا کروں

زلف و کاکل نے کیا میرا جگر خوں کیا کروں
 مارا دستم کا نہیں آتا ہے افسوں کیا کروں
 گو کہ رونے سے بھی

کس طرح دیکھوں گا پھر آنکھوں کو پر خوں کیا کروں

میں آیا جب سے دنیا میں کبھی خود کو نہ سمجھا میں
 کہ میں کس واسطے آیا تھا یاں ادھوں سوہوں کیا میں
 کبھی تو جوں خس و خاشاک ہوں میں سو ختن قابل
 کبھی جوش دروں سے موجزن ہوں مثل دریا میں
 کبھی نقش قدم سے پست تر ہوں راہ دنیا میں
 کبھی تو عرش اعظم سے بھی ہوں میں جلسۂ اعلا میں
 کبھی کہتا ہوں میں کیا چیز ہوں حیران ہوں یا رب
 کبھی تو مرگ کے ہمزنگ ہو اٹھتا ہوں بیتا میں
 غرض تو زردی ہے مرا جان و جگر بھلا
 کباب خام ہوں یا سوختہ بتلاؤ کیا ہوں میں

آدم سے لگا سوز جگر خوں ہوئے کتنیں
 ایک طالعی اپنی کا نہ کیجے کبھی شکوہ
 اس لیلیٰ مدثن کے بھی تو مجنوں ہوئے کتنیں
 گن جاؤ بھلا بخت ہا یوں ہوئے کتنیں
 سب صورت محسوس کے مغتوں ہوئے کتنیں
 بتلاؤ بھلا عاشق — — — ہوئے کتنیں

وہ سرو ہے میرا چمن دہر میں مزدوں دکھلاؤ بھلا اور یہ مزدوں ہوئے کتنیں
 مجنوں کو تمہیں دشت کشتی رہو مالک اند
 میاں تنہ سے آوارہ ہا سوں ہوئے کتنیں

گو کہ اسے دل بچے سرور نہیں شاد ہونا بھی کچھ ضرور نہیں
 گر ہوس تجھ کو داد خواہی کی کل قیامت بھی اسی دور نہیں
 شیخ جنت بچے مبارک ہو مجھ کو کچھ اشتیاق حور نہیں
 میں تجلی دکھاؤ تا سوسی حیف اس وقت کوہ غور نہیں
 کوتاہوں میں میر کہ دل کو
 مجھ کو اس نام کا غور نہیں

جس نے دیکھی ہوں تری ہر وفا کی آنکھیں اس کو دکھائیے یوں جو ردِ وفا کی آنکھیں
 دیکھ لے آنکھ اٹھ کر تو کبھی حالِ غریب یوں تو لاریب کہ تیری ہر حیا کی آنکھیں
 چشمِ زکس کو تری چشم سے کیا ہم پیشی ماہِ نور شید کی تجھ پر سے فدا کی آنکھیں
 ہر گھڑی آنکھ نکالے ہے تو مجھ پر ناصح کبھی دکھلاؤں گا میں تجھ کو دیکھ کی آنکھیں
 میں تو روتا نہیں کس واسطے ہوتا ہے غفا یوں ہیں پر خون ہیں میری توسد کی آنکھیں
 دل چرا کر کے نکالے ہے تو آنکھیں الٹی ہاں جی چھپتی تو ہیں یہ ہم سے دعا کی آنکھیں
 ہمیں تو سوز کو پہچان دے سببی نالہ
 کبھی دیکھی بھی ہیں لے شاہ گد کی آنکھیں

قبول ہرگز نہیں کرتا ہے میرا قتل بھی ظالم میں کس کس ڈول سیتی منت جیلا د کرتا ہوں
 یہ حسرت رہ گئی دل میں کبھی اس بے مروت نے
 نہ پوچھا تو زکوں اتنا کہ میں بھی یاد کرتا ہوں

زخم جتنے چاہیں میرے بدن میں کم نہیں یہ بڑا دکھ ہے کہ دنیا میں کہیں مرہم نہیں
 ایک دم اپنا تھادہ بھی آغوش دم کھ رہا درد دل کس سے کہیں یاں کوئی ادب ہم نہیں

حضرت عشق سے پھر جھگوپہر دلتیں سر کو حور کی برقع میں پھپھایا دلتیں (دکڑ)
 شکوہ عشق وہ کرتا نہیں وہ صاحب ہر دلتیں دلتیں مجھے سر پا نو سے کھایا دلتیں
 نہ شہزادہ ہے نہ یہ برق نہ یہ انگارا جل گیا جل گیا لے واسے جلا یا دلتیں
 کس کی فریاد کروں اے نہیں کوئی غیر صاحبو داد کو پہنچو کہ ستایا دلتیں
 کیا ہی دلسوز تھا میں اس کو نہ پوچھا صدف
 تو زکو پیار سے سینے میں پھپھایا دلتیں

بہیں کون پوچھے ہے صاحبو نہ سوال میں نہ جواب میں
 نہ تو کوئی آدمی جانے ہے نہ حساب میں نہ کتاب میں
 نہ تو علم پانے میں ہے یہاں کہ خدا نے بھیجا ہے کس لیے
 اسی کو جو کہتے ہیں زندگی سو تو جسم کے ہے عذاب میں
 یہی شکل ہے جسے دیکھو ہو یہی وضع ہے جسے گھور دو ہو
 جسے جان کہتے ہیں آدمی اسے دیکھا عالم خواب میں

لے لے لے یہ فراموش میں نہیں ہیں۔

میں خلافت تم سے نہیں کہا اسے مانو یا کہ نہ مانو تم
 مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا میں کہ لاہور اس کی جناب میں
 نہ سونگے سوز کی گفتگو جو پھر وگے ڈھونڈنے کو بہ کو
 یہ نشا ہے اس کے بیان میں کہ نہیں نشا (ہر) شراب میں

کسے ڈھونڈتے ہو نعل میں میاں گیا دل کبھی کا کہاں سے کہاں
 اسے دل کہیں جو ہے عرشِ حندا اسے دل کہیں جو ہے جنتِ مکاں
 یہ دل جس کو ہے صاحبِ دل ہر وہ یہ دل جس کا ہے سو ہے روحِ رواں
 یہی دل ہے گلزارِ فردوس کا یہی دل ہے مسمورہٗ عاشقاں
 یہی دل ہے پر سوز پر درد و صاف
 یہی دل ہے سلطانِ کون و مکاں

صنم کے ذکرِ سوا اور قیل و قال نہیں جنابِ دل سے مرا اور کچھ سوال نہیں
 تو سر سے کر کے تصدقِ مرا تو دل دینے ال کہ میرے پاس بحرِ اس کے اور مال نہیں
 کہاں ملک میں تجھے حال زار دکھاؤں تو حال اس کے مجھے دیکھ مجھ میں حال نہیں
 میں ایک رات تجھے جانِ خواب میں دیکھا سو اسے خواب کے اب اند کچھ خیال نہیں
 یہی ہے سوز جسے جانتے ہیں سب دلسوز
 بڑا کمال ہے اس میں یہ کچھ کمال نہیں

کیلئے مہر بے افلاک ایک پل میں بھر جائے ان کی طینت جو خاک ایک پل میں
 نازاں نہ ہو تو ہوئے گرتجھ کو شادمانی کرے فلک دل خوش غناک ایک پل میں
 اکیر سے نہیں کم کچھ منکسر کی صحبت سونا کرے ہے بس کو یہ خاک ایک پل میں
 نالہ تو ہے آتش آفاق کو ہمارا کرے ہے سرد چشم مناک ایک پل میں
 بچتا ہے مرغ دل اس صیاد سے کہ جن نے صید حرم کو باندھا فتراک ایک پل میں
 دم اس کی ناز کی میں مت مارنا شہابی کاٹوں گا در نہ تیری میں ناک ایک پل میں
 دامن کشاں چمن سے گزرا ہے کون بلبل کرتا ہے گل گریباں صد پک ایک پل میں
 کوچے میں یا تیرے ہاں دہم کے برابر پہنچے جو ہوئے قاصد چالاک ایک پل میں
 داغ نے مے یہ پی ہے چھپ چھپ کے تو اس کی
 مسواک گاڑ دیں تو ہوتا ک ایک پل میں

دل بے تیرے تیرے طرف مائل نہیں دل تراد آغی ہے یا تو عشق کے قابل نہیں
 قدر ہر یک دل کی ہے معلوم ہر ولد کو دل دکھاؤں کس کو ہے کوئی صاحب نہیں
 خود مٹی پر ہے میرا دل کوئی خواہاں بھی ہو کس کو دکھاؤں کہ اس دم خنجر قاتل نہیں
 دوستان میں بھی مسافر ہوں غنیمت جان میرے منزل ہوں یہ دنیا کچھ منزل نہیں
 بعد اس کے سوز کو تکلیف مت پہننے کی دو
 کون سے دل سے رہوں وہ مرا اب دل نہیں

امید وصل جز طمع حرام کچھ نہیں ہر صبح ہے تم پر قسم شام کچھ نہیں
 دفع بہار دیکھ کے مانند آبشار جز اگر یہ اس چمن میں ہیں کام کچھ نہیں
 لے یہ غزل م میں نہیں ہے۔

اس شوخ بیوفا و فراموش کار سے مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہیں
 نامہ غلط ہے مرغ گرفتار دم کا وہ تو اسیر زلف سیہ فم کچھ نہیں
 سمجھو اپنے کفر کے گرد مریشخ کو بے اختیار کہ اٹھے اسلام کچھ نہیں
 طاقت نہیں ہر آنی کہ بے طاقتی کر دے موجب مے سکون کا آرام کچھ نہیں

دیکھ نہ تو نے عشق کے کوپے میں حال سوز
 لے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہیں

اتن ستم نہ کیجے مری جان جان بان یک ل نہیں رہے گا ترانہ ن مان مان
 آئینہ ٹک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو کیا بنائی صورت انسان سان سان
 گزرا ہے تو چین سے کہ جائے ترانہ آج کھینچے ہے آہ مرغ گلستان تان تان
 دشنام دے کے ہے وہ جہدھر کا کھینچنا چھٹی ہے میر دل میں ہی آن آن آن
 پوچھا کسی نے سوز کو مارا تو کس سے
 بول بچے وہ گھورے تھہر آن آن آن

باندھتے کیوں نہیں سر کو مرے نترک میں تجھ کو یہ غیرت نہیں ہو رہتا ہوں خاک میں
 جو پرانے دن کو زندہ کرے بے پیچ آہ کب خدا ممکن کرے ایسے دل بیاک میں
 ایک جاگہ سے بھی جوشا بہت نہ ہو کیوں کہ رہ سکے ہر عشق ایسے دل سدیاک میں
 آہ اس عمر کو ہدایت دے خدا کیوں ہر گھڑی یاد دلا کرے لایا جان میری خاک میں
 سوز کی رندی تو دیکھو شیخ بن بیٹھے ہیں اب
 ہر گھڑی ابھ رہے ہر شانہ و مسواک میں

اے ستوز تو کہاں وہ دل نا آں کہاں ہم ڈھونڈھلائیں اس کو بتا تو کہاں کہاں
 نزلت میں نہ گوشہٴ بے رو سے یا رہیں ڈھونڈھلا ہے تیرے دل کو روانے کہاں کہاں
 خانہ بدوش روز ازل سے غریب تھا دل کا بتاؤں تم کو سببِ آشتیاں کہاں
 پڑھتا ہے شعر ستوز کے یوں تو سمجھی جہاں
 اس کا سا ایک صاحبِ لطف زباں کہاں

پھڑپھڑے تھی فوج بلبں جب چمن میں تو کیا گل پھولتے تھے من ہی من میں
 کہ مہر جاتے رہے یہ یا ریا رب کوئی باقی نہیں ہے انجمن میں
 سلام شوق پہنچا دے ہمارا کسی کا ہو گزارا اگر عدن میں
 کہ اے بے دید بے پرواے یار! گئے تم کوچ کر جلدی وطن میں
 دے جوں اٹکر افسردہ یہ ستوز
 پڑا دہکے ہے اب اپنے کفن میں

دل کے ملنے کا کچھ نہ چارہ کریں بس گریبان صبر پارہ کریں
 غوطہ مارا ہے عشق میں اس کے کیا اسے چھوڑ کر کنارہ کریں
 اس ضعیفی میں گر وہ بوسہ دیں پھر جوانی تو ہم دوبارہ کریں
 کب تک کرنے میں چھپے رہے آپ کو اب تو آشکارہ کریں
 لوگ کہتے ہیں لڑتا ہے حیلو
 ستوز کا دُور سے نظارہ کریں

لے 'ع' ابرو میں کیا ہوا لے 'ع' میں بھلا اب آشتیاں
 لے 'ع' وہ اس کا سا پہ صاحبِ لطف بیاں کہاں لے 'ع' یہ غزلیں م' میں نہیں ہیں۔

گرچہ پیسے مضطرب دل کو شکبائی نہیں
پر ترا در چھوڑ کر جاؤں کہ ہر جانی نہیں
دل پھنسا ہی تیری زنجیروں میں نہ کیجو فکر دم
یہ سنگ کوئی ترا آہوے ہر جانی نہیں
مسکراتے ہیں لیتے ہیں لوگ
دل کے لینے کی طرح پیسے تجھے آئی نہیں
مجھ سستی مت بول اعدا کی لگائی سے میاں
میں نے تجھ سے روٹھ پہنے کی قسم کھائی نہیں
تو زکوہ دیکھے ہے جو کوئی سو کہتا ہے یہی

.....

زبان ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہناں
مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ واہ کہناں
سندے اشک و آہ و نالہ و فریاد و ادیل
جو اس کے کو تملک پہنچو تو میری بھی دعا کہناں
قیامت تک نہ بھولے گی میاں اس آن کی لذت
ہمارا ہنس کے جی دینا وہ تیرا مرحبا کہناں
سن لے قصہ کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہو
جو تجھ سے سب حقیقت کہ نہ آئے کچھ تو جا کہناں
سبھوں کے رد برو کہنا کہ میرا تسوز عاشق ہے
مناسب نہیں ہے پیائے ایسی باتیں بر ملا کہناں

محمدؐ میں تیری لے خداے سخن
اس زباں سے کہا نہ جاے سخن
باتیں سارے بناتے ہیں لیکن
کوئی پر لائے آشناے سخن
کوئی صاحب سخن نہیں مرنے
ہے قیامت تک بقاے سخن

زیست انسان کی نہ پوچھو کچھ اکل و یا شرب ہر بجائے سخن
توز خا موٹ رہ کے کیا لے گا
زندگانی تو ہے براے سخن

بہار اس کو نہیں لگتی ہے یک پائنگ آنکھوں میں
بتوں کی ہم نے دیکھی ہے مے گلرنگ آنکھوں میں
ہے جب تک اس کے تو حایل وہ باہر آ نہیں سکتا
نکل سخت جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھوں میں
چمن کی سیر کو جاتا تو ہے یہ مجھ کو خطرہ ہے
نہ ہو گالشن میں زگرس سے کہیں ب جنگ آنکھوں میں
کہاں طاقت جو اٹھیے یاں سے چلنے کے تو کیا معنی
نظر آتا ہے مجھ کو یک قدم فرنگ آنکھوں میں
نہ دی فرصت کسی نے خون یک قطرہ کے بہنے ک
وگر نہ ہم تو رکھتے ہیں جن اور گنگ آنکھوں میں
نہیں ہرگز تری چشم یہ محتاج سرے کی
لگے ہے شوخ تیرے دشمنوں کی سنگ آنکھوں میں
نشتے سے جھک گیا لے توز دیکھ اس خط سبزہ کو
رکھے ہے زور کیفیت یہ کا فرنگ آنکھوں میں

آنکھوں کو تک پہنچا لو یہ مارتی ہیں راہیں
 کیا حسن و عشق میں اب بگردی ہو بے طرح سے
 آوے جو سیر کرنے کی بار وہ چین میں
 اس دل میں گو ہمارے الفت نہیں ہی با
 تک ہر دے خدایا کا فربتوں کے دل میں
 فریاد اگر کسی سے چاہیں سو داد کیونکر
 لے تو ز عاشقوں میں ثابت قدم رہنا کذا
 فرقی میں عاشقوں کے تاسب تجھے سراہیں

عاشق تھے ہم نے کیے معلوم بہت ہیں
 گل دیکھے جو سو غنچے نظر آئے ہزاروں
 موجد ہے اک آدھ ہی مجھ سا سو برسے حال
 آئینہ جسے کہتے ہیں دیدار کا تیرے
 دل چاہے تھا بوسے کو جو تم سے یہ کہا میں
 مجھ جیسے جو خادم کی ہے خدمت تمہیں عار
 شہرت کے لیے خیل نہ عشاق کے چاہو
 مضمون ترا اب نہ کسی بیت میں لے تو ز
 یوں شر تو موزوںوں کے مظلوم بہت ہیں

کرے ہے عشق کی گرمی سے دل آند آتش میں

سمندر رات دن رہتا ہے جوں خور سند آتش میں

ہوا آئینہ حیراں دیکھ کر خال اس کے عارض پر
 کہ یارب کس طرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتش میں
 بجھے سینے کی تفت میرے نہ ہرگز ایک دم یارو
 کیا پی پی کے آنسو آب ہیں ہر چند آتش میں
 برہ کی آگ سے کیونکر ہوے اے ناصح
 ازل سے ہم ہیں شعلے کی طرح پابند آتش میں
 تھے چہرے کی گرمی شمع کے لیخ پر نہیں ہرگز
 پتنگا بیٹھ کر کھاتا ہے یہ سو گند آتش میں
 شر سے شعلہ شعلے سے شریک پل میں کرتی ہر
 بھلا ٹانگ غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتش میں
 ملی جب گرمی نظارہ حسن شعلہ خویاں سے
 ہوا اے سوز اس وصلت سے تب پویند آتش میں

سوز کو سمجھے ہے تو ناداں کہ وہ دانا نہیں
 حق بجانب ہے ترے جو اس کو پہچانا نہیں
 گر کہوں میں حال اپنا سن کے عافل ہو دو چند
 درد دل میرا تو اس کو ہمیشہ اذافنا نہیں
 عشق کے کوچے میں اپنا مت قدم رکھ بوالہوس
 گر تجھے منظور داں سر سے گزر جانا نہیں
 زلف میں شانے کو دی جاگہ تو اس کا کیا گناہ
 یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم اذ شانا نہیں

پہل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لے جا سکے

پھر پھر اس گلشن میں اے غافل تجھے آنا نہیں
سنگ سے بیت الحرم کے شیخ اٹھا.....

آنسو دل کا مجھے اس گھر میں ٹھہرانا نہیں
نامہا بالیس سے میری اٹھ خدا کے واسطے

جان کھانی اس کو کہتے ہیں یہ سمجھنا نہیں
وعدہ کوثر پہ داعظیہ کے ترک جام سے

نقد کو نسیہ پہ کھوتا کار و سر زانا نہیں
مشیشہ دل سے کوئی دیتا خبر اس سوز کو
سوز تجھ سا بھی کوئی دنیا (میں) مٹانا نہیں

قیس کی آوارگی ہے دل میں سمجھو تو کہوں

ورنہ یل ہے ہر اک محل میں سمجھو تو کہوں
چشم کم سے خلق کو آپس میں مت دیکھ کر د

زور ہی بھمکا ہے مشت گل میں سمجھو تو کہوں
مے کدے اور کبے میں ہے کیا تفادیت شیخ جی

مشیشہ ہے پتھر کی بریک سل میں سمجھو تو کہوں
نامہ کو کیفیت ان آنکھوں کی کیا پوچھو ہو تم

مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل میں سمجھو تو کہوں
جاننے ہو عیش تم دنیا میں جس کو سو نہیں

عیش ہے دنیا کی جو محفل میں سمجھو تو کہوں

کرتے ہو ہر دم جو وصف چشمہ آب حیات

آب ہے جو خفیراتِ اقل میں سمجھو تو کہوں

تم جو پوچھو ہو بھرک میں دل کی کیا لذت ہے توڑ

جوں تڑپ کا ہے مزہ بسمل میں سمجھو تو کہوں

اے خوشحال ہوا جو کوئی رسوائے بتاں
خوار بازارِ ملامت ہے بسووائے بتاں
کفر سے اب تو مرادِ دل ہے نہایت بیزار
دریاں کیا کہوں اے شیخ کہ ہر پائے بتاں
الفت و مہر کی ذرہ جو کہیں ان میں ہو یو
کاش دیتا میں کسی سنگ کو دل جائے بتاں
دل سی تم جنس کو بے قدر کیے رکھتے ہو
کیا میں تم سے کہوں افسوس بتاں اے بتاں
مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یوں ہی لیجے
تم دیے دام اور میں بھر پائے بتاں

اب خدا ہی تمہیں سمجھانے مرے دل کا درد

تم سمجھتے ہو کوئی ستور کے سمجھانے بتاں

آنکھیں بھی اس کی سسکوں گے گر دکھ ملا کریں
تو ہم کسی سے کا ہے کو اتنا گلا کریں
گر جوشِ مائے خط کی تیسے پھرے پر بہار
خنچے دلوں کے گل کی طرح سے کھلا کریں
کیونکہ چشمِ داہر سے دل قتل ہو مرا
دوڑک مست لے کے جو تیغ بلا کریں
بارِ دگر بہار نے مارا ہے جوشِ اب
برپا جنون اپنے کا ہم سلسلا کریں
آئینے کا جوش ہے سکندر یہ تبسیر
بہتر ہے دور اس سے جو دل کو جلا کریں
ہے معتبر انھیں کج جہاں میں ہو سی
جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کریں

اے ستور میں بدوں تھی ان کی قراول (کذا)

شہری خزاں یہ جو کسی سے بلا کریں

خون عشاق سے تو بھرے پیارے دامن
روزِ محشر ہے مرا ہاتھ تھارے دامن
ناز کا اس کے ہو کشتہ جو کہے ذبح کے وقت
داغ سے غلوں کے مرا تو جو نہ بھڑکا دامن
ہم تو مستغنِ الاحوال ہیں عریانی سے
جامہ رکھتا ہو جو کوئی تو پیارے دامن
تشنہ لبِ اشک سے خاک مری روزِ حساب (کدا)
گاہ بے گاہ نہ چوٹے تو بے بارے دامن
رنگِ پیرا بن گلِ حشم ہے پیارے لیکن
وہ بھی سچ دیکھ قبا کی تری دایے دامن
رنگِ گل کیوں نہ صبا تجھ سے چمن میں ل کے
آگ دیکھے ہے جو اس پر کوئی مائے دامن
جامہ زمیوں کی خوش نہ نہیں درکارے سوز
کیا ہے حاجت کوئی شکل کا جو سوزے دامن

جب اپنی جاں گئی تک پہنچے یار و کامِ دنیا میں
میں مثل نگیں تب اعتبار نامِ دنیا میں
جہاں میں کون سا گھر ہے جسے ہم نے نہیں دیکھا
بجز خلوتِ سراے دل نہیں آرامِ دنیا میں
جو پیچھے شیخِ ذرہ بھر بھی رمزِ کفر کو میرے
قبولِ خاطر سے کہے پھر نہ ہو اسلامِ دنیا میں
بشرِ از مرنے جلنے کچھ نہ دیکھ بزمِ دنیا میں
گئی اپنی تو مثل شمع صبح و شامِ دنیا میں
یا دل کو نہ تھا جب تک مری کیا کیا خوشامد تھی
نہ ہو گا کوئی تم سا بھی میاں خود کامِ دنیا میں
دلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگِ ملا مت سے
یہی ہوتا ہے نادانِ عشق کا انجامِ دنیا میں
نہ کرے تیرے شکوہ ہم سے دل کی بے قراری کا
محبت کس کو دیتی ہے بھلا آرامِ دنیا میں

امید ہو گئی کچھ گوشہ گیسری دل میں
خدا کے واسطے خاموشِ نا صبح بیدار
رہ کرے ہے تنہا سیر سی دل میں
لگی ہے بات تیرے دل کی تیر سی دل میں
بے ناہ مرغِ چمن کے صفر سی دل میں
نہ جانے عشق ہے کس گلعذہ رکا ہم کو

کیس کے ابرو و مژگاں نے دی ہے دل کو شکست
 کہ اشک پھرتے ہیں بوٹی بہریسی دل میں
 دُفورِ یار کی یاں تک ہے سرو مہری کا
 کہ آہ گرم بھی ہے زہریسی دل میں
 کہے ہے خلق تری شکل کو معتبِ اہلِ ماہ
 لگے ہے مہر کی مجھ کو نظیرسی دل میں
 اگرچہ دخترِ رند کو کہیں ہیں تُو ز جوان
 لگے ہے پنبہ مینا میں پیرسی دل میں

مجھے معلوم یوں ہوتا ہے میری ہی تہسی آنکھیں
 کسی کی دیکھ کر شاید چہساں میں ہسی آنکھیں کذا
 خدا جانے کہ ہر کو دیکھ کر تجھ کو نکل جاساں
 بزدور اپنی میاں ڈوروں سے ہم نے اب کسی آنکھیں
 ہجومِ اذہیں تماشاں کا تیرے قدم پہ رہتا ہے
 بہانِ دستہ ز گس زسرتا پا بسی آنکھیں
 نقاب اب دُور کر چہرے سے کس منہ سے پھپھایا ہے
 قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم (کی) گھسی آنکھیں
 ترا وہ حُسنِ دلکش ہے نکالے جس کو تو گھر سے
 پلٹ کر پھر طرف گدی کے ہی اس کی دھنسی آنکھیں
 مرے رونے کا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہے
 دکھاتی ہیں اسے اے تُو ز اپنی بے کسی آنکھیں

بہل کہیں پتنگ کہیں اور ہم کہیں
 کب تک یہ کیشی مرے شمشاد کے حضور
 اکٹھے یہ دل جلے نہ ہوئے ایک دم کہیں
 اے سرو رنگ تو ہو تو نجات سے ختم کہیں

گردوں پھرے حباب کی صورت بہا بہا
 آجائے موج پر جو مری چشمِ غم کہیں
 لے کر چلے ہیں مہرِ تباہ ہم سچے حرم
 ہو جائے شیخِ کعبہ نہ بیتِ اہلِ غم کہیں
 آہو کو شو کہ رزم کیا ایک عمر میں
 ہر آن ہے یہ خوف نہ ہو جائے دم کہیں
 درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضرِ راہ
 کوئی سنا نہ بھولتا راہِ عدم کہیں
 گر آہ متصل یوں ہی آتی ہے گی تسوڑ
 اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جائے دم کہیں

مت پھر تو ساتھ غیر کے آمان ہر کہیں
 ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہیں
 جز سنگ کیا ہے دیرو حرم میں جو سر جھکے
 سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں
 سچا تو ہو سو وعدے میں کس طرح ہم سے یار
 وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہیں
 ہی دل ترا
 ہوتا نہیں ہے نادان ہر کہیں
 جو جو ستم ہیں ہم پہ کیے اس کے برخلاف
 کرتے ہیں ہم بیاں ترا احسان ہر کہیں
 معمورہ پھر قلم و اسکاں میں رہ چکا
 یوں ہی اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہیں
 کچھ سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض
 کرتا ہے دید تسوڑ یہ اک آن ہر کہیں

یاد میاں اب دل میں تیرے وہ باتیں نہیں آتی ہیں
 کس ہوش کی چاہ کری جو آنکھیں بھی شرماتی ہیں
 گھڑی گھڑی کی وہ جو ادائیں جنہوں سے میں دکھ پاتا تھا
 گلا اب اس کا مجھ سے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہیں
 کیوں نہ مکافات اس کی پیاسے مجھے نہ تیری سوک ٹو (کذا)
 لے کر پہلے دل عاشق کا جان پھر اس کی کھاتی ہیں

خون ہمارے دل کا پیو میں جس صورت سے پا دیں وہ

بس کب چل سکتا ہے ان سے جو آنکھیاں بہلاتی ہیں

پھنسواتی ہیں دل کو میرے زلفیں ہر اک ہر د کی

آنکھیں میری مجھ سے یارو ناحق روگ ساستی ہیں (کذا)

جب سے گیا ہے برے میرے تو آرام جان و تن

آنکھیں طفل اشک کو تب سے گودی میں پھلاتی ہیں

گئے وہ دن جب تلخ تمھارے منہ سے میٹھا لگتا تھا

سنو ہو پیار سے اب وہ باتیں تم کو نہیں سہاتی ہیں

گھر سے باہر جلد نکل اب تیسری خاطر ہے یہ حال

جائیں سب عشاق کی پیائے سینوں میں گھبراتی ہیں

ریختہ کہہ کہہ ستور ہوا جو دیوانہ تو کیا ہے عجب

عشق کی باتیں افلاطون کی پل میں مت بوراتی ہیں

نخل محبت آہ مرا بارور نہیں

لے آہ و نالہ حیث کہ تم میں اثر نہیں

ہر جوہری کو اس کی پرکھ کی نظر نہیں

لے یار تیرے دل میں غدا کا بھی ڈر نہیں

جو نمرغ روح کوئی مرا نامہ بر نہیں

آؤں نفس بھی توڑ کے تو بال و پر نہیں

اس سرو قد کی دوستی میں کچھ غم نہیں

اس سنگدل کو حال پر آیا نہ میرے رحم

یا قوت اصل یار سے بہتر نہیں دیے

کیوں مجھ سے بے گناہ کو ناحق کرے قتل

قاصد کی کیا مجال کہ اس کو میں جاسکے

میری طرف سے دیو صبا گل کو یہ پیام

ہرگز نہ مان ستور تو دعا عطا کی گفتگو

ذرا بھی اس کو اصل سخن سے خبر نہیں

لڑیں کیوں ہیں ترے مرگان و ابرو یار آپس میں
 ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپس میں
 لگا دل چھین لے تو جس گھڑی آئینہ رویوں کا
 ہے حیراں تو امنہ دیکھ اسے خونخوار آپس میں
 دل و جان دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہیں
 رہے ہیں منتظر پیاسے کئی بیسار آپس میں
 ہمارے درد کی تدبیر ان سے ہو نہیں سکتی
 تاسف ہی مرا کرتے ہیں یہ غمخوار آپس میں
 چکے انصاف حسن و عشق کا تب جس گھڑی جھگڑا
 اکیلے بیٹھ کر ہم تم کریں گفتار آپس میں
 تری تسبیح کا دشمن نہیں ہے دیر میں اپنے
 سنا ہے شیخ ہم کو اُلفت زنا ر آپس میں
 دیں مارے ہے سنگ تفرقہ لے تو ذیہ ظالم
 اگر بیٹھے ہوئے دیکھے فلک و دجاء آپس میں

جاتا ہوں تھے در سے بس لے یار رہا میں
 میں جب ملاقات کی تب سے ترے نزدیک
 آئے تھے بھی ہم نفس اک بار ہر دام
 پیارے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے
 تجھ حسن کی اس واسطے ہر گرمی بازار
 اک دم نہ تھما خوں مری آنکھوں سے کھویا

نظروں میں رقیبوں کی بہت خوار رہا میں
 ذلت کا ہی ہر وقت سزاوار رہا میں
 آزاد ہوں اور گرفتار رہا میں
 آنکھوں کو تری دیکھ کے بیمار رہا میں
 لے شوخ ترا بس کہ خریدار رہا میں
 از بس ترے ہاتھوں سے دل انگار رہا میں

صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہوں اے تُو
گر شیخ کے نزدیک گنہ گار رہا میں

دل کو یہ آرزو ہے کہ اے یار میں
میں وہ درخت خشک ہوں اس باغ میں صبا
ہمراہ تیرے پیچھے مل غبار میں (کذا)
جس کو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار میں
ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن یہ نو بہار
دیتی ہے زہرِ کجہ کو مے خوشگوار میں
خنجر پیکر کسو سے یہ مڑگاں نہ پھیریں منہ
تلواریں ماریں بیٹھ کے ابرو ہزار میں
اے تُو درختِ رز کو تو اتنا نہ منہ لگا
تکلیف پائے گا بہت اس کے خمار میں

کہاں نصیب ہے اس شوخ سے کلام کروں
نہ تجھ کو رحم مرے حال پر نہ تجھ کو صبر
جو حال دل ہے اُسے کہہ کے میں تمام کروں
جیوں میں کیونکے بسر اپنی صبح و شام کروں
نہ رکھ نماز سے محروم اُسے مجھے ساقی
شراب اتنی کہ میں سجدہ سے جام کروں
بیشمل کے رقیبوں سے جب تو ہو بدنام
میں کس طرح سے بھلا تجھ کو نیک نام کروں
خدا خدا کی (کذا) اب اس کی ہوئی ہر یہ اُمید
کہ رام ہو وہ مرا اگر میں اس کو رام کروں
کہے تھا شوخ تجھے بزمِ عیش میں اے تُو
بقیر اس کے نہ میں ردِ بسر سے جام کروں
مرے سلام نہ لینے سے ہو گیا ناخوش
اگر وہ پھر ادھر آئے تو میں سلام کروں

چاہ کے غرق تجھے ہے یہ گماں ترے ہیں
اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم
ڈوبے گردابِ محبت کے کہاں ترے ہیں
تو کے بیٹھے ہوئے مگر کبھی میاں تو تے ہیں

نخست دل یوں ہیں سرسیر سخن میں تجھ بن
 وصال کی رات بھی محروم ہیں اک بوسہ کے
 یاد کرستی میں تجھ کو میں جہاں روتا تھا
 منہ میں تیرے سے جو رکھتے ہیں سوا اٹھ زبان
 برگ گل جوں برفے آب رواں تہتے ہیں
 آب حیاں میں ترے تشنہ دہاں تہتے ہیں
 آج اک بار بطسے تری داں تہتے ہیں
 بحر موج سخن میں وہ جواں تہتے ہیں
 صاحب فہم اے کہتے ہیں جو ہر اے تو
 دست و پا در کے یہ نگ جہاں تہتے ہیں

کر لے جو چاہے سو یہ حسن جواںی پھر کہاں
 آج اگر چاہے تو شن لے مجھ سے میرا درد
 جب تک ہر حسن تجھ پر کرتے ہیں سب ہی شاد
 تارک لہ نیا ہو کر چاہے کہ خوش گزیرے تری
 ملک میں خوبی کے پیارے حکمرانی پھر کہاں
 کل سنا چاہے جو تو میری زبانی پھر کہاں
 خط کو لکھتے ٹھہرنے دے اب کی جانفشانی پھر کہاں
 جب پڑا دھند میں اس کے شادمانی پھر کہاں
 سوز کا جینا فینیت جان مست مل غم سے
 جب ملا اس سے تو اس کی زندگانی پھر کہاں

اب تو ایسا میں ناتواں ہوں
 اے صاحبو تم تو راست ہو
 ایسا تو سبک ہوا ہوں ہے ہے
 دشمن سے نہیں ہے مجھ کو بخشش
 جو کہ نہیں سکتا منہ سے ہاں ہوں
 مردہ ہوں میں یا کہ نیم جاں ہوں
 جو سب کے دل پہ اب گراں ہوں
 آزدوہ طعن دو سستاں ہوں
 میں کشتہ رشک کشتگاں ہوں
 یوں تو اک مشت استخوان ہوں
 جو اس کا خاک آستاں ہوں
 لے کاش موانہ اس کے غم میں
 میں نے ہی کوہ عنم اٹھا یا
 اب اتنی ہی آزدوہ ہے باقی

ظاہر بینوں نے پیر جانا
میں تو رہی سوز نوجواں ہوں

کو پید عشق میں جواہل نظر جاتے ہیں کاٹ کے سر کو کف دست پہ دھر جاتے ہیں
تو لے کیا ہوں میاں تیغ ادھر دیکھ کے تم ہم تو ہل جانے میں ابرو ہی کے مر جاتے ہیں
اے سمندر جو نچوڑیں گے کبھی ہم دامن دجلے تالاب کئی آن میں بھر جاتے ہیں
جا کے ہم عشق کے کوچے سے پھریں کناصح خوب جاتے ہیں جد ہر اہل بصر جاتے ہیں
دل بھی کچھ چیز ہے روتا ہے جسے تو لے سوز
عاشقی میں تو میاں جی سے گزر جاتے ہیں

سن کے بے تابی مری سیما ب ڈھل جاوے دیں
برق دیکھے آگ گر دل کی تو جل جاوے دیں
میرے بانکے کے مقابل کون ہو کس کی مجال
رستم اس کے رو برد ہو مے تو ٹل جاوے دیں
وہ مرا محبوب گر دیکھے فلک کو یک نظر
ثابت و سیار آفسو ہو کے ڈھل جاوے دیں
شعر ہی سن کر پڑے روتے ہیں روز و شب یہ لوگ
کو دبھا گئیں تو انھوں کا جی نکل جاوے دیں
وہ جو سکھڑے ہیں بلائیں لیتے ہیں ہر بات پر
سن کے میرے شعر کو کواری ادھل جائے دیں (کنز)

اشک بھی آتے نہیں اب کیا کروں آہ دل جلتا ہے یا رب کیا کروں
 ہائے سیری بات وہ سنا نہیں حال دل کہتا ہے مطلب کیا کروں
 دل میں آتا ہے کہ مر رہے کہیں پر نظر آتا نہیں ٹوہب کیا کروں
 شمع کی مانند اسے اہل نظر سوز میں جلتا ہوں ہر شب کیا کروں
 مت تو اب دکھلا مجھے اس شوخ کو
 دل اٹک جاوے کہیں تب کیا کروں

دل کو دینا تو بہت سہل ہے دلدار کہاں غم تو ہر آن میں موجود ہے غمخوار کہاں
 دل صد چاک سے میرے نہیں گل کو نسبت شائے زلف کجا، طرہ دستار کہاں
 سرو کب قابل دستار ہوتے آگے اس قامت رخسار کے اسے بار کہاں
 بلبلو مار لو اب پیچھے اس باغ میں تم پھر کوئی روز کوڑھونڈھو گی تو گلزار کہاں
 تو نہ فردوس کا ہومے نہ طلب گار کہ واں
 تیرے گھر کا سا اے سائے دیوار کہاں

یہ میں بھی سمجھوں ہوں تا صبح وہ یار نہیں کروں میں کیا کہ مراد دل پہ اختیار نہیں
 عبث تو ہر گھڑی سر کی مرے قسم مت کھا قسم خدا کی تھے دل میں اب وہ پیار نہیں
 میں وہ ہوں نخل کہ جس نخل کو قیامت تک بہا کر سی ہی آوے تو برگ و بار نہیں
 جہاں کے بیچ غم دو کھ سو میں کہوں کس سے سوائے غم کے مرا اور غم گسار نہیں
 ہزار قول کرے یہ نباہ کا اسے سوز
 مجھے بتاں کی صحبت کا اعتبار نہیں

جن کے تئیں کہ عاشق محبوب جانتے ہیں
 فدا نہیں ہیں واقعت اطوار دلبری سے
 ہر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا بتاں کا
 سمجھو ہوشمع جس کو خلوت میں اپنی پیارے
 پوچھو ہمارے دل سے ہم خوب جانتے ہیں
 دل لے کے جو کرنا محبوب جانتے ہیں
 غیرت جنہیں دی حق نے مہیوب جانتے ہیں
 ہم دل جلوں کا اس کو مکتوب جانتے ہیں
 آفاق میں جنہوں کو کہتے ہیں تونہ زندہ
 تقوے کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہیں

مکڑے تو ابھی صل کے دل بیچ دھرے ہیں
 شکر کرنے کا غلش اٹھ گیا دل سے
 اس باغ میں ہم سے نہ ملے سود کسی کو
 کاوش نہ مرے دل سے ہے مڑگاں میں
 ہم نے تو ابھی موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں
 جب ہوئے پیدا ہم اسی دن سے مرے ہیں
 نے گلبن سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہیں
 ابرو بھی کبھی میں صفت مڑگاں پرے ہیں
 کیسا ہی وہ کھوٹا ہو دے ہم تو کھرے ہیں
 لے اگر یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ (کڑا)

جو بزم بیچ تجھے دیکھ کر نہ پھٹ جاویں
 تو اس چمن میں ہے گل پر نہیں ہیں ہم شبنم
 ہزار طرح جو لیے بتاں سے ہو کر صاف
 مراد دل اس صفت مڑگاں سے کب اٹکتا تھا
 یہ شمع روجو ہیں مانند شمع کٹ جاویں
 وگر نہ رو دو گلے سے تھے لپٹ جاویں
 پران کے دل سے یہ ممکن نہیں کپٹ جاویں
 دے میں کیا کروں طالع ہی جب لٹ جاویں
 ہوئے غبار نہ دامن تک اس کے پہنچے تونہ
 پر اب کے ہو کے حنا پاؤں سے لپٹ جاویں

چشم عشاق آبشار چمن
 سینہ داغوں سے لالہ زار چمن

جب دیکھا میں تجھ کو اے گلرو
نہیں نظروں میں اعتبار چمن
رخ سے رخ مت ملا تو عاشق کے
نہ خواں سے ٹا ہسا بہ چمن
مت ساعد لیب کو صیاد
ہے وہی ایک یاد گار چمن
یہ ہیں ہم ہوں نے گل سے گل
سوزت سوزت اب کے شاخار چمن
میری آنکھوں کی طرح سے نہ بھی
دیکھی مدت میں جو سب بار چمن
دیکھ تو ٹمک نسیم کو اے سوز
کوئی ایسا ہے بے قرار چمن

کبھی ہیں دل کے لے جانے کی باتیں
کبھو ہنسنا کبھو گھبرا کے رونا
بچھے مت دیکھ کر تیوری چڑھا جان
ہم آپہی دیر ہیں آپہی برہمن
تمھاری دسبدم کھینچیں ہیں زلفیں
پیارے دیکھو شانے کی باتیں
کہا میں نے یہ اس سے تیری خاطر
سنوں ہوں اپنے بیگانے کی باتیں
لگا کہنے کہ مت کر چو سپلا سوز
یہ سب ہیں گالیاں کھانے کی باتیں

کہیں ہیں لالہ کو صاحب طبع ہے (وہ) چشم و چراغ گلشن
وہ فی الحقیقت خزاں کے غم سے جگر پر رکھتا ہے داغ گلشن
شباب لے کر صراحی و جام بھجھ تک آپہنچ سا قیا میں
مثال غنچے کی تنگ میرے نہ کر تو دل پر منسراغ گلشن

خزاں نے اس سال آکے ساقی یہ باغ ایسا ہی کھودیا ہے

بہار کیسا ہی ڈھونڈھے رکھیو نہ پاوے سرسراخ گلشن (کذا)

بتا تو تیرے بغیر ظالم یہ باغ کس کا لہو پیے ہے

گلگوں پہ ذرہ تو غور کر تو بھرے ہیں خوں سے ایسا گلشن

کیا ہے اے سوز جیبے اس نے خرام ناز آکے اس چمن میں

غور غفل سے یہی ہے پیدا فلک کو..... دماغ گلشن

بھری تھی فوج بسبل جب چمن میں تو گل کیا پھولتے تھے من ہی من میں
 کہہ مر جاتے رہے یہ یار یار ب کوئی بیٹھا نہیں اب انجمن میں
 سلام شوق پہنچانا ہمارا کسی کا گر گزارا ہو عدن میں
 کہ اے بے دید بے پرواہ یارو گئے تم کوچ کر اپنے وطن میں
 دے چوں انگر افسردہ یہ سوز
 پڑا دیکھے ہے اپنے من ہی من میں

دل کو میں غم میں جلا دوں کیا کروں آنکھیں رو رو کر سجا دوں کیا کروں
 دن مجھے کہتا ہے ولبر کو دکھا کیوں جی سچ اس کو دکھا دوں کیا کروں
 آہ آنکھوں نے اسے شیدا کیا آنکھوں میں نکلی (کذا) چھپا دوں کیا کروں
 حب کی تن نے مجھ کو زنداں میں دیا آگ اس تن کو لگا دوں کیا کروں
 اس کو چڑا یہ آہ بن رہتا نہیں
 سوز کا منہ میں جلا دوں کیا کروں

اس پاس پھر گیا دل گمراہ کیا کروں دم مایہ کی تاب نہیں آہ کیا کروں
 بستی (میں) ہے نہ چین نہ جنگل میں ہر قرار گھبرا گیا ہوں کیوں مئے افتد کیا کروں
 آوے گا یا نہ آوے گا شب تو گزر رہی اکذا دیکھوں نہ دیکھوں اس کی بھلا راہ کیا کروں

دل بے خبر پڑا ہے خدا جانے کیا ہوا
 اس حال سے میں تو زکوہ آگاہ کیا کروں

یہی ہے دل میں کچھ اب زہر کھا کر آج مر جاؤں
 کوئی اب زہر بھی دیتا نہیں یارب کدھر جاؤں
 جلاتا ہے تو مجھ کو میں ترے مستربان ہو جاؤں
 میں پروانہ نہیں جو ایک پل میں جل کے مر جاؤں
 عدو کے ہاتھ سے کونا نہیں ملتا ہے چھپنے کو
 زمیں پر تو نہ پھوڑیں گے مگر افلاک پر جاؤں

و

طلب کرتا ہے مجھ سے ہر گھڑی پیاں گس دل کو
 کہاں دل کس طرح کا دل کسے کہتے ہیں دل دل کو
 غم دلبر جو تجھ کو جان ہے مطلوب تو ہے جا
 نہ دوں گا دل نہ دوں گا دل کہ پالا ہو ہل دل کو
 نہ کعبہ میں نہ بیتخانہ میں ملتا ہے خدا طالب
 نہ پاوے گا نہ پاوے گا جو ہے جو یا تو دل کو

جو تو چاہے کہ میں آنسو کا یوں نالہ بہاؤں گا
 نہ روؤں گا نہ روؤں گا کرے غمِ مضمحل دل کو
 ہلاتے جس طرح تلقین کو ہیں گور میں مردہ
 بھٹھوڑے ہے مڑڈے ہے تراغم متصل دل کو
 اسی منہ پر کیا تھا وعدہ بوسے کا تو پھر بیٹھے
 نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑوں گا نہ کر ظالم نخل دل کو
 وہی اس سوز کے معنی کو سمجھے جو جلا ہو دوسے
 کہ صورت سے ہو صورت کو مزا اور ذوق دل دل کو

کس طرح روتے ہوئے دیدہ تر دیکھیں تو
 خوش تو ہوتا ہے گلا دیکھ کے تنگی کی عالم
 کس طرح بہتے ہوئے نخت جگر دیکھیں تو
 ہوش اڑ جائے گلا تیری اگر دیکھیں تو
 نخت دل آج تہا رہی ہنس دیکھیں تو
 خواب غفلت سے تونلے نے جگایا ہر اسے
 کیا اثر کرتی ہو اب آہ حسرت دیکھیں تو
 قطرہ اشک سے موتی ہوئے پر سوز کے اشک
 کس طرح جوتے ہو تم سلک گہر دیکھیں تو

نصیحت میری تم منظور رکھو
 کہ میرے دل کو مت رنجور رکھو
 جلا کر مجھ کو وہ نالے سے گیا ہے
 اسے تم آپکے بھی دور رکھو
 بہت ہیں اس کے لئے جانے کے لیے
 دلوں کی بھیر سے مستور رکھو

چرا لے گا کوئی دیکھ جو ثابت ہے تو غم سے چکنا چور رکھو
 دو انا ہے جو کچھ بولا تو بولا
 میاں اس سوز کو معذور رکھو

جس پر مرے صنم کو کرم کی نگاہ ہو بالہ عاشقوں کے وہی بادشاہ ہو
 یہ عاشقی ہے خاں خالا نہیں میاں سرے تو پہلے راہ میں تب سربراہ ہو
 آنکھوں میں غم نہیں ہر کہاں ہے سرشک طاقت نہیں ہے کون سی قوت —
 رکھتا ہوں عرض تم سے سو مردانِ راز رونے کے میرے شہر تلک تم گواہ ہو
 اے دل خدا کے واسطے تک صبر کر ذرا آنکھوں سے تیرے کوئی کہاں داؤ خواہ ہو
 تیرے بھی حق بطرت ہر میں کیا کروں بیاں جانے دی جسے کسی خطا لم کی چاہ ہو

امید دار رحمت حق سوز ہے دے
 ملتی ہے اس کو جو کہ بہت پرگناہ ہو

مرا جان جاتا ہے یارو سبھاو کلیجے میں کانٹا لگا ہے نکالو
 نہ بھائی مجھے زندگانی نہ بھائی مجھے مار ڈالو مجھے مار ڈالو
 خدا کے لیے لے مرے ہم نشینو یہ بانکا جو جاتا ہے اس کو بلاو
 نہ آدے اگر وہ تمھارے کہے سے تو منت کر دو گھیرے گھیرے بلاو
 اگر کچھ خفا ہو کے وہ گالیاں دے تو دم کھا رہو کچھ نہ بولو نہ چالو
 کہو ایک بندہ تمھارا مرے ہے اسے جان کنہ سے چل کر بچالو
 جلوں کی بری آہ ہوتی ہے پیائے

تم اس سوز کی اپنے حق میں دعاو

لے، تم اس میں لے یہ غول میں نہیں ہے لے، صاحب

بلبلوں کا غسل مچا ہے باغ میں دیکھو اسے شرخ گلرود دوڑیو
دیکھ کر میری نگاہ گیم طفل بد خو دوڑیو

تو نے افسوں بھرا ہے شعر میں
ایک دم اے چشم جادو دوڑیو

بات کہتا ہوں تجھے مان لے بیزار نہ ہو سر سے لے پاؤں تلک درد ہو آزار نہ ہو
دل خراشی سے کوئی جرم نہیں بالاتر گودل انگار ہو لیکن تو دل انگار نہ ہو
ہو ریاضت سے ترا جسم بھی مانند لال پر نموداری کی خاطر تو نمودار نہ ہو
ہے گرفتاری تن گر چہ حکم تقدیر اد گرفتار بلا دیکھ گرفتار نہ ہو
بخیر ایسی رہتا می تری بخیر ہی دکھ

تو کرتا ہوں خبر تجھ کو خبر دار نہ ہو

جیت دل تجھ میں گر مروت ہو غیرت سے کیوں ہیں شکایت ہو
جیب تک بھی نہیں رسائی دست یا رب اتنی تو دست قدرت ہو
ہر گھڑی گھر سے مت نکل پایے کوئی دیکھے تو کیا قیامت ہو
گالیاں تو بہت سنیں صاحب کبھی بوسہ کی بھی رعایت ہو
کچھ بڑی بات تو نہیں والہ چوم کریں اگر عنایت ہو
ایک پل میں بہادوں عام کو گرچہ روئے کو محکو رخصت ہو
اشک اپنے میں توڑ ڈوب گیا
یا الہی غریق رحمت ہو

لے لے لے شعرم میں ہیں لے لے غلام میں نہیں ہے لے لے آہ دل تم کو
لے لے کیوں بتوں سے لے لے لیکن لے لے شعرم میں نہیں ہے۔

اب یہ دیوانہ مرے ہے کھول دو زنجیر کو
 دیکھیے عشاق میں کس کس کے دھڑ پر سر ہو
 توڑ دو اے عاقلو سر رشتہ بدبیر کو
 آج میں دیکھا چٹاتے سنگ اے شمشیر کو
 ہم اگر برپا نہ کرتے حنائے زنجیر کو
 درودل ہرگز نہیں ہے واعظ بے پیر کو
 خشک ترکیاں ہر دیکھنے سے اسکے میں تونہ
 عشق آتش ہے خبر کردو جوان و پیر کو

میں تو اب مبرا ہوں کھولو پاؤں سے زنجیر کو
 ہو چکا ہے گر چہ اے پیکل جس دم کا تمار
 کم کرو اے عاقلو بدبیر کی تدبیر کو
 اتنی ہے فرصت جواب لے لوں و شمشیر کو
 کیا کروں اللہ میں دنیا کی دار و گیر کو
 میں اگر برپا نہ کرتا حنائے زنجیر کو
 مہ نہ موڑا تیغ سے جم جم اٹھائے زخم یار
 آفریں ہے تونہ صد رحمت ہر ...

تو زگرش سے غم گردوں کی مت دل تنگ ہو
 یاں تو گوشے سے گز کے دل ہوا جاتا ہر آب
 جوں جوں مے جوش توں باوہ گل رنگ ہو
 بھر نظر دیکھے اسے جس کا کلیجہ سنگ ہو
 دل ہمارا ہونہ دوراں سے کدہ کوئی طرح
 یہ نہیں ممکن کہ اپنے آئینہ پر رنگ ہو
 کیا کروں دیکھی نہیں اے یار راہ کو سے دوست
 ورنہ پہنچوں میں اگر وہ لاکھ ہی فرنگ ہو

تری آنکھوں نے لٹا کارواں کو
 سنبھال اپنی زباں ادبے ادب سوز
 کوئی محبوب کو دیتا ہے طعنے
 یہ وہ ہیں اپنی کرنی پر گر آویں
 ذرا خاموش ہو اے بلبل ہند
 وہ تیرے زمرے کیا ہو گئے آگے
 نہ چھوڑا زندہ اک پیردجواں کو
 تو کیا بولا کہ کاٹوں اس زباں کو
 کرے گو قتل وہ سامے جہاں کو
 آٹ ڈالیں زمین و آسماں کو
 جلا دے گگا وہ تیرے آشتیاں کو
 ہوا کیا اس تیرے لطف بیاں کو
 کوئی ایسی غزل پڑھ اب تو پیاسے
 رلا دے دیکھتا ہے کیا جہاں کو

چرا کر دل چلا اب تو کہاں کو
 یہ تھو تھا جسم لے کر کیا کرے گا
 گرا ہے تو پڑا ہنسنے دے مت چھیر
 خدا کے واسطے ہٹ مت کیا کر
 ترے مرگ کان و ابرو ہیں کفایت
 اے میاں جانے والے میکدے کے
 کہ ساقی سوز کی کم ہو گئی کیفیت
 کوئی میری حرف سے آج جا کر
 خدا کے واسطے نیچی نگہ کر
 کھڑا رہ پھونکتا جا آشتیاں کو
 جہاں جاتا ہے لیتا جا دہاں کو
 ارے کیوں بھیجتا ہے ناتواں کو
 ستم پھتا نہیں ہے فوجواں کو
 کرے گائے کے کیا تیرو کماں کو
 ذرا کہہ دیجو پیر معناں کو
 پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو
 یہی کہ دے مرے نازک میاں کو
 کوئی دن اور بیٹھنے دے جہاں کو

لے ع سادہ لے ع یہ شعر ع میں نہیں ہیں۔ لے ع ع ۔ یار

لے ع ع ۔ اٹھا آ کیوں ہے اب لے ع یہ شعر ع میں نہیں ہیں۔

سن لے پیک اجل جلدی سے آجا
نہ مرنے دے گا آمیر اکہا نان
عزیز و سوز کو دیکھو کہیں تو
بوقت نزع بولا سوز آخستہ
بھا کے صاحب سلامت
یہ اپنا بھوڑا رکھ او پڑ دسن
ہمیشہ سوز کے عیبوں کو گن کر
نہ جانی تم نے قدر سوز افسوس
لے گا خاکسار ایسا نہ کوئی
مجھے تو تنگ اپنے نام سے ہے

بھلا یہ سوز تو پر حیب ہے ہر
تم اچھے ہو کسی کا عیب ڈھانکو

ستارے نسیم صبح آکر بقراروں کو
جگر کہتے ہیں ہم بھی سامنے ہو جائیں گے گلے
دجا گلشن میں غل سے تو خفا ہوئے گا کہتا ہوں
یہاں صید حرم گردن نکلے راہ تکتے ہیں
نکل جاتا ہر جن کا جان دم میں بھانس کے لگتے
یہ نکل دیو نہی غارت ہوا ہر دل کے ہاتھوں

نہ چھوڑ سوز کو یہ تک نہی تم سے نکالی ہے

کوئی بھی دوکھتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

مست تو پھر تار راتوں کو کہیں بہتاں نہ ہو
 میں تمے قربان جاؤں یہ نئی تقریر ہے
 آپ دل لیتے ہو پھر کہتے ہو کوئی لے گیا
 کوئی بھانکا تھا ابھی دیوار کے رخنے سے
 جو تو چاہے میں بھی تیرے ساتھ سرگرداں ہوں
 آئینہ ساں دل بنے تب اس میں دیکھے رُسے یار
 توڑ منزل دُعا ہے آگے ہی سے حیراں نہ ہو

میں جانتا ہوں جان تمہاری چھمکد کو
 بس ہاتھ اٹھالے چھاتی سے اد جان کرین
 لے آگ میں جلا نہ یہی چاہیے تو ہے
 ہے سو ہو خیال ترا مسیری جان میں
 زلفیں لپیٹو کھو لو نہ اپنی کسند کو
 لگتی ہے ٹھیس آہ دل درد مند کو
 جلنے سے سر بلندی ملی ہے پسند کو
 مست کر جدا تو میرے ہر اک بند بند کو
 یہ سوز خاک ہو ترے کوچے میں ہے پڑا
 گاہے کد آنہ اس پہ تو اپنے سمند کو

سیم سیم بدستیم گرد ہوش رہا کہاں کے ہو
 نور ہو یا بجلی ہو برق ہو یا شرارہ ہو
 تنگ قبا و آفت و نفع سرا کہاں کے ہو
 سکر تو لے کے پانوں کا جان جلا کہاں کے ہو
 پر یہ بتا دو میرے نہیں پہر خدا کہاں کے ہو
 کون ہو کیا ہو سچ کہو حمد ہو یا کہ ہو پری
 توڑ تمہارے عشق میں مر تو گیا کہاں کے ہو

چھڑا کر مجھ سے سارے خانماں کو
 بھلا اتنی تو رخصت دے پیلے
 عزیز و خوش رہو اب تم کو سوچنا
 خدا پھیرے گا تو تم سے ملیں گے
 یہ کہہ دیجو اگر تم کو ملے ستور
 چلے ہیں ساتھ اب تو صبر و طاقت
 سدھارو بیوفاؤ کب رہو گے
 میاں دل لے چلا تو اب کہاں کو
 کہ رخصت کروں اپنے دوستاں کو
 خداوند زمین و آسماں کو
 چلے ہیں اب تو تیشے لاسکاں کو
 کہ با صاف رکھو آستاں کو
 رگہ جنجال کیسا میری جاں کو
 کروں میں کیا فداؤ بیہب ں کو

میں صاحب دل نہ تھا تھا بندہ دل
 چلا جاؤں گا لے جاوے جہاں کو

آہ اس دل کو کیا ہوا یارو
 بوتا ہی نہیں ہے مجھ سے آج
 جو بگے اپنی جاں سمجھتا تھا
 چپ لگی اس کو کیوں ہوا یہ کیا
 میرے دل میری جان آنکھیں کھول
 کچھ تو اس کا علاج بستلا دو
 کچھ کسی نے اسے کہا یارو
 وہی دل تم نے کچھ سنا یارو
 کیوں یہ نا آشنا ہوا یارو
 کچھ تو اس کی کرد دوا یارو
 آنکھ بھی نہیں یہ کھولتا یارو
 تم تو ششدر ہوئے بھلا یارو

ستور کو ڈھونڈو لاؤ بس اٹھو

مانو اتنا مرہ کہا یارو

دکھلا نہ غصے سے غم اس دئے آتش ناک
 حسن و جوانی و اداسی نے عطا تجھ کو کیا
 گر قتل کرنا ہے تجھے باہر نکل کوچے میں چل
 زلفوں کو برو سے جدا اپنے گھٹے سے رکھ لگا
 دتا ہوں میں بے یمن برتھ کو نہ لگ جاوے نظر
 لیتے نہیں مرزا منش جس چیز میں کچھ خوش
 اب زہر کھلے ہی بنے اس زندگی کے کیسے
 سو تو زلے لے رکھا ہے اپنے لیے تریاک کو (کذا)

میری طرف سے جا کہہ اس دلبر خود کام کو
 کس کے بدن میں ہے لہو و حرکوں ہی جاتا ہے
 لے آہ بس مت غل بچالے نالہ مت فریاد کر
 شیخ و مشائخ سے کہو کچھ ٹوٹنا ہے ٹوٹ لیں
 جتنا تو رکھتا ہے بھلا کیوں سوز سے بزم کو
 یاد ہے کچھ سیراب کر اس تیغ خون آشام کو
 زلفوں میں دل جو جا پھنسا سمجھا ہے کچھ انجام کو
 دیتا ہوں اب تو آگ میں باز ازنگ نام کو
 لے سوز ابھی تو مت اٹھا اس آتش سہاں کو
 ناداں کوئی کیا لے دے گا ایسے کباب خام کو

جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں میں جس تس سے یاری کو
 محبت اڑ گئی یارب ہوا گیا دوستداری کو
 دل مجروح جاں کنڈن کو اب سوچتے تھے میں نے
 کہ کوئی دیکھ سکتا ہی نہیں اس زخم کاری کو

لے م یارب کبھی تسکین ہو اس شرخ خون آشام کو۔

ذرا تو ہونٹ پر تو ہونٹ رکھ دے پھر اٹھا لینا
 یہ یا قوتی کرے ہشیار شاید اس غماری کو
 کہیں گانی کہیں گھونسا کہیں دھپا کہیں جھوٹ
 نہ کچھ بند تو زہار ایسی خمیر جاری کو
 دہل کر سوز مر جا دے گا ہا کام آدے گا
 تری صدقے گئیوں کھینچ ست ہر دم کشاری کو

تو اپنی جان سے کیا سیر آیا ہے دل بد خو
 چھپا کوئے میں بیٹھا تھا جھجھک کر کون ہر بولا
 کہ جا جا بیٹھا ہے ہر گھڑی اس شوخ کے پہلو
 کہا میں نے کہ میں ہوں تو کہا اس وقت میں در تو
 بلا در بان کو بولا بے سنیو تو اندھا تھا
 کھلایا ہے تجھے کیا تیری جو رونے مگر الو
 تو اپنے باپ کو کیوں آنے دیتا ہر میدان
 بی میں نہ کاٹوں گا جو چھوٹے گا اسے اب تو
 نہیں تو جانتا یہ سوز ہے آتش کا پر کالہ
 وہ آتا ہے اسی خاطر کہ نگ جا دے کہیں قابو

ہاتھ میں لے رہا تو ہے نادک سینہ دوز کو
 شمع کی طرز مات دن ل کو لگی ہر تیری لو
 دیکھ کس کی چاشنی پہلے لگانا سوز کو
 لیتے ہو ایک بوسے پر گو ہر شب فردن کو
 ایک تو پیالہ اور پی مکھڑے کو آفتاب کر
 اور بھی آ پٹ چاہیے اس دل خام سوز کو
 ایک پلک جھپکنے میں لاکھ اشارے کر گیا
 بوجھے نہ بوجھے سوز ہی اسکے چھپے رموز کو

دالٹرا بچ دل میں کچھ اور آرزو ہو
 اے دیدہ کوہ و صحرا تم نے ڈباے سین
 میری ہی دعا ہے دنیا ہو اور تو ہو
 اس کی نگلی میں آداب تم کو آبرو ہو
 ناصح جگر پھٹا ہے چل بھاگ بے رفو ہو
 ہاں منہ تو جب جھٹالیں جب سے سوسو ہو
 کیا غل چار کھا ہے اور مجھ سے دو بدو ہو
 شہرت سے دل میں جیکر نہ نچھلا کے مجھ سے بولا
 بس مت جلا بچے سوز الٹ کر سے تو مر جائے
 قصہ ہی بر طرف ہو جھگڑا ہی ایک سو ہو

گرچہ میں ہے تجھے مقہور —————
 اب ہزاروں —————
 ایسی گزری اگر جلدی ملی تو —————
 ایک دم کے واسطے اے راہرو گلچیں نہ ہو
 اے ہمارا دم کی خاطر پر بالیں نہ ہو
 اپنے دامنوں کے لیے اے باغباں —————
 مان لے جان اب خدا کے واسطے —————

بٹس کہتے کیوں جان پو رجا لو
 بھلا کون بچا ہے انصاف کیجے
 جو ہم پاس دیکھو تو اس کو چھٹا لو
 ادھر دیکھو میاں بات کو تو نہ ٹالو
 عدالت کا دن کل ہی معلوم ہو گا
 تم آج ان غریبوں کو اچھا ستالو

کہیوں باوصہا بچھڑے مجھے یاروں کو
 سرق دلق میر ہے ان کی دے آنکھ کہاں
 بال باندھے جھیں کہتے ہیں سودہ عاشق ہیں
 اب تو غم آکے مجھے پیار لگا ہے کرنے
 جس طرح پایا اسی طرح دیا دل کو چھین
 بالیش سے پھنے زلف کے بالوں میں ہوں اکڑا
 سوز کا کوئی عمل عفو کے متا بل تو نہیں
 شاہ چھڑا دے گا کیا ایسے گرفتاروں کو
 شاہ بخشا دیں مگر ایسے گنہگاروں کو
 سوز کی جتنی سفارش کی نہ مانا اس نے
 چھوڑتا ہی نہیں وہ اپنے گنہگاروں کو

سینہ چس کے عشق سے خراباں کے داغ ہو
 لے عذیب کب تری شریاد وہ سنے
 کنج نفس میں فکر چین ہے خیال حنا م
 بوجہ مرے دل گم گشتہ کی کہیں
 وہ داغ اس کی گور کا روشن چراغ ہو
 ہستی سے گل کی باغ میں جو بے داغ ہو
 ببل تو دل ہی دل میں پڑی بے داغ ہو
 قاصد نظر میں تیری گر اس کا سراغ ہو
 لاکھوں ہی غنچے کھتے ہیں یارب ہر ایک صبح
 اس سوز کے بھی دل کو الہی سراغ ہو

قسم کھاتا ہوں شہر دم جو کرد ہرگز نہ یاری کو
 دے رہتا نہیں دل کیا کروں بے اختیار سی کو

نہ تہ یہ شرع میں نہیں ہیں
 نہ تہ یہ شرم میں نہیں ہے۔
 قسم کھاتا ہوں میں بھر جو کروں دور اس کو دیکھ کو
 تم نہیں رہتا ہوں لیکن کیا کروں

کون ایسا سوختا ہے جس کو کیے میر سوز
کون ایسا ہو کہ اپنا آپ ہی استاد ہو

گلچیں خدا کرے کہ تو اب خوار و خستہ ہو
جائے ہیں تیرے ہاتھ سے گل دستہ ہو
کیوں کرنے جائیں در سے تمہے بھر کے آہ ہم
جب رشتہ امید ہی اپنا گستاہ ہو
وہ کیوں نہ پائے دہریں میری طرح شکست
جس کی کہ سر نوشت بہ خط شکستہ ہو
کٹ پس کے پائے یار سے کیا جا لگی حنا
صد آفریں ہے کام جو یوں دست بستہ ہو
سرمستہ پھریں تو نہ ہو ہم سے ایک بیت
سو شعر سوز تجھ سے تو یک جانشین ہو

گر رکھا تیغ نگہ نے دل نگار آئینہ کو
تیر مرزگاں نے کیا غریب چار آئینہ کو
تیرے مشتاقوں کی حیرانی میں ہی ہم چشم یہ
بس کہ رہتا ہے شب بد زانتظر آئینہ کو
مان اے مشاطہ وہ مغرور ہوئے گا دو چند
وقت آرایش نہ کر اس سے دُچار آئینہ کو
گردِ خط سے یار کے چہرے پہ مہنے دو جلا
صاف تر رکھتا ہے صیقل سے غبار آئینہ کو
یار کے جب منہ کو وہ نکلتا ہے سوز اس رشتہ سے
جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینہ کو

۱۔ یہ شعرم میں نہیں ہے

۲۔ م، ہمارا

۳۔ م، وہ بھی نہ پائے دہریں میری طرح شکست

دلا جوش اس قدر مار اپنے سینہ میں کہ صہبا ہو
 فن کر آپ کو تو جزو سے لے دل تو کل ہوئے
 نہ ہو ممنون سا غر کا نہ مست دار میں ہو
 گنوائے جب جناب اپنے تئیں تب عین دیا ہو
 جنہوں نے گل کو توڑا یا رب ان پر دیکھیے کیا ہو
 سوا جی دینے کے مجھ سے میرا دراب کیا ہو
 ہمارا باغباں نے جرم نظارہ پہ جی میں لیا
 دل و دیں لے کے پھر آیا ہے وہ غارت گرا کا
 فقط منظور تیرا دیکھنا ہے تونہ کو پیاسے
 ترے سر کی قسم گر اور کچھ دل میں تمنا ہو

عاشق صدق جواک دم —————
 جان تو لے گا ابھی تو لے لے حسرت ہے یار
 بے تکلف ایک دل کا —————
 دقت مرنے کے صنم کے ہاتھ میں پیسا نہ ہو
 خرد تجھ میں نہ ہوتی تو نہ ہو، درد رقیب
 نامی ہم سے ملا چاہے تو جا دیو ا نہ ہو
 دل وہاں کھلتا ہے جس جا مجلس نہ ا نہ ہو
 شمع کے گر گھر کو جاوے کس کے
 قتل پر عاشق کے تم
 تونہ کو کیوں بے طرح گھورو ہو

آئی ہے تونہ پاس ترے دست بستہ ہو
 آخر گیا نہ کو سے ترے آہ مار کر
 اب رہم ہی کر دکھ نہ خاطر شکستہ ہو
 کیوں کر کوئی ہے جو تنہا گستہ ہو
 کس دل سے یاد آئے جو خاطر سے خستہ ہو
 کس دل سے یاد آئے جو خاطر سے خستہ ہو
 وہ آنکھ اٹھانے دیکھے اگر دستہ دستہ ہو
 وہ آنکھ اٹھانے دیکھے اگر دستہ دستہ ہو
 دیکھا تھا کل کے روز

لہجہ ادبائے شہم اظہام شہم م خدا کیوں
 شہم غزلیں ورق ۴۶، لہجہ ۴۶ پ کے حاشیے پر درج ہیں۔ لیکن م میں نہیں
 ہیں۔

مت نام وفا کالے تو اور وفی دور ہو
جانا کہ ترے عاشق گل کھا کے دکھاتے ہیں
سنا ہے بچا اب تو کہتا ہوں تجھے نہیں کر
لہدی تو ذرا لے کر کھڑے کو رنگو جھوندر
آٹھ مرے پہلو سے کافر ہو جادو ہو
اس نام مقدس کو مت درغ لگا دو ہو
پھر سائے مت آنا دم داب کے جادو ہو
گاہوں کی تو سرخی کو تک اپنی مٹا دو ہو
آنسو تو نہیں بہتے ٹسو سے تو بہا دو ہو

نہ بت خانے کو لے یا رو نہ بیت اللہ کو پوچھو
بت سنگدل ہوتے ہیں جس سے رام لے یا رو
پرستش کے وہ لائق ہر چہ جیسے کا دشمن ہو
پرستش کر کے تم خورشید کی ہوتے ہو کیوں کافر
ہوا پ ہو اگر کچھ تو دل آگاہ کو پوچھو
جست کو سدا نمودوں کی چاہ کو پوچھو
قسم ہر دستو تم کو مرے بدخواہ کو پوچھو
ہندوؤں سے کہے کوئی کہ میرے ماہ کو پوچھو
خلافت آن کر لے سوز بولی چوتھے درجے میں
جو چاہو خیرت اپنی تو حضرت شاہ کو پوچھو

کچھ اپنا ماں تو نکلتا نہیں اودل کہاں ہو تو
تجھے مینے کبھی غصہ کیا یا کچھ دیا طعنہ
وہی میں بندہ غلص ہوں تیرا دھمک پیا
ادھر ابھی نہیں پھرتا ہر کسین تجھ کو بہکا یا
شتابی تجھ سے آمل یا مجھے لے جا جہاں ہو تو
بھرا تجھ سے تو کہ کس واسطے ناہراں ہو تو
لیکن کیا کہوں ہے بڑا ہی بدگماں ہو تو
کیس نے تجھ کو سکھایا ہر کس کا مہماں ہو تو
ابھی تو نوجواں ہو تجھ کو طاقت عرش تک کی ہے
نہیں کیا سوز سا جانی ضعیف ذمہ تو اں ہو تو

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہیں ۲۔ جو صاحب دل ہوا چاہو ۳۔ م، عاشق
۴۔ کوئی سب سے ہی کہ دے ۵۔ اخلافت سچی آکر ۶۔ تم بندہ حدیق
۷۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

بھلا دل تو یا دل کی جگہ پہلو میں آ بیٹھو
نہیں یہ وقت جانے کا کوئی دم کا ہوں میں ہما
ترا دریا اپنے دل میں لے جائے گا تا محشر
چھری دیتے ہیں جلدی جانور کو جان کنہ میں
جو تم دامن کے بھرنے سے کر ہو پوچ تو سن لو

یہاں کوئی نہیں ہے غیر کیوں ہو کر جدا بیٹھو
چلے تو جاؤ گے پر ایک سخت جی لگا بیٹھو
مرے ہانکے مرے مرزا تھے صدمے کیا بیٹھو
اسے میں منت مترا ہوں اٹھو کا ٹو گلا بیٹھو
چلاؤ دور سے بڑھی نہیں تین لگا بیٹھو

چھری دیتے ہو سالم کے گلے پر روز و شب پیائے
یہ نکتے ہاتھ کر لو سوز کی گردن جدا بیٹھو

کیا ہے سرت تعب اپنی نوجوانی کو
گلے لگا ذرا پھلا کے دل کو چھین لیا
دلا نہ جائیو الفت نہیں عداوت ہی
یہ ٹھگ تو دایم محبت بھپا کے بیٹھے ہیں
پلا ہوں تخت جگر چھوڑ لو لو اساد دل کنا
سادا چوٹ کرے چشم بد سے ڈرتے ہیں
بندھے ہی رکھتے ہیں آہوئے آت نی کو

حضرت عشق بس نہ جی کھاؤ
دین دایاں تو لے چکے بس خیر
ایک باری کہا سہ ہمارو بس
یہی نہ عنم سے مار ڈالو گے
خیر صلا سے اپنے گھر جاؤ
کچھ تمھارا کیا ہے نہ ماراؤ
کیا لگی آ بیٹھو ادھر جاؤ
کچھ کرامات اور دکھلاؤ

نہ لکھ سکے بغیر میں م میں نہیں ہیں۔

کہیں سونے دو بجو نیند آئی
توڑ آتا ہے اب سرک جاؤ

زباں بند کر توڑ کیا بک رہا ہے یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا

آگیا میں جہاں تہاں دل کو	نہ لگائے گیا جہاں دل کو
دوستو تم اسے کہیں لے جاؤ	بیچ لاؤ تم اس میاں دل کو
پھر یہیں سے پکارتے جاؤ	بیچتے ہیں یہ نیم جاں دل کو
گر کوئی آکرے حسدِ ادا	کہیو لایا ہوں ارمغان دل کو
نام اس کا ہے سوزِ غم اندوز	کہتے ہیں آتشیں زباں دل کو

نہیں ہوتا ہے اب تو آہ کا ہی کچھ اثر دل کو
بھلا کیوں کر جگا دے کوئی ایسے بے خبر دل کو
نظر بھر کر کبھی میری طرت دیکھا نہ حیرت ہے
مگرے جاؤں اپنے ہاتھ پر رکھ کر نذر دل کو
بڑی شکل ہے جس میں کچھ ادا دیکھی وہیں ٹھہری
جو باہر جاؤں تو اب چھوڑ جاؤں اپنے گھر دل کو
نہیں ہے توڑ کا دل بھر بھرا جو جلد للچا ہے
مگرے جاؤ کا کل سے تم اپنے باندھ کر دل کو

لگا تو جس طرح دل چاہے تیغاً ہاتھ میں تو ہے

کیا ہے میں نے جاں بازی سے اب سینہ سپر دل کو
خدا جانے بنے کیا جاے پر بہت چھٹ پر وہ بانکا
چلا ہوں اب تو اس کے سینے میں تھام کر دل کو

دلا اہل دنیا سے مت آشنا ہو
بھلا فائدہ ایسی الفت کیے سے
ستاتی ہے لمحہ بہ لمحہ یہ دل کو
مرے آصف الدولہ اور ایک سے بھی
دیا اشک خونی سے روتا ہو کوئی
نہ بھائی برے لوگ ہیں ان سے ڈریے
کسی نے بھی ماری چھری اپنے دل پر
مگر ایک آقا محمد کہ جس نے
سو اس کو ہے غم وہ جسے کیے غم ہے
یہ فانی ہے سب کچھ جوان میں وفا ہو
الہی یہ اڑ جائے اس کا برا ہو
جو موزی ہو اب ان میں پھر کیا مزا ہو
کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ہو
پھر ایسوں سے ملنے کا کیا فائدہ ہو
دہ لٹا ہر ان سے جو خود بے وفا ہو
کسی نے بھی غم کھا کے کاٹا گلا ہو
کہ اخوت کا دنیا میں صیغہ پڑھا ہو
کہ دق اس کی صودت نہ یوں بر ملا ہو
نہیں تو دل سے کوئی بھی نہ ر دیا
پھر ان سے امید وفا کی سبھا ہو

اگر چاہو کہ اس ظالم کی کچھ بیداد سے پوچھو
کتا بول میں نہ دیکھو قیس اور فریاد کا قصہ
تعلق کس کو ہر بات کیوں پوچھو ہو تم یار د
مرا افسانہ مجنوں سے سنو فریاد سے پوچھو
انھوں کا حال تم میرے دل نشاد سے پوچھو
یہ بستر کا بکھیرا کسی آزاد سے پوچھو

اگر میں نے ٹوٹا تو کس کو اختیار آیا (کذا) مرے دل کی حقیقت غاناں برباد سے پوچھو
 جلا نادل کا کیا آسان ہے جو مفت آئے گا
 جلا چاہو تو جا کر سوز سے استاد سے پوچھو

بہت کچھ ان دنوں مفوم ہو غم خوار کس کے ہو
 کسے تم پوچتے ہو کون سا بت تم سے بہتر ہو
 وہ شوخی وہ شرارت وہ ہر اک منہ چڑا لینا
 نہ وہ جامہ کی ٹھیک ہو گی نہ وہ دستار کی بند
 جو تم نکاس بھرتے تو کیجئے پردہ ٹھو کے تھے
 یہ ٹھنڈی سانس ہر دم کس سے سکھی کیا ہو تم کو
 خدا کو مان پیارے کسی کا آشنائیت ہو
 ہمارا حال سنتے نیندا آتی ہے تھیں کیوں جی
 کسے اب گھومتے ہو دیدہ خوں بار کس کے ہو
 اے ہو کس کے کا زور گلو زنا ر کس کے ہو
 کدھر جاتا رہا اب سچ کہو یہاں کس کے ہو
 نہ وہ اٹھکھیل کا چلنا یہ اتنے خوار کس کے ہو
 تم اب سر پیٹتے ہو آہ مامدار کس کے ہو
 بھلا ہم سے تو بولو تم طالب دیدار کس کے ہو
 نہ ہو گا وہ تمہارا جس طرح تم بار کس کے ہو
 یہ راتوں کا ترپہن طالع بیدار کس کے ہو

نہ جانی تو نے اپنی قدر تو خود جان عالم تھا
 یہ مثل سوز اپنی جان سے بیزار کس کے ہو

خدا کے واسطے پہچان جانی دوست دشمن کو
 چراغ کارواں مت کر تصور چشم و ہزن کو
 تماشا روشنی کا دیکھ آکر اور تماشا شادی
 لگا دی اب تو میں نے آگ اپنے کلبہ تن کو

تصور میں اگر تصویر کھینچی تیسرے دستی کی

تو جھنجھلا کر چھڑاتے خواب میں ہو اپنے دامن کو

اگر زہرہ مرے اس طٹ محرابوں میں آئیٹھے

بجائے دفن زدن وہ سیکھ جائے وضع شیون کو

غلط فہمی سے تیری سوز کا بھی ناک میں دم ہے

صنم تو سادگی سے جانتا ہے دوست دشمن کو

ہے عشق بلا کا تیسرے دیکھو سنتے ہو جوان پیر دیکھو

تہا بے چھوڑ کر نفس میں جاتے ہے ہم صغیر دیکھو

دی دل کو شکست فرج خد نے نشی ہے پڑی بہیر دیکھو

شکون پہ بہاری چشم کے اب مرزا گال کی یہ دار و گیر دیکھو

حرف کہے تھا آپ کو سوز

زلفوں کا ہوا اسیر دیکھو

کوئی یہ جا کے اب کہے میرے حبیب کو تو کیوں عبث تارے ہے مجھ سے غریب کو

عاشق نہیں کہ جس پہ نہ معشوق کی ہو چاہ کیا شکوہ تم سے دے اپنے نصیب کو

کیا چھپوں کو یاد نے تیری کھیل دیا گر بال میں غلیل رگا عند رب کو

یار و مریض عشق ترا اس سے کب بیگے بدنام لاکے مت کرو مجھ تک طریب کو

۱۔ ع۔ دائروں

۲۔ یہ شرع میں نہیں ہے

۳۔ یہ شرع میں نہیں ہیں

۴۔ یہ شرع میں نہیں ہے

۵۔ ع۔ آزدہ کیوں کیا دں حسرت نصیب کو ۶۔ یہ شرع میں نہیں ہے۔

لے شیخ سوز کی تو نصیحت سے باز آ
بے طرح ٹھوکتا ہی (وہ) اپنے ادیب کو
منبر پر کیسے شور سے داخل کہے ہے سچ
دیکھیں گے اب ملے ہے گا خانہ خطیب کو

لے سوز تیری باتوں پہ بنتا ہی سب جہاں
ظالم خدا کو مان سنبھال اپنی جیب کو

معشوق ہو اور بادشاہ ہو
حدری ہوں اور بڑا مزا ہو (کذا)
کیوں مشفق مہرباں کسی کے
ہم سے بھی اگر ملو تو کیا ہو
بانو گے نہیں غرض یہ باتیں
تم اپنی ہی ہٹ کے بادشاہ ہو
اے ماریاہ زلف پر سچ کہہ
بتلا دے دل جہاں چھپا ہو
دیکھوں کنڈلی تلے نہ ہوئے
کاٹا ہے ات ترا برا ہو
کیا جرم کیا ہے کچھ بتاؤ
روٹھو جو میں نے کچھ کہا ہو
دل تھا سو سوز سے لیا چھین
لو جان جو اس میں کچھ رہا ہو

دعہ کیا جلد بھول جاتے ہو
جھوٹ ہی روز مسکراتے ہو
ہاتھ سینے سے بس اٹھایے
درد مندوں کو کیوں دکھاتے ہو

کیا خفا کر دیا جوانی کو
کوسوں کس نہ نے زندگانی کو
کیوں جی ہم بد نظر بھلا صاحب
آفریں تیری بدگمانی کو
بس میاں غم سدھار اپنے گھر
مت کرو تنگ زندگانی کو

لے یہ شرم میں نہیں ہیں۔

لے یہ شرم میں نہیں ہے
لے یہ کوسوں کیا آہ ناتوانی کو

دیکھو نہ روزِ آگے دق کرنا نہ کرو ایسی ہربانی کو
 کوئی سنتا نہیں کہوں کس سے اپنے دل کے غم نہانی کو
 سمجھ کو تو نیند آئی جاتی ہے کس کے آگے کہوں کہانی کو
 سوز اب بھی رہا ہے کچھ باقی
 پھوڑے میں سرے فانی کو

رُخ چلا ہے مجھ سے آہو دوڑ تو دل چلا جاتا ہے آ تو دوڑ تو
 ناک چشمِ خدنگ انداز آہ ہو گیا دل میں ترازو دوڑ تو

مردم آزادی نہ سکھلا زنگس خو خوار کو
 ہر گھڑی تنوار دکھلا کر ڈراتا ہے مجھے
 کام فرماتا ہے کوئی بھی کسی بیمار کو
 کیا کروں تیرے تئیں کھاؤں تری تنوار کو

سنوے چاہو محبوب کے میرے کئے آؤ
 یہ حضرتِ عشق ہیں اس نے کو ردِ پیشِ مایے میں
 مرا احوال آکر دیکھ لو پھر دل کو سمجھاؤ
 یہ ایسی راہ ہے جو سوراخ نامرد ہوتے ہیں
 انھیں کی داد دے فریاد تم اس راہ مت جاؤ
 تم ایسے کون سے سادنت ہو بس گھر کو پھر جاؤ
 اے میاں مخلص جانی ترا اس حال کو پہنچا
 ابھی تو تمہنے عاشق ہو اپنا حال فرماؤ
 تمہیں باور نہیں تو سوز کے احوال کو دیکھو
 میں جی بازی لگاتا ہوں جو چلتے والے سے پھر آؤ

۱۔ عہدِ جوانی میں ہیں بہت۔

۲۔ مہمان کی داد

۳۔ عہدِ اس کو

۴۔ مہمان ہے

۵۔ عہدِ مجھ سے مخلص جاں فدا

بہت پہاڑ پکوں سے پھیلاؤں اشک کو اپنے
گریباں چاک کمنے دے ذرا انصاف کر نام
خیال آتا ہے دل بکا ذرا غم دل سے باہر ہو
شب ہجراں ہونے باد صبا پہنچا شامی سے
بہت اپنا سسر پکانا مانا توں ناصح کا

خس خاشاک سے روکے کوئی کس طرح طیفاں کو
کوئی کیونکر چھپا دے دل میں اس زخم نمایاں کو
گھر کی صاحب کے ہی دلچسپ آپ مہاں کو
ہماری آہ کے مکتوب اس زلف پریشاں کو
بغیر از بست کی کیا آرام آئے کافرستان کو

تری دیوانگی کا سوز جب سے شور ہر دل میں
چمن میں ہنستے گل کرتا ہے چاک اپنے گریباں کو

مجھ سے ملے اگر صنم چشم بچشم رو بہ رو
ترے فراق میں صنم مثل صبا پڑ پھرا
کس کو پھرے ہر ڈھونڈ آدشت ہشت میں کہوں
قطرہ ہے تو اسی کا ہر شمع ہے تو اسی کا ہر
ایک ہی ایک بے خبر دیکھ تو ایک ایک کو

حال کہوں میں دل کا آج نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو
خانہ بہ خانہ در بہ در کو چہ بہ کو چہ کو بہ کو
دیکھ تو لے کے آئینہ اپنے تن میں تو ہو بہ ہو
اس ہی محیط کا یہ سب کچھ ہے جو بہ جو
میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے دو بہ دو

سوز تجھی میں ہے صنم یار نہ کھا تو اتنا غم
دیکھ نہ خود کو ایک دم کیوں تو پھر ہے ہر کو بہ کو

لباس دوستی میں پھر تو آیا ہے ستانے کو
گدڑا گاہ میرا ہو گیا مقتل طرف یاراں
سکتا تھا اکیلے قاتل میں دل بسمل

بے پل بھی گ بگھا ہوں تری باتیں بنانے کو
کہوں کیا تم سے ہر ہر آگ لگ جائے زمانے کو
نہ تھا جز دیدہ گریباں کوئی پانی چلانے کو

۱۔ غزل ۱ میں نہیں ہے۔

۲۔ میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے دو بہ دو

۳۳۱
 ہوئی ہے بلبل اپنے چہچہے سے آپ شرمندہ ہوئے گل غنچہ چپ کر دیکھتے تیرے مسکرانے کو
 کہا جو تونے ٹمک زلف کو تو کھول دے بولا
 میں سمجھا ہوں کہ تیرا دل ہوا ہی مار کھاسے کو

اے قیامت نگہ پھر نہ حبلاؤ مجھ کو میں ترسا ہی ہوا آ کے اٹھاؤ مجھ کو
 ہم نشینوں حق صحبت کا ادا واجب ہے برخدا اب سے حالت جو دکھاؤ مجھ کو (۹)
 اپنے اس کنج نفس ہی میں ہی مجھ کو آرام نام گلزار کا گاہے نہ سناؤ مجھ کو
 ساقی نشہ ہی جس میں نہ ہو ہوش حیات ایک ساغر تو بھلا اور پلاؤ مجھ کو
 تونہ میں اپنے شب روز بلوں ہوں چوں شمع
 اسے بتو رسم کرو تم نہ جلاؤ مجھ کو

مجھ کو نہ گل نہ سیر گلتاں ہے آرزو مانند گل کے چاک گریباں ہے آرزو
 مرجاؤں میں تو گور غریباں ہے آرزو اس غم سے مجھ کو دیدہ گریباں ہے آرزو
 یہ ہے طلب فنا کدہ دہر سے مجھے کر خاک پا تو گوشہ داماں ہے آرزو
 مطلب نہیں ہر جور و تصور بہشت سے جیتا رہوں تو کلبہ احزاں ہے آرزو
 پاؤں پہ سر کے بال ہوں اور خار پا بس طالع سے اپنے یہ سرو ساماں ہے آرزو
 نامریا ہ مجھ سانہ آدے گا روز حشر اس غم سے مجھ کو دیدہ گریباں ہے آرزو
 اے تونہ زندگی کی نہیں اب مجھے ہوس
 مرجاؤں میں تو گور غریباں ہے آرزو

تاکہ کوئی تو دل آرام مجھے پہنچا دو (۹) یا میرے دل کو ابھی پاس اس کے لا دو

نہیں رہنے کا میرے پاس نے جادو لیا دل کو میں کھ کر گیا کر دل سینے میں سننا آشنا دل کو
لیکن پاس داری کچھ دشتی بڑا ہے یہ نہ ٹہرے گا یہ تیرے پاس بھی ہیں چھوڑ جادو کو
مجھے ڈر ہے مبادا دشمنی سے دو بدو ہووے نظر... تم عیار کچھ دو کے سکھا دل کو
ازل سے میری چھاتی پر..... بھلائے کر کرے گا کیا تو ایسے بیوفا دل کو
یہ سب محبوب بیٹھے ہیں گئے ان میں کون سا ہے خدا کے واسطے بتلاؤ کس نے لے لیا دل کو

ہو اسے تو زجیب سے نام میرا تب سے جلتا ہوں
پڑا دکھوں ہوں اپنی آگ میں تو مت جلا دل کو

کہاں دل قطرہ خوں ہے نہ چھیرا دہر گھڑی دل کو
ستاتا ہے کوئی بھی دمدم نچیر بسمل کو
محیط عشق کا کس نے کنارہ آج تک پایا
غریقو موند لو آنکھیں نہیں پانے کے ساحل کو
جس بھی آ کے منزل پر..... کرتا ہے
یہ دل میرا وہیں نالاں ہے گو پہنچا ہے منزل کو
خدا کے واسطے جا کر کہو اس بے مروت سے
کومت کر قید تو زلفوں میں میرے لاڈلے دل کو
دلاجیراں نہ ہو میاں کون سی مشکل رہی مشکل
تو کر مشکل کشا کو یاد وہ کھولیں گے مشکل کو

عجب تم شیخ جی بحثو ہوا کہ کتاب اپنی
دہ کہہ بیٹھے گا کچھ منہ سے نہ چھیرد سوز جہل کو

چٹیاں لے لے کر ستاتے ہو اپنی باری کو بھاگ جاتے ہو
دمدم منہ چڑاتے ہو اچھا واہ کیا خوب منہ بناتے ہو
ہے بغل میں تمہاری میرا دل ہاتھ کی خالی اب دکھاتے ہو
دل میں آوے سو منہ پہ کہہ دیجے کیا غلاموں سے برابر اتے ہو
تھوڑے شہدے مرے ہیں دنیا میں کیوں غریبوں کی جان کھاتے ہو
رات کی باتیں ہم کو ہیں معلوم تم یہ باتیں عبث بناتے ہو
مقررہ سے تمہیں بھلا کیا کام سوتے مردوں کو کیوں جگاتے ہو
آپ جتنا ہے آتش غم سے
سوز کی جان کیوں جلاتے ہو

غم نہیں دنیا کا مرکز صاحب تسلیم کو آتش فرد تھی گلزار ابرہیم کو
آہ ان اندھوں کے تھوں کس کے سر پیٹے جانتے ہیں قول حق پر باطل تنہیم کو
اب ٹک وقف نہیں سراسر اس عشق کے عاشقوے جاؤ دل کو عشق کی تسلیم کو
میں تو کہتا ہوں کہ عشق اچھا یہ کہتے ہیں نہیں فہم سے کس کے ملاؤ اپنی س تنہیم کو
وہ جو قسمت میں ہے تیری سوز سوتا ہے روز
کون کہہ سکتا ہے سوز اس قاسم تقسیم کو

خاک ہوتا ہے تو خاک کو پہاڑ لدا رہو
 دین دایاں تو کیا کچھ اور اگر منظور ہے
 ہو فنا پیش از فنا لیکن فنا سے یا رہو
 جان بھی حاضر ہے لو صاحب اگر درکار ہو
 قتل گیر منظور ہے تو دیر کیا تیر رہو
 یا الہی سایہ فردوس سے طالب کو تو
 پر مرے سر کو مبارک سایہ دیدار ہو
 صاحبی کرتے ہو تم کیوں سوز اب آتا نہیں
 کیا کرے وہ آن کہ جو آپ ہی بیم رہو

۱۔ وہ خدا کرے کہ
 آنکھیں بھی یہ نہ ہوں کہ مردم کا نام ہے
 گلشن ہو اور یا رنگل اندام اور میں
 گل ہو شگفتہ خاطر و گلزار خندہ رو
 میں ہوں صنم ہو اور کوئی درمیاں نہ ہو
 دل بھی نہ ہو سے بلکہ یہ ابتر زباں نہ ہو
 باد صبا بھی ہو سے سے باغبان نہ ہو
 ... ہو سے اور کسی کی دہان و استاں نہ ہو
 یاد اس کی مجھ کو بس ہے افس و رفیق سوز
 وہ خواہ ہریان ہو یا ہرباں نہ ہو

یا سر کوئے دلارام مجھے پہنچا دو
 رسم و آئین اسیری کے ہمیں یاد نہیں
 یا مرے دل کو ابھی پاس سے اس کے لا دو
 سانس لینے دو پھری نیچے شتابی کیا ہے
 زنج تو کرتے ہو ٹاک صبر کرو جلا دو
 منہ بچو اور توقع تو نہیں کچھ تم سے
 آتش عشق تو دامن سے ذرا بھڑکا دو
 درد ہے سوز ہے سو دل ہے غریبوں کے ساتھ
 شاعری تم کو مبارک ہے اے استاد دو

یہ وہی سوز تھا راہ ہے اسے مت بھولو
حق دیرینہ عاشق نہ فراموش کرو

کہو اس دشمن مردت کو
تیری تقصیر بھی نہیں سچ ہے
کیوں چھپایا ہے اپنی صورت کو
مجنو غم نے کیا بہت حیراں
سرد بھی گرا گیا زمیں کے بیچ
اسے غم یاد سوز تجھ پر نثر
آفریں ہے تری رفاقت کو

ہر کسی کو دیکھ مجبور نہ گردن حسم کرو
دشت دیراں اور سنگ زندہ اٹھے چار سو
اشک کے قطرے ہمیں میں قطرہ آب حیات
میں تو مرجانے کے قتل تھا ہوا اچھا ہوا
شان کی شوکت کو سفل چیز پر مت کم کرو
اب بیابان حرم سے لے غم اور کم کرو
جی اٹھوں گا جان مت آنکھوں کو اپنی نم کرو
تم خدا کے واسطے ہرگز نہ اس کا غم کرو
سوز آنکھوں سے دکھائے جو خدا دیکھویں
بات واضح کر کے، محرم کو مت محرم کرو

کھوں نہ دیکھو لائے اس دل نا صبور کو
کھڑے کو دیکھتے ہیں آنہ کو ٹپک دیا
سرمہ ہوا کہ خلق کی آنکھوں سے دید حق کیا
حور و تصور کے لیے کو چہ یا دم کیا
بھاپ لگے کی چل ملی جھانکیو مت تنور کو
دیکھ سکا نہ آپ سا سوچو اس غور کو
دل ہو تو ہو پہاڑ سا عشق ہے کوہ طور کو
شیخ سے کہیو قصدا پچھٹے ہنہ اس شعور کو (کنا)

لے یہ غزل م میں نہیں ہے۔
لے یہاں سے آخر دیف داد نک کی غزلیں م میں نہیں ہیں۔

بزم میں رکھتے ہی قدم شام کی صبح ہو گئی
 شمع کا مان گھٹ گیا دیکھو منہ کے نور کو
 جلد تارے صم، سر نہیں بار دوش ہو
 اور کے سر تو رکھ یہ بوجھ دور کر اس مزدور کو
 کن میں پھنسا ہے تنوڑ تو اتنی بھی غیر حاضری
 مصلحت اور کچھ نہیں چلتے میں اب حضور کو

دماغ اصلاح دینے کا نہیں کہ دو ہلالی کو
 کہ فکر شعر ہے اس وقت میری طبع عالی کو
 بغیر از بادہ بھوں بزم کو میں حلفت ماتم
 تصور قابل..... کروں مینائے خالی کو
 ترا خط دیکھ سب بھولیں ہیں یوں قرآن کا پڑھنا
 کہ جوں تہ کریں تقویم طے پار سالی کو اکڑا
 رکھے ہے سرنگوں اس باغ میں کثرت تعلق کی
 شمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو
 نشست شیخ نے مجلس میں چھاتی تو پکا ڈالی
 لے آئے یاں کوئی اب جل کے تنوڑ لا ابالی کو

حال دل پوچھے ہو کیا مجھ سے مرالے یار تو
 سن لے جا عالم سے کچھ میں ہر بازار تو
 اب نکل سکتا نہیں ممکن تجھے یاں سے دلا
 زلف کے حلقے میں ہو جوں نقطہ پر کار تو
 ہو گیا آشفیتہ سر ہر یک اس کو دیکھ کر
 باندھ کر نکلا نہ کر یہ لٹشی دستار تو
 کچھ تو یاں نسبت بردوں کو ہر بھلوں کے اے صم
 گو کہ ہیں باغ جہاں میں خار ہم گلزار تو
 گرچہن تک رخصت لے صیاد تو دیتا نہیں
 جانے کی فرصت ہمیں بے تاسر دیوار تو
 گو نہیں اب کے مسیر راتی داہر ہمار
 جام بے لے دل بے لے دیدہ خونبار تو
 زندگی اپنی اگر ہے ناصحا تجھ کو عسریز
 مت کیا کر تنوڑ سے ہر وقت یہ گفزار تو

جو میرے دل پہ گزرے ہے سو یارب کہوں کس کو (کذا)

مراد لمانگتے ہیں زلف و کاکل ان میں دوں کس کو

یہی آتا ہے دل میں جو جلد دوں دل کو میں اپنے

وے اس میں خیال یا رہے اب آگ دوں کس کو

لوگ کہتے ہیں گلشن میں بہار آئی چلو سیر و گلدہی آوے گا چلو بھائی چلو

چاند کے ٹکڑے پہ ہار جو تھیں سو بھائی چلو رکھ لی اندھو تھادی ہم نے بنائی چلو

دور کے بھی دیکھنے پر تیر کھایا یا نصیب ہمدرد اپنی تو ہم نے داو بھریا چلو

ہم نشین دل نے اس قاتل کا ہر کلمہ پڑھا آہ میری جان اس دہشت سے گھرائی چلو

کیا کھڑے رہ کر تماشا دیکھتے ہو سوز کا

مار بیٹھے گا کہیں وحشی ہے سودائی چلو

تھماے فہم میں پیائے جو ہم میں غیروں سمجھو اگر سمجھو ہو بیگانوں کو اپنا خیر یوں سمجھو

تو اینچ جہاں سے شیخ جی ہم خوب آگے ہیں اسے کبھہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یوں سمجھو

کہا ان سے نہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب میں جو تم اس دوستی کرنے کو سمجھے سیر یوں سمجھو

بڑا کیا مانتا ہے سوز کی گفتار سے پیائے

کہ اس کی بات کچھ رکھتی نہیں سر پیریوں سمجھو

کون سا کھڑا ہے وہ جو خاک میں مدفون نہ ہو کون سا دس ہے کہ جو غم میں غصوں کے خور نہ ہو

کون سی ہیں انکھڑیاں جن میں نہ ہوں گے کرم و نور کون سا عارض کہ دد گرد رہا مومن نہ ہو

چہ بے گنہ چہ گنہ گار یہ نہ ہو وہ ہو
 بغیر یار ہو کیسا ہی کچھ تو ماریں ہیں (کذا)
 میں اور غیر تمہیں کیوں نہ ایک ہو گئی یا
 نگہ نہ قہر و مبسم نہ لطف کچھ تو ہو
 جفا و ہرجو خاطر میں ہو کہ سب ہم پر
 ہیں تو ایک سے میں حسن میں صبح و تلخ
 ہے اعتقاد ہیں ہندو و مسلمان پر
 مساوی آپ کو تہجد بن ہے دوزخ و جنت
 ترے فراق میں یکساں ہر زندگی و مرگ
 نہیں ہے ہجر کی درخواست وصل میں مجھ کو

دسوخ توڑ سے ہے بندگی کو غیر کی فرق

تھالے جوڑ سے بیزار یہ نہ ہو وہ ہو

یوں نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہ ہو
 بندگی کی ذات سے واقف جو ہیں ان کی زبان
 تو ہو واجب پاس پھر دنیا دمانہا کے بیچ
 شکل آئینہ میں روئے دیکھ میرے دل کو یار
 جب ہو آیا ہے تو گلشن میں تب سے عندلیب
 دیکھ کر ہنستا ہے عالم آپ کا دامان دریش
 صاحب محل جس تکھے ہے دل کو قیس کے
 گھر مرے لئے جس دم نہ ہو ہمہ رقیب (کذا)
 اس کی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہ ہو
 بول کب سکتی ہیں یوں اللہ یہ ہو وہ نہ ہو
 کب ہیں اس کی خبر پر داہ یہ ہو وہ نہ ہو
 منہ لگانے سے تم سے گراہ یہ ہو وہ نہ ہو
 دیکھ کر کہتی ہے گل کو آہ یہ ہو وہ نہ ہو
 شیخ جی مازم ہے کیا کوتاہ یہ ہو وہ نہ ہو
 قدر اس کی تب ہو جب ہمراہ یہ ہو وہ نہ ہو
 مجھ سے ملنے کی تمہارے راہ یہ ہو وہ نہ ہو

غیر کو گھر میں جگہ دی، تلو کو کرتے ہو منع
ہوش دیکھا بس تھا را واہ یہ ہو وہ نہ ہو

عیش تو میرا ہے اماں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
تجھ سوا کچھ اور جاناں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
کوچہ تیرا بس ہے اب دیوانگی اپنی کو یار
میری وحشت کو بیا باں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
بہلو تم سن بوم ہیں عندلیب باغ عشق
نالہ کرتے ہیں گلستاں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
بوسے لب زندگی ہے عاشق غم کشتہ کی
اپنی قسمت آب حیراں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
بلبل نالاں قیامت تک رہے گی مجھ اوپر
بعد میرے مرثیہ خواں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
ایک ہی غم غمے میں وہ کرتا ہے سب ترکی تمام
یار میرا سنا رسی داں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
ضبط نے راز نہاں کے تلو دل ٹکڑے کی
چاک ظاہر میں گریباں گو نہ ہو دے تو نہ ہو

خدا ہی کی قسم ناصح نہ مانوں گا کہا اب تو
نہ دیتا تھا تو اس کو رخ تو باہم نہایت تھے
کئی دن لیے تلوار پھرتا ہے کہوں ظالم
نہ پھوٹے کاٹھے کہنے سے میرا دل لگا اب تو
نہ آئینہ میں درسم میں اے پیارے معنا اب تو
نظر کچھ اور ہی آتا ہے تیرا مدعا اب تو

چھپاؤں کس طرح میں راز دل اپنے ظالم سے لکھا،
 ہوائیوں کی کاشہرہ اپنا جا بہ جا اب تو
 ہمارے روبرو ہنستا ہے تو غیروں کے ہر اک جا
 میاں کیا رگڑ گئی تیری آنکھوں کے حیا اب تو
 کہیں وہ گل کہ جن سے ربط تھا ہنسا میں اس کو
 پھرے ہڈا اتنی خاک اپنے سر اوپر حیا اب تو
 گیا تھک دست غم خواری کا شیوہ دستداروں کے
 بغیر از غم نہیں اے سوز کوئی آشنا اب تو

عشق بازی پر مکر تم نہ کسو جانے دو
 راہ اس کی ہے کٹھن بواہو سو جانے دو
 شاہ یازوں کا ہے یہ کام نہ ڈالو یاں ہاتھ
 دیکھو کہتا ہوں تمہیں اسے منگو جانے دو
 کروٹائے کی دن آتش نفسوں کو تکلیف
 چپ ہی رہنے دو مجھے ہم قفسو جلنے دو
 میں تو فریاد سے خگر ہوں عبت پوچھو ہو
 کوئی فریاد کو اس بادیہ میں پہنچا ہے
 دوں ہوں جا آنکھوں میں لگوں کو تو کہتے ہیں ہم
 اے شیخ و برہمن در دل کے ہوتے
 تیری زلفوں سے میں کہتا ہوں کہ اے ناگینو
 دل مرا بھی ہے بسیلا نہ ٹسو جانے دو

توڑ کے دل کو بتاں دیر نہ سمجھو زنبہار
 ہے (وہ) آتش کہہ اس میں نہ دھسو جانے دو

کہ دیکھو بھانگل کو جو گلشن میں گزر ہو
 کافی ہے جو بلبل کی طرٹ ایک نظر ہو
 نالے کی دوبارہ تو نہ منت میں کروں گا
 لے آہ گر تجھ سے کچھ اس دل میں اثر ہو
 یک پل میں تماشا میں رقیبوں کو دکھاؤں
 دل میں نہ اگر تجھ سے مرے خوف و خطر ہو
 مت کہہ کہ نہیں طول کو مجھ زلف کے پایاں
 کیا میری شب بھر ہے جس کو نہ سحر ہو

پرزے ہی کیا دل کو تری تیغ نگہ نے
 ہر خنجر ادا باغ جگر سینہ سپر ہو
 مڑتا ہوں نہ جیتا ہوں عجیب حال ہے میرا
 یارب یہ مری جان ادھر ہو کہ ادھر ہو
 خوناب محبت میں تری ہو کے نہ نکلے
 تیرا سا نگر یار جو میرا بھی جگر ہو
 صیاد مجھے اس لیے مانع ہے فغاں کا
 تا میرے نہ احوال سے ادروں کو خبر ہو
 کچھ ہم سے بھلائی تو نہ کی یا رنے لے سوز
 جیتا رہے لیکن وہ ستم گار جدھر ہو

جسے ہونٹ تخت کا دعوا سے افسر مبارک ہو
 ہمارے سر کو مجنوں کی خاک در مبارک ہو
 دعا ہم نو گرفتاروں کے حق میں ہے مری یہ ہی
 نہ جاتیں آپ کا ملنا مناسب ہم تو غیروں کے
 جہاں میں اس سے کیا بہتر کہ حق حقدار کو پہنچے
 تمہاری خوش کیا عزت نے تو بہتر مبارک ہو (کدا)
 ہمارے دل کو لے جانا تجھے بہتر مبارک ہو
 فلک شب کتھڑی کی تری لے سوز یوں پولا
 تجھے یہ رات لے رشک ہم انور مبارک ہو

لہو اس شمیم کا پونچھے سے ناصح بند کیونکر ہو
 جو دل ٹوٹے کسی کے ہاتھ سے پیوند کیونکر ہو
 لے ہے خاک میں گل اس کی اک آن بسم سے
 کسو کا دل کہو اس باغ میں خود بند کیونکر ہو
 مقابل ہو کے میرے ہر دوش کے ناخن پاسے
 جو چاہے ماہ تو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو
 حلاوت شہد سے زیادہ تر ہر جس کی باتوں میں (کدا)
 برابر اس لب شیریں کے یار دقت بند کیونکر ہو
 خیاں زلف کو تیرے نکلنے دوں نہ میں لے
 یہ کالا ہے کہ جب بانسی سے نکلے بند کیونکر ہو
 نہ ہوں جیب ملک میرا شبک شکل بھر کی
 کسی کے دے آتش ناک پر اسپند کیونکر ہو
 غزال دشت کی ہر خنجر ہیں ابلہ فریب نگھیں
 پر آنکھوں کا تری لے یار ان میں چھند کیونکر ہو

برہمن وہ سخن کرتے ہیں تجھ داڑھی کے بہنے پر
موثر سوز کو ناصح تری یہ پسند کیونکر ہو

ہاتھ نہ پکڑو قاتل کا تم اس کو تیغ لگانے دو
مجھ سا جی کر کیا لے گا ہاں مڑا ہے مرجھانے دو
کل جو گذرا اس کی گلی میں غرتہ میں سے لٹکارا
ہے کوئی حاضر ڈیوڑھی پر مت اس کو جیتا جانے دو
مثل صبا میرا بھی تن من خون ہے غم کے ہاتھوں سے
پاؤں تلک تو اس کے یار و مجھ کو ہاتھ لگانے دو
بلبلو اتنا پھولو مت تم اس گلشن کی بستی پر
دیکھیں گے کب تک ٹھہر دگی تم دلت خزان کئے دو
سوز کا کل احوال کسی نے اس سے کہا میاں جلتا ہے
آگ بجولا ہو کر بولا جلتا ہے جل جانے دو

پوچھتے کیا ہو چشم پر غم کو	پوچھو تم اپنے لاڈلے غم کو
صبر و آرام کیوں چلے بیٹھو	ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم کو
پھانوس میں ٹمک کھڑے رہو صاحب	بات کہتا ہوں اتنے مت چسکو
پانچ بوسے کو نیچتے ہیں دل	کیا یہ ہنگام ہے اس سے کچھ کم کو
کس کو سمجھتے ہو دل تو لے بھاگے	جان باقی ہے یہ بھی لے دھمکو
نام افست نہیں رہا باقی	چھان دیکھا ہے ایک عالم کو
میں گیا رو برو دے نہ چھپا	پونچھ پانچھ اپنے دیدہ غم کو

دیکھتے بول اٹھا کہ دو صاحب
آنکھیں دکھلاتے ہیں یہ اب ہم کو
دل کے پھوڑے کی ہے کیا تدبیر
پھاہ دکھلاؤ ذرا ہم کو
سوز کے داغ کو مٹا دے یہ
آگ لگ جاوے ایسے مرہم کو

نہ لگا لے گئے جہاں دل کو
بھر دہر دشت و باغ میں نہ رہا
ہاں مگر عرش تک اگر جاوے
تب اسے ہر ستارہ تو ہووے
جس کی خاطر ہوا ہے یہ بے تاب
سن کے یہ بات جس کی دھڑکے گا
کچھ ادھر یا ادھر کی بات کہو
اس کی تدبیر ہو سکے گی کب
آہ پہنچائیے کہاں دل کو
جا نہیں زیر آسماں دل کو
پالے واں سے لامکاں دل کو
تم ٹٹو تو دوستاں دل کو
لے چلوں آہ میں دہاں دل کو
جانور لنگ ہے وہاں دل کو
یوں کرو یاد امتحاں دل کو
جان آجاوے نیم جاں دل کو
سوز کو بھی سمجھی لے گا چین
صبر آوے گا جب بتاں دل کو

لے گیا تاہ لامکاں دل کو
اس کو مطلوب کیا ہے کچھ تو کہیے
چین آتا نہیں کسی ہی طرح
چین آیا نہ واں میاں دل کو
پوچھیو آسے دوستاں دل کو
کیونکے تسکین دہاں تپاں دل کو

کیا لے گا کوئی ظالم اب تجھ سے ہو گرویدہ
 اے آہ ابھی رہیو بے ہوش پڑا ہے دل
 دور دراز کا جہاں ہوں کیوں مجھ سے اچھا ہو
 نالے سے تم سے سائے بے چین ہیں ہمسایے
 ٹمک دیکھو لے ساقی یہ تونہ ہوئے ہا
 اک دل ہے سونا لاں ہر آنکھیں سو ستم دیدہ
 مشکل ہو اگر چہ نیکے یہ فتنہ خوابیدہ
 جاتا ہوں ترے کو سے مت مجھ سے ہو رنجیدہ
 یہ آہ دفن کب تک بس لے دل شوریدہ
 روئے ہر پڑا ایسا جوں شیشہ غلطیدہ

آتا ہے وہ جفا جو تیغ ستم کشیدہ
 صورت گر قضا نے تجھ سا کوئی نہ پایا
 اے نامہ پر خبر دار اس سے نہ بولیو کچھ
 روئے تیرے غم میں نہیں نہیں کے مت جلا تو
 دامن بہ دست چیدہ ابرو بہم کشیدہ
 اک حسن ماہ دیکھا سو بھی ستم کشیدہ
 گر تجھ سے بات پوچھے کہنا تو دم ستم کشیدہ
 جلت نہیں ہے ہرگز خاشاک نم کشیدہ
 اے اہل درد تم کو اپنے ہی در کیوں
 دیکھا کوئی جہاں میں مجھ سا ستم کشیدہ

سنے گا بعد میرے جو کوئی میرا یہ افسانہ
 ہوا ہے چور غم سے دل ہر اک فیسے میں کاہر
 جو افلاطون بھی ہوگا تو ہو جائے گا دیوانہ
 نظر پڑے جلوہ میں نہیں اب ہے پری خانہ

۱۔ ہونچہ سیتی گرویدہ
 ۲۔ نالے سے ترے ظالم بے چین ہیں گروہی
 ۳۔ یہ شعر میں نہیں ہے
 ۴۔ یہ غزل میں نہیں ہے
 ۵۔ بھگڑا ہے
 ۶۔ صورت گر جہاں میں تجھ سا کوئی پایا
 ۷۔ ارشہ ہے توڑ کو مان اب تو جلا نہ نہیں نہیں

ہوا کا چاک دیکھیے گا
 کہاں سے میں کہاں کر رہا ہوں دیکھو قدرت
 جہاں کچھ بات کرنے کو نہ اپنا ہے نہ بیگانہ
 دل سوا جاتا نہیں نہ
 دے تم سوز سے پوچھو کہ اس کا ہر وہ ہم خانہ

اسے دل گم شدہ پیدا ہو نہ
 حیرت آلودہ نہ وہ مثل حجاب
 چھوڑ بس زلف مبرا ہو نہ
 طلب س غمے کب تک نہ
 مونہ لے آنکھ کو دریا ہو نہ
 وصل میں پھر وہی فرقت کا غم
 جوش کھ آپ ہی صہبا ہو نہ
 قیس فرا د ہوئے آگے کیا
 بس تیغ تنہا ہو نہ
 تیرے بیمار پڑے مرتے ہیں
 اے تنک حوصلہ بچ سا ہو نہ
 بات کی بات سیما ہو نہ
 آپ میں دیکھ لے آپ ہی کو سوز
 مشکل آئینہ مصفا ہو نہ

کیٹنے گا کوئی ظم ہو تجھ سے یوں گردیدہ
 لے آہ ابھی تھم تو بے ہوش پڑا ہے دل
 اک دل بے سوز لاں ہر آنکھیں سو ستم دیدہ
 دو روز کا مہاں ہوں کیوں مجھ سے ابھتا ہر
 مشکل ہو اگر چونکے یہ فتنہ خوابیدہ
 نئے سے تھے ظالم بے چین میں کر دلی
 جاتا ہوں تھے کو سے مت مجھ مجھے ہو رنجیدہ
 یہ آہ دفن کب تک بس لے دل شوریدہ
 ٹک دیکھ تو لے سائی یہ سوز نہ ہو دے ہاے
 روتا ہے پڑا ایسا جوں شیشہ غمضیدہ

۱۔ سنا ہے یا دودو عالم —————

یہ رب حضورِ یار کے جس کا عِسلام ہوں
تا چند بیقراری و تا چند اضطراب
خسروانہ رحمتِ شتاب ہو

بس تیرے تفسیر کرو قل لہ بدن
اس سوز کو تو بندہ صادق ہی حبیبو
اد جانے والے اس سے تو کہو کہ واہ واہ

کل کس کے ہاں گئے تھے بھلا یہ بھی جھوٹ ہے
تس پر یہ عذر ہے کہ مرا آشنا ہے وہ
آہ منہ کو مت کھلا تو کہیں کچھ نہ ہو

باز آئیہ وضع نہیں خوب اسے عزیز اکنا
خراب ہو گا مرے جی کو مت جلا

گر اور کچھ طلب ہو مجھے —————

ہر روز گونہ نصیب نہ ہوئے تو نگاہ گاہ
کافی تھی بیم یہ رسکے لئے کو یک نگاہ
اب آرزو ہے کون سے کافر کو عروہ جاہ

یہ کارخانہ اس سے نہ ہوئے گا سربراہ
گر اس میں جھوٹ ہوئے تو اس کا خدا گواہ
کچھ بھی خبر ہے در پہ پکارے کہ داد خواہ

پھر تو کہے گا مجھے الجھتا ہے خوا مخواہ
میاں جی تمہارا عذر تو ہے بد تر از گناہ
اب تک نہیں ہے تیرے گنہ پر مجھے نگاہ

مان ترا ہوں میں خیر خواہ
جو دل سے نکالو گی ایک گاہ

الحمد للہ الحمد للہ

کھا جا قسم تو میاں تجھ کو خدا مند
یعنی بتاں سے چلتا ہے بد راء

پس کہیو تا صد آتا ہے وہ ماہ

ہے دل کو گلتی پر کیوں کے مانوں
بعضوں کا مجھ پر یہ بھی گماں ہے

استغفر اللہ استغفر اللہ
میں نے کہا کیوں آؤں میں ہمراہ
تو کون میں کون اے واہ لے واہ
لڑکوں میں مل کر ہے دوست یا شاہ
بانکے بنے ہو اللہ اللہ
سب جانتا ہوں من جانب اللہ
اے اشک مت جل بس حبیبی اللہ
کیا ذکر کیجیے اللہ اللہ
الحکم للہ والملك اللہ
کر سوز کو قتل بس قصہ کوتاہ

جھوٹے کے منہ پر آگے کہوں کیا
کل اس طرت سے گزرا ستم گر
بھنچھلا کے آخر بولا ہے بانکا
وہ دن گئے بھول جب کھلتے تھے
اب کھینچتے ہو تیغ کو ہر دم
تیری جفا سے جو مجھ پہ گزرا
اے آہ تو بھی مت لے رذقت
کل جس طرت سے دیکھا ہے اس کو
تیرے سوا کون اب ہے جہاں میں
کاہے کوتاہ ہوتا ہے نا خوش

جان لینے کو بھی اتنی دیر آہ
مجھ کو دے یہ خانہ زنجیر آہ
دل ہے میرا جان تیرا پرکاش
حیف شاہ
حال اپنا کہ نہ لے دل گیر گاہ

قتل کو میرے نہ کر تاخیر آہ
یار کے کوچے ملک جا تو گر
آسمان پہلے تو
سرخ ادھر کرتا تو میں ہوتا ہی مات
سوز کیوں چپکا ہی ہم کب غیر میں

۱۔ م، بھ سے

۲۔ ع، اب سے کے گد کا بھرتے ہو

۳۔ یہ شرم میں نہیں ہے

۱۔ م، جھوٹے کا منہ میں آگے

۲۔ ع، ہے چور

۳۔ ع، سب مینے جانا

۴۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

او چلے جانے والے بے پردا ہ
 بیٹھ پھیرے چلے ہی جاؤ گے
 حال دل اب بہت پریشاں ہے
 میاں فقیروں کی بھی حداسن نو
 تجھ سوا کون ہے مرا محبوب
 بحق لا الہ الا اللہ
 سوز کچھ مانگتا نہیں تجھ سے
 ایک بوسہ ودنی سبیل اللہ

جو صاحب دل ہے دل سے آگاہ
 اے غافل ملک تم چونک بیٹھو
 وہ شاہ جس کی عہد نبی سے
 میں جھوٹ ہرگز کہتا نہیں ہوں
 ظلم و ستم سب ہو جائے گا محو
 بادی وہی ہے مہدی وہی ہے
 اے سوز تو کیا کہتا ہے چپ رہ
 سو لوگ تجھ کو ہی جھوٹا کہیں گے
 کیا بات اس کی ہے وہ اے واہ
 پردے سے نکلا ہے وہ مرا شاہ
 تکتے گئے ہیں تشریف کی راہ
 اب کوئی دم کو نکلے ہے وہ ماہ
 باقی رہے گا اللہ ہی اللہ
 صاحب وہی ہے سب کا دل خواہ
 تجھ کو ہے مطلوب شیخی کا کیا جاہ
 کس واسطے ہیں سارے یہ گمراہ

بس چپ سے بہتر اب کچھ نہیں ہے

خاموش ہی رہ واللہ باللہ

لہجہ 'دونوں زلفیں تری مری ہیں گواہ' لہجہ 'سوز کچھ مانگتا تو نہیں'

لہجہ 'غزل ام میں نہیں ہے'

تو لگ نہ چل کر مرے خون خوار سے زیادہ
گوہر گھنٹ پنے برسنے پہ سکھے ہے
میں بس کہ ہوا داغ ترے بھر سے گلو
بے چین رکھے ہے عین دہر میں مجھ کو
کالے کی بڑائی نہ کرو زلف کے آگے
سینے کے نفس میں تری دوری سے دل لے سوز
نالاں ہے سدا مرغ گرفتار سے زیادہ

یہ تم کا میرے شور ہے کہتا ہو کیا ہے یہ
آدیکھ میری لاش کو وہ شوخ تند خو
کوئی مرے پر س کی توجہ کے بھائیں نہیں
کہت ہوں درد دل کا تو کہتا ہے غریب
کہتا ہوں داد داد تو کہتا ہے پوچھو
تلواریں مار مار کے کہت ہے دم نہ مار
اتنی جھائیں مجھ پہ کیا تو بھی شوخ کے
روتا ہوں بلبل کے تو سنتا ہے کھسکھلا
اسیدیں دل کی ساری تو بھر پائیں ہم نے آہ
دامن کشاں وہ نفس پہ میری آکھیں دکھا

لہذا دل لہذا شرم میں نہیں ہے لہذا شرم میں نہیں ہے

لہذا شرم میں نہیں ہے لہذا شرم میں نہیں ہے

ناصح تو کسی شورش سے دل جا کے لگا دیکھ
کچھ اور سوال اس کے سوا تجھ سے نہیں ہے
میرا بھی کہا مان محبت کا مزا دیکھ
ہر چند میں لائق تو نہیں تیرے کرم کے
لیکن نظر لطف سے ملک آنکھ اٹھا دیکھ
پچھتاے گا آخر کو مجھے مار کے لے یار
کہنے کو تو ہر ایک مخالف کے نہ جا دیکھ

اس بُت نے نظر بھر کے نہ دیکھا مجھے لے تو نہ
ہر چند کہا میں نے کہ ملک بہرِ حسد ا دیکھ

خدا کو کفر اور اسلام میں دیکھ
جو کیفیت ہے زگس کی چسمن میں
عجب جلوہ ہے خاص دعام میں دیکھ
وہ چشم ساقی گلفِ نام میں دیکھ
نظر کر زلف کے حلقے میں لے دل
گل خورشید پھولا شام میں دیکھ
خبر مجھ کو نہیں کچھ مرغِ دل کی
تو لے صید اپنے دام میں دیکھ

پیالا ہاتھ سے ساقی کے لے تو نہ
ظلمِ جم کو تو اس جام میں دیکھ

تیز دستی دیکھو قاتل کی میرے واہ واہ
آہ گر سینے سے تو نکلی توں تنہا رہا
ایک کو کرتا ہے ذبح اور دوسرے پر ہر نگاہ
دل جو لے جاتا ہے جانے دے مت گھیر اس کی راہ

۱۵۷ ع انگہ بہر سے

۱۵۸ ع م بچھ جھوڑ کے

۱۵۹ ع ہر چند کہا میں نے بہرِ حسد ا دیکھ

۱۶۰ ع اپنے دل کی

۱۶۱ ع ایک کی چھاتی چڑھا ہے دوسرے پر ہے نگاہ

ذبح کرتا ہے تو بچہ کو غیر کو کیا اس میں دخل
 چو تک جادے گا تو بھروسہ راہ چسنے کا نہیں
 یہ اجل کیوں بیچ میں آکود بیٹھی لا الہ
 ہر گھڑی ہر آن ہر عت ولا تو مست کراہ
 ایک گالی میں بھی سے لوں
 بچوں یوں پچھا کر جو تو بولے واہ واہ
 بعد قتل سوز پوچھے گا کوئی تو آن کر
 کیا خدا کی جرم کیا تقصیر اس کا کیا گتہ

تنگ سے جو میں کہتا ہے —————
 غم وہ دیر سے سال یہ جن کا آسمان کف ہر
 نہ سے عشق کا نام تو اب عشق کم دیدہ
 غبارِ خاطر عالم سے کیا ہوں گے بہم دیدہ
 بچہ کو کونے میں پڑا ہے کوئی رخسار کو
 ستا ہے مجھے آنکھیں دکھ کر دم برم دیدہ
 مجھے کہتے تو مجھ بھند کے آنکھیں سامنے ست کر
 خواہوں کی طرح جان کب جیتے میں برم دیدہ
 مجھے بھی ساتھ سے چل رہا دل سوز ہوں تیرا
 کہیں جب رستہ ہوں اور تو بیت لسنم دیدہ

بہت سب جمع
 قبول کیجو نظر میں ترسی میاں التہ
 نہیں بے مرے دل میں کوئی سبب
 بغیر اشہد ان لا الہ الا اللہ
 نہیں زباں میں یا نام غیر حق ہے گواہ
 سولے نام محمد و علی علیہ السلام
 نہ چاہیے بت مجھے اہتمام خیل و سپاہ
 ہمارے موسے و نیشاں میں تاج فرق کلاہ
 عبت تو کیسے ہے ترور

نہ یہ تہمتا میں ہیں ہے
 شہ کہ یہ تہمتا میں ہیں ہیں
 شہ یہ غولیں م میں نہیں ہیں ۔

ناصی میرے سیم بر کو دیکھ اور مری حسن میں نظر کو دیکھ
 کیوں تو حیران ہو رہا ہے بے اے اندھے ذرا ادھر کو دیکھ
 کیا دہن اس کا ڈھونڈتھا جو بے موٹگانی سے اس کمر کو دیکھ
 کیسے بانگے کو کر لیا تسخیر تو مری آہ کے اثر کو دیکھ
 نخت دل تیرے واسطے لایا لال میسے تو اس گہر کو دیکھ
 آہ کی... میں گوند سے نخت جگر جان میسے تو اس ہنر کو دیکھ
 شش جہت میں تو ڈھونڈتا کیا ہے جس کو ڈھونڈتے ہیں پہلے گھر کو دیکھ

سیر دریا سے کیا ہوا حاصل
 توڑ کی اپنی چشم تر کو دیکھ

گر تجھے قتل کی خواہش ہے تو آبسم اشد سر تو حاضر ہے ذرا رہ کے لگا بسم اشد
 ساغر چشم ہیں بریز ہلاہل اس کے درد مند و پیو از بہر شفا بسم اشد
 شیخ جی تم کو نہ کہت تھا کہ زندوں میں نہ جاؤ اب بھی بسم اشد
 بس دلا سینے میں میسے رو نہی تہسے لگاؤ دینے رخصت دی تجھے جان کے جا بسم اشد
 آج ہندی نہ لگی کیوں تیسے ہاتھوں میں جان لے مرے خون سے ہاتھوں کو چا بسم اشد
 تیرے دامن سے پہ پٹے گل مری خاک سنا ڈھیر پر میرے تو گھوٹے کو کدا بسم اشد
 تیز کرتے ہو پھیری آپ ہی رہ جاتے ہو کس کا دسو اس ہے کاٹو نہ گلا بسم اشد
 میں یہ سمجھا تھا کبھی اس کو نہ جانے دوں گا توڑنے مانگی جو رخصت تو کہا بسم اشد

میں پھرتا ہوں ترسے کو میں
 چورخ آشیاں گم کردہ سرگردان آوارہ
 دل نالوں اگر ہے تنگ تجھ پر وسعت سینہ
 تو میں تجھ کو بتا دیتا ہوں گھر اس کا دیں جا رہ
 نہیں طاقت رہی جو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگوں
 کروں کس ہاتھ سے یارب گریبان جنوں پارہ
 تجب بے خود ہوں جس دم سے سنی ہر بات ماننے کی
 شب و صلت کروں گا کیونکہ نظر آ رہ
 عبرت کیوں کھینچتا ہے تیغ ظالم تنویر پر ہر دم
 جفاکش ہے یہ بے چارہ

شراب خون دل کا پوچھے ہے مخور ہے شیش

زباں سے من میں ہے یار و کہو معروض ہے شیش
 مزہ ہے محسب اس وقت آجا دے جولے ساقی
 کہ ہم تم لوٹتے ہیں نشے میں اور چور ہے شیش
 سمجھ کر دل مرا اس کو پٹک دیجو نہ پھس پر
 کہ یہ اس نام سے کچھ ہو گیا مشہور ہے شیش
 بوں پر وقت نوش اب قطرہ نمیش ہوتا ہے
 پہنچ ساقی کہ تجھ بن حنا زنبور ہے شیش
 شراب حسن کی کس کے مغال اس میں تجلی ہے
 کہ مستوں کی نگاہوں میں سراپا نور ہے شیش
 نظر ہر مست مجھ کو قابل زنجیر آتا ہے
 نہ جانے بزم میں کس کا دل پر شور ہے شیش
 نہ خوش ہو میرے استغفار سے واعظ کہ زہد دل کی
 زباں نزدیک ہے تو یہ سے جب تک دُور ہے شیش
 لہ یہاں سے آخر ریف ہ تک کوئی غزل ج میں نہیں ہے

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ
 سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا
 خورشید کی طرح تو نہیں ہرزہ گرد وہ
 دیوار گھر کی یار کے مت ڈھاڈسیا شک
 جاتے وہ کب کسی کے مگر گھر قیاس کے
 طاقت ہمیں بھی مرغ چین کچھ ہوئی ہواب
 بھیجیں گے ہم بھی نامہ و پیغام گاہ گاہ
 دیتے نہیں ہو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ
 نکلے ہے ہاتھ اب مرا شاد کام گاہ گاہ
 کرتا ہوں اس کے سایہ میں آرام گاہ گاہ
 لاتی ہے س کو گردش ایام گاہ گاہ
 ہونے لگا ہے نالہ سر انجم گاہ گاہ
 بوسہ بزور سے کہا ہم سے تونے
 نکلے دن میں تجھ سے مرا کام گاہ گاہ

اے دل نہ سنے گا یار چپ رہ
 فریاد تو کب تک آکرے گا
 تو درد سن سکے گا پیارے
 نامہ کیا فائدہ بکے سے
 کرنا نہ بار بار چپ رہ
 بس اے دل بیقرار چپ رہ
 مت پوچھ یہ حال زار چپ رہ
 دل پر نہیں اختیار چپ رہ
 کیوں تونے یہ آہ و نالہ کیا ہے
 اے کشتہ انتظار چپ رہ

کہہ رہا ہے تو اے شوخ دیدہ
 سر دستار تا چاک گریباں
 تو کس کو سچ آیا قتل کرد
 ہے عارض پر فراش ناخن تیز
 بسان اشک مردم سے رمیدہ
 گریباں تا سر دامن دیدہ
 بے قبضے میں تیغ خون چمکیدہ
 دگر لب میں تو ہیں دندان گزیدہ
 سپر کے کیوں کنا سے ہیں بریدہ
 یہ حیات لی تہیں کیوں کٹ رہی ہیں

الہی خیر کس پر تھا غضب آج وہ ایسا کون تھا آفت رسیدہ
 خدایا تونہ کلول تلے آج (کذا)
 کہ میرا ہے جگر اس دم طپیدہ

ہم رہیں مجوس نہراں راہ راہ تم کرو سیر گلستاں راہ راہ
 ہم نفس میں تم چین میں یا نصیب راہ راہ لے عنہ لیاں راہ راہ
 مجھ سے نالائق کو دی پھوٹوں میں جا راہ راہ گور غریباں راہ راہ
 مصر دل کے اب تھیں ہو بادشاہ راہ راہ لے کنساں راہ راہ (کذا)
 زلف میں پھنس کر ملا آرام دل راہ راہ شام غریباں راہ راہ
 اشک کو بھی دی نہ اپنی کچھ خبر راہ راہ لے زخم پتہاں راہ راہ
 آتے ہی مجلس کو روشن کر دیا
 راہ راہ اے تونہ سوزاں راہ راہ

کر دیم کیا ب جگر خود نہ مکیدہ مسیدہ بت نا نمکیدہ نمکیدہ
 خنجیدہ شدہ گلشن و سبزیدہ خیاباں لے لے ملویدہ دل نا نہ گلیدہ
 غلطیدہ و کفیدہ دل سوختہ ام را (کذا) سازید بھولا نگہ قاتل نہ و فیدہ
 کوہیدہ سار و بر قاتل بد خو (کذا) چاکیدہ گریبان چو دیدہ شکیدہ
 طرزے بنو ایں طرز سخن تونہ نمودہ
 ورنہ سخنے ہیچو نمیدہ نہ شنیدہ

ی

جس کو نہ ہو سکیب نہ تاب فغاں رہے
تیری گلی میں وہ نہ ہے تو کہاں رہے
دو دنوں پہاں سے تو بچے اب کام کچھ نہیں
آنی عرض ہے یار کہ تو ہر باں رہے
تاب و توان تو آگے ہی جاتی ہی ہر آہ
دل تو بھی اب چلا تو بھلا اب کہاں رہے
آہستہ رو تو منزل مقصود کو گئے
رفار گرم تھی کہ ہمیں درمیاں رہے
لے ہر باں غریب کے احوال پر نظر
بے بائے گریہ یہ کہ پس کارواں رہے
لے اہل بزمِ تم کو وصیت ہے بعد مرگ
چند سے یہ تنویرِ درد کے گھر یہاں رہے

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کئے
کب کہا کس جا کہا کس وقت کس دم کس کئے
زلف و کاکل چشم و ابرو سب کو دکھلایا ہے
دل نہ بھان ان سے ابھایا مجھے کس کس کئے
پس ہے جب جانا ہے آرام و صبر و عقل و ہوش
بیٹھے کس لہر کس غم خوار کس مونس کئے
اب ہوا تو لالچی زر کا سودہ اللہ دے
نہ کہاں مجھ زندہ مجھ تلاش مجھ مفلس کئے
جوں کہا چل تو ز سے مل طیش کھا کر بول اٹھا
جاؤں کس بد ہوش کس خاموش کس بے حس کئے

کشتورِ دل میں نہیں کوئی کہ آباد رہے
یوں اجاڑا ہے اسے تم نے بھلایا دہے
دام زلفوں سے جدار و کسے ہے ابدا سے جدا
ان بلاؤں سے کوئی کب تک آزاد ہے
بس دلا شکوہ نہ کہ کلبہ تن میں میرے
یا مرا جی ہی ہے یا تری فریاد ہے
چھوڑ دو لبو گلزار اگر غمیت ہے
یا صبا اس میں ہے یا کہ یہ صیاد رہے

یہ شعر میں نہیں ہے

نہ بسم نہ حکم نہ ترسم نہ نگاہ کس طرح یہ دل ناشاد بھلا شاد رہے
 ساقیا جام پنا تیرا دعا دیت ہے
 یہ خرابات قیامت ملک آباد رہے

تری محفل میں جو گئے سوا پنا کام کر لے
 کدھر سے آئے یہ حسرت داندہ و غم دل میں
 کہاں جاتے ہیں یہ نالہ و فریاد و اولا
 خدا کے واسطے لے نالہ چپکے سے نکل جانا
 جو بوسہ وہ نہیں دیتا نہ دے لے دل شکاری
 مگر ہم تھے کہ ناحق آپ کو بدنام کر لے
 کہ صبح انتظار مرگ کو بھی مشام کر لے
 یہ غم میں پہن کیا آپ کیسا کام کر لے
 اچھی دل کی لگی ہو آنکھ تک آرام کر لے
 مجھے ڈر ہے مبادا کچھ خیال غام کر لے

وہی اس تیرے پہلو میں بیٹھے شعر سننے کو
 جو دو دن ہاتھ سے اپنا کلیجہ تھام کر لے

اداسیاں او جانے والے کیوں اس میخوار سے
 دام کی حاجت نہیں صیاد جلدی آپہنچ
 پھینچتا ہے جس طرح چڑیا کو در کا ہاتھ میں
 آرزو بوسہ رہ جاتی دے قربان یار
 پتھر کی پیت کی سفا دش گرد دم سے خوار سے
 پرہوسا لگ با تھا نوک ہریک خار سے
 اور کچھ پایا نہیں ہم نے دل وحشی کا کھوج

توز کا دل گر نہیں ہے کام کا تو پھیر دو

اس سے بچھا چاہیے تو مول لو بازار سے

ہوا ہے دل گم جہاں ممبیاں وہاں کی کس شمس کو خبر ہے

نہ داں نماں کا گمان پہنچے نہ داں تو ہم کا کچھ گزر ہے

کیا تھا جب جہان نے قصد رحلت نہ کوئی ہمرؤہ ہوا بجز اشک

یہ بات تحقیق ہے عزیزاں جگر سب گریہ دگر دگر ہے

شفیق وہ تھا رفیق وہ تھا عزیز وہ تھا انیس وہ تھا

خبر میں کس سے منگاؤں دل کی نہ کوئی قاصد نہ نامہ رہے

مرض کا تیرے حال ہے یہ جو ان طبیبوں میں تے پوچھا

کہ آنکھیں اب بھت کو لگ رہی ہیں خدا پر ہلک کی نظر ہے

عجب تماشا ہے کیا کہوں میں جسے سناتے ہیں بولتا ہے

کہ ہائے کیا دں کو مفت مارا یہی فناء جدید تم ہے

عدم عدم سنتے ہی ہیں آئے کسی نے دیکھا ہو تو بت دو

دکھاؤں میں تم کو آؤ یا دمرے میاں جان کی کمر ہے

قدم قدم پر ہے دل تڑپتا جگر حبہ خوف سے پھرتا کتا

کوئی تو ان رہزنوں سے پوچھو یہ کس ستم گار کا نگر ہے

پلو تو سب آج مل کے پوچھیں کہ سوز کیوں منہ بنا رہا ہو

مقام جوں گل شگفتہ رو تھا سحر سے کیوں آج حشمت تر ہے

۱۵۰ ع: جب میر نے

۱۵۱ ع: مہاں

۱۵۲ م: ایضاً

۱۵۳ ع: عزیزاں

۱۵۴ ع: ساقی

۱۵۵ ع: پر یک شہر

ہزاروں، ہزاروں اور ہزاروں کو حبس کیا ہے

تری ان آنکھوں کو کس نے یہ جا دکھایا ہے

مروں میں کس طرح مرنا کوئی مجھ کو سکھا دیوے

اجل شرما کے ٹل جاتی ہے جب سے وہ سہایا ہے

کوئی اب غم نہ کھاؤ خلق میں بے غم رہو یا رو

کہ میں نے آپ اس سارے جہاں کے غم کو کھایا ہے

مجھے کیا عشق سے نسبت کہاں میں، اور کہاں دلیر

اں آنکھوں نے لگایا ہے مجھے دل نے سمجھایا ہے

سب اپنا جان تو لے غم دل و جاں، دین اور ایمان

وے دل سے پرے رہنا دہلے یہ پرایا ہے

دل گم گشتہ میرا ہونا ہو تیرے کئے ہوگا

بھلائے چور تو نے ہی کیا میں نے یہ پایا ہے

بہر آئی بہار آئی یہی کس آن کی خاطر

عبث اُن حندیوں نے چین میں تل چھپایا ہے

کسی کے سے تو کہہ نا صحابہ جو عشق سے بھاگے

کبھی جا بھی پرے کب تک کیوں پکایا ہے

جو تیرے نام میں زلفوں کے تھیں سہ تو لکھ بھلائے گئے

کہیں یہ سوز بن دامنوں تک ہاتھوں بکایا ہے

لے لے تیری مل میں ہو

لے لے کہ میرے سر پر

لے لے عت کیوں دیوں سے سچ میں

لے لے میں

لے لے تیرے میں نہیں ہے

لے لے تیرے دامنوں ترے ہاتھوں بکایا ہے

راہِ نجات کوئی آج مجھے بتا دے خردِ عقل و قرارِ دل و دلی لے جائے
 پائے خم میں ہوں میں افتادہ دینار دست کیا تماشا ہو جو وہ شوخ ادھر آ جائے
 وہ کہے آکے اسے کس نے یہاں آنے دیا ٹھوکریں مار کے اس جاسے مجھے اٹھوانے
 اٹھتے ہی گر پڑوں میں پانوپہ اس قاتل کے اور وہ باندھ بچڑ بچڑ کر کہیں لے جائے
 پھر تو جو بات بنے اس کو خدا ہی جائے
 ہاں مگر سوز اس انداز کو شاید پاسے

نہ جانا اس طرف لے سوز وہ خوشوار پھرتا ہے تھے پتے اڑانے کو لیے تر و بار پھرتا ہے
 ہمیشہ دیکھا سوں صبح سے تا شام اس کو میں چڑھائے استیں کو پچے میں سو سو بار پھرتا ہے
 کوئی محفل میں جاوے تو دل محزون کہہ دیجو کہ تیرے واسطے قاتل پس دیوار پھرتا ہے
 کوئی اب اتنا آتا ہے لیکن سوزِ مدد و خب
 دل اپنا ڈھونڈتا ہر کوچہ و بازار پھرتا ہے

دل مرا بچے جو ملا دیوے اس کی سب آرزو خدا دیوے
 میں تو قربان اس کے ہو جاؤں صورت اس کی کوئی دکھا دیوے
 پھر جو دل وہ تو مجھ سے لیجے قسم پر کوئی دل کو اس سے لا دیوے
 عشق نے جیسا غم لگایا ہے عشق کو کوئی غم لگا دیوے
 درد نے جیسا دکھ دیا ہے مجھے اس کی فریادِ مرتضیٰ دیوے

سوز کیا بک رہا ہے بس چپ رہ
 کوئی جو اس سے جا لگا دیوے

لے م'اں مگر سوز جیتا لے تو کچھ بتا دے لے م'اں ترے کڑے ہی کرے کو لے یہ شرم میں نہیں ہے۔
 لے م'اں دکھ دیا اے سوز لے م'اں جاسنا دیوے

دل بتوں سے کوئی لگا دیکھے اس خدائی کاتب مزا دیکھے
 کس طرح مارتے ہیں عاشق کو ایک دن کوئی مار کھا دیکھے
 راہ میں کل جو اس نے گھیر لیا یعنی آنکھیں ذرا ملا دیکھے
 مجھ سے شرب کے بولت ہے کیا اور جو کوئی آشنا دیکھے
 اپنی اس کو خبر نہیں والہ
 توڑ کو کوئی جا کے کیا دیکھے

تو دل مانگے ہر مجھ سے دل کہاں ہے یہ جیڑا سا تو اس کا آشاں ہے
 بعد آنکھوں میں آئے فیند کیوں کر جہاں رقت سا پنہاں پاساں ہے
 کہو کیا شاد ہوں دنیا میں آ کر جہاں . . . فریاد و فغاں ہے
 صد اگنبد کی بجگے شیخ صاحب
 ارے میاں توڑ کا بانگ نفاں ہے

آنکھ پھڑکی ہے یار آتا ہے جان کو بھی تندر آتا ہے
 دل بھی پھر آج کچھ دھڑکنے لگا کوئی تو دن نگار آتا ہے
 مجھ سے کہتا ہے سینو ادب نام تو یہاں بار بار آتا ہے
 تیرے جو دل میں ہر سو کہ جسے صاف مجھ پہ کیا کچھ ادھار آتا ہے
 اب کے آیا تو سب کہہ دوں گا لیجو میسر اشکار آتا ہے

توڑ کا منہ مگر نہیں دیکھا

روز سو تجھ سے مار آتا ہے

لے رہا اپنی ہستی کا لے رہا اپنے ترکے سے حرے نہیں
 لے رہا یہ سحر میں ہیں ہے لے رہا تیرے دل میں ہو سو گئے کہہ صاف

گفتار میں بضع سے آواز نہیں ہے سمجھے یہ مری بات جو ہمارا نہیں ہے
 کہتے ہیں چین اب کے بہت خوب کھلا ہے کیا کیجیے ہم کو پر پرواز نہیں ہے
 ٹھوکر سے جلاتا ہے تو مردوں کو زمین کے اعجازِ مسیحائی یہ کچھ ناز نہیں ہے
 سینے سے تو گھبرا کے نکل بھاگ مری آء اب دل کے سوا کوئی بھی دساز نہیں ہے
 کہتے تو ہیں سب یہ سخت اس دور میں لیکن
 اس فن میں کوئی تو زسامت ز نہیں ہے

یار سے جا کہو کہ پھر آوے سے کیا دل تو جی بھی لے جاوے
 بند کرتا نہیں زباں ہرگز کوئی تاج کو آ کے سمجھاوے
 کج معنائے جا بے داعظا دخترِ رز کا گر مزا پاوے
 کوئی چہ یار میں پڑا ہے دل کوئی مجھ تک اسے اٹھا لاوے
 کچھ تو بوسیاں زباں کھو لو
 توڑ بیٹھا رہے کہ اٹھ جاوے

ترحم کی نظر تجھ سے نہ ہم نے آج تک دیکھی
 بھی باتوں میں تیشہ کی کھر دکا ہی لے نکال دیکھی
 نہ دیکھا اٹھ کے ہم خوابِ عدم سے اس چین میں کچھ
 منگنیس کی افلاک کھلتے ہی ہلاک دیکھی

نہ عاتقوں کے گڑوں کو مہم، سینے میں سے گھبرا کے ری آو بھی جاگی
 لکھ، شوخ لکھ، انداز سے تم
 شہ، تاج سے

یہ نور آئینہ اخورشید میں ہے اس کے ٹکڑے کا

وگرنہ کس ستارے میں کیونے یہ چمک دیکھی

کلائی ہاتھ کی مڑتی ہے انگڑائی میں جو اس کی

کسی نے شاخ گل میں اس نزاکت کی پچک دیکھی

بچھٹ کر لے گیا دل شوخ سینے سے نہ تو نکلی

بھلائے بے مروت آہ تیری بھی کھٹک دیکھی

جگر تازہ ہر اک پیاسے پتھر کا چیر کر لاؤں

خداائی سے نرالی اپنے بانے کی گزک دیکھی

ہر صد اسحٰج میخانے میں کل ناسخ کوئی لاکر

سحرے شام تک اسے سوز تیری راہ تک دیکھی

کہتے ہیں دل میں یار بست ہے دیکھنے کو تو دل ترستا ہے

کوئی نہ پیر ہو مجھ کو بتلاوے کون سا اس نگر کا رست ہے

عشق ہے تجھ کو شعلہ ہجر اے میرا جگر بھستا ہے

دل کا تو نے کباب، نگا تھا کل سے یوں نہیں پڑا دستا ہے

ایک بوسے پہ بیچتے ہیں لو جانی اس مول کو دستا ہے

آستان پر تو پڑھ رہے ہیں نماز کون سے جین ٹھستا ہے

مردم! کسی نے اس طرح کی شاخ گل میں کب پچک دیکھی

لے جا، بھٹا، دے دل لے گیا باہر نہ نکلی تو

لے جا، جگر تازہ کہاں سے بے خوری کے وقت لاؤں میں خدائی سے نرالی جان من تیری گزک دیکھی

لے جا، دعا، یہ غزل میں نہیں ہے -

پیائے آنکھیں تو پوچھ لوں بیٹھو
ابھی مت جاؤ برستا ہے
کیا یہاں خاکسار سب ہیں گڑے
ہر قدم میرا پاؤں دھنستا ہے
مہنہ چڑاتا ہے آپ ہی آپ کھڑا
ابھی کھلکھلا کے ہنستا ہے
توڑ کا سر تو ہے تھیللی پر
کس کی خاطر کر تو کستا ہے

صبا یہ شور کیسا ہے بتاری
چمن میں پھر بہار آئی ہے کیاری
نیکیچے اپنے سر پر سے بھی منسے
یہی تھی تم سے کیا امیدواری
نہ پایا خاکسار اب توڑ سا کوئی
جہاں کی پھانی ہم نے خاک ساری

یار گر دل کی طلب گاری کرے
کون سا دل ہے کہ پاداری کرے
سے گیا تو ہی دل وحشی کو شوٹ
اس سے کہ دیجو خبر داری کرے
جان تو بھلا کے لایا ب تلک
مرگ سے کہ دو کہ تیری کرے
پھینکتا ہوں آسمان پر تیرا ہ
کہہ دو خورشید اب سپردی کرے
شوخی مست ناز و مست شوخی توڑ
کون اب دل کی خبر داری کرے

صورت میں اس شوخ کی پہچان گر آئے
ہر ذبے میں کچھ اور ہی جھمکا نظر آئے
آنکھوں سے مری اخک نہیں آنے کا صبح
آوے بھی اگر دل سے تو نخت جگر آئے
پھرتا ہوں تیسے واسطے میں در بدر لے یار
تجھ سے نہ ہوا یہ کہ کبھی میرے گھر آئے
میں منتظر اس دم میں رہتا ہوں شب و روز
گو شام نہ آیا تو وہ شاید سحر آئے

گویا دل عاشق بھی ہے اک قیل یہ مست رکتا نہیں روکے گسی کے جدھر آئے
 کہ کہ کے دکھ اپنا میں گرا آنکھ سے تیری اتنا نہ ہوا سن کے تری آنکھ بھر آئے
 کوچے میں قیاس کے تم سے ہفتہ سے لے توڑ
 ایسا نہیں دیکھا ہے کہ بار درگزر آدب

جو کوئی عشق میں نباہ کرے جھوٹا ہے درد میں جو آہ کرے
 سخت مشکل ہے عاشق کا فن وہی جانے جو سربراہ کرے
 سانس بھرے تو رستہ ہوتا ہے کس کلبے سے کوئی آہ کرے
 اس طرح جی کہ جد مرنے کے کوئی تو یاد گاہ گاہ کرے
 یاد بانکا ہے اس قدر اسے توڑ
 کس کو طاقت ادھر نگاہ کرے

سنگ پر چینی کو ٹیکو گر صدا منظور ہے دل کو عاشق کے نہ سمجھو کا سہ نفور ہے
 لوگ کہتے ہیں پری کہتا ہوں میں یہ خود ہے فی الحقیقت دونوں کے جلوہ صنم کا دور ہے
 بے خیال ہزار سبب میں اب مت رکھ قدم شیشہ دل سنگ سے ہزاراں کے چکن چور ہے
 کیوں دل نالے کی ہر چیز کو ہوس اس کے حضور سانس لینے کا دوانے والے کے مقدور ہے
 دل نے تو میرے سزا پائی پر اب حیراں ہوئی آئینے کو اتن منہ چڑھنے سے کیا منظور ہے
 کوئی تو سمجھے ہر س پہرے کو نہ اور کوئی ہر ہم تو سمجھیں میں فقط اللہ کا یہ نور ہے

۱۔ م کو کوئی بھر سے نباہ کرے ۲۔ م کس طرح نباہ کرے ۳۔ م سب سے مشکل ہے
 ۴۔ م تواریے جدھر ۵۔ م ایک نظم سے شوزیر یاد
 ۶۔ م غلط کہتی ہے ۷۔ م رتب
 ۸۔ م دل تو نالہ کی ہوس رکھتا ہے ۹۔ م کے سامنے ۱۰۔ م یہ شرح میں نہیں ہے۔

سوز بندہ ہے خدا کے واسطے آست ستا
میاں غریبوں کات ناصاحبوں سے دور ہے

یار کا جلوہ مرے کیا شہرہ آفاق ہے جس کو سنتا ہوں سودہ دیدار کا شاق ہے
ذات پر اس شوخ کی بس ختم ہے مشوقیت جو بشر دنیا میں ہے من جملہ عشاق ہے
ان بوں سے قابل دشنام مجھ جیسا نہیں یہ لطف ہے کرم ہے ہرگز اشفاق ہے
صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا دو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے
فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا اسے ناصحو
زندگانی سوز کو بن دوست کرنا شاق ہے

ترا غم مرے دل میں معمور ہے چھپی کب ہے یہ بات مشہور ہے
میاں تجھ سے کچھ زور چلتا نہیں زمیں سخت اور آسماں دور ہے
خوشی سے نہ جینا ملے ہے نہ موت الہی ہمیں کچھ بھی معتدور ہے
تری یاد میں ڈر کے مالے صنم کردوں کس طرح گرچہ دستور ہے
مبادا تصور کو پہنچے الم ترے غم سے مینے دل چور ہے
مگر آج البتہ اس شوخ سے
تجھی دیکھو کیا سوز سرور ہے

لہم! میں اس کے بجائے یہ قطع ہے۔

آ خدا کے واسطے تیرے کو بردم ستا عاشق رنجور ہے، مجبور ہے، رنجور ہے
لہم! خود بیت تیرے کھڑے صبر تیرے کھڑے صبر تیرے کھڑے صبر
لہم! زندگانی عاشق کے تنہا ہے عشق کرنا شاق ہے
لہم! آج شاپہ کہ اس شوخ سے تجھی مرے یہ اس شوخ کے نور ہے

زندگانی ہے ویانندان ہے جی نکلتا کیوں نہیں ارمان ہے
 مجھ کو حیرت ہے حجاب ابر میں ہمت ہے یا گوشہ دامن ہے
 لے خین یا رٹک رہن پر ہے میرے دل میں آمد پیکان ہے
 کے دیکھے کوئی اس کے سامنے جی بچ لاوے یہ کیا امکان ہے
 جان تازہ ہوئے سنتے شعر کے سوزاں وہ تو کسی کا جان ہے

خواب و خود کیا اب تو دم لینا بھی یاں دشوار ہے
 خاک اس کی زندگی جو جان سے بڑا ہے
 اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ دو
 اور کچھ تو شہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

جو اوقات اس تنگدستی سے گزرتے تو بون ہم ایسی ہستی سے گزرتے
 خدا کی قسم پھر خدا ہی خدا ہے اگر خود تو اس خود پرستی سے گزرتے
 گدائی کے عاشق مطالب شہی کے ہم ایسی بلندی پرستی سے گزرتے
 پھری تو چلتا ہے ملک تنہم کے پیارے تمہاری ہم اس تیز دستی سے گزرتے

غم ہے یا انتہاء ہے کیا ہے دل جواب بیقرار ہے کیا ہے
 واسے غفلت نہ سمجھے دنیا کو یہ خزاں یا بہار ہے کیا ہے

کچھ تو پہلو میں ہے خاش و بیکھو دل ہے یا نوکِ خلد ہے کیا ہے
 قصہ تن تو جل کے راکھ ہوا آہ ہے یا شرار ہے کیا ہے
 کھینچ کر تیر مار بیٹھے بس
 سوز ہے یا شکار ہے کیا ہے

ننگ اب بسکھے ملاقات مری مفت ضائع ہوئی اوقات مری
 گایاں چاہیے جتنی دیکھے کم نہ ہو جادے گی کچھ ذات مری
 گل جو میں سوز کو روتے دیکھا بن غمّی دوسے کی گھات مری
 اس کی خدمت میں ادب سے میں نے عرض کی دیکھی کرامات مری
 ہم نہ کہتے تھے کہ دل آپ نہ دیں بندگی قبلہ حاجات مری

نیلے ہم سے ولے جی سے مہراں ایسے خوشی سے پیسے مرے مہراں ایسے
 نہ شہر میں اسے آرام ہو نہ صحرا میں دل حزن کے ہاتھوں بھلا کہاں ایسے
 ستم پناہ یہ کیا ظلم ہے ادھر تو دیکھو جو بادقا ہو اسی سے یوں بگناں ایسے
 خدا کے واسطے اک تیغ اور جڑ قاتل کہاں ملک تھے دھڑکے نیم جاں ایسے

سنا سوزِ زمانہ تو ناتواں میں ہے
 جو ہونود کی خواہش تو ناتواں ایسے

لہ نہ ہے شروع میں نہیں ہیں۔

نہ نہ یہ غزلیں مہ میں نہیں ہیں۔

خدا کے واسطے پھر پھر سلوک یا رمت پوچھو

جو کچھ گزری سو گزری دل پر اب اظہار کیا کیجے

میاں یہ سوز تیری دید کا مشتاق ہے پایے

نہ جی ایسے فراق کے تئیں بیزار کیا کیجے (کہ)

تو نے جو کچھ دل میں ٹھانا ہے (کہ) سو تو ہم نے کبھی کا جانا ہے

پاس سے دل کے دور ہوئے غم اس کو مت پھیر دلو لگانا ہے (کہ)

روتے روتے ہی گزری ساری عمر کیوں میاں کیا پو نہیں گھلاتا ہے

کیا نصیحت کسی کی ماننے یہ ہاں جی ایسا ہی دل دوانا ہے

سوز کو پس جس طرح چاہے

اب تو تو نے غریب جانا ہے

گر گدائی کیجئے تو بوسہ محبوب کی در نہ مثل سوز ناحق جگ نہ ہائی کیجئے

خیال داغ بگر کا نہیں دماغ بگھے خوش لائے کون سی آنکھوں سے سیراغ بگھے

دل اسیر کا احوال مجھ سے مت پوچھو بتاؤ کون کہاں اس قدر فراغ بگھے

ایچ کا فر کو خدا عاشق خواہاں نہ کرے جب ملکات کو جفاؤں سے پشیمان کرے

دل بے رحم تجھے کچھ بھی مردست آئی پرورش تیری کوئی گبر و مسد نہ کرے

نہ یہ شعرم میں نہیں ہے

نہ یہ غزل میں نہیں ہیں

نہ یہ غزل میں نہیں ہے

بھڑکے ہر اک پل میں چشمِ خوں بار
دل میں ڈوتا ہوں کہ کچھ اور یہ طوقاں نہ کرے
تیرے ہاتھوں سے بہت تیر کا دل گھبرا یا
کیا کرے کوئی اگر جاک گریباں نہ کرے

حلقہ زلف گرہ گیر مبارک ہوئے
 کچھ تو تاثیر کرے دل میں صنم کے یارب
 خاک توڑے کو بھلا نذرت پیکاں سے کیا
 میں بھی کڑھاتا تھا بہت ہجر میرا در جلتا تھا
 قیامت ہے صیاد ترا دام آباد
 قدم یا نہ تک پہنچوں تو پارس ہی رہوں
 شادی و عیش و طرب ہوئے زمانے کو نصیب
 اس سماں دام کے ہاتھوں سے کوئی بچتا تھا
 سوز نہ لگا نہ تجھے تسیر مبارک ہوئے

جو کوئی آپ سے دُشمن نہ کرے
 دوستی اس سیتی بلا نہ کرے
 یوں سنا ہے کہ غیر ملتے ہیں
 اے نہ یو مت کہو خدا نہ کرے
 تو ہی انصاف کر تو اے ظالم
 ایسی باتوں سے جی جلا نہ کرے
 بس جی بس بیٹھو ہم نے دیکھ لیا
 پھر خدا تم سے آشنا نہ کرے
 کیا ہی عشرت میں زندگانی کی
 تیرا کو دل اگر خشنا نہ کرے

۱۰۰ اے دل تجھ کو ۱۰۱ شرم میں نہیں ہیں ۱۰۲ اے حلقہ کو دے میرے خدا
۱۰۳ یہ شرم میں نہیں ہے ۱۰۴ یہ غلام امیں نہیں ہے

عاشق زیادہ اس لئے کیا آرزو کرے تیری نگہ کی تیغ سے حق سرخرو کرے
 نامحسوس سی سکے گام سے نچنڈ لگے تیں ٹھوڑے کوصل کے کوئی کیونکر رفو کرے
 داغ کی شہنشاہی دم میں نکل جائے گی ابھی قاتل کو میرے کوئی اگر رو برد کرے
 اتنا ہے کرم سے اسے آدھر تو آ
 یہ آرزو ہے ستم خدا یہی کچھو کرے (گذا)

دختر رز کو جو کچھ میں نے کہا مان گئی جب میں چھیرا تو کہا ادھی مری جان گئی

مثل نے ہر استخوان میں درد کی آواز ہے
 ایک باری دھکے چوکے پھر نہ بھلی تھی کمراس
 سبزہ پامال بتاں زلف بتاں ہر فرس راہ
 قتل کرنا مار تھوکر پھر جدا نا آستریں
 بات کرنا اور سے دل چسپین لینا اور کا
 میں کروں اظہار عشق اس سے قبل جیسے زبا
 قیس اور فریاد پر موقوف جانبازی نہیں
 دہ کر ہے یا کرے آدھ دفن حال طقت کسے
 دل نہیں ہونے کا، اس تن میں سن برائشک و آہ
 اس نگر کی اس کو یہ آہ ہونا ساز ہے

اس زشتہ شکل پر کتنا ہے کھونا مسیہ ستون

بے پردہ بانی میں جس کی عرش تک پرواز ہے

نہی غلام میں نہیں ہے
 تہہ یہ سترم میں نہیں ہے
 تہہ یہ شرع میں نہیں ہیں
 تہہ یہ دوس سے پھر نکلی راسخ

بیٹھے پائے نہ آتا ہوں ابھی کہ کر چلے
میں تمھاری زر گری سمجھا بلے آغا بلے
تو چلا دامن چھٹا کر پر تصور میں ترے
ہم بھی روویں گے کسی گلین کے لگ کر گلے
کون سے دن خوش کیا مجھ کو بلائے جان ہے
دل کو بے جانا ہوئے جاؤ کہیں آفت طے
پاس بیٹھے دل کو لٹے میں چرا کرے چلے
دیکھتے میں ہو تو بھولے پر بڑے ہی سن چلے

آواز تو دے لے دل مغفور کہاں ہے
سینہ ہو دل کا ہے بہت دور کہاں ہے
خوشید کو گو چرخ چہاں پر چڑھایا
پر سے صنم کا سا بھلا نور کہاں ہے
ہر قطرہ خوں بر سر مرزاں ہے جھکتا
یہ نختِ دل توڑ ہے منصور کہاں ہے

تفنگ لگتی ہے مجھے بات تری
بکھی بس شیخ کرامات تری
مجھ کو کہتا ہے یار سے مت مل
خاک کشتی ہے نہ اوقات تری
کیا کریں داؤ نہیں لگتا ہے
ورنہ کرنا ہے مدارات تری
اب بھی چونکوں گا نہیں
کبھی تو ہوگی ملاقات تری
توڑ دل میں جو ہے تو
اس کو معلوم ہے حالات تری

اُدھر لے جائیو، بوت جس کو چے میں بانکا ہے
کبھی پوچھے یہ مردہ کون ہے کشتہ کہاں کا ہے
تفنا سے یہ مویا تو جواں ہانکے نے مارا ہے
یہ بڑا کایا جواں یہ پیر ہے کس خانہ کا ہے

اے حمد صر سے مارا یا کہ تیغوں سے کیا ٹکڑے

دیا تیروں سے چھیدا یا کہ یہ سب مل سناں کا ہے

جلا سے پوچھنے سے اس کے میری روح خوش ہو گئی

گھڑی رہ جا کے کیوں کشتہ اپنے ہر باں کا ہے

یہی کیوں نہیں ہم جانتے یہ کون ہے صاحب

ولیکن تو ز رہتا تھا جہاں یہ اس مگر کا ہے

گوئی ہولناک دنگ دیدہ خوں بار تو ہے کام کو تلخ ہوا شربت دیدار تو ہے

باغباں گو کہ ہمیں بار نہ دے گلشن میں بھانک لینے کو بھلا رخنہ دیدار تو ہے

گو تار غم و اندوہ نہیں رستہ کوئی کیوں تو کڑھتا ہے بھلا درد کا بازار تو ہے

لب سے لب گوئی ملا تو ز خوش رہ بھی نہ

تیرے سینے کے لیے وہ لب سو فار تو ہے

حضرت غم جان کے پیچھے نہ پڑے جانیے پاؤ پتا ہوں تدم رنجہ نہ یاں فرمائیے

صبر طاقت دین ایماں ہے پتہ اب کیا رہا دل نہ دوں گا اور فرمائش ہو سو فرمائیے

گھوڑے کہا ہو میری حقیر خوب نعتان ہی دل نعل میں داب کے اٹا ہیں دیکھائیے

نوسہ دھاوا اب نہیں برداشت ہم کو چور کی تم تمام ہوتے نہیں ہو گت تک غم کھائیے

بس چلے چھپا نہ پھر کر دیکھئے چلیے شب پر ہارے دل کو بائیں ہاتھ سے لے لیا ئے

آج کل کا قول کرتے ہو وے دیتے نہیں جھوٹ کہہ کر فائدہ کیا جو ہمیں بہکائیے

تو ز آوے گا تو وہ سر توڑ کر لے گا دیں

دیکھو وہ آتا ہے اچھٹا آئیے جی آئیے

لہذا غلام میں نہیں ہے شہم اس میں رکھو نہ یہ قسم میں نہیں ہے

عشق تو کرتے کیا وقفہ تھے اس چال کے
 اٹگئے ہوش و حواس آواز سے خفا کے
 دیکھو طالع دم آخر ملی سو یہ مراد
 ہاتھ نہ پر رکھ لیا بوسے سو اس جیال کے
 جھکد کستا تھا کہ تو کڑھ کڑھ نہ مر آتا ہوں میں
 جاں بہ لب آیا نہ آیا سہرتے اس سال کے دکھ
 ایک ٹھوکر میں ہزاروں سر لٹے مانند گو
 روز محشر کہیں نہ ہو زبان ایسی چال کے
 وقت آفرینہ کے پہسوسے کہ کراؤ گے
 کس جگر سے پاس بیٹھے کوئی اس بہ چال کے

کس گنہ پر قتل کر بیٹھو بت ڈ تو ہسی
 مار تو ڈالو گے پر ملک پاس آڈ تو ہسی
 دل میں رکھنا دشمنی ہر صاحب یہاں دور
 گر تھائے دل میں ہے ہم کو بتاؤ تو ہسی

کیا میرے لبوں پہ جان پہنچی
 ہے ہے یوں موت آن پہنچی
 کیا جان چھپا رکھی تھی لیکن
 یہ بھی اس تک ندان پہنچی
 آنسو کی . . . رکھی ہے
 تو یہ بھی اس کے کان پہنچی
 کیا سخت جگر ہیں اس میں گوندھے
 رکھیو سیرا نشان پہنچی
 پہنچا تو نکال بھی پہا دوں
 نہیں میں تو جو ان پہنچی دکھ
 ہے پیش نگاہ آگے آگے
 یہ سوز کی اب تو شان پہنچی
 کل سوز سے اور اس سے جو ہوئی
 تم تک بھی یہ داستان پہنچی

مری آہ سے آسمان سب بنائے
 مرے اشک نے یہ سمنہ رہائے
 مرے غم نے یہ رات کالی کالی
 مرے درد دل نے یہ دن ہی دکھائے
 لہ لہ لہ یہ غریب مایہ نہیں ہیں

کھلیں آنکھیں میری تبھی کے سے اس کے
قضا نے دیں چاند سورج بنائے

مرگئی بیل چمن میں سایہ گل کے تلے
میرے دل کی بقراری کو وہی سمجھے گا ہاں
اثر ہے کا ایک من ہوتا ہے جانے ہے کہ جو
اب بچھاؤ چاندنی قالین نہر جو جی میں ہو
برگ گل بچھو ایسے مرقہ میں بلبل کے تلے
ایک دم بیٹھا جو ہو تیغ تن گل کے تلے
لاکھ من میں دیکھ لو انہی کا گل کے تلے
خار ہی کا بستر ہے عاقبت گل کے تلے
سے کدے کے مرغ بچوں کو یہ نصیحت ہے سنو
گاڑ دیو جو غش کو میری خم مل کے تلے
کوئی صاحب دل مویا استودنی سے اٹھا
شور محشر ہو گیا خاموش اس گل کے تلے

بھلا اب دل تھیں دہل پھر جو میں مانگوں تووں کس سے
تھاری سب حمایت میں میں میں دعا کروں کس سے
بگاہ و غمزہ و آن و ادا سب دشمن حیاں ہیں
مروت ایک بھی کہتا نہیں یہ دکھ کہوں کس سے
سناں مڑگاں دکھ دے اور ابر و تیغ جھکا دے
یہاں سوزن اسے دوستو بولو لڑوں کس سے
جنہیں آنکھوں میں پالا وہ تو اب
کوئی قطرہ نہیں میرا دھلاؤں اپنا خون کس سے
رفیقوں سے یہ دکھ کہنا سودہ بھی اب مانگ بیٹھے
رہا اک سوز دہ وہ بھی جلاتا ہے کہوں کس سے

خون دل جوش کھا اگر نکلے تو مری جان کا خلل نکلے
 دل سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے
 پر یہ کہو کہ جان پیاری ہے غم کی آنکھیں بچا کے تل نکلے
 یہی انصاف ہے تو سوز سمیت
 تیری محفل سے آج کل نکلے

یوں تو سحر سے شام تک باہی پھرے لیکن خدا نخواستہ اس طرف آپھرے
 برگ خزاں کی طرح پھرے دست دست ہم ہر کوچہ کوچہ ڈھونڈتے تیرے گدا پھرے
 کہتے ہیں لے روپ ہی حق میں سوز کے یہ کون ہی کہتے تھے کسی کے لگا پھرے
 پھرنے کا دیکھے گا نہ مزا سوز دیکھیں
 دو روزہ اور جی لے یہ اچھا بھلا پھرے

آہ سرد پر بھولو جگر میں میرے آتش ہے
 کہ سینہ میں خیال دل رہاے شوخ ہوش ہے
 مجھے یار و ضعیف و ناتواں ہرگز نہ سمجھو تم
 مراد تو محبت کا بلا کش ہے جفا کش ہے
 عزیز و تم زباں اپنی سمھاو مت کرو غیبت
 میں سب سنتا ہوں گرچہ میرے اوپر حالت غش ہے
 سمھل کر جانیو کوچے میں اس کے سب کہتا ہوں
 وہ غارت گر ہے ... اور سرکش ہے
 ہمیشہ سوز کو شادان و فرحال ہم نے دیکھا تھا
 خدا جانے کہ پیش آیا ہے کیا جواب مشوش ہے
 تہہ تہہ ... میں نہیں میں۔

کچھ نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے
 اور تو اور کیا کہوں صاحب
 اسے بواب چکی بھی گئی آنے
 آئے غم انتظار تو اور جاٹے
 جان کا تو ہے میری عزرائیل
 کبھی ڈھکانے کے لیے مسیعر
 دیکھ رغبت کو پھر ادھر ہٹ کر
 آئے کیا اس کا چھٹڑنا بھی مجھ

کوئی جاتا ہوں میں وے اس سے

پھر کہو آج سوز جاتا ہے

دل مجھے یاد غم دلاتا ہے
 تیرا رے تو میں نہ کچھ بولا
 یا الہی تو صبر ہی دیجو
 مجھ سے دل مانگتے ہو اس منہ سے
 اپنے ہاتھوں سے ذبح کر راضی
 بات کرنے دے مجھ کو اس سے رقیب
 مجھ کو خاطر ہے اس کی کیا بویوں

سوئے دشمن کو پھر جگاتا ہے
 اب تو شمشیر ڈراتا ہے
 دیکھوں کب تک یہ آزماتا ہے
 کیا تمہارا ادھار آتا ہے
 پر رقیبوں سے کیوں مراتا ہے
 تو گلا کیوں عبث دباتا ہے
 ورنہ ایسا ہی جی میں آتا ہے

نہ تہہ شرع میں نہیں ہیں

نہ عاتم سے

نہ تہہ شرع میں نہیں ہیں

نہ تہہ شرع میں نہیں ہیں۔

کہ ترا ٹیٹا پکڑا کے دباؤں ورتو بولے جان جاتا ہے
میں تو بیٹھا ہوں دیکھ اپنا مزہ
اب کوئی دم کو تونز آتا ہے

جس نے کچھ آپ کو پیچھا ہے اس نے اپنے خدا کو جانا ہے
قیس و فراد دہیلی دشیریں سنتے آئے ہیں سب فسانا ہے
تھے کبھی اب کہاں ہیں بستلوں میں خدا ہی سے جی لگانا ہے
جو ہمیشہ ہے قلم و دواغلم جس نے پیدا کیا زمانا ہے
کیوں تو مجنوں کو نام رکھتا ہے
تونز تو بھی بڑا دوانا ہے

عشق کا گریہ ہی اسلوب ہے تو تو اس جینے سے مرنا خوب ہے
کوئی کہتا ہے کہ عاشق ہے کہیں کوئی کہتا ہے نہیں مجذوب ہے
کوئی کہتا ہے بغاوت ہے ترا ہاں جی اپنے وقت کا ایوب ہے
کوئی کہتا ہے بہت روتا ہے یہ کیا بلا ہم طالع یعقوب ہے
کوئی کہتا ہے نہیں آنکھیں تو دیکھ کس کا رونا ہے
الغرض ہے

دلایب سے گیا تو بر سے پھر صورت نہ دکھائی

جگ سے یوں جگر مٹتے ہیں دنیا میں بھلا بھائی

ابھی مذکور تھا کچھ بانچپن کا نوجوانوں کے

اکڑنے کی طرح انگڑائی لے کر کچھ تو دکھائی

نہ کچھ بخش نہ کچھ بچک ادھر پھینکا ادھر پھینکا

مرادوں تکے تکے کر طبیعت اپنی بہدئی

نٹوے سے بھی اب چاک نفس مودھا نہیں جا

یہ کیا شور ہے اسے مندیو کیا بہار آئی

نہیں معلوم دیتا صاف تھرا، اس پر سی رد کا

سرشک، خون جم جم لے گئے آنکھوں کی جینائی

اثر ابستہ ہو دے گر جگر سے تاب لب آوے

بکے اب آہ کرنے کی رہی کس میں تو انائی

جلا تا تھی خدا کا نام لے کر رنے کو جب عیسیٰ

صنم کی گایوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی

چلو لے عندیو اپنے اپنے آشیاں کو اب

چمن سے پھر صبا نے گل کی بو صبرا میں جھکائی

ادھر تو تیغ خوں آلودہ تھی قاتل کے تیغے میں

ادھر تڑپھے تھ سوز ادھ ایک عالم تھی مٹاشائی

۱۔ یہ دیکھو

۲۔ نہ بھڑنا ہے نہ چلنا ہے

۳۔ یہ شعر میں نہیں ہیں

۴۔ یہ ہیں

۵۔ میں تینوں جگہ تھی کے بجائے ہے

گر نوہ دگر ہے نادر تو ہے گرسوز دگر شرار تو ہے
 چھپتے ہو جی چھپو گئے ایسے پنہاں ہو کہ آشکار تو ہے
 آپہی معشوق، آپہی عاشق گر بوس دگر کنار تو ہے
 روٹھے آپہی منے ہے آپہی گر طیش دگر ہر پیار تو ہے
 ہے ترکا کیف و وجہاں کو گر نشہ دگر خسار تو ہے
 مکروہ نہیں اگر کہوں میں گر نقش دگر نگار تو ہے
 گو حکم ترے سے ہو خزاں پر اس میں کی تھپی بہار تو ہے

لا احصى شان ہے تری یار
 گر ایک دگر ہزار تو ہے

عیش بے فائدہ کیا کام کیوں تاج ستا تا ہے
 نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کر دھتا ہے
 اگر تو پار سا ہے آپ کو ہے، مجھ کو کیا حاصل
 اسی تقریب میں اپنے پرائے توجہ ستا تا ہے
 میں عاشق ہوں تو اپنے آپ کو ہوں تجھ کو کیا بابا
 جہلا تو دل مرا کس واسطے تو دل جہلا تا ہے
 میں جانوں اور میرا عشق تجھ کو کیا پرے دور ہو
 وہ مجھ کو بھونتا ہے خواہ وہ تنکے لگا تا ہے
 تو قدر ستونہ کیا جلنے کسی کا جا کے عاشق ہو
 پھر اس کے بعد دیکھوں کس طرح باتیں سنا تا ہے

منہ لگانے سے مرے کیوں تو خفا ہوتا ہے

جان من بوسہ کے لینے سے تو کیا ہوتا ہے
ایکہ چٹکی ہی کے لینے میں کھل دیں کی گرہ

ناخن شوخ عجب عتدہ کشا ہوتا ہے
دل سے مطلب تھا لیا پھر تو نہ آدے گایاں

جان باقی ہے ابھی دیکھے کیا ہوتا ہے
وصل کی شب میں کوئی خوش ہو بجے یہ غم ہے

کہ ترا حشر مرے دل سے جدا ہوتا ہے
شیشہ دل جو ہوا چور تو مت غم کھا یار
عالم کیف میں سو بار کہا ہوتا ہے

زلف ہے یا جان کا جنجال ہے جنبش ابرو ہے یا بھونچال ہے
ایک دن اس شوخ سوس لگ چلا کہنے لگا میں بے یہ کیا چال ہے
بس دانا مست ہو اپنے نہیں سبجال ان دنوں کچھ زور تیری چال ہے

میں تجھ سے کہہ نہیں سکتا سخن لے یار نازک ہے
نہ باندھ اس دل کو تار زلف سے وہ تار نازک ہے

انار دل کے پینے پر مٹی میں یہ رکی نہ نکھیں
کہو کیوں کر نہ دوں میں حنا طریمار نازک ہے
ادا کر اس چمن میں نہ لہ لہاک آہستہ اسے بلبل

نہایت پردہ گوشت گل گلزار نازک ہے

کہوں کیا موجب غم تجھے اپنا پوچھ مت محرم
 مجھے جس بات کا غم ہے سولے غنوار نازک ہے
 کہوں میں حال دل کس طویظ ہر سخت مشکل ہے
 کہ دل سے بھی زیادہ حنا طر دلدار نازک ہے
 مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کہ میری محبت بہر
 سمجھ ناداں کہ تار دوستی بیار نازک ہے
 بتوں کی بات پر کیوں پھوڑتا ہر اب تو کعبہ کو
 نہ ہو اسے سوز کا فرشتہ زنا نازک ہے

جز تیرے کوئی اور مرایا نہیں ہے
 ہر جو سے سر نکلے ہے آؤ بانا حق
 سینہ کو مرے تختہ گلشن نہ سمجھت
 عاشق کی ترے جان کو آرام ہو کس طرح
 مانے ہے تو گو سامنے آسکے دم عشق
 خواباں میں کسی ساتھ مجھے پیار نہیں ہے
 پر دل کے سوا کوئی خبردار نہیں ہے
 یہ داغ تیرے غم کے ہیں گلزار نہیں ہے
 دل میں خورش عشق کم زخاں نہیں ہے
 اسے سوزہ اس طرح کا خونخوار نہیں ہے

نہ نکلے چرخ پر خورشید گر وہ خود نہ نکلے
 تجھے کہتا ہوں اے جراح سچو ہاتھ رکھ کر تو
 ستم بینا کیا ہے سنگدل نے کیا کہوں تجھ سے
 غریبوں پر نہ کیجے جو کچھ خوف خدا بھی ہے
 نہ بیٹھے شیخ کے ہمسایہ کتابھی اگر اس کے
 کہاں منہ اس نے پایا جو مقابل اس کے نکلے
 مباد از خم کاری ہیں کہیں ان سے ہوا نکلے
 کیا ہی قتل جن جن کو وہ سامنے آئے نکلے
 مجھے ڈر ہے کسی دل سے مبادا بد دعا نکلے
 پر سرخواب کی جاگ کہیں بل ہما نکلے

نہ اس کے ہاتھ تھے نہ پاؤں تھے نہ تھا سراپا

پڑا تھا سوز کا لاشہ ادھر کو ہم جو نکلے

جان آساں نہیں نکلتا ہے آہ ارماں نہیں نکلتا ہے
 جاں بہ کف تو کھڑے ہیں در پہاں آفت جاں نہیں نکلتا ہے
 لاکھ سوخا دل میں کر دیکھے تیرا پریکاں نہیں نکلتا ہے
 خرم غم تو جب بادوں پر برق دامان نہیں نکلتا ہے
 یاد میں کس کی ہو گیا جاں سناں
 سوز کا جاں نہیں نکلتا ہے

میرے سینہ کا داغ جلتا ہے لوگ جانے چہ راز جلتا ہے
 بلبلو تم بھلیں کہ پروانہ دیکھو کی باغ باغ جلتا ہے
 اس زمانے میں کون ہے یارب جس کے گھر کا باغ جلتا ہے
 ایسی کرتا ہے بات تو نا صبح جس سے دل اور دماغ جلتا ہے
 کہیں دیکھ آیا ہے سستی ہوتے
 سوز کیا با فراغ جلتا ہے

روز ازل سے سوز تمہارا غلام ہے مشرب میں اس کے غیر کا من حرام ہے
 کہتے ہیں لوگ سوز بڑا پارسا ہے ہاں رمضان کے دنوں میں بھی شرب ملام ہے
 مقصود اس کو بھوننا یاں تک کہ راکھ ہو اچھے دل ہر شے کو کہتا ہے حرام ہے
 ٹھوکر میں جس کی زیریں والے جی اٹھے نام سچ آج ترے یا نہ نام ہے
 مارا پڑا ہے سوز کہ جاتے ہیں دوڑے لوگ
 کوچہ میں اس کے آج بڑی دھوم دھم ہے

کس دل جلے کی تیرے تیرے بد دعا لگی
 اے شمع آہ اب تو ترے سر پہ آگ لگی
 پھر پھر کے شعلہ رونے جلا یا جہان کو
 یہ آگ رفتہ رفتہ بہت دور جا لگی
 بندے کی بندگی کا کسی کو یقیں نہیں
 یا ر خدا کے واسطے بوجھ خدا لگی
 میں جانتا تھا آنکھ لگی دل کو سکھ ہوا
 یہ آنکھ کیا لگی مرے جی کو بلا لگی
 بس اے طیبو ہاتھ تم اب سوز سے اٹھاؤ
 لتے دنوں میں کون سی اس کو دوا لگی

ہر بات میں جو ہم سے صنم تو خفا رہے
 تو عاشقوں کے بیچ مری بات کیا رہے
 واعظ بھی دغظ بھوں کے پینے لگے شراب
 ساقی جو ایک روز بھی ایسی ہوا رہے
 معذوم ہوئے اس کو دو عالم کی کائنات
 کبھے کو چھوڑ کر جو کوئی دل میں آ رہے
 اے دل تو راہ میرے مسافر کی بس روک
 طفل اشک بوندے میں کب تک چھپا رہے
 کس واسطے تو مجھ سے الجھتا ہو ہر گھڑی
 جاتا ہوں تیرے کوچے سے میری بلا رہے
 پاؤں تلک اگر وہ تھے پائے دست رس
 خوں میں تمام عمر ہی ڈوبی حنا رہے
 نیل و نہار آرزو سے سوز ہے یہی
 اس کا ہو رو سیاہ جو تجھ سے بُدا رہے

تری طرف تو یہ دل بھر نظر نہ دیکھ سکے
 جدھر ہو مہر تو کوئی ادھر نہ دیکھ سکے
 دکھاؤں داغ جو مالہ کو اپنے سینہ کے
 قسم خدا کی وہ میرا حب گم نہ دیکھ سکے
 سرشک آنکھوں سے نکلے وئے ہوئے پاناں
 طفل حیف کہ رنج سفر نہ دیکھ سکے

لے ع آج ہے

لے ع آج ہے

لے ع آج ہے

لے ع آج ہے

ابھی تو گل سے ہم آغوش ہیں ہزاروں خار وہ کس طرح مجھے بے بال و پر نہ دیکھ سکے
 یہ سنگدل ہے تو ہی جو خوشی سے ہنستا ہے
 دگر نہ سوز کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

گوئی کہ دو مرے میاں سے عاشق ہوں ہزار جاں سے (۱)
 کچھ اور گزک پہ کر نہ رغبت ہر ایک کا چمک مزاں باں سے
 اسے بلبل گل پہ ناز مت کر مت دل کو لگا تو گلستاں سے
 سایہ کی طرح خزاں لگی ہے ہر آن بہار گلستاں سے
 ایسے بیری کے ہاتھ سے ہاے رہنے پائے گی تو کہاں سے
 میں تو اتنی کہی ہے تجھ سے
 پر سنیو تو سوز کی زباں سے

بکتا ہوں میں اگر وہ قدر دان مول لے کیا مفت جنس ہو یہ مری جان مول لے
 بازار عشق کا ہے مرے ہاتھ اسے جنوں میں بیچا ہوں تو یہ گریبان مول لے
 حسرتِ بزمِ غم ہے سونہ ہے آہ و فغان ہے کچھ تو بھی اپنے عشق کا سامان مول لے
 میں کی ہوں یک سوختہ مجھ سے تو سو ہزار چاہے تو ایک آن میں سلطان مول لے
 یوسف سے ہیں کروڑ ایساں کے عشق میں لے شام تو یہ نہ لٹ پریشان مول لے

۱۔ یہ شروع میں نہیں ہے

۲۔ م ' یہ تو ہے جو ہے، دیکھ ہے (۱) غزل

۳۔ م ' مہراں

۴۔ یہ غزل میں نہیں ہے

۵۔ ع ' آج

آئی جہے چین میں تو بھل کر نسیم سے اے حذیب فتنچا خندان مولے
 اے بادشاہ حسن بہت کام آئے گا
 دل دے کے تو یہ ستورسا انسان مولے

اس تنگ وقت میں تو نہ تاخیر شرط ہے ہے صید نسیم جاں اسے تبکیر شرط ہے
 ہر چند بے تلاش نہیں کار و بار دہر گزنا اسے خوالہ وقت پر شرط ہے
 جس گلشن بہاں میں کہ صیاد کا ہو غون رہنما رنگ بلبل تصویر پر شرط ہے
 ان مثل گل شگفتہ نہ ہو غنچہ ساں غموش ماتم سرا میں صورت دیگر شرط ہے
 انا کہا تھا سونے ابرو ہے یا کہ تیغ
 کہنے لگا لگاؤں میں شمشیر شرط ہے

نہ عاشق ہے کسی کا تو نہ بیتابی سے محسوس ہے
 میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا ستور کا عزم ہے
 چلو اے اشک آگے ساعت اچھی ہے ہماری بھی
 جگر دل جان کے ہمراہ چلنا بھی محسوس ہے
 خدا ہی جلنے یا دل جو گزرتی ہے مرے جی پر
 بے درد درونی سے کسی کے کون محسوس ہے

۱۷ م، تو اب دل نسیم سے

۱۸ م، اے شوق بے خبر ہواست تر عشق میں

دل دے کے تو بھی ستورسا انسان مولے

دل دہیں جان و ایماں صبر طاقٹ کھو چکے کب کے

یہ مشت استخزاں باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے

اگرچہ اختلاط بزم میں سنا نہیں کوئی

و لے غصہ میں اس محبوب کے میاں زور عالم ہے

کسی نے اس سے پوچھا تو زسے بھی آشنا ہو تم

لگا کہنے کہ وہ ایک تہی سیرا خادم ہے دکھا

اے طبیبویہ تو تیرا دو کر کیسا دروس ہے دل پڑا پھٹکتا ہے اس پر آہ میری سڑ ہے

مگر جانے کا قاتل نے ترلا ڈھب نکالا ہے بھوک سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے
بنائی دست قدرت سے خدا نے صورت انسانا دے میرا چھبیا دیکھو مسانچے میں ٹھالا ہے
سخنِ دل سر دقا مست او بھی محبوب ہیں اہل میں دے میرے بھی بار کا سب میں لول بالا ہے
تم اس سب سے کو تیلے ہو خط ہی خط نہیں سوچو یہ خط ہی اتمقو یا چاند کے مکھڑے پہ بالا ہے
اٹھا اٹھ دل سے کیا کسی کی جان لے گا ابھی لگ جائے گی ٹھیس آدنظلم زخم آلا ہے
سجھوں کو قتل کر کے میری باری مہنہ چھپاتا ہے بنے کیا اب کی باری دیکھیے باری تو آلا ہے

اٹھ کر تو زکو محفل سے میرا نوجواں بولا

کہ بیرون کو منا کر میں نے اس بڑھے کو ٹالا ہے

۱۷۷۷ء شرم میں نہیں ہیں۔

۱۷۷۸ء شرم میں نہیں ہیں

۱۷۷۹ء قاتل نے مرے کب

۱۷۸۰ء شرم میں نہیں ہیں۔

بیمار کی آج اپنے سرشام خبرے
 پیغمبر حسن آگے تجھے بولیں گے عشاق
 اس رات خدائی ہو تو ظالم یہ سحرے
 قرآن کی صورت جو خط اس منہ پہ اترے
 اس میں عمل نیک کیا چاہے تو کرے
 مگر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ ثمرے
 دکھ لے کسی دل کے تئیں باغ جہاں میں
 خاک اس کی پرکھ پر جو کوئی جوہری لے شوخ
 جوں خضر موس عمر ابد کی نہیں مجھ کو
 دیکھ اس کو اکیلا جو کیا عرض تمنا
 بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبرے

پوچھا جو یہ میں سوز سے ہاتھ اسکے بکے گا
 اتنا ہی کہا بھر کے دم سرد اگرے

پہن نے دن ہزان آنکھوں کو نہ شب آرام ہے
 شام سے تا صبح رونا صبح سے تا شام ہے
 لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں
 عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے
 آج تو تنہا ہو قسمت سے ہماری کچھ تو دو
 بوسہ کی ہمت نہیں تو مار ہے دشنام ہے
 جوں جگر حاک کھوٹے ہے نگیں کالے رقیب
 سالتے والا تری پھاتی کا میرا نام ہے
 حسن خط آنے سے گو دونا ہوا مت کر عنبر دہ
 یار اس آغاز کا دیکھے گا کیا انجبا ہے

دل کے ساتھ الفت کا تڑپ ہوا بھی ہوئے تمار (کذا)

کبر الی اس کی زیر چرخ نیلی قام ہے
تو زیہ مشہور ہے مصرع کسی استاد کا
رشتہ برپا مرغ کو ہر شاخ گل کی دام ہے

الہی خیر کچھ آج کیوں بازو پھڑکتا ہے
 خدا جانے کہ صورت عشق کی ہے تیر کی مانا
 لے گا تیغ زن شاید کلیجہ بھی دھڑکتا ہے
 خدا کے واسطے تک بے نیازی دیکھو اس کی
 نظر آیا نہیں پر دل میں پکیاں کھڑکتا ہے
 بھلا خنجر لگا مجھ کو گلا کاٹا گیا مسیحا
 خاک کے عاشق کی دامن کیوں بھڑکتا ہے
 یہ صبح مثل مرغ غنیم بسل کیوں پھڑکتا ہے
 بوقت ذبح ہاں لے توڑ تو ہرگز تر پھناست
 کہ قاتل مثل وحشی سانس لینے میں بھڑکتا ہے

نہ یہ کند نہ ناگن نہ رات ہو کالی ہے نہ لٹ سایہ فگن نہ ظلمہ اعلیٰ

عرق آلودہ رخساروں پہ یہ ک نہ لٹ چھائی ہے
 سحر کاشن میں ناگن چاٹنے کو اس آئی ہے

دل ہے یا منزل کہ غم ہے کہ حسرت خانہ ہے
 کاشہ سر کو تراشیں خون دل سے پڑ کریں
 بارگاہ درد ہے یا ستوز کا کاشانہ ہے
 قیس اور فریاد کو کیا یاد کرتے ہو صدرا
 مجلس عشق میں یہ مے مے ہے یہ پیمانہ ہے
 قیس یا فریاد یا سودا ہے یا ہے درد و سوز
 دم غنیمت ہے کوئی دم کو یہ سب فسانہ ہے
 ایک میں آپس میں ن میں ن سا بیگانہ ہے
 دل میں مت دیکھو طلب دنیا کی کیا تجھ ہے یہ
 متوڑ اتنا تو سمجھ دل ہے کہ مکتب خانہ ہے

مجھ کو کیا کام جو آتش سے نگر جلتا ہے
 دل ہے کچھ اور نہیں جس کی نہ کیجے پرواہ
 نامہ براڑ کے اگر تہنچے تو پہنچے درد نہ
 میرے خورشید کے خورشید مقابل کب ہو
 اثر نالہ نہ ہرے تو اچنبھا کیا ہے
 میرے دل کو نہ کوئی دیو نسبت بہ کباب
 اول عشق میں انگشت نما مجھ کو کب
 یہ کہا تھا کہ صبا اس سے تو کہو یہ پیام
 اس سے کم سخت بی خون حاک کہا بول ٹھا (کذا)

آتش پڑے میرا ہی جگر جلتا ہے
 آتشی سے مری جان کو گھر جلتا ہے
 اس کے کوچہ میں فرشتہ کا بھی پرتا ہے
 اس کے دیکھے سے سنو نور نظر جلتا ہے
 گرمی آہ سے نالے کا اثر جلتا ہے
 یہ جگر سوختہ ہر شام و سحر جلتا ہے
 آہ بجھے نہ کہ نو خیز شجر جلتا ہے
 سوز ہر روز بہ انداز دگر جلتا ہے
 میری پاپوش سے جلنے لے اگر جلتا ہے

کیا کیا تھے پڑوں میں لکے تھے جب دم سے
 محض تیری مبارک ہر تیرے دوستوں کو
 لے چرخ سفد پرور لے آسمان بے ہر
 اہق میں وہ جو بھولے ہیں تیری کج روی پر
 کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے
 تیری گلی کے سنگ کو کیا کام ہے ارم سے
 واژوں ہر عقل تیری اوندھا ہی نو جہم سے
 ٹکڑاں اس طرف نظر کر یہ بات اور ہم سے
 مین و مرغدے ساقی و مطرب دے
 یہ ساری خوبیاں ہیں یاں سوز کے قدم سے

ہر چند میری آہ سے ظالم کو ننگ ہے
 میں کیا کروں کہ عرصہ دل اس پہ تنگ ہے

لہ یہ شعر 'میں نہیں ہے
 لہ یہ شعر 'میں نہیں ہیں۔

لہ م، عشق
 لہ ح، آہ

یہ بت نہ چین کا ہے نہ یہ ہند کا صنم
کیوں مرگ میری جان کو معشوق تو بھی ہے
ہزار مسکے منہ پہ تو آتا ہے جوش سے
اشہر ہی جانے اہل صفا کون لوگ ہیں
پتھر ہے تار تار یہ دل راہ ڈھونڈھتا
بیٹھا ہے زور پیاد سے سرگرم اتحاد
لے تو دے جو مرگ ہے مشہور خاص دعاء
ہستی سے فنا تو یہ ایک ہی خلنگ ہے

قطرہ

اک لذت کہا صنم سے میں نے
میں تجھ سے چاہتا نہیں کچھ
یا گاہ نگاہ شفقت نہ
سن سن کے بصد ہزار نوحہ
تو دیکھ سکے گا میری صورت
کالے مایہ عیش و کامرانی
غیر از الطاف مہربانی
یا پریش حال کرد زبانی
یہ کہنے لگا سن لے فلانی
اشہر سے تیری لن ترائی

کسے مجھ پر جفا جو کیا رستم کا یار ہے
لو پاؤں تلے یا اس کو اپنے ہاتھ میں دیکھے
ابھی لو اس کو تم آزدہ مت ہو میں تو بہت تھا
وئے بچھا میں لے عیار تیرا ہی اشار ہے
جو چاہو تم کرو مختار ہو یہ دل تھا را ہے
یہ دل صد قے کیا کیا تم نے یادہ مجھ کو بیا ہے

لہ ع آتش

نہ یہ قطرہ میں نہیں ہے۔

جواب نامہ تھنے جان کر کھو یا نلے قاصد
خیال جو روغلوں شیخ کے گردوں میں ہو تو ہو
ترے تھیر کر کیا لے یا یہ لکھا ہمارا ہے
ترے غم کے سوا کب سوز کے دل میں گزرا ہے

کہہ لے قاصد کہ نامہ کا ہوا کی، جوا اس سے
زبانی نطف تو معلوم لکھوں گایاں دیں ہوں
میں تیر منہ کے صفحہ کیا کہا اند کی سنا اس سے
ہیں وہ آشنا اگر تجھ سے میں سنا اس سے
کہوں یہ تم سے صفا میں جو کچھ ہر سنا اس سے
لگا کہنے کہ سن اور اچھی یہ کہو جا اس سے
درستی لے کے گھیبے کی کاٹوں گلا اس سے
کہ تجھ پر سوز اپنا نیچا گندا کہہ دل میں کیا

لے بکھت گل جاٹو بھفل میں کسی کے
ہرگز یہ تر پھنے کا نہیں پاس ادب سے
نہ لعل نہ یاقوت نہ گلبرگ نہ احسگر
ادراق اڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا
نکٹل کو مے دیکھو تو دل میں کسی کے
ارمان بھرے ہیں دل سہل میں کسی کے
ہیں نعت جگر دامن قاتل میں کسی کے
دیکھو تو اڑتا ہوں یونہی تل میں کسی کے
جو نزع میں اس سوز کے جاتا یہی کہتا
نکٹل کو مے دیکھو تو دل میں کسی کے

جو غم ہدم ہو تو شادی کہاں کی
گئے جو دل سے اپنے صبر دطاقت
پھنسا جو دل تو آزادی کہاں کی
تو یہ اس دل میں آبادی کہاں کی

جوں پہ ہے گزرتی اس کو خدا ہی جانے
کس سے بیاں کروں میں اور سچ ہو کون مانے
بس دل بہت تسامت جاتا ہے تو نکل جا
سینہ تو یک گیا اب بکرا نہ اب دیوانے
صبر و شکیبہ طاقت کہے تو چھوڑ بھاگے
اب آپ ہو جے چنپت کرتے ہو کیوں یہاں
صاحب تمھاری نوگوں میں خوب جانتا ہوں
اس کو نہ چھوڑ جانا ہاں ساتھ اپنے لے جا
اس عصر میں ہوئے ہم یہ بھی خدا کی قدرت
جس عصر میں سراسر اپنے ہوئے بگاڑنے
نکلو، سدھارو بھگاؤ ہم صبر کر رہیں گے
پھر اس طرف نہ آنا تم توڑ کو ستانے

نہ دھوپ کے الم ہے نہ راحت ہے چھپا نوکی
مچکو خبر نہ سر کی ہے اپنے نہ پانہ کی
اے خضر پہ جستہ بتانا ذرا بھگے
ہے راہ کون سی مکے عید کے گانہ کی (؟)

بس میاں عشق بھگے خوب جلایا تو نے
اپنے کرتب سے نہ پر ہاتھ اٹھایا تو نے

یار و پوچھو تو کس کا گھیرا ہے
جس نے دم کو مرے اکھیرا ہے
ہاے خوف خدا نہیں ظالم
دل بھر دج تو نے پھیرا ہے
اوچن میں نے اپنے گھر میں کہا
تو نے سب اس کے ہنہ پھیرا ہے
ہے یہی خو تو او بچا سن لے
تیرا دنیا میں تھل نہ بیڑا ہے

راستہ مجلس میں اس کی میرا پاؤں دکھا، میں نے کس زور سے گھسیڑا ہے
 یہ جو محبوب ہیں انھوں کے تازہ لات لگے ہی اور تھپیڑا ہے
 ایک ہیں سب ملے یہ شاہ و گدا زندگانی کا سب بکھیرا ہے
 سوز کے پاس اور گلابی یار دیکھ متھرا کا کیا ہی پیرا ہے
 اور کھانسی اگر تجھے آدے پاس میرے یہ ہر ہیرا ہے

یہی عیش کا آغاز تو انجام کے صدقے لگائے دل کو سو نام س بدنام کے صدقے
 یہ دنیا میں جب تک کام ناکامی ہی کو چنا نکما ہی یہ نکلا اس دل بدنام کے صدقے
 کبھی کہتا ہے آفاق کبھی کہتا ہے چل دور ہو تری تعریف کے تری دشنام کے صدقے
 گریباں تک بھی کروں گا کدل بند ہو اس تیغ خوں آشام کے صدقے
 کوئی بندہ کوئی فدا دم کوئی ندی کوئی غلصہ
 بکا ہے سوز تیرے نام پر اس نام کے صدقے

کچھ نہیں منظر پیارے کو باری بندگی حیف برباد ہی گئی میری یہ باری زندگی
 اور تو کچھ بھی نہ پایا اپنی ہستی سے بھرنا عجزی بے انتیاری خاکساری بندگی
 مجھ سے ہو سکتا ہے کیا خدمت میں تیری ہے یہاں اس سوا جو کیجیے ہر دم تمھاری بندگی

۱۔ غزل م، میں نہیں ہے۔

۲۔ لگیں بنا میاں دل کو دل م، م کے صدقے

۳۔ ۴۔ شرم، میں نہیں ہیں۔

۵۔ غزل م، میں نہیں ہے۔

تیرے ہی آگے نہیں ہر قدر کوئی کچھ کرے حق تعالیٰ کو بھی درد ہے گی پیری بندگی
 توند کے دل میں نہیں کچھ اور جس سے تم جیو
 اں ہر گز سب کو کرے اگر تمھاری بندگی

عند لمبو تمھیں گلزار مبارک ہوئے ہم کو بھی سایہ دیوار مبارک ہوئے
 ہر گز ہی جس کی تنہا تھی تمھیں بود بیکھو
 ہر قدم پر تن بے سر ہے، سر بے تن ہے
 موتی مالاکئی طلب یار کو ہے آج سنا
 تیغ ابرو کے تلے تم ہی چھپو لے مردم
 تیرے عاشق کو کھڑ لایا ہوں دروازہ تک
 آہ کے ساتھ چلا جاتا ہوں غرضیں بریں
 بار بار آ کے گریباں تو کیا تھا لیکن
 مجھ کو طاقت ہے خداوند تحمل کی مدام
 بدست ب ہو رقیبوں کو مبارک پیارے
 قیس فراد ہوئے جس سے سنا تو ہوگا

ایک ایسی ہی غزل قافیہ تبدیل سے کہہ
 اب کے شاید کہ بہ تکرار مبارک ہوئے

لے ع : روز و شب جس کی تنہا تھی بود بیکھو لے ع : شرم میں نہیں ہیں

لے م : میں یہ مقلع ہے ۔ سوز کو گھیر تو لایا ہوں اے

لے ع : شرم میں ہیں ہیں۔

لے ع : شرم میں نہیں ہیں۔

ببلو تم کو گلستان مبارک ہوئے
 اب تو بوسہ کے نہ لینے کو بٹھایا دریاں
 باغے معشوق سے عاشق تو کہا ہے دانش
 موتے سرتا بقدم خار قدم تا تارک
 لے مری خاک کہاں تک تو ہے گی پامال
 کیوں لے دل تو بھی چلا اب سفر دور و دراز
 مجھ کو یہ گوشہ زندان مبارک ہوئے
 سبزہ پشت لب لبان مبارک ہوئے
 گل کو یہ چاک گریبان مبارک ہوئے
 عاشقو یہ سرو سامان مبارک ہوئے
 تجھ کو وہ گوشہ و اماں مبارک ہوئے
 تیرا اندر نگہبان مبارک ہوئے
 سہلہ تھی کہ کبھی اپنے گلے مجھ کو لگائے
 تو نہ نکلا نہ یہ ارمان مبارک ہوئے

روتے ہی آئے تھے روتے ہی چلے
 تم کو کیا غم ہے کوئی جاوے کہیں
 وقت رخصت تو بھلا لگ لے گلے
 میں سمجھتا ہوں تمہیں صاحبِ بلے
 دہ سرخ پوش پیارا کیا جانیے کدھر ہے
 آنکھیں ترس گئیں ہیں آنسو کے دیکھنے کو
 خون جگر سے جس بن دن رات جستم تر ہے
 مرگیاں پہ نخت دل ہی یا پارہ جگر ہے
 خالی کیا ہے میں نے سب حسرتوں کو
 کھوٹے ہیں غیند سب کی راتوں کو نالے بھر بھر
 اب بھی نہیں نکلتا ترس غبار دل سے
 ہاں اشتیاق اس کا دس میں بھرا گھر ہے
 ماتم سر سے بدتران روزوں اپنا گھر ہے
 خاک اپنی اڑتی پھرتی گلیوں میں دوبارہ ہے

۱۰۔ ہم کو بھی ۱۱۔ یہ شرم میں نہیں ہے

۱۲۔ میں یہ قطع ہے۔ دوسرے مصرعے میں اس ترکیب کے ساتھ ۱۳۔ تو مجھ کو بھی یہ سامان

۱۴۔ م کیوں مری خاک ۱۵۔ یہ شرم میں نہیں ہیں

۱۶۔ یہ غریب میں نہیں ہیں۔

قدروں سے چھوٹے ہی اپنی بنی یہ حالت جو سرکہ عرش پہ تھا سواب وہ خاک پر ہے
 اسے سوز آئے پہل مت کا نہیں ہیں پاؤ اپنے
 کیا جانئے کہ کیسے ظالم کا یاں نگر ہے

سینہ میں تو آہ یاغیاں ہے
 حسن تو اور کیا کہاں کا
 مت کہیو اس کو چشم بد دور
 کرتا ہے جدا جدا سب اعضا
 مت پوچھیے یارو مجھ سے گھر کو
 جس باغ میں گل کو دی ہے آتش
 اسے بوا ہو سان عشق بازی
 کوچہ میں اس کے جا کے دیکھو
 ہم سائے میں کس کے جا کے بیٹھیں
 رستم اس سا کہاں نہ ہو گا
 جانا ہے تو جا بے دل کہیں زور
 آتا ہے تو آشتاب اسے جاں

تو لے دل گم شدہ کہاں ہے
 یہ خط نہیں نگر و کارواں ہے
 آج ہی تو مجھ پہ مہرباں ہے
 کہتا ہے کہ بہر امتحان ہے
 کیا بتلاؤں کہ گھر کہاں ہے
 اس باغ میں میرا آشاں ہے
 کیوں تم کو عشق بہ دشاں ہے
 کوئی کشتہ ہے کوئی نیم جاں - ہے
 خورشید کا سر پہ سائباں ہے
 کہنے سننے کی داستاں ہے
 یاں تیرا کون پاساں ہے
 اک سن کا سوز یہماں ہے

وہ جو ہر دم ہمارے گھر آتے
 دبیر تک بھی نہ لے گئی قسمت (کدا)
 عرش سے بھی پرے کی شاید

خواب میں اب نہیں نظر آتے
 کچھ تو ہم بھی سر ہانے دھر آتے
 وال ملک ہو کے ہوا دھر آتے

اپنا دل جس کو چاہتا ہے
بوسہ جو یا تو مسکر اکر
جب کہتا ہوں پاکباز ہوں میں
کہتا ہے کہ کیوں نہ جانتا ہوں
اس کو بھی بناتا آپ سا ہے
کہنے لگا چھی یہ کیا مزا ہے
مجھ پاس جو سوئے تو تو کیا ہے
ایسا ہی تو نیک پار سا ہے

اسی امید پر جیت ہوں پیاسے
مرے پہلو سے قسمت جا کہا نہ
بھٹتا ہی نہیں کہتا ہے کیا تو
مجھے کالے نے کاٹا ہے خبر تو
مکان خاص دل میرا ہے لیکن
کوئی زلفوں کے ماروں کو پکارے
کہاں بیٹھوں کہ دل ٹٹے میں سارے
غریق بحر رحمت ہو گیا ستور
عزیز و جاؤ بیٹھو اب کنا سے
کہ چھاتی پر تو چڑھ کر سراتارے
بہ نے سب سمجھتا ہوں میں —
یہ کرباں کر کے محکومت ستارے
کوئی زلفوں کے ماروں کو پکارے
کہاں بیٹھوں کہ دل ٹٹے میں سارے

آج کیوں اشک مرا گرم چلا آتا ہے
جب نہ تب ذکر جدائی ہی کالے بیٹھے گا
بوسہ لیتے ہوئے کل اس سے جو پوچھائیں نے
غصہ ہو کر یہ لگا کہنے کہ میں حیراں ہوں
ایک دریا جی کہ آنکھوں سے بہا آتا ہے
کیا لا تجھ کو یہی کب سخت کر رہا آتا ہے
پتھر کہو تجھ کو بھی کچھ اس میں مزا آتا ہے
تجھ کو کچھ اور بھی دن باتوں سوا آتا ہے

مجھے دل کی کہاں سے اب خبر ہے
جلائے مجھ کو میں اس میں خوشی ہوں
خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے
دشیاں ہونے کا تک مجھ کو خطر ہے

لے لے لے یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔
لے لے لے دھواں گر ہو تو اس کا ہی خطر ہے۔

قدم آگے نہیں پڑتا ہے یا رو کوئی پوچھو تو یہ کس کا نگر ہے
 تمہیں ٹہر دیا ہاں لے صبر و طاقت کہ یاں رہنا تھا راہی جگر ہے
 غم اس کا آتے ہی دل میں پکارا کہ یاں تو تیر کا اس کے گھر ہے
 بہت دن سے نظر آتا نہیں سوز
 عزیز و کچھ تمہیں اس کی خبر ہے

دل میں اب غم نہیں سماتا ہے کیا کروں دم نہیں سماتا ہے
 جب سے دل میں خیال ہے اس کا نام محسوس نہیں سماتا ہے
 سوز باتیں کروں میں تجھ سے پر
 دم میں اب دم نہیں سماتا ہے

ستم کو اس کے مجھو ستم نہ کیسے کبھی بغیر شفقت و مہلت و کرم نہ کیسے کبھی
 ہر سر میں سر خدا تو نہیں ہے محرم ہاں بیچوٹ مت تے سر کی قسم نہ کیسے کبھی
 غم تو وہ ہے جہاں جز فنا نہ ہو کچھ بات دہن کو میرے صنم کے عدم نہ کیسے کبھی
 فقیر وہ ہے جو ہر مفلسی میں رشک غنی نہ ہوئے پاس جو دمام و دم نہ کیسے کبھی

شع نہط جل ہی کے مرجائیں گے ساتھ یے داغ جگر جائیں گے
 اپنی نہ بانی سے نہ گزے گا تو جان سے ہم اپنی گزر جائیں گے
 بھائیو کہتا ہے تمہیں میر سوز جائیں گے پردے کے خبر جائیں گے

اے خیال یار تک رہنا پرے میرے دل میں آمد پیکان ہے
 جاتو دیکھے کوئی اس کے سامنے جی بچا لاوے یہ کیا امکان ہے
 طفل کیسے کس طرح سے اشک کو یہ تو گھر کھویا بڑا طوفان ہے
 ناصحا قاتل کو میرے روک مت چھوڑے میں جانو میری جان ہے
 میر کو دامن پکڑنا ہے چہ خوش چھوڑے یہ بھی کوئی عنوان ہے
 جان تازہ ہوئی سنتے شر کے
 ستون جی اے تو کسی کا جان ہے

ہم جس کی طرف نظر کریں گے وہ خاک بھی ہو تو زہ کریں گے
 دل دینے میں غیر تجھ کو کھلم میرا سا کہاں جگر کریں گے
 وہ کب کسے کشت عشق پر ابر جو کام یہ چشم تر کریں گے
 ہم خیر از مرغ روح اپنے کس کے تئیں نامہ بر کریں گے
 جب جائیں گے یں سے اُس جہاں کو پھر کپے کو منہ ادھر کریں گے
 مسجد کے نہ ہوں گے ساکن اے شیخ ہاں گھر میں خدا کے گھر کریں گے
 تیغ آکے جو یار کھینچے اے ستون
 سینے کو ہم سپر کریں گے

ہم آئے کہ تم ہنہ چھپا کر چلے نہید سے کو چٹیک لگا کر چلے
 بفل گیر ہوتے ہی دل کے گئے میاں جان ابھی دغا کر چلے
 کف پاتلے تم نے دل کو ملا کہ تلودوں سے آتش لگا کر چلے

کسی کے نہ لینے نہ دینے میں تم
 زبردستیاں اک طرف اور بو
 چلو جاؤ گر گھورتے ہو عبث
 سدھارو ادھر پر ادھر دیکھو
 غریبوں کو ناحق سستا کر چلے
 مرا نہ بھی آخر چڑا کر چلے
 نئے سرے قند جگا کر چلے
 کہ ہستی کو ہم بھی دھسا کر چلے
 بھلا اور سب باتیں جو ٹھٹھ میں چلیں
 تم اس ستور سے کیا دنا کر چلے

نا صاف انداز میں جو ارشاد ہو ہے
 خداں میں گل چین میں غریبوں
 غیروں پر روز تازہ عنایات ہے تری
 انجمنی تمام خلق نہ پایا کسی کا کھوج
 یہ ستور خوشہ چیں ہے بھوں کا یہ سچ کہوں
 دلی سے لے کے تاپہ صفا ہاں اُجڑ گیا
 ہم خاک بھی ہوئے نہ گئی اس کی سرکشی
 نہ ہی جو اس نے تھے آہ بھی نہ کی
 احمق کو ایک بات وہی یاد ہو ہے
 یہ دل فرق میں ترے ناشاد ہو ہے
 مجھ پر ہمیشہ جو رجاء سجاد ہو ہے
 پر دل تھے نیاں سے آباد ہو ہے
 یہ سوز دل ازل سے جو استاد ہو ہے
 پر دل صنم کی یاد سے آباد ہو ہے
 جو دستم ہمیشہ جو رجاء سجاد ہو ہے
 — یاد میں دلشاد ہو ہے

کچھ نہ بچھ اس کو نہ آتا ہے
 تیرے تران میں گیا مال
 یہ تو امید کب ہے پرنا چار
 آج دل بھولا بھولا جاتا ہے
 دیکھو کوئی آج آتا ہے
 پوچھتا ہوں کہ دل شام ہے

نہ یہ شرم میں نہیں ہے۔ نہ یہ شرم میں نہیں ہے۔

نہ یہ غم میں نہیں ہے۔ نہ یہ غم میں نہیں ہے۔

ہائے کیا تم سے اپنا حال کہوں
 وہ تو ہوتا ہے ہر باں لیکن
 تجھ سے میں پوچھتا ہوں لے ناصح
 بھوٹ کہتا ہے یہ نہیں ہے عشق
 عشق کی وہ جو کرتے ہیں نالش
 مصطفیٰ عشق مرتضیٰ ہے عشق
 گو کہ عاشق نہیں دے تحقیق
 بیقراری تم آئیں شکر خدا
 صبر و طاقت ذرا تو پاس نہ ہو
 تو تو رہ میرے پاس بھائی سوز
 کھیر میں ہاں جال کوٹے دوں
 تم تو ہنستے ہو یاد سوز سے اب
 لبے ابھی کہیں شتابی سے
 پیٹ میں دم نہیں سماتا ہے
 اس کو کچھ خیر جا بھر آتا ہے
 ہے یہی عشق جو جلاتا ہے
 عشق مردوں کو سکا ہاں جلاتا ہے
 عشق کب ان کے پاس جاتا ہے
 عشق ہے جو خدا کہتا ہے
 سوز کو عشق ساتھ لاتا ہے
 چین کب میرے پاس آتا ہے
 عشق دل آج لینے آتا ہے
 تجھ بنا کون جی جلاتا ہے
 یہی اب میرے جی میں آتا ہے
 پوچھ دیکھو وہ کیا بتاتا ہے
 ہچکیاں کیوں مجھے لگاتا ہے

چٹکت اس کو اسے ظالم نہ یہ پتھر نہ یہ دل ہے
 ارے ادبے مردت یہ اسی کبخت کا دل ہے
 طریق عشق میں سمجھا تھا سارے طے کیا میں نے
 جنازہ دیکھ کر بوجھا بنوز اول ہی منزل ہے
 غبار جسم سے ہے اس طرف محبوب کا ڈیرا
 اڑا دے آہ سے اس کو کہ یہ پتلا ہی حال ہے

بجلا عشق بتاں سے ستور کچھ بھی تجھ کو حاصل ہے

ارے بندے خدا کو مان تیرے پاس بھی دل ہے

پتہ آ جا کر مقابل ستور اس تار کے کچھ دیکھا

نہ بابا دیکھنے میں معنی لیکن بڑا دل ہے

بہ خدا جتنے کہ دنیا میں یہ گلوں میں گئے
سامنے ہوتے ہی بیٹے ہیں دل دھان کو روٹ
شوخی کی تو یہ بوسہ نگہ کے کرتے ہیں دم (کذا)
ستور پٹنے سے نکل جلد میں کہتا ہوں تجھے
یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کاسرہ ہیں آہ
دیکھنے کے تو بہت خوب یہ بد خو ہیں گئے
اب میں سمجھا ہوں کہ یہ مہیجے جادو ہیں گئے
فی الحقیقت میں یہ انسان نہیں آہو ہیں گئے
یاں کے جتنے بھلے مانس میں خا جو ہیں گئے
ان کو پوچھو تو ہودی ہیں کہ ہنس دیں گئے

نہیں ہے میاں دل اپنے گھر نہیں ہے
یہ دیکھو آب ردپ آتے ہیں یارب
تو اس حالت پہ جانے عرش تک بھی
اسے پوچھو تو پھرتا ہے کہاں تو
یہ سن سن کر لگا کہنے کہ چپ ستور
چکھا دیتا تجھے اس کا مزا بھی
مجھے سینہ میں تو چاہے کہ موندے
مرا گھر عرش سے بھی کچھ پرے ہے
میں کہتا ہوں تجھے باور نہیں ہے
جسے دستار بھی سر پر نہیں ہے
مرے دل تجھ کو بال دہر نہیں ہے
مگر تیرے کہیں گھر در نہیں ہے
کردن کیا پاس یاں جہد نہیں ہے
تو کہتا ہے کہ خوش جو ہر نہیں ہے
غلط سمجھا ہے میرا گھر نہیں ہے
دکھا دوں گے تجھے باور نہیں ہے

لہ کہ یہ شروع میں نہیں ہے۔

لہ کہ یہ شروع میں نہیں ہیں۔

لہ کہ یہ شرم میں نہیں ہے۔

۲۰۵
 وگرنہ ایک آفت ہے پُرانی یہاں تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے
 وہی تھا ایک تیرے ساتھ بیچا
 دلوں کا ستوز سوداگر نہیں ہے

مرے دل کے داغوں سے گلشن کیا ہے ترے غم نے آس میں مسکن کیا ہے
 صنم پوچھنے والے اب مجھ کو پوچھو مجھے بت نے اپنا برہمن کیا ہے
 ترا شکوہ جو منہ سے نکلے ہے میرے مجھے دل نے ہاں تجھ سے دشمن کیا ہے
 اسے پاس اپنے نہ رکھ پھیرے بس کہ ان نے ترا راز دشمن کیا ہے
 یہ ہے خرتگی نہ رومی نہ ہندی یہ بہرہ دہ نے ادا برن کیا ہے
 لگا ہی لیا ایسے وحشی کو آئندہ
 میاں ستوز تم نے بڑا فن کیا ہے

صنم سے کوئی کہہ دے میری زبانی کہ دل تو سیا کیجیو پاسبانی
 یہ وحشی برا ہے اسے جانتا ہوں مجھے خوب معلوم ہے اس کی پانی
 یہ جب چاہتا ہے کہ بھاگے کہیں سے سنا ہے سب کو یہ تب نا توانی
 بچی آنکھ ٹک برق ساں پھر تو چنپت یہ تو اس کی مجھ بن کسی نے نہ جانی
 گیا ستوز کو چھوڑ کر ادا تو کیا
 اٹیلے نے منت نہ مانی نہ مانی

جس روز سے تو جدا ہوا ہے کیا جانے دل کو کیا ہوا ہے
 ہے نزع میں دیکھنے کی حسرت کیا کیا دل میں بھرا ہوا ہے
 جتنا سمجھا یا میں نے دل کو ظالم تجھے کیا بلا ہوا ہے

کیوں اتنا تو ہوا ہے ابتر زلفوں سے کیوں لگا ہوا ہے
 اچھوت اتنا تو سوچ کوئی ایسے کا آشنا ہوا ہے
 کہتا ہے کہ تجھ کو کیا پڑا دور میرا تو دل لگا ہوا ہے
 بدنام ہے سوز کیوں جہاں میں
 کیا تیرا آشنا ہوا ہے

ان بٹوں کی یہی جو الفت ہے قہر ہے ظلم ہے قیامت ہے
 رو برو تیرے آدے آئینہ جان والہ تجھ کو حیرت ہے
 ہر گھڑی تجھ کو مت تالے عشق تیری کیا یہ زیون عادت ہے
 اور کیا اڑ گئے ہیں دنیا سے جو مجھی سے کچھ عداوت ہے
 آہ تیرے قدم کی برکت سے کیا کہوں دل کی کیا حقیقت ہے
 نیندا وہ بھوک تو گئی ساری ایک دم ہے سو بے حلاوت ہے
 چین دے چین دے ذرا ظالم عشق ہے تو کہ یا ملامت ہے
 تیرے در سے ندان اکا کر
 سوز جاتا ہی کیوں جی رخصت ہے

اں میاں جان کیا کہوں تجھ سے دل کا ارمان کیا کہوں تجھ سے
 مثل پیکان رہ گیا دل میں تیرا ارمان کیا کہوں تجھ سے
 تجھ سے کہتے ہو کس کا عاشق ہے تنھے نادان کیا کہوں تجھ سے
 خاک کا سا جو ڈھیر در پر ہے تو ہی پہچان کیا کہوں تجھ سے

۱۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے۔

۱۔ م 'نادان

۲۔ ع 'تو جو کہتا ہے

توڑ ہے توڑ بے خبر ملکِ جیت لے لے جان کیا کہوں تجھ سے
اب اسے تو غلام کر لے اور میرے سلطان کیا کہوں تجھ سے

پاس سے میرے اٹھ کے مت جائے تیرے پیچھے پڑے ہیں یہ سارے
میاں بے لوگ ہیں خدا کی قسم تو نہیں جانتا انہیں آئے
ہم نہ کہتے تھے عاشقی مت کر اب پڑے بوٹتے ہو دیاے
میٹھی باتوں میں کرتے ہیں انہوں بات سے ان کے چیز مت کھائے
وعدہ کرتا ہے تو دوسرا بھی کر مت مری جان کو لگا لائے
توڑ کے پاس بیٹھنے سے آج
شکر دشمن تو سب جلے پائے

یہ منم خوش ادا کہاں کا ہے عشوہ کن دل رہا کہاں کا ہے
مجھ کو بتلا دو او ادا مارو یہ بت خوش لقا کہاں کا ہے
غل سے نازک بدن ہے یہ گلو لے صبا تو بتا کہاں کا ہے
کیسی صورت ہے کون ہو اچھا وہ مرا آشنا کہاں کا ہے
میں نہ بیٹھوں گا اس کے والد ایسا وہ پارسا کہاں کا ہے
توڑ مر رہا ہے تجھ پہ میں نے کہا
ہک نہ دھک بول اٹھا کہاں کا ہے

ہاں طیبو مجھ کو سودا اند ہے تم جو کرتے ہو دادا اور ہے
 خشک ہونے کا یہاں کیا ہو گماں میری ان آنکھوں کا دریا اور ہے
 سرد قد لاکھوں پھریں ہیں مجھ کو کیا واہ میرا سرد با لا اور ہے
 یہ نہیں جوں کے پیتے ہیں شراب واہ میرا بادہ چمیا اور ہے
 گوا سے کہتا ہے عالم میر توڑ
 وہ مرا د سوز پیارا اور ہے

اور رات کو پھٹپٹ کے جانے والے مکھڑا اپنا مجھے دکھالے
 کیا قد کا رہا ہے چشم بد دور آ قد سے قد تو لک نپالے
 میاں پاس کھڑا ہون مت کر مونڈھا مونڈھا ذرا بھڑالے
 قدمیں تو ہمیں بلند نیکلے سینہ سینہ بھی لے لگالے
 چوڑائی ہماری ہی رہی ہاں لے جیب سے جیب تو لڑالے
 دیکھی نہ زباں درازی میری جل کھا گیا تو نہ بھولے بھلے
 مت مانیو پھر کہہ کسی کا گھر جا اللہ کے حوالے

ہر ایک شیشہ دل نیچ جلوہ گر ہے پری دے نظر نہیں آتی ہے دے بے بصری
 رفیق کوئی برسے وقت کا نہیں آلا قنن نیم شبی یا کہ نالہ سحری
 خبر کسی کو نہ تھی میرے حال کی یارب کہاں سے سن کے مرا حال آئی بے خبری
 اسے نہ ہیرہ الفت نہ پیار ہے نہ تپاک مجھے نہ صبر نہ طاقت نہ زیندہ نہ مری

بھلا جی شیخ کو کچھ کچھ تو ہو چلا ہے مباح سرور خاں ہمسایہ ، حسن و بکذری
 جگر میں میرے تو پھر لگ لگ گئی ہے ہے
 خبر لوتوز کی جلدی یہ کس نے آگ بھری

ہم دور سے اے یار دکل اس کو جادیں گے
 جس چیز کا مالک ہوں سب تم پر کر دوں صدقے
 قربان ترے ہر دم صدقے تیرے ٹھٹھے کے
 گردن کے ٹٹنے کے مانع ہو تو یہ سسٹن لو
 سب شہر کے مل ساکن سمجھا دیں اے وردہ
 گو قتل کیا تم نے کل تو زکوہ کیا عنہم ہے
 گز ہم سے ملا دو گے ہم تم کو دعا دیں گے
 گر جان بھی مانگو گے ہم جان لا دیں گے
 تو اپنی زباں سے ہاں سمجھو دکھا دیں گے
 سجدوں سے ترے در کی ہم خاک ڈالیں گے
 اک آہ کے شعلے سے ہم آگ لگا دیں گے
 قبضہ کو تم سے پایے دمکا کے دما دیں گے

چشم کا کام اشکباری ہے
 چشم بھل پڑے تڑپتے ہیں
 چشمہ فیض ہے کہ جاری ہے
 کس ستم گر کی یہ سواری ہے

اشتیاق ہی میں ترے مر گئے کڑھتے کڑھتے
 طائر شوق کے پر جھڑ گئے اڑتے اڑتے
 دست و پا لگ شدہ دل طعنہ عالم زدہ دل
 تیرے کوچے کو چلا آئے ہے بڑھتے بڑھتے
 بازگشت ننگ یار کرے لگی کیا قہر
 قتل عالم تو ہوا باگ کے مرٹے مرٹے

لے لے شرح میں نہیں ہے
 لے لے م ، جگر میں مرے تو کچھ آگ پھٹک گئی یار
 لے لے یہ غریب م ، میں نہیں ہیں۔
 خبر لوتوز کی جلدی یہ کس سے آہ بھری

جو شخص تری تیغ سے انگار نہ ہوئے
 دانش کبھی لائق دیدار نہ ہوئے
 ہر آن گرفتار رہے دام بلا کا
 جو کوئی ترے غم کا گرفتار نہ ہوئے
 آرام ہمیں سایہ طوبیٰ میں کہاں ہو
 جب تک کہ ترے سایہ دیدار نہ ہوئے
 مجلس میں کھنواہ جو لیتا ہے تو اس طور
 دیکھو کوئی بیٹھا پس دیدار نہ ہوئے
 آرام نہ ہوئے دل مجروح کو ایک آن
 ساز خم کے لب پر لب سو فار نہ ہوئے
 لے تو ترے دل کی جو بتابی یہی ہے
 اس دل کا تو کا قریب بھی خریدار نہ ہوئے

چکوری چاند کے اور طبلیں گزرا رہے صدقے
 کوئی صدقے کسی کے ہر میں اپنے یار کے صدقے
 ہزاروں صورتوں کے دہر کے آئینہ خانے میں
 دکھائی اپنی صورت لے تے دیدار کے صدقے
 لیکن سب کو دھوکا ہے پگونی کا دیا ایسا
 کہ تا عشر ہے جو یا میں اس اطوار کے صدقے
 گرد و نہیر سب اذیں اس کی تڑپتے ہیں
 وہ جس میں ماہ چاند ہے میں اس فنار کے صدقے
 لایا توڑ کو بھی وقت جی دینے کے قاتل سے
 ملیاں داد اس کی اپنے خیرار کے صدقے

کوئی صحرا کے صدقے ہو کوئی کہار کے صدقے
 گدا تیرا ہو تیرے سایہ دیدار کے صدقے
 ہزاروں دل ترے پانوں تلے بہتے ہیں کیوں پیار
 کوئی ٹھوکر ادھر بھی لے تری رفتار کے صدقے

بہت اکتاہٹ تھی سر کو ٹکراتا تھا اکتا کر

پھٹایا سے لے تری توار کے صدقے

کبھی ایسے مزے کا حلق سے قطرہ نہ اترتا تھا

گلو ہے تشنہ تیری تیغ لنگردار کے صدقے

زباں سے وعدہ کرنا، دل میں کہنا کون آئے گا

ترے بیانات کے تراباں ترے اترار کے صدقے

کوئی بت کے کوئی کہے کے کوئی حسنِ خواباں کے

کوئی یار دوس کے سوا اس حیدر کراہ کے صدقے

اجاڑنے کو وہ صبر و قرار آتا ہے

وہ ساتھ اپنے لیے پاؤں چار آتا ہے

کہ روز پتھر سے مجھے مار مار آتا ہے

فدا منہیل و دل ناز یار آتا ہے

اکیلا آئے تو کچھ کیئے ہونا میرے سو ہو

میں جی اپنے لوشاگرد کو ذرا سمجھ ڈ

جاں بلب ہوں پر مجھے اس یار سے پیغام ہے

پر مجھے گردن کیجے تو بڑا اسی نام ہے

ہاتھ میں خوشنوار کے شمشیر خوں آشام ہے

پر کہیں دل کے تڑپنے پر نہیں آرام ہے

اے صبا میری طرف سے جائیو کچھ کام ہے

کہیو اے والا گھر جیتے رہو تم حشر تک

اودل غفل سمجھ کر جیو کہتا ہوں میں

کیا کہوں جو جو کد رہی یہ میری جان پر

تیرا نام سننے ہی رہو بس چپ کر دو

نام گو پکا ہے لیکن عاشقی میں خام ہے

لہ یہ شرم، میں نہیں ہے لہ عہد انکار لہ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

نہ رہے گا کوئی جہاں میں جو اسی طرح کا ستم رہے
 ترے خون سے مرے طفل اشک جو نکلے تھے وہیں جم رہے
 رہا کو کھن تو پہاڑ میں ، بسا قیس دشت ہزار میں
 ترے در سے میں نہ ٹھوں کبھی جو یہ نہیں خدا کا کرم رہے
 چلو جاؤ صبر و شکیب اب نہ رہے نہ رہے کر ب
 اگر آوے اپنیں یہ جاں بلب ہی جان لیجو کہ ہم رہے (کہا)
 برس ایک اور بھی کر ستم جو ہے حق کا ترے دم قدم
 ذرا منہ پہ خط کو تو آنے دے نہ جفا ہے نہ یہ غم رہے
 یہی اس سے کہیو تو قاصدا دل بے خبر تجھے کیا ہوا
 تو کبھی نہ پہلو سے نکلا تھا کسی ایسی حر وہیں جم رہے (کہا)

زلف میں ابھاروں جس پر قتل کی تدبیر ہے	اب کدھر بھاگوں الہی پانوں میں زنجیر ہے
حضرت دہلی کی کس منہ سے کروں تعریف میں	ایک ایک اس اجر ٹے گھر میں عالم تصویر ہے
کثرت عشاق ہو یاں تک کہ تم سے کیا کہوں	جود محبوباں سے ہر یک غنچہ دلگیر ہے
پر عظیم آباد کے جتنے بے صاحب سخن	جو ملا صیاد تھا جو ہے سو آہو گیر ہے
اختیاج اس جا نہیں ہے قتل کو انسان کے	طعن نا انصافوں کا دل دہزد ترازیر ہے

تہذ (کا) احوال تم سے کیا کہوں اسے منصف
 دن کو ہر دم آہ شب کو نالہ شہگیر ہے

کہاں دل ہے کہاں ایساں کجاوہ صبر و طاقت ہے

اجل کی یاد ہے ہمدرد یا اندوہ فرقت ہے
وہاں لا کر قضا نے بجھو پھینکا ہے کہ مت پوچھو

فراق دوستان ہے یا جدائی کی مصیبت ہے
نہ ہو گر دولت دنیا تو کب پرزواہ ہے والشر

تمہاری یاد صاحب دو جہاں کی ہم کو دولت ہے
بیاں ہرگز کیا جاتا نہیں جو دل پہ گزرا ہے

تمہاری نہ شفقت ہے نہ یاروں کی بھی صحت ہے (کہاں)
جہاں وہاں بیٹھا سرکس کس کو کہتے ہیں (کہاں)

سو یہ بھی نا تو انی حضرت کی دولت ہے
میں تم سے پوچھتا ہوں تیرے نصیبوں میں
یہی ہر آن کا جلتا یہی ہر دم کی رقت ہے

مشفق کبھی تو غدر دل نثار کیجیے واجب ہے گر عیادت بیمار کیجیے
مت سیسے پر پاؤں چوم تولے خاک کھے یا بس بس فقیر کو نہ گنسہ گار کیجیے
لے دل جلو نہ سو میں اس آستان پر خوابیدہ اپنے بختوں کو بیدار کیجیے
تو اپنی عرض حال جو کرنا تھا کر چکا
اب آپ بھی دہن کو گہر بار کیجیے

اچکائے گیا کس کس سماجت اور منت سے

وہ میرا میرزا دل جو پہلا تھا ناز و نعمت سے

یہاں اب عاشق و معشوق کہلاتے ہیں اس ڈھب کے

نہ یہ واقعہ محبت سے نہ وہ آگاہ الفت سے

مجھے محض سے اپنی تو نے اٹھوایا دلے سن لے

مروت دستگاہ دور تھا تیری مروت سے

تیری قدرت کے میں قربان ہوں کیسا تو قادر ہے

کہ غم کو مار ڈالا تو نے تیری حمایت سے

خیر تو میکہ میں کب رات نہ روتا - - - - -
شہ نہ تہہ بامے ہی اور پیما - - - - -

غلطی یہ کہ غم کھاتے نہیں معشوق عاشق کا
بھلا دیکھ تو یہ روشنی پر دانہ روتا ہے

عمل میں یار کی رونے کی سب آواز آتی تھی
جو دیکھا تو اپنا ہی دیو دانہ روتا ہے

کہاں ہی وہ شرابی جو کہ نچھانے
کہ اس کی یاد میں اے دوستو فہم خانہ روتا ہے

عجب احوال ہے گا ان دنوں میں سوز کا ہر

کہ اس کو دیکھ کر اپنا تو کیا بے گانہ روتا ہے

تہنہ مجھے درد نہاں تجھ سے گلا ہے
نار سے بھی سکودا ہر نغان تجھ سے گلا ہے

کیوں رد ہو اس کے نہ کیا جان بیاں کچھ
سنا ہی وہ کچھ درد زباں تجھ سے گلا ہے

ہر جنبہ کہ چاہا یہ کھلے پیر نہ کھلا حیف
کہتا ہی کچھ احوال دہاں تجھ سے گلا ہے

کیا جلد گئی ہاتھ میں دامن بھی نہ آیا
تا شہریہ عمر گزراں تجھ سے گلا ہے

کیوں شوخ نہ آیا تو مرے دقت سفر بھی میں دیکھ لیتا تجھے ہاں تجھ سے گلا ہے
 کیوں نورِ شای تھی کہ وہ دیکھ کے بھگ گدا گننام کوئے نام و نشان تجھ سے گلا ہے
 کیوں سوزِ دردوں تو نے
 لے سوزِ مرے سوختہ جان تجھ سے گلا ہے

اٹھ گئی آخر جہاں سے قیس اور فراد بھی ان دو انوں کی نہیں کرتا ہر کوئی یاد بھی
 اس ستم کرنے نہ اپنا بات اٹھایا جو سے کر چکا سو سو طرح میں داد بھی نہ سیرا بھی
 کوئی بوسہ کوئی کئی کولی گالی کوئی لات ظلم تو کرتے ہیں پر کرتے ہیں کچھ ادا بھی
 بے گنہ بے جرم بے تقصیر لاکھوں ہیں سو بھگتے ہیں تجھ سے کالے کوں اب جلا بھی
 جو ڈرتا تھا کسی سے گو کہ ہو جلا دقت
 بگاڑتا ہے ابہ تجھ سے سب اسٹا بھی

یارِ شب مرا اس دقت تک جان نہ سکے جس دقت تک ملنے کا ارمان نہ سکے
 مر مر کے مرے ہاتھ میں آتا ہی یہ دامن گو جان نکل جائے یہ دامن نہ سکے
 سکیں اسے کہتے ہیں کے مشلا ہی یقینی جس شخص کو تا بوت کا سامان نہ سکے
 سب دل سے نکل جائے مر دوزخ و جنت اندر کرے دل سے ترا دھیان نہ سکے
 تسکین ہے گی مجھے تا حشر مری جاں دل میں سے تیرے تیر کا پیکان نہ سکے
 میاں سوز مجھے تم سے یہ شکوہ ہر صدافوں
 شہروں میں پھرے نگاہ ادھر آن نہ سکے

جسے بینِ خواب تو دل کو صبر و شکیبائی اتنا ہی یہ ملک دل کیا عشق کی فوج آئی

یاروں سے وہ سرگرمی دن رات بہر صورت
ہم کو تو کبھی اپنی صورت بھی نہ دکھلائی
جاتے ہیں ترے کو سے کبھی کو تو جیتا ہے
جو بوجھ کے بیٹھے تھے سو بات نہ بن آئی
جانے کو ابھی جائیں پر ایک ہے یہ خطہ
کوئی نہ کہے پیچھے سئلہ تھا یہ ہر جا
اے تندرے اشعار ہیں ابد فریب اور بس
ہم نے تو نہ کچھ دیکھا جز تافہ پیمائی

جب گھر و اٹھ گئی پہلو سے یہ دل خار ہر
ناتوانی بھکو لے جاتی نہیں تم لے چلو
خواب دُخو کیا اب تو دم لینا بھی ل پر باز
تجربہ اب رشکِ جنم یہ گل و گلزار ہے
اے مجھ اس کئے عاشق سے جو بزار ہے
خاک اس کی زندگی جو جان سے بزار ہے
اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھو
اور کچھ تو شہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

دیتا ہیں ہے چین یہ دل ایک دم بھ
بر باد دے جو اپنے تئیں اس کو کون دے
گھر کے حریف نے یہ لگایا ہے غم بھ
دیتے نہیں کچھ اس لیے اہل کرم بھ

کوئی کم بخت ہو جو دل لگا دے زندگانی سے
بہت اب یاد آتے ہیں تپاک اس حضرت دل کے
گئے ہیں جتنے اپنے دوست ہم کو چھوڑ کر آگے
جو یار آیا تو استقبال بھی ہم سے نہ ہو آیا
کسی نے نفع بھی پایا ہر اس دنیائے فانی سے
عجائبِ حظ اٹھائے تم نے اس جنتِ مکانی سے
کوئی دن کو ملیں گے ان سے کیا کیا شادمانی سے
ہے اب دے ہم شرمندہ اپنی ناتوانی سے
راہِ یاد ہم کو تو فردوسِ آشوبانی سے
لیکن پھونک سب کا جی گیا آتشِ بانی سے
راہِ یاد ہم کو تو تھا دلسوز تھا سب شاداں کا

لے لے لے یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

اسے موجد طرح بے وثنائی کیوں کٹ کی تو نے آشنائی
 یارب سرور تن جدا ہو اس کا جس نے سکھائی ہے جدائی
 دل لے کر اچھا رٹال لیکن ہے یہ کس سے دل ربائی
 وہ چل چوک بے مردن رہ جائے جہان میں بھلائی
 اسے تو نہ وفا بہت کی تو نے

پرتیرے کام کچھ نہ آئی

سنوئیاں آہ میں عشق کی ابدتہ اثر ہو دے دعا آگوشب بجاں کسی عنوان سحر ہو دے
 جہاں یارب سرور تن میں نظر آوے نہ کیا معنی نظر میں ہم عسلی کی جو وہ نور نظر ہو دے
 نہ آوے دلربا اپنی بغل میں جھوٹ کہتے ہیں اپنی غلسوں کے ہاتھ میں تھوڑا تو زہر ہو دے
 صنم کے کان تک پہنچے ہی پہنچے لاکھ صورت کے لیکن تھوڑے لے اشک عاشق جب گہر ہو دے
 زندگی نمرہ دلداد ہر یک پر نہیں چلت
 دیکھ لے جب تو نے عشق کا سینہ سپر ہو دے

درد و غم ایک طرت داغ ہیں پنہاں کتنے حضرت عشق کے ہیں مجھ پہ تو احساں کتنے
 گرد مردم نہ سمجھو مرثہ خوں آلود اشک کے رتہ نکل گئے ہیں ہیکان کتنے
 کیا دکھ ہے تو نے لالہ یہ داغوں کی بہار ایسے پھولے ہیں سر دل میں گلستاں کتنے
 ایسی ہی حضرت آصف کو جو کہتے ہیں وزیر اس بھل کے ہولے خلق میں سطران کتنے
 اس طرح تو نے کو بھی لوگ کہیں ہیں شاعر ایسے گلیوں میں کھا دوں میں غزنواں کتنے

لہ یہ مرل میں نہیں ہے لہ عا سند ہے لہ عا مانگوں لہ م دیکو
 لہ لہ یہ شعور میں نہیں ہیں۔

جو دیکھے قد کو تیرے شمع پانی ہو پگھل جاوے

مجھے دیکھے اگر پروانہ اپنے جی میں جل جاوے

ہوا تو رو برد لیکن رہا محسوس نہ ہوا

نزدی حسرت نے فرصت اشک کو اپنے کہ ڈھل جاوے

منو تو کیا یہی انصاف ہے خواب کے مشرب میں

مجھے کہتے ہو کو پچھلے سے مرے جلدی نکل جاوے

نصیب اپنے میاں صاحب خدا کی بات ہاں پہنچ ہے

میں ایسا ہوں تو لے مر جاؤں پس تیرا خلل جاوے

میاں یہ توڑ تھا جس نے کیا پاس ادب اتنا

وگر نہ کس کی قدرت آہ رد کے جی نکل جاوے

کس کا یہ توجہ ان آتا ہے جس کے دیکھے سے جان جاتا ہے

میں تو کہتا ہوں آنکھیں میں بیخود اس کو دل کا مکان بھاتا ہے

ایک عالم کا خون پیتا ہے لوگ کہتے ہیں پانی کھاتا ہے

کوئی اس سے کہے کہ عاشق ہوں اس کو یہ کب گمان آتا ہے

ایک تو بات اس میں ہے ابھی

توڑ کی بات مان جاتا ہے

دل تیرا کب کا آشنا ہے کیا جانے اس کو کیا ہوا ہے

میں نے تو تجھے کبھی نہ دیکھ بن دیکھے دل کا جی لیا ہے

واللہ بہت یہ کام کا ہے
تیرا بھی چلے کہیں لگا ہے
بتا تو اس میں کیا مزا ہے
مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے
واقعہ دل کا وہی حسد ہے
بندہ یہ تیرا ہی خاک پا ہے
ظاہر میں بہ شکل پارسا ہے
لونا سو روز ناشتا ہے
کیا ہے ترسے دس میں آج کیا ہے
کس نے یہ بانچن بد اسے
غصہ تو ناک پر دھرا ہے
پیارے جی ابھی تو دن بڑا ہے
پھر دیکھو تم کہ کیا مزا ہے

رہنے دیگو اسے مری جاں
اک بات کہوں اگر سنے تو
شرامت مجھ سے راست کہ جان
سب ہے تو قدر دان ہو کر
جو تو بوجھ ہے سو نہیں میں
اس دُخ پرست ذلیل کر یو
تو نوز سائے کو جانو مست
شراب رکھتا ہے چادر عورت
بدمعشر مت کیجیو جو جان صاحب
وہ وہ بنے پہ اور وہ سنے
یہ تو ن دلوں میں یہ رو
جہدھر کو میان کر کے بیٹھو
ملک رات تو آنے دد مری جان

چمن میں بارنے پرے جیآن کھول دیے گلوں نے دیکھ کے اپنے دہان کھول دیے

لب خشک ہوئے منہ کا یہ احوال ہوا کد تو بھل عشق ہوا جی کا کہ خنجر لہوا

عناون لہ م تجھ کو دلتہ لہ یہ شرم میں نہیں ہے۔

لہ م مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے لہ ع مجھ کو

لہ لہ یہ شرم میں نہیں میں

لہ لہ یہ شرم میں نہیں میں۔

کیا پوچھتے ہو تقدیر اپنی تم سے کہوں کیا تقصیر اپنی
 زلفوں میں آخر جا ہی پھنسا دل کھوئی نہ ناداں تو تیر اپنی
 ہاں شیر میرے کیا دیکھتا ہے جلدی تڑا ڈال زنجیر اپنی
 لے تیرا شاہنشاہ و اللہ بہادر یاں بھی نہ چرکا تیر اپنی

روز شہادت اللہ اکبر

آج ہی پڑھی نہ تکبیر اپنی

نہیں عاشق کسی کا تو دنیا داری کو کیا جانے ابھی تو آپ ہی رہا ہے سچ یاری کو کیا جانے
 لگی بھی ہیں کسی سے اب ملک آنکھیں تری پیار تڑپنا بوٹنا راتوں کی بیداری کو کیا جانے
 ابھی تو آئینہ میں تو نے اپنا منہ نہیں دکھیا گزرتاری کو کیا سمجھے تو خود داری کو کیا جانے
 ابھی تو مشق خونخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے یہ نکھاسا کلیجہ تیرا غم خواری کو کیا جانے

عزیز و ستور کو چونکا ڈست سوتا ہے سونے دو

ازل کے جام کا ہوش بشاری کو کیا جانے

پرکار کی روش نمرے ہم جتنی چل سکے (کنڈ) اس گردش فداک سے نہ باہر نکل سکے
 اکی نگاہ گرم میں پانی ہو بہر گیا دل سنگ تو نہ تھا کہ بن آتش نہ گل سکے
 روئے نہ کیا کرے لے مری جان وہ غریب جس کا تھا رے سامنے کچھ بس نہ چل سکے
 دنا بھی تھم گیا ترے غصے کے خوف سے تھی چشم ڈبڈبائی پر آنسو نہ ڈھل سکے
 وہ گلزار عازم سیر چمن ہو گر ششاد اس کے سامنے دیکھوں تو چل سکے
 دس میں ہے ستور اس کو غزل و غزل کہوں تبدیل قافیہ سے اگر خوب ڈھل سکے

منہ دیکھو آئینہ کا تری تاب لا سکے خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے لا سکے
تصویر تیری کھینچے مصور تو کیا مجال دست قضا جو پھر کوئی ایسا بنا سکے
عارف خدا شناس برا ہو تو ہو دے میں جانوں تیرے رمز کو ذرہ جو پا سکے
یہ ہو سکے کہ اپنے تئیں سوز بھول جائے
پر میری جان کہہ تجھے کیونکر بھلا سکے

عناں جس طرت دلربا موڑتا ہے صفوں کی صفیں آن میں توڑتا ہے
ادھر دل ہے یارو دھڑکتا اس کا نہ یہ چھوڑتا ہے نہ وہ چھوڑتا ہے
سلامت رہ اسے خار وادی غربت کہ دل کے پھپھولے تو ہی چھوڑتا ہے

بھلا اب کیا کروں کب تک قضا سے انتخاب کیجے

اجل کو ننگ آتا ہے، نہیں آتی ہے کیا کیجے
رتیب اس کو اگر چھوڑیں تو کیسے حال اس کو دکھائے

یہی بہتر ہے انگر کی طرح دل میں جلا کیجے
نصیبوں میں جو لکھا ہے وہی مستجاب دنیا میں

یہ طالع حق کی بخشش انھو کا کسا کلا کیجے (دکھائے)
اگر ہوز ختم تن پر اس کی مرہم ہو سکے لیکن

جو ہوز ختم دردنی اس کی کس دھب سے دوا کیجے

کیا کیسے جو اس شوخ کی اوقات ہوئی ہے انساں کا اسے قتل تو اک بات ہوئی ہے
نور دہ کو چہرے نے ترے یار ہرایا زلفوں سے شب قدر بھی ابات ہوئی ہے

زلفوں کے خیالات میں ابنہند جو اچھی
 معلوم مجھے کیا ہے بڑی رات ہوئی ہے
 کوچے میں تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیاسے
 میرے بھی کبھو دل سے ملاقات ہوئی ہے
 اے شیخ نہیں تم میں تو یک چشم کرشمہ
 داڑھی (دک) بزرگی ہی کرامات ہوئی ہے
 دعوے غلامی تو ہے یک خلق کو تم سے
 کچھ بندگی سوز بھی اثبات ہوئی ہے

دل مرا عشق کا دوانا ہے
 ناصحا چپ تو گو سیانا ہے
 گو کہ مجلس سے تو نے اٹھوایا
 مجھ کو کب تم سے دل اٹھانا ہے
 دوست ہی ہو گئے مرے دشمن
 ہاے اشد کیا ٹھکانا ہے
 کب دیا دل میں تیری زلفوں کو
 یہ بھی لوگوں کا شاختا ہے
 آپ سے آپ جا کے پہنچے گا
 جس جگہ جی کا آب دوانا ہے
 اے فلک شاد ہم کو رخصت کر
 پھر ترے گھر میں کس کو آنا ہے
 غیر کی یاد تم کو دیا رہے
 سوز کو دل سے گر بھلانا ہے

دل تری چاہ کی ایسی تیسی
 عشق کی راہ کی ایسی تیسی
 اب تلک دل میں نہیں اس کے اثر
 نالہ و آہ کی ایسی تیسی
 رد برد ہوئے گا اس مہر کے تو
 اے ترے ماہ کی ایسی تیسی
 کون قصبے میں پڑے دنیا کے
 حسرت و جاہ کی ایسی تیسی
 سوز کو قتل کیا بوسہ سے
 تیری تنخواہ کی ایسی تیسی

تو بہ نشے میں دیکھ مجھے مار کر چلے
 پوجے صنم کو کیونکے تجھے دیکھ بہمن
 تم نے اگر ہمیں نہ خریدا تو کیا ہوا
 بسمل ہوئے تھے تڑپے جو ذرہ تو کیا ہوا
 لے اب تو خوش ہوا کہ سراپا کٹاکے ہم
 نظروں میں تیری ہم کھٹکتے تھے باخباں (کد)
 بت ہو گیا ہے دیکھ کے جلوہ ہر ایک شیخ
 صبر و قرار و دین و دل و نقد و جنس اب
 مستی سے میری آپ کو ہشیار کر چلے
 مومن خدا پرستی سے انکار کر چلے
 ہم آپ کو تو گرمی بازار کر چلے
 کوچے کو تیرے دیکھ تو گلزار کر چلے
 سب قاتلوں میں تجھ کو نو دار کر چلے
 خوش ہو کہ تیرے باغ کو بے خار کر چلے
 مسجد کو دیر آ کے تم اسے یاد کر چلے
 برباد تیرے کوچے میں ایک بار کر چلے
 مشہور عاشقی میں تو ہم تھے بڑے ہی تیز
 پر ہر طرح سے آپ کو یاں خوار کر چلے

کیا کہیے وہ بت آہ کس آئین نکلیں ہے
 قطرات عرق کاتے عارض پہ یہ ہر لطف
 کب یہ گل اور نگ گلشن میں مزا ہے
 چمن کبھی شمع کے شعلے میں نہ دیکھا
 سر تا بقدم کافر بیدیں نکلیں ہے
 جوں پہلو سے بہ خوشا پردیں نکلیں ہے
 فندق سے جو وہ دست نگاہیں نکلیں ہے
 جو سر پہ ترے طرہ زردیں نکلیں ہے
 ہو ترش تو حرف لب شیریں نکلیں ہے
 اے تو زمرے شوخ گل کیا چاہیے زینت
 جوں مہربن آرایش و تزئین نکلیں ہے

وہ غل ہے جس کا موجب تو ہے درد نہ شور بہتر ہے

قیامت خیز تیرا درد ہے درد نہ شور بہتر ہے

ہے نت اٹھ کے کشت و خون جس غوغا سے عالم میں
 وہ شور انگیز تیری خوشی ہے در نہ شور بہتر ہے
 کیا شہیدہ سر عالم کو اس زلف پریشاں نے
 یہ شور افزا اسی کی بوسہ ہے در نہ شور بہتر ہے
 کرے جومات اسے خوشخوار عالم شور محشر کو
 پر اس غوغا سے تیری کوہے در نہ شور بہتر ہے
 سمجھتا کوئی ہے وہ ذکر و اذکار لب شیریں
 کہ جس میں تیری گفتگو ہے در نہ شور بہتر ہے اکلا
 وہ غوغا دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے
 تری ہی پھر یہ جستجو ہے در نہ شور بہتر ہے اکلا
 جسے اسے توڑ صوفی سن کے پل میں مست ہو جاوے
 وہ سے خانے کی ہا و ہو ہے در نہ شور بہتر ہے

شراب تازہ سے داغ کبن میں آگ لگی
 چراغ لے کے چراغاں کریں ہیں جوش و خروش
 ہمارے داغ سے یوں جو کدن میں آگ لگی
 شہید عشق کے تیسے کفن میں آگ لگی
 بسان انگرا فسر وہ اسے مے قاتل
 خبر لے اپنی دوائے کہ بن میں آگ لگی
 سلگ اٹھی ہیں دلا عضو عضو کی رگ و پے
 کسی کی آہ سحر سے لگن میں آگ لگی
 افق سوچھپکے مت اس کی تو سیر کر ظالم اکلا
 ہمارے اشک سے کر رشخا در پر لے شمع
 تو اہل بزم بکار یں لگن میں آگ لگی
 نہیں ہے شمع کی گردن میں توڑ پر دانہ
 تو توڑ اس کے یہ کیوں تن بدن میں آگ لگی

واقع نہیں کوئی داغ گل سے روشن ہے چمن چراغ گل سے
 زہار نہ ہو سکے گی بسمل تو عہدہ برآ داغ گل سے
 ساغر سے ان انگھڑیوں کے ہم دست مدہوش صبا ایاغ گل سے
 جوں غنچہ گرفتہ دل ہوں لے توڑ
 کیا کام مجھے فراغ گل سے

ہمارے قتل کا مژدہ سب اغیار کو پہنچے مبارکباد خوریزی کی تیغ یار کو پہنچے
 ہوا ہوئے گا کیا مژدہ پر سود و مٹھ کا قیامت ہو جو عمر میں طفل کی گفت و گو پہنچے
 حقیقت دل کی میں اپنے کہوں کیا تم سے لے لے نہیں زہم کہ غم اپنا کسی غم خوار کو پہنچے
 جگر سب آب ہو کر بہ گئی اب کچھ نہیں باقی سلام اللہ واع لے اشک چشم زار کو پہنچے
 نہ ہوئے سوز دل جس کو تو کب متقدور ہراس کا
 کہ وہ اے توڑ تیرے معنی اشعار کو پہنچے

مستعد ہرگز نہیں ہیں کفر اور اسلام کے گر مرید اس دور میں ہم ہیں تو پیر جام کے
 ہم سے دیوانوں کے عاقل و پے تہیر میں بندے ہیں ان پختہ مغزوں کی خیال خام کے
 عشق کا آغاز تو جوں توں گزر جاتا ہے بیک کہ نہیں سکتا وہ حالات میں انجسام کے
 نئے تالش دین ہی ہم سے دنیا کی بے فکر اس کی مذاقی ہر دے ہو در نہ ہیں کس کام کے
 گز سے تھی آرام سے جب تک نہ تھا دل مبتلا اس کے لگ جاتے ہی نہ جاتے ہے آرام کے
 ساغر دل خون سے مالا مال رہتا ہے مرا اہل دل گزستہ ہوتے ہیں تو ایسے جام کے

پہر فصل لے سوز نظروں میں انہوں کی ہے بار
 مست جو ہیں گئے نگاہ ساقی گل و نام کے

کیا کیسے حال اپنا جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 دل میں مرے خیال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 مانگا نہ کچھ کسو سے کبھو ہم نے زیرِ چرخ
 لشکر ہی سوال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کیا گفتگو ہے براہمن دیکھا کلام شیخ
 نہ حق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست
 اس کام کا مال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کس خبر سے یاد کو تشبیہ دیکھے
 وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کوئی تو مثل مہر کہے کوئی مثل
 اس شوخ کا بھال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے

شعر دشمن پہ توڑ کے موقوف کچھ نہیں
 اس یاد کا کمال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے

اے تڑپھ چھین تو بسمل کو مرے پل بھر دے
 یہ نہ ہو خوں سے کہیں دا من قاتل بھر دے
 بادہ پینے سے تو خوگر میں نہیں ہوں اے تیغ
 ہو کسی شیشے میں لو ہو تو مرا دل بھر دے
 لے زمیں تا بغاک خون سے سمجھ بن یہ چشم
 ٹکڑے دل کے اگر ہو جائیں تو لاتل بھر دے
 اسے امید ہے ٹانگوں کی ترے زخمی کو
 ڈٹے شمشیر تو قیمت کبھی گھائل بھر دے
 ماس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
 اس میں نیک چھکنی چھپا کر تجھے غافل بھر دے
 سیر حراماں میں جوں تو بھرے فی خورشید
 ساقیا جام مجھے مقابل بھر دے (کذا)

دیکھ کہت ہوں تو اس ضد سے مرا جی مت کھو
 توڑ دوں ہوں سر کے تیلے کے ابھی سل بھر دے
 دام کچھ سوز کے ہیں پر گنا زلف کے بیچ
 ساتی سے پاس اب سے کہو حاصل بھر دے
 ورنہ وہ باندھ کے لے گا کہ یہی ہے معمول
 یکسر مو بھی ہو نقصان تو عمل بھر دے

نہ دے عاشق نہ دے معشوق جن میں ہو یہ کچھ نامی
 جھٹ لی ہم نے اب دنیا میں سر اپنے یہ بد نامی
 اثر نے اشک میں پاتا ہوں نے تاثیر نامے میں
 ارادہ عشق کا تجھ سے ہے با ایں بے سرا بخامی
 تجھے کچھ کہیے ظلم اس کی بویہ ضد ہی کرتا ہے اکدا
 خدا جانے بلا کیا مانگے یہ تیری خود کامی
 فلک نے فتنے تو کیا کی۔ ہم پہنچنے نام آور
 جو دیکھ عشق کا فتنہ تو ہے سب میں بڑا نامی
 میں اس کو شرع سوز دل کہو کس طرح کچھ بیجوں
 زبان شمع تک کھٹی ہے دال ہو کون پیغامی
 اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہیں سکتی
 نہ دیکھا باز دست شاہ پر وہ جو نہ ہو دامی
 ہوئی ہے سے خوری یہ دور میں ساتی ترے رائج
 بجائے اب جو ہر تالا کو کہیے مولوی جامی

فقیر اب تنہ کیا جانے ہوا ہے کس کی آنکھوں پر
سنا ہے آج یوں کپڑے رنگے ہیں ان نے بادامی

مت محبت کر سوسے آہ مشکل ہوئے گی کوئی دن کو دیکھ تو یہ چاہ مشکل ہوئے گی
لے دل اس چاہ زرخندان سے ہو تو آشنا ڈوب جائے گا تو پانی تھا مشکل ہوئے گی
کارنیک لے یا رتوشہ جو فراہم کر لے ورنہ کتنی آخرت کی راہ مشکل ہوئے گی
رات تو پھر تپا ہے راتوں کو چکوروں کی ... صحبت ان کی ایک دن لے ماہ مشکل ہوئے گی
یک قلم کر صاف فوج خط جو چاہے بعد سن ورنہ پھر دینی اسے تنخواہ مشکل ہوئے گی
میں نباہوں گا محبت اس کی ناصح تجھ کو کیا خواہ آساں ہوئے گی وہ خواہ مشکل ہوئے گی

رہ نور دوں کا وہ مردم اب تو دل پھینے ہے تنہ
اس طرح تو ایسی بھنی راہ مشکل ہوئے گی

مبارک سیر باغ اس کو جو بلبل ہوئے بتانی

بہار آئے تو کیا ہم کو کہ ہم ہیں ان کے زندانی
کوئی دلبر سے کہہ دے دل سے میرے بیخبر مت رہ
کہ وحشی دام میں آئے تو لازم ہے نگہبانی
بھری ہے چشم و دل میں بس کہ اس محبوب کی صورت
مرے ہر اشک کا قطرہ گویا ہے یوسف ثانی
نہ سمجھو آشنا خوباں سے ہر گز مجھ دو لانے کو
مجھے نسبت انھوں سے کیا وہ شہری میں بیابانی
باس اطمینان و دیبا پہ کیا مغرور ہے منعم
ہم لے دل سے پوچھو تو یہ سب ہے ننگ عریانی

گریں ہیں طفل اشک آنکھوں سے سیر خاک کے اوپر
 ابھی دیکھو ان کی یتیمی اور نادانی
 خبر کر دیجو اہل شہر کو پیک صبا جسدی
 جنوں میں آج کتا ہے چلا سوز بیابانی

لاکھ طوفاں بہ جہاں ہم کو زندک دکھلائے
 شعلہ طور ہو موسیٰ کو چہرا بخ مضر
 کسی عاشق کے شام نسو کی ڈھلک دکھلائے
 کیا جانکئی کو اس لیے بھلا ہے شیخ
 عشق زورہ گراے اپنی بھلاک دکھلائے
 چھوڑ انیوں کو اگر جنگ پیے تو داعظ
 کہ خدا تا بچھے سونے کی ڈلک دکھلائے
 تیرے شوریدہ کو جس دن کہ زمیں کو سونپا
 وہیں سے جا کے تجھے عرشِ ماک دکھلائے
 زلزلے کو بھی خدا وہ نہ ٹھلاک دکھلائے

آب ہو جائے دیں زہرہ فولاد اسے سوز
 یاد خنجر کو جو ٹمک اپنی پلاک دکھلائے

بے دفائی کیا کہوں ساتھ اپنے اس محبوب کی
 مجھ کو ان آنکھوں نے محبوب اس سحر نے کیا اکذا
 تیری نسبت تو میں بلبل نے گل سے خوب کی
 شمع کو آنے نہ دے یاد اپنی خلوت میں کجھو
 لے گئی ہیں آبرو سے گریہ محبوب کی
 محتسب ہم نے تو دی تھی دختر ز کو طلاق
 شرح سوز اک بار اگر دیکھے مے مکتوب کی
 کب تک اس دل کو ظم صبر ہم دیتے ہیں
 پر تری ضد سے اسے ساتھ اپنے پھر محبوب کی
 چشم ہمت میں ہماری قدر کیا دنیا رکھے
 جیب میں اپنے شکیبائی ہمیں ایوب کی
 ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت محبوب کی

جو جفا میں تو نے معشوقوں کی اپنے سر سہیں
 عاشقی کرتا کہیں ہے سوز اس سلوب کی

پوچھو مت کیونکہ تجھے رات میاں کٹتی ہے
 حال دل کیونکہ ہوں اس کے جس کے آگے
 دیکھ کر مجھ کو تو پروانہ حبلِ امرا ہے
 غیر غمخوار تھے گھر میں ہوا دور ہوں ہم بھی
 ہو دو کج طبع کی ہرگز نہ موافق صحبت
 یک دم اس باغ میں آرام نہ پایا ہم نے
 حاصل اب تجھ سے یہ کرنے کا بیاں کٹتی ہے
 ہو تھل جا میں کسی کے توڑ باں کٹتی ہے
 شرم سے شمع تپے آگے میاں کٹتی ہے
 اپنی اس طرح سے اوقات کہاں کٹتی ہے
 لاگے شمشیر کاں پر توکساں کٹتی ہے
 عمر جوں مرغ ہوا باں نشاں کٹتی ہے
 وصل کا یار کے کب ہم کو یقیں ہے لے سوز
 لیکن اب زیست ہماری بہ گماں کٹتی ہے

طاقت کہاں کہ کیجے پروازِ تفس سے
 لے داد کون یا رب اس نالہ حزیں کی
 سنتے ہیں عشق نے دل گھبرا دیا ہے تجھ کو
 جس سے کہ باس آئے تعقید کے ہو کی
 گلزار تک پہنچنا معلوم یاں سے چھٹ کر
 لے سوز گو رہا بی صیاد سے ہوئی ہر
 طاقت کہاں کہ کیجے پروازِ تفس سے

جرم کر عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے
 مجھ کو سونپا ہے زمانے کے تئیں قسمت نے
 بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے
 دست نامرد میں شمشیر بہت اچھی ہے
 خانہ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے
 ہجر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے

زلف میں تیری میں اس واسطے دل سوئپا ہے اس دو آنے کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے
 کیوں ہے خاموش مری طرح چمن میں بیل تیرے نالے کی تو تاثیر بہت اچھی ہے
 کام دیکھا میں بہت مانی وہ ہزار کا ہاے آنکھوں میں تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے
 جتنے ہیں کام تے سوئپ خدا کو لے توڑ
 تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیاں چلے اک ہم صیغہ نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے
 منہ کیا ہے باغباں کا جو ہم سے وہ کچھ کہے جو گل ہم اس کے باغ میں منشاں چلے
 غافل ہماری آہ سے رہتا نہیں ہے خوف کر خوف ایسے تیرے جو بے کماں چلے
 جانے کو اپنے گھر تو کہے تھا تو اور ہم دنیا سے تیرے جو کے ہاتھ لے میاں چلے
 سینہ موافقت نہ ہو رفتگاں کی داغ دکن آتش نشاں ہے کہ جب کارواں چلے
 راہ عدم بھی زور ہے اسے توڑ جس کے یز
 جس طرح پیر جاوے ہے دو ہیں جواں چلے

جاتے ہیں دگ قافلے کے پیش دپس چلے دنیا عجب سرا ہے جہاں آکے بس چلے
 کہیو صبا سلام ہمارا بہار کو ہم تو چین کو چھوڑ کے سوتے قفس چلے
 اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چین کو دیکھ جمیعت ولی پہ تری پھول ہنس چلے
 تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا مانوں ہزار بار اگر دل پہ بس چلے
 نکل جو دل سے نالہ تو سینے سے دور شک سن مردمان قافلہ بانگ چرس چلے
 صیاد کیجے اب تو قفس سے ہمیں رہا ظالم پھر ٹک پھر ٹک کے پردہ بال گھس چلے
 کام اس گلی میں سر سے گزرا ہے توڑ کا
 کیا کتاب یک قدم جو ادھر بواہر چلے

محیط دل ہوئی اے شوخ تیری چاہ بھرتی ہے
 ہوئی تاثیر اس کے دل میں مالوں سے رفیبوں کے
 یہ دل میں آئے ہو کافروں میں مست نارب اپنا
 بنے جو تجھ کو رکھ حجام سے اب صلح کر دے غلط
 بلیں کہے کو ہم بھی شیخ گر تو قسم کھا کر
 خدا کے واسطے باز آتے سے مرگول کے
 سدا یہ برق ظالم کر دشت گاہ بھرتی ہے (کذا)
 اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ بھرتی ہے
 تری زلفوں میں کنگھی جس طرح اے ماہ بھرتی ہے
 کہ قینچی ریش کی تیری بہت بد خواہ بھرتی ہے
 کہ یہ بات دال سے میکے کو راہ بھرتی ہے
 کہ اب تاثیر اس کی آہ کے ہمراہ بھرتی ہے
 کہوں اے سوز کیا تجھ سے خرام ناز میں اس کا
 دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناکاہ بھرتی ہے

عاشق تھا کبھی تجھ پہ یہ بھرتی تو وہی ہے
 خود شید کو کیا رد جو ترا چہرہ وہ ہو دے
 کب کر سکے وہ تیغ اد سے ہو جو کچھ کام
 ہو دیں گے تے کو چے میں یوں تو ہزار
 خواہی کو تبدیل کر آگے تھی جو تجھ میں
 کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال
 کیا جانے جو تجھ میں ہے ابھی ہیں یہ کس سے
 خواری کا نہ کر اپنی دل یہ دے سے شکوہ
 گوشت نہیں اس میں دے دل تو وہی ہے
 عکس آئے میں دیکھے مقابل تو وہی ہے
 گو زخم ز معلوم ہو ست تل تو وہی ہے
 میرا جو دل اکاں میں ہے سہل تو وہی ہے
 اب میری ملاقات کی حائل تو وہی ہے
 جو چاہیے آگاہ سو غافل تو وہی ہے
 جس محل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے
 رسوا ہو عاشق میں کامل تو وہی ہے

دینے سے اذیت تمہیں کیا سوز کے حاصل
 جو چاہو سودل پر کرو مائل تو وہی ہے

ہم کو حنا جو قتل کر اور آپ پنج رہی
 باعث ہی یہ کہ یار کے جا اٹھ رج رہی

یوسف سے کب تھی گرمی بازاد اس قدر
جوں بیل عشق پیچے کی پیٹی ہے شخ پر
جو دھوم تیری کو چلے وہ زار بج رہی
اس طرح زلف یار کے قد سے تلخ رہی
ہم چشم میری چشم سے ہونے کی بار بار
پھڑپڑ لگا لگا کے تو برسات سج رہی
واعظ نے اپنے جیبہ کو ہونے دیا نہ مخم
دستار شیخ جی کی تو اسے تو زنج رہی

مسجد سے دیر کو شب لائی سیاہ سستی
دیکھا سگرچن کو تو نے نگاہ بھر کر
پائی ندان اپنی ہم رو براہ سستی
پٹکے ہے کیوں زمیں پر گل کی کلاہ سستی
آنکھوں پہ تیری ظالم ہے داد خواہ سستی
کرتی ہے نالہ تیریاں سربراہ سستی
ہم سے فسزدگان سے کیا ہو چمن میں میل
بے اختیار منہ سے نکلے ہو آہ سستی
آنکھوں میں تیری آخر لٹی پناہ سستی
تو جس طرح جانے اب تو نیاہ سستی (کذا)

جو زمیں زیر فلک داخل آبادی ہے
خلم سے اپنے ہے مجھے اس لیے اُفت پیار
کہ وہہ اس پہ تیسے ہاتھ سے فریادی ہے
کوئی تڑپھے ہے، کوئی سسکے ہر کوئی مدیم
کہ مرا غم تری خاطر کے لیے شادی ہے
بال و پر توڑ کے صیاد کر۔۔۔ ہے آزاد
آج کو پے میں ستم گر کے یہ جلا دی ہے
وعدے کو مال کے کہنا کہ مجھے بھول گیا
آہ بے رحم یہ کس کام کی آزادی ہے
پھیلے داڑھی میں نہیں شملہ نہیں گڑی میں
یہ تغافل تو مرے شوخ کا ایجا دی ہے
اس کے توجہ ہر رنگاں سے نہیں اُفت توڑ
شیخ آج تری وضع بہت سادی ہے
ہر لپک دل کے لیے خنجر نو لادی ہے

دل جنس فرد شندہ بازار ہنر ہے دیکھیں تو کہیں کوئی خریدار ہنر ہے
 ناقدر شناسی ہے غلامی کی جہاں میں جس کو ہنر آیا اسے انکار ہنر ہے
 آیا نہ ہنر وہ کہ بھری جس کے کسی بخت اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے
 عاشق جو ہنر پر ہے ہنر اس کا ہر عاشق دلبر ہے ہنر جس کا وہ دلدار ہنر ہے
 کہے کو نہ پوجوں میں ہنرمند کے ہوتے لے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے
 اظہار ہنر وہاں نہ کروں ہو نہ جہاں قدر دل اہل ہنر کا ہے سو غم خوار ہنر ہے
 روکا ہے تغافل نے تے مجھ کو تہ دام صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے
 دیکھی نہ ہنرمند کی میں قدر جہاں میں لے دے برآں دل جو طلبگار ہنر ہے
 رنگیں سخن اس کے نے دل خلق کو مودا
 یہ تہوز مگر طوطی گلزار ہنر ہے

قفس میں دکھ مجھے کچھ ہے تو ہی اسیری سے ہر ایک مرغ کی نالاں ہوں ہم صغیری سے
 بزرگ نقش قدم روشناس تجھ در کا قادی کی ہوا ہوں میں دستگیری سے
 بسان روز کہ ہوئے ہے صبح سے روشن حصول جوش جوانی ہیں ہے پیری سے
 وہی ہے مرتبہ انکسار سے آگاہ کہیں ہیں شاہ جسے نسبت فقیری سے
 ہوس لے آئی ہے مجھ تک تو صید افکن کو نظر میں اس کی نہ آیا میں بزر فقیری سے
 ہے مستحق اذیت کہ دل نے پہلے سے نہ کی تھی جو تری شراکوں نے سخت گیری سے
 نہ میں ہی اپنی اسیری سے تنگ ہوں لے تہوز
 قفس بھی تنگ ہوا ہے مری اسیری سے

کہو دل کو کہ دنیا کی تلامش خام سے گزرے
 غنیمت ہے یہی جو ایک دم آرام سے گزرے

مجھے جوں شمع تیرے عشق میں یہ کچھ ہوا حاصل

جسے تا صبح دم روتے ہی روتے شام سے گزے

اٹھائے کون ہر دم مخ بچوں کی ناز بردار سی

مر یہ چشمِ خواباں ہو کے سر جام سے گزے (گذا)

بلا کیسی ہی تیری زلف سے آئے مرے دل پر

نہیں ہے صید وہ ایسا جو عشق و کرم سے گزے (گذا)

گلہ خواباں کی بیروٹی سے گریجے تو بے جا ہے

جو گزے ہم پہ دل سو اس دل ناکام سے گزے

بہیں ہے ضبط اس نامے کا تیری خوشے لے ظالم

کہ جس کو دیکھیے تو جرخ نیلی ذم سے گزے

چلی ناموس داری تو ز راہ عشق سے پنج کر

قدم پہلے ہے یہ اس میں کہ ننگ و نام سے گزے

فریاد کو پہنچا نہ کوئی راہ رواں سے

اس دل شکن کو کوئی دل لائے کہاں سے

دشنام بھی میٹھا ہو میاں تیر دہاں سے

کیا غنچہ تصویر کو تارا بج خزاں سے

یادور ہو سرشتہ اُلفت ہی جہاں سے

چاہے وہ سدا راہبری ریگشاں سے

مانند جس پھٹ گئی چھاتی تو نغاں سے

دل توڑ کے مانگے ہو دل اس شوخ سے کہیو

بوسہ نہیں دیتا ہے تو دل گالی ہی دے جا

ہوئے دل حیرت زدہ مورد نہ بلا کا

یا مہر سے یا رب دل ناہرستاں کو

سرگشتہ ترے عشق کا محتاج خضر نہیں

..... کاٹنے ہے سخنِ سوز

سرشتہ بیعت ہے اسے پیر مغاں سے

نزدی ظلم نے کچھ فرصت جو درد دل سے کچھ ہکتے

اجنٹک دیر کر آتی تو ہم قاتل سے کچھ ہکتے

نہ بچھے حال دل آسودہ خاطر بے قراروں کا

بگھٹا وہ جو ہم جا کر کسی بسمل سے کچھ ہکتے

جرس کا سنتے ہی نالہ نہ مر جاتے تو دوا دسی میں

نہ بنی قیس کی ہم صاحب محمل سے کچھ ہکتے

عجب کیا تھا کہ دکھ سن کر ہمارا آب ہو جاتے

غرض تیرے جو ہم پتھر کے ظالم سے کچھ ہکتے (کذا)

ہوا کیا عالموں سے شیخ جی نے پوچھ گویا کی

وہ دھو لانا انھوں کو گر کسی جاہل سے کچھ ہکتے

نہ کہتے بلبس ناقص سے راز عشق ہم اپنا

جو کہتے بھی تو اس فن کے کسی کاں سے کچھ ہکتے

نہ تھی گوراز داری تو ز تیری ہم جو ستا وہ (کذا)

ترے حق میں بنا کر بات اپنے دل سے کچھ ہکتے

ماں ہزار رنگ کی اس خاک سے بنی

آتش کو آگے یاں خس نناک سے بنی

صحبت تری نہ اس بت بے باک سے بنی

لیکن یہ میں سنا ہے کہ وہ خاک سے بنی

میری بنی سو اس دل غم ناک سے بنی

لے تو ز جسم زار کو کیا خاک سے بنی

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی

نخت جگر مرزہ سے کرے کیا یہ دیکھیے

نکمن نہیں برآر ہو خاشاک شعلے میں

سواک تو کرے بے ہن میں تو دوا عطا

صحبت میں اپنی بنتی نہ دیکھی کسو کے ساتھ

ایسی بھی کیا کہ ہو گئی یکساں زمیں کے پنج

تب دوری سے دایم دِلِ مجبور جلتا ہے بزننگ انگر افسردہ نت مسطور جلتا ہے
 تو اس مہر کے ہوگا دیر دے ہر نہ دیکھو جہنم کے سوختے تیرے تو نہہ کا نور جلتا ہے
 ہر اک قطرہ سر منہ گاں پہ ہر جوں پارہ آتش تماشا دیکھ پایے دار پر منصور جلتا ہے
 لگی ہر شمع کے سر سے تو میرے دل کے تودک بھلا دیکھو ان میں کون با دستور جلتا ہے
 جلے بغیر تیرے رشک سے پایے تو جلنے دے بلا سے میری اور تیری جودہ مقہور جلتا ہے
 مجھے آرام دے دے سے ہر ناصح نہ ہوا نفع اگر وہ جائے بہنے سے تو پھر ماسور جلتا ہے
 الہی خیر کچھ سوز کی یہ روشنی کیا ہے
 وہ شمع طور سا کچھ دیکھو تو دور جلتا ہے

دل اس کے ہاتھ سے تہ نہ ہو کیا تنگ جلتا ہے
 جگر بھی سینے میں دل کے ہی کچھ نیرنگ جلتا ہے
 یہ باعث بہر میں اسے شوخ ہے اتنی حرارت کا
 کہ تیرے سامنے چہرے کا اس کے رنگ جلتا ہے
 نہ تنہا داغ لہ کہ کیا ہے رشک عارض نے
 تھاری دیکھ کر فندق گل اور رنگ جلتا ہے
 کیا اے شمع رو یہ فرق پر داتے میں اور مجھ میں
 کہ میں کس رنگ جلتا ہوں وہ کیسے ڈھنگ جلتا ہے
 بیاں دیوانگی کا سوز کی میں کیا کروں یارو
 کہ اس کا دیکھ کر احوال ہر یک سنگ جلتا ہے

مرے گھر میں الہی ایک شب وہ مانتا اب آئے کہ اس دل کو ہو آرام ہمیا یوں کو خواب آئے

جلا ہوں اس قدر تجھ سے کہ میرے بعد مرنے کے
 جو مجھ تک بعد مرنے کے مئے آیا تو کی حاصل
 اے گل خاک سے میری تو پہر مئے کباب آئے
 کہے جایار سے کوئی جو آئے تو شتاب آئے
 دل بیتاب کو میرے نہیں مکن کہ تاب آئے
 کہ جا کر میکدہ سے محتسب مست شراب آئے
 فرشتہ بھی ہو تو اجڑے دل درہم ہوں ملا کے
 جو کتب میں سبق دے کو وہ لے کر کتاب آئے

غزل کہنے میں اب یہ مرتبہ ہے سوز کا یارو
 کہ صائب اس سے جا بچے، تو ہو کر لا جواب آئے

میں وہ رسوا ہوں جس کو دیکھ خاص دعام روتا ہے

مری وضع حسد باقی پہ ہر ایک جام روتا ہے

مری حالت ہے یہ در جدائی سے کہ اب یارب

مرا پیغام بردے کہ اسے بیعت م روتا ہے

ہنسے ہے ایک تو ہی سن کے میرے حال کو دورہ

زباں پر جس کی آجاتا ہے میرا نام روتا ہے

بسان ابر جو واقعہ ہے اس دل کی حقیقت سے

تو دامن ڈھانپ کر منہ کو وہ صبح و شام روتا ہے

کہوں کیا سوز کے رونے کا تیرے غم سے لے ظام

ہو کے آنسوؤں جوں تیغ خوں آشام روتا ہے (گذا)

اس سوا گھر عاشقوں کے اور کیا اسباب ہے

دل نہیں پہلو میں گویا نظرہ سیماب ہے

سینہ پر سوز ہے اور دیدہ پُر آب ہے

کیا کروں میں اپنے دل کی بے قراری کا بیا

پیرنا تو ہے ولا دریاے حسن یار کو نات سے پنج کر نکلا ملک کہ یہ گروا ہے
 صحبت یکہ نگرے یار و غنیمت جان نو آج جو موجود ہے سوکل خیال و خواب ہے
 اشک کو لے تو زمت نا قدر دانی سے بہا
 قطرہ جو گرتا ہے اس کا گوہر نایاب ہے

جسے دل دیجے سو دہبر کہاں ہے جو ہے بھی تو ہمیں باد کہاں ہے
 بھلکتا ہے ہر اک ذرے میں خورشید شناسائی کسی کو پر کہاں ہے
 مرا ہر چند ٹھنل اشک ہے شوخ تری زلفوں سا پر ابتر کہاں ہے
 ولا یہ گلر خاں ہیں ط لب زہر ہائے پاس لیکن زہر کہاں ہے
 ترے کوچے میں ہے مدت سے ساکن مرے پیلے میں دل کا گھر کہاں ہے
 نہ برسا اس سے گاہے قطرہ خون مری مڑگاں سا ابر تر کہاں ہے
 تسلی تو ز کی کب ہو مٹاں سے
 بتا دو ساقی کو تر کہاں ہے

مرے دل کی کسے یار و خیر ہے خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے
 نہیں پرواہ قصہ کی سمجھے اب کہ میرا دل ہی میرا نامہ بر ہے
 بستا مجھ کو کسے تو نے کیا قتل ترا دامن یہ کس کے خون سے تر ہے
 یہ نت کے کون نکتورے اٹھا ہے ترا غصہ تو ہر دم ناک پر ہے
 یہ مردم کس طرح ڈوبیں نہ یار ب مری آنکھوں کا اب پانی میں گھر ہے
 نہ کی تاثیر اس کے دل میں یار ب بہا دی آہ بھی کیا بے اثر ہے
 ترمی ہے گی یہی کیا مہربانی سناں ہے تیرے تیغ و تبر ہے

کوئی دل سوز اس کا ہو تو جانے
تجھے کیا سوز کے دل کی خبر ہے

مری آنکھوں میں یارو اشک ایسا موج مارے ہے
کہ جیسے ساغر یمن میں صہبسا موج مارے ہے
روا ہے ابر دریا دل یہ کس کے حال پر یارو
کہ یوں سرسبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے
پھنسے ہیں بس کہ دل دریا دونوں کے اس میں لے پایے
ترے مگھڑے پاکی زلف چلیپا موج مارے ہے
تری دریا دلی کا شور ہے اسے ہسرباں جب سے
ہمارے دل میں دریا سے تمنا موج مارے ہے
عبث تو سیر میں دنیا کی اب اوقات کھوتا ہے
سرشک سوز کو ٹانگ دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

یار جس سے خوش ہے مجھ کو وہ آئیں چاہیے
اس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دیں چاہیے
مرتبہ تجھ شن کا ہے زیب و زینت سے پرے
چہرہ خورشید کو دستارِ زیریں چاہیے
ہے جبیں پر چین تو لب پر ہنسم کی گمراہ
بادہ کش ہیں گزک کے ترش و شیریں چاہیے (کڑا)
ہم دعا مانگیں تو اپنے حق میں پر ساماں کہیں
لاکھ اہل دل ہمیں کہنے کو آئیں چاہیے

اتھ پر اپنے خاہر گز نہ باندھے آفتاب

حسن دیو سے حق جسے کیا اس کو تر نہیں چاہیے

توڑ کی ہرگز مسبک وضعی ہے اسے نا صبح نہ جا

جو کول ہوشیخ و نا صبح اس کو تکیں چاہیے

مجھ کو صدمے تو یہ ہونے لے
میری چھاتی پہ رکھ کے برجھی کو
ہم بھی نہ کریں گے لب لبیب
کیا تجھے کام جیب سے میری
اب تو سب کے گلے تو مناسب
بہتے پرناے ہم دکھا دیں گے
رنگ میں ہوں تو، منٹ سے واعظ
تجھ سے بھول گائیں بھلا لے دل

ہے تری جان کا یہی دشمن

توڑ اس دل کو خوار ہونے لے

مذہب نہیں انھیں عالم کی خوف ناز سے
بہاریاں کی ہے سبیل خزاں سے ہم خوش
میں وہ اسیر ہوں جس کا کہ پاسبان سران
ہوئی ہے دوستوں کی جب سے دوق معلوم
تو اس کی آنکھ سے ٹپک پڑ کے جائے توڑ

رکھ برواں کو تو اب یار تیغ رانی سے
لگانہ دل کو تو اس بوتن نازی سے
اہل کو پا ہے ہے تنگ کے پاس بان سے
نہیں ہے خوف مجھ دشمنان جانی سے
حذر نمرود ہے آہو سے آشیانی سے

ہم کو نہ کچھ مال نہ زر چاہیے لعنت کی اک تیری نظر چاہیے
 کس لیے تلوار حسدیدی میاں باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے
 فرض کیا میں کہ ہے وہ سنگدل آہ میں اپنی بھی اثر چاہیے
 کھینچ کے شمشیر جو آجاسے یار سینہ ہمارا بھی پیر چاہیے
 راہ عدم کی بھی عجب راہ ہے کچھ نہ جسے راہ سفر چاہیے
 کتنے مروت سے یہ رہتی ہیں دور یار ان آنکھوں سے مند چاہیے
 سوز تو ہرگز نہیں مانع میاں
 اٹھ کے چلے جاؤ جدھر چاہیے

ترسے عارض پہ خط کی ہر کوئی تحریر کیا سمجھے
 بجز عالم کلام اللہ کی تفسیر کیا سمجھے
 سرور زلف اس ظالم کی دکھ اس دل کو
 جو گزرے حال دیوانے پہ سوزِ نجیر کیا سمجھے
 نہیں کچھ سوزِ دل سہنا اس آہن کی خاطر میں
 زبانِ شمع کی تقریر کو گلگیر کیا سمجھے
 بہت بھارا دل کو میں پیش از اس کے ملنے پر
 دلیکن یہ بلا کافر ہے یہ بے پیر کیا سمجھے
 تجھے لے سوزِ دکھ اس شوخ سے کہنا ہے لاجل
 کہ دردِ زخم کو دل کے دم شمشیر کیا سمجھے

دل چاہتا ہے تیری ملاقات کے لیے زلفوں سے پوچھ آئیں ہم اک مات کے لیے

مکن نہیں کہ حکم ترا ہم کریں عسکروں
 آہ ہے اب یہ دل میں ہمارے کہ ارمغان
 لاکھوں میں ہیں غلام تمہے بات کے لیے
 آنکھوں کو اپنی بھیجے برسات کے لیے
 مانند چاک جیب کے اس کا پسے وہ ہونٹھ
 ایسا کوئی ہونا صحیح بد ذات کے لیے
 گونا گت ہے تجھ سے وہ بوسہ تو کیا ہوا
 مت قتل کیجھو توند کو اس بات کے لیے

سننے نہ یار تو دل کا بیان کیا کیجے
 ہمیں یقین ہے کہ محبوب بے وفی ہیں سب
 سخن کو اپنے عبث رایگان کیا کیجے
 ونا کو اپنی مرے ہر بان کیا کیجے
 کروں میں نالہ و فریاد دور سے لیکن
 جہاں کہ دشمن جاں باغیاں ہوئے ٹہل
 تو اس چمن میں بھلا آشیان کیا کیجے
 نہیں سننے ہے مری داستان کیا کیجے
 کہوں میں بزم میں جا اس کی حال دل سکین
 کٹے ہے شمع کی واں تو زبان کیا کیجے
 کہے ہے یار کی تو بندگی میں ہے راسخ
 کھڑے کھڑے تھے توڑا امتحان کیا کیجے

ستم پر دردوں کو بردم ستم آباد یاد آوے
 چمن بھی گواہ اپنا نہیں صید یاد آوے
 بہت پچھتائے گامت کھو، ہیں تو ہتھکڑی اپنے
 مبادا پھر تجھے دنیا مزہ برد یاد آوے
 یہاں بے مائل پیدا ہے تناکہ اس جاگ
 جہاں دم سے نہ یکے واں لے فریاد یاد آوے

دل و قایل، جان و مال اپنا کچھ اس کو بھولے ہر

جسے ہر لحظہ تو اسے خانہاں پر بادِ یاد آوے

چھوٹا فریاد نے لے تو زتیشہ نام سے تیرا

پڑے جب سر پہ شاگردوں کے تب استاد یاد آئے

تو جو کہتے ہیں گلہ میرا کیا جس تس کئے کب کیا کس جا کیا کس وقت کس دم کس کئے
اب ہوا تو لا پچی نہ کا سویرا لشد سے نہ کہاں مجھ نہ مجھ تماش مجھ مفلس کئے
زینت دکا کل چشم و پروا سب کو دکھنیا دیے دل نہ ابھان سے ابھایا مجھے کس کس کئے
پس ہر جب جیتے ہے آدم و صبر و عقل و ہوش بیٹھے کس دلدار کس غم خوار کس مونس کئے
جو کہا چل توڑ سے مل اٹیش کھا کر بول اٹھا جاؤں کس فاش کس مدہوش کس بے حس کئے

آدم سے لگا سوز، جگر خوں ہوئے کتنے اس یل روپوش کے مجنوں ہوئے کتنے
کم طالعی اپنی کانہ کیجے کبھو مشکوہ کس جاؤ بھلا تخت ہمایوں ہوئے کتنے
سب صورت محسوس کے مفتوں ہوئے والہ بتداؤ بھلا عاشق بے چوں ہوئے کتنے
وہ سر ہے میرا چن و ہر میں موزوں بولو نہ بھلا اور یہ موزوں ہوئے کتنے
مجنوں کو تھیں دشت کا گنتے رہو سردار میاں توڑ سے آراہہ ہاموں ہوئے کتنے

خبر بودں کی نالہ آج جاں فرسودہ کیسا ہے الہی خیر کیجو اشک خوں آلودہ کیسا ہے
الست می کی صدا سے اب تماکن محو ہوا کیسا ہے بلا جانے ہمارا نغمہ داؤد کیسا ہے

یہ گروکاروان حسن ہے یا خط کی آمد ہے صنم سچ کہ تیرا چہرہ غبر آلود کیا ہے
 کہا ہر چند صبح کو کہ مجھ کو مت سنا ہر دم نہ مان پر نہ مان ہاے یہ مردود کیا ہے
 میں اس سرکش کے ہاتھوں آپ کو جب گم میں ڈالا
 کہا ہے سوز تو ملک دیکھو یہ درد کیا ہے

یار ب کہیں سے گرمی باز اور بھیج دے دل بیچتا ہوں کوئی خریدار بھیج دے
 اپنی بے طہ میں تو یہی دل ہے میری جان یسا نہیں تو کیا کروں لاچار بھیج دے
 دعویٰ جو برشکال سے آنکھوں کو ہری مری ایسا تو کوئی ابر گہر بار بھیج دے
 دیتے ہیں عقد جنس میں عاشق عروس جاں آا نہیں تو آپ تو تلوار بھیج دے
 غم خوار سوز کا یہی دل تھا سو میں لیا
 اس کے سوا بھلا کوئی غم خوار بھیج دے

نہ گھر سے تم سے ہم سفر کر چلے میاں جان لے ہم تو مر کر چلے
 تمنا سے خالی دل کو کیا اکتا ترے در سے ہم آہ بھر کر چلے
 ملے گا نہ ہم سا کوئی پھر تجھے خبردار ہو ہم خبر کو چلے
 جگر میں لگی آگ میرے دو چند یہ نالے تو اسٹا اثر کر چلے
 نہ آؤ گے دیکھیں بھلا کب تک مری آنکھوں میں اب تو گھر کر چلے
 چلے تم تو اب ہم کے لئے چشم تر مرے اشک کو در بدر کر چلے
 نہ میکدہ سے سنا تو نے سوز
 نہ لب اپنے ہم آگے تر کر چلے

ترے کھڑے کے جلوے گو کہ آنکھوں سے نہاں ہیں گے

نہ پیش چشم دل ہر ایک دم عیاں ہیں گے (کذا)
یہی (ہوئی) ہے خاک سے خلقت تری لے ہر ویش جبے

زمین کے گرد روز و شب تصدق آسماں ہیں گے
ہوئی مدت کہ گذرا مرتبہ شکوے سے رونے کا

یہ چشم اب صبح سے تا صبح ظالم خوفشاں ہیں گے
بکھ مت ہرگز ہمارے آہ و نالے کو

نپٹ بے طرح لے غافل یہ تیرے کہاں ہیں گے
بظاہر داغ سینے پر ترے ہاتھوں سے چھوٹے ہیں

دو چند ان سے وہ ہوں گے دل پہ جو سیر نہاں ہیں گے
کریں کس طرح ہم باور تمہارے جھوٹے وعدوں کو

کہ اک مدت سے ہم دل کے تمہارے راز داں ہیں گے
غنیمت بوجھ تو اب سوز کے ملنے کو لے ناداں

یقیناً جاں سے اس طرح کے بند کہاں ہیں گے

آنکھوں کی رہ میری یہ دن نکل نہ جاوے
ہرگز اٹھائیومت نہ سے نقاب اپنے
آتا ہے اس ناک سے کیا جانے کیا کریگا
مت جام پے پے (مے) نہ ہارا با تو ساقی

ڈرتا ہوں آفسوں کے ہمراہ جل نہ جاوے
تابش سے اس کی ظالم خود شید جل نہ جاوے
یہ شوخ دل کسی کا غموں سے مل نہ جاوے
ڈرتا ہوں دختر ز مجلس کو چھپل نہ جاوے

تیری صفت مرثہ سے ہنہ پھیر جائے رستم

پرورد سے اس کے یہ سوز مل نہ جاوے

دل پہ چھاتی میں داغ روشن ہے اپنے گھر کا چراغ روشن ہے
 ساتی آیا ہے مے کدے کے بیچ آج چشم ایاغ روشن ہے
 جلوہ گر ہیں چراغ لائے کے کیا ہے اب صحن باغ روشن ہے
 کس سے ظالم چھپا ہے میرا حال ظلم کا تو سراغ روشن ہے
 آتش تر سے تیز کا ساتی
 شمع آسا داغ روشن ہے

جام دیتا ہے وہ لیے ہی بنے سم ہو یا امرت اب پیے ہی بنے
 لے فلک زندگی سے خوش نا خوش جوں جلا دے تو دوں بیے ہی بنے
 اب تو بیٹھا ہوں بوسہ یا گالی کچھ نہ کچھ اس گھڑی دیے ہی بنے
 پھر ڈر کر جوے شیر شیریں نے کہا فریاد سے 'یہ ہی بنے
 حسن کیا ہی کام فرمائے
 تیز اب عشق کو کیے ہی بنے

ایک دن چھوٹے ہم ظالم کے بس میں مر گئے ہم صغیر بن قید میں ادھم نفس میں مر گئے (کذا)
 کیا قیامت ہوگی جب آدیں گے وہ غصے کے بیچ جو ترے دیدار کی پیاسے ہوس میں مر گئے
 کون سا دل ہو کہ آہ آہ وہ دل کی سن سکے ہم تو یارب ایک فریاد جرس میں مر گئے
 کچھ نہ دیکھا آن کر سحر جہاں میں جوں جب چشم دا کرتے ہی ہم تو یک نفس میں مر گئے
 باغیاں کب باندھنے دے گا جن میں کشیں ہم تو ناحق فکر جمع نادر خس میں مر گئے

جو یار لے تیرے کوئی دن رہا اگر اس طرح

تو یہ سن لیجو کہ ہم دن آٹھ دس میں مر گئے

خالی زیاں سے لے تم ایجاد جائیں گے
تقصیر ہے وفا کی، جفا کا نہیں گنت ہ
گر ہم نے آکے تخت سلماں کیا حصول
اسباب تو شباب جوانی کا لہ گیا
کر بھل سے زندگی کے تعلق کو دل کے قطع
کھینچا ورق پہ دل کے ترا حسن ہم نے یاد
شاداں رہیں گے اور تمھارے تو ہم نشین
ہم بے اثر نفس میں جو فریاد ہم صغیر
ہم مائے کرتے خانہٴ صیاد جائیں گے (کد)

تلقیں نہ کر سکا ہیں، میان شیخ شہر
اب سیکھنے کو سوز سے اسکا د جائیں گے

بتاں کی دیکھ گرمی چشم، دل سایا رہے ڈوبی
نہ اندیشہ کیا اپنا نہ کچھ فکر اس دو آنے کا
گہر رہتا ہے، اک قطرے کو اپنے ابرو دریا پر
ڈبایا گھر نہ کچھ اس چشم نے اپنا ہی رو رو کر
رقیبوں سے لڑوں میں گر یہ سمجھوں ٹوٹ جاؤ گی
زبیں تھا تشنہ تیرا تیر خون بے گناہوں کا
وضو کرتے ہوئے پانی میں سر سے گر پڑی و اعظ
نہ کرتے عرض حال اس کو کیوں کروں سے کہتے

تلاش اس دہر میں جن نے کیا ہے سوز تیرا سا
طبع کو حرص کی اس غور، ص کو اے یار لے ڈوبی (کد)

حال در کس سے اب ہی لکھے
 کس کو پہلا کے ہمسراں کیجئے
 نس لینے سے وہ جھجکتا ہے
 کس طرح نہ دلاؤ فتنے کیجئے
 باغ دنیا کی ہے حریف خزاں
 کس بھروسے پہ آشیوں کیجئے
 غنم ستائے تجھے لے خانہ خراب
 تیری فریاد اب کہاں کیجئے
 کچھ لگائی سے کیوں غرض کو کی بکلا
 اپنی خاطر کے تیں گراں کیجئے
 میں ترا ہوں گا بندہ دل سوز
 میرے حق میں نہ یہ گم کیجئے
 تونہ کو کا اسے مرے قاتل (کذا)
 کہنے ستنے کو استخوان کیجئے

نہ تیرا پاٹ دمن کا نہ تیری آستیں ڈوبی
 روا یہ خون میں شبنم صبح کہ ہر چہن جبیں ڈوبی
 کہے گا خرق عالم کو غرور حسن کا ہے ہے (۹)
 اگر آئینہ میں اس کی نگاہ شرمگیں ڈوبی
 سخن اب لعل لب پر اس کے اس غولی سے آیا
 کہ تیری قدر و قیمت یہ سے حریف نگیں ڈوبی (کذا)
 درجنت میں یہ بے تو دس رشک جنت کو اکلا
 نہیں تو اشک خونیں سے یہ فردن کیں ڈوبی
 جہاں میں اک بت جبر کا میں اب شہرہ نہیں بنتا
 نگرے یا میرے شک کے پانی میں ہیں ڈوبی
 نہ دی یہ اشک فرصت کہ مشق خاک سر پر ہو
 جو ہیں گذر یہ خاطر میں کہ سب بے زمیں ڈوبی
 بہا دریا میری کھوں سے اور اس کو نہ رحم آیا
 نگرے تا شیر کی کشتی خبر تو کہیں ڈوبی
 بس ن شمع جس کا سکر آب طشت میں ہوئے
 ہمارے اشک میں اس طرح آہ آتشیں ڈوبی
 سے کیا گدہ ہر نایاب ہے دریا سے منی سے
 کہ جب غواص ہو کہ سوز کی فکر میں ڈوبی

تجھے اسے ہر باں یہ سوز عاشق کیا دعا دیو سے

جو تیرے دل میں ہوئے مدعا جلدی مند ادیو سے

کوئی کہتا ہے نہ نفوں میں کوئی کہتا ہے کا کل میں

پھنسا ہے دل جہاں یاد کوئی مجھ کو دکھا دیوے

سیجائی ہے میرے یاد کی رفتار میں دائرہ

ہزاروں گور کے سوتوں کو ٹھوکر سے جلا دیوے

بھرا ہے شیشہ دل خون سے بدست آتا ہے

دھڑکتا ہے کلیجہ خوف سے شاید بہا دیوے

ترا احسان مجھ پر حشر تک ہو گا خدا کی سون

صبا یہ مشیت پر جو تو نفس سے لے اڑا دیوے

بگھے اے سوز 'سن' بھاتی نہیں ہے صورت و فط

کوئی اس وقت اس بد بخت کو یاں سے اٹھا دیوے

جو غم دل میں بے آکر اے اب دور کیا کیجے

عطا ہے یاد ہر اس چیز کا مذکور کیا کیجے

مے بدست تیرے دل میں اتنا بھی نہ آیا ڈر

کہ دل مٹا ہے ہر اس کو غم سے چور کیا کیجے

مری آنکھوں سے اب تیرا نہیں ہر شک یک پل بھی

یہ زخم آہستہ آہستہ ہوا اب خود کیا کیجے

فیصل شک کو غم سے دیا سونی پر مڑ گاں نے

چڑھائے دار پر دیکھو مرا منظور کیا کیجے

کہامت مانیو تم سے جو یاد تو ز کہتا ہے

عزیز و بات دیوانے کی اب منظور کیا کیجے

کسے طاقت جو اس قاتل کے آگے نہ بڑھاں ہو

جو اس اپنے کرے گم گو کہ رستم داستان ہو

لگی ہے آگ یلکشن میں میسر جی دھڑکتا ہے

مہا دابلبل بے کس کا اس میں آشیاں ہو

نہ سینے میں کچھ اس کا کھوٹ پائیے بیاباں

بتاؤ کوئی میرے دل کو لے یاد وہاں ہو

نہ قطبیت مجھے درکار ہے نے جاہ اسکندر
ابھی میرے اوپر وہ ستم گر مہرباں ہوئے
مجھ تک مت ذوق سے کر قتل سر بند کا حاضر ہے
یہی تھی آرزو جو تجھ کو شوق امتحاں ہوئے
ہو امیں خاک لیکن راہبر پائانہ واحسرت
اڑا لے جا صبا یہ خاک جس کا کاڑاں ہوئے
خدا کے واسطے غصے نہ ہوں، مہرباں میرے
قسم ہے توڑ کے تو لب میں گردِ ہشت جاں ہوئے

میری نظروں میں تو ہر ذرہ شہِ خاور ہے
شاید اس خاک کے پرے میں کوئی دلبر ہے
چار دن قائم و سنجاب بچھایا تو کیا
آخر شِ جان مری تو دہ خاکستر ہے
جو جو دل میں ہے مرے وضعِ جہاں سے نفرت
آہ میں کس سے کہوں اور کسے باد ہے
جان سن تیغ لگا تا ہے تو ٹک ہٹ کے رگا
کہیں دامن نہ بھوے یہ گے دل میں ڈر ہے
دوست کو قتل کرے حامی دشمن ہوئے
اُمّے یار تری تیغ کا یہ جو ہر ہے
چاہے اک آن میں قیہ کو کرے تخت نشین
کچھ اچنبھا نہیں اسے توڑ خدا قادر ہے

عزیز دیکھ لو کی مہرباں پر رب کی رحمت ہے (کذا)
انگہ یہ نہ ہر کھاتا ہے تو اس کے حق میں رحمت ہے
یہ خورشیدِ فلک جس کے مقابل ہو نہیں سکتی
مقابل اس کے ہوئے آئندہ یہ مجھ کو حیرت ہے
نہ اس کو شہر میں، رام، نے صحرا میں خوش وقتی
نہ سینے میں اسے ہے چین، دہر کیا عداوت ہے
صنم آئین دلدار ہی سکھاؤں کا سکھ کر سن (کذا)
کرم ہے مہربانی ہے، مدارا ہے، محبت ہے

جہاں میں تجھ سوا ہے کون جس سے میں کروں الفت

مجھے تیری ہی الفت کی قسم تیری ہی الفت ہے

گیا ہے ایک توں چھوڑ کر مجھ کو ملامت میں

تس اوپر نامہ صحوں کا دو کھنا دونی مصیبت ہے

کہاں مجنوں، کدھر لیلیٰ، یہ افسانہ ہے لے یارو

جہاں میں ان دنوں میں تیرا اور ہمدی کی شہرت ہے

ہم کیا کریں صبا جو چمن میں بہا رہے قربان اشک یاں بھی نفس لالہ زار ہے

کوئی جان بوجھ کر بھی جلاتا ہے اپنی جاں لے لے وائے عاشقی میں کسے اختیار ہے

راتوں کی سیر ہم سے چھپائی تو کیا ہوا آنکھوں میں اب تک بھی تمہاری خار ہے

منے کو تیرے ہم کو بہانا ہی چاہیئے روٹھے تو روٹھے دل تو ہمارا ادھا رہے

جب دیکھتا ہے تیرا کو کہتا ہے دوڑو

جانے نہ پاوے لیجیو میرا شکار ہے

غینچا دل نے کبھو تیرے نہ ہو کی ہوگی کدھر آئی ہے صبا راہ تو بھولی ہوگی

اشک تو بہ نہ پرے گرم نہ ہو کر یوں آ گل کے گہوا لے میں شبنم بھی تو بھولی ہوگی

بواہوس آہ نہ کر رشک سے میرے تو جن تیرے حق میں یہ تری آہ ہی سولی ہوگی

دل دھڑکتا ہی نہ جا باغ میں نرگس کے حضور سیم وزرہ تو نظر تیری قبولی ہوگی

گوہر اشک کے شر کو سن کیجو نشا

تیرا کچھ اور جو بولا تو فضا لی ہوگی

دل تلخ ہو رہا ہے اب تیری گایوں سے
 کی کیجیے تصدق اب اشک بھی نہیں ہے
 بوسہ کبھی تو دے جا ان شکریں بھوں سے
 لے مرگ آ پھر اے تو ان خجالتوں سے
 دل سا ہر زبرد ہانا زنگہ سے تو نے
 کیا زور چل سکے ہے اشدان بھوں سے
 یس مہربن میرے باہر نکل سشتا لی
 جاتا ہے جان میرا دانشد حسرتوں سے
 یاد آتے ہیں گئے وہ دن جب نسیم د تھا کسی کا
 لے نوز اب خجل میں دل کی مصیبتوں سے

کیا کرے گی نہیں معلوم جدا فی تیری
 اشک مت رہ مری آنکھوں میں تو میں کہتا ہوں
 ہم تو مرتے ہیں صنم ہاے خدا فی تیری
 تنگ لگتی نہیں ہونے کی سالی تیری
 اس قدر تجھ سے توقع نہ تھی لے دل افس
 قید ہوتے ہی نہر ہم نے نہ پائی تیری
 منع کرتا تھا میں لے دل تجھے اغت مت کر
 جی دھڑکتا ہے مگر موت ہی آئی تیری
 گو کہ سر کاٹ کے لے جائے گا خواہ کے حضور
 تہو ہرگز وہ نہ مانے گا بھلا فی تیری

تو مرے دل کا درد کیا جانے
 وہ کہاں میں کہاں کہوں کس سے
 اس بل کو تری بلا جانے
 دل ہی جانے ہے یا خدا جانے
 دین و ایمان میں کروں قرباں
 آہ گر یار آسٹنا جانے
 دس نہ ہو نہ لعل یہ کا قیہی
 درد اپن جو وہ نہ جانے
 نوز عاشق کہوں میں شن اکدا
 اپنے غم کو جو اب کہا جانے

اشارت ابروؤں کی قس کو میرے بلاتی ہے میاں بانگے انھیں مڑ کوں سے میری جان جاتی ہے
 طفل اشک کو آنکھوں میں پالا نہیں تھمتا رکنا جگر میں آہ کو رو کے کس کافر کی چھاتی ہے
 اگر دل باد ہوتا تو کیوں رہتا نہ پہلو میں دکنا یہ جان ناتوں کیوں اس کے غم میں لپلاتی ہے
 اگر بھکار کھاؤں شوخ کو تو رنگ رہ جائے یہ تقلیدی بھمک سے برق کچھ کو کیوں چڑاتی ہے
 ابی سوز ہی کو قید میں رکھا ہے ظالم (کنا)
 چمن میں فصل گل یوں آن کر دھو میں بچاتی ہے

سوز کو پوچھ کہ یہ سوختہ جاں اور ہی ہے حیف صد حیف ترے دل میں گمال در ہی ہے
 تیرے نالے سے کوئی اب یہ قفس جتا ہے بلبل ناز وہ انداز فغاں اور ہی ہے
 میرے پہلو میں دل زار کومت ڈھونڈ لے غم اس کے ہمنے کا قوت سے مکان در ہی ہے
 ندی رنگ دیا خشکی لب پر کیا ہے عاشقی کا تو میاں جان نشان در ہی ہے
 کوئی کعبہ کہے اور کوئی کہے بست خانہ
 سوز بات ایک ہے ہر منہ میں زباں در ہی ہے

تجھے تو مجھ سے ہزاروں ہیں پر مجھے تو ہے
 تری نگاہ نہیں جان کوئی حباد ہے
 کہ صر کو بھاگوں مری جان اب تو گھبرا یا
 اُدھر تو زلف ہے ایدھر کو دام گیسو ہے
 عبت تو قتل کو شمشیر ڈھونڈھے ہے ظالم
 مرے تو واسطے کافی یہ تیغ ابرو ہے
 نگہ کو جس کی ہے پرواز فرش سے تا عرش
 پھنسنے ہے ناف یہ ناف یا جکا لو ہے دکنا

ہوا ہے تو زکا دل گم ولے ملا ہے سراغ
کہے تو کہہ دوں ابھی گھور مت ابے تو ہے

دکھ تو تو دیتا ہے پر تجھ کو کڑھاؤں تو ہسی
بیٹھے اٹھتے تھے اے دل جلاؤں تو ہسی
بھیرتا کیوں ہے مجھے اے ہر دم گھیر گھیر
دیکھ تو اپنی طرح تجھ کو رلاؤں تو ہسی
مت نصیحت کر مجھے ناصح نہیں تو اب کے سال
آپ سا تجھ کو دوانہ کر دکھاؤں تو ہسی
زندگی میں گو نہیں ہے دسترس پاؤں تلک
خاک ہو آنکھوں سے دامن کو لگاؤں تو ہسی
یوں سنا ہے لاش سے میری تو لے دیگی قصور
اسے زمیں جیتا ہی میں تجھ میں سماؤں تو ہسی
عشق کے کوچے میں تو نے خوب سرگرداں کیا
اسے فلک تا حشر میں تجھ کو رلاؤں تو ہسی
دعظ کیوں کرتا ہے اپنے جی میں کیا سمجھا ہر تو
خاک میں تیری میں سب شیخی ملاؤں تو ہسی
دامھی منڈوانے پر اب زردوں کو جو ہنستا ہے شیخ
دیکھو تیری بھی میں دامھی منڈاؤں تو ہسی

عشق کے اٹھوں سے اے یارو ہوا سودا بھجے
خوش نہیں نکلتی ہے اب آنکھوں میں یہ دنیا بھجے

صبر کی گرتجہ میں طاقت ہے تو رہ سینے میں دل

در نہ لے بے صبر سڑکرا کے مت گھبرا بھے
میں نہیں آرزو لے دل تجھ سے کیوں آتا نہیں

تیری کیا تقصیر آنکھوں نے کیا رسوا بھے
گداہ اپنا در و دل کہت ہوں میں موزوں کے ساتھ

شاعری کے نام سے ہرگز نہیں دعا بھے
توڑ، س بیٹنے سے مجھ کو موت آوے تو بھل
ہر گھڑی کا خوش نہیں آتا ہے نکمورا بھے

بُجے چیرے تھے کہ تو پارس ہے میاں جان تو بھی بڑا اولیا ہے
سنا بس کہ عاشق ہوا ہے کہیں تو دل اب صینے سے بیٹھ اتنا بھی کیا ہے
نڈر عشق سے لے دل بے تامل گر کہن نہ جاوے گا یہ بھی مزا ہے
دل بے وفا ہے مروت ہوا کیا جو تیرا صنم لطف سے آشنا ہے
تجھے نعمتیں ہیں تو میری بلا سے مرا روز خون جگر ناشتا ہے
مراک نی نی اپنی بجا آتا ہے ذہبت

بجا توڑ کا کوس شہرت بجا ہے

گھڑی نہ ہر بانی ہے گھڑی دو ہی مر رہا ہے

کوئی پوچھے تو نہ، نصاف بولو یہ طرح کیا ہے
میاں سخت جگر ہے داغ دل ہے اشک خونی ہے

ہمارے پاس بھی سامان ہجراں کا دیا ہے

دل رہش مثل شمع رکھت ہوں اگر خوابوں

جدویں تو عجب کیا اور سرکام میں تو برجاہے اکھا

قیامت تک نہ بھوئیں گے تھامے یہ سوک اب تو

رقیبوں کی تو اضع سرد تہ ہے ہم کو بالہ ہے

کردن کیا اشک اب نجد سے تو یکدم تھم نہیں سکتا

مری آنکھوں میں پوچھو تو زسے یہ کون دریا ہے

گر قید کیا چاہے تو تیرا ہی ہے زلفوں کو نہ کھو لو مری زنجیر ہی ہے

یک شب ترے پاؤں کو گئے تھے یہ شب باقہ کچھ اور تو معلوم پہ تفسیر یہی ہے

ہوا شمع سب اسات میں جو دست ہو بنا کیا کہے میں خوش تقدیر یہی ہے

نکوز رہا سب تر و تازہ سے وسیکن تاک بیکھ دل منجھ دنگسیر یہی ہے

کوئی سس کے میں نہ جی تاک کینچ کے تمشیر

مل تو زتری آدک تا شیر یہی ہے

وہ کو ترے خیال سے قصہ ہے سو ہے س آئینے میں تنفس جو موجود ہے سو ہے

شیرینی مان میں ہے مسال محفلی ورنہ جگو میں زخم باک سود ہے سو ہے

کس سے کہوں کہ کس نے شاید غم ہو ہے تم بابتے تو ہو دہی مردود ہے سو ہے

آنکھوں سے ایسی دیکھیں نہیں صورت یری ان تیشوں میں اشک خورآ بود ہے سو ہے

وہ ستم من ہے دل سوز سب پھنسا

وہ رب یہ ربی کے غفور ہے نہ ہے

منوے بلبلو جس جاوہ شمع انجمن ہوئے پر پروانہ سے وہ بزم بھی رشک چمن ہوئے
 دہن تیرا ندائے تنگ اس خاطر کیا پیدا مبادا غیر سنے بات تو چلے سخن ہوئے
 بھلائے صبح صادق تو ہی آئی وقت مرنے کے وگرنہ کون تھا جس کو مردانہ کفن ہوئے
 دلا پروانہ تیرا بھد سے بہتر کون ہوئے گا بھگے مت بھولیو جس وقت ذوق سوختن ہوئے
 کہاں شام غریبی سوز کیسی ہر مسافر کو
 شکست رنگ درو جس شخص کو صبح وطن ہوئے

اے پیک صبا حال دل زار سنو بھی چل جلد ہو یہ کہ وہ کہیں تجھ سے ملا بھی
 لڑکے تو مرے دل کو ذرا رکھ سکے گا (کذا) جاتا ہے کہ ہر تجھ کو نہ پھوڑوں گائیں ابھی
 کرتا ہوں تو کرتا ہوں بتوں کی میں پرستش لاجول دلا شیخ مرے پاس سے جا بھی
 پچ حق بظرف تیرے ہر توحید کی نہ کہئے تنہ برود ترا دل نہ کسی بت سے لگا بھی (۱)
 اب یاس ادب ختم ہے اس سوز کے ادھر
 کیا خاک ہوا جل کے کہیں درد اٹھا بھی

اگر صندوق لگاؤں سر کو دونا درد سر ہوئے
 خیال گل جو لاؤں دل میں تو داغ سب گر ہوئے
 تجھے توفیق ساغر تو کہاں ہے شومرے ساقی (کذا)
 بھلا آٹا بھی قطرہ ہے جو کام تشنہ تر ہوئے
 میں وہ غم خوار ہوں جو خاک میری سو برس پیچھے
 اڑے گر آسماں پر دیدہ خورشید تر ہوئے
 مثال شمع سر سے پڑ نہ تک اب سوز جتا ہے
 کبھی تو یہ شب بھریں بھی یا مولا سحر ہوئے

کس طرح چاک کروں باے گریبانِ تبا
زخمِ پہانِ جگر سب میں نمایاں ہوں گے
تجھ کو معلوم نہیں درغِ مرے دل کے میاں
تب ہی جنے گا کہ یہ رشکِ پراغاں ہوں گے
مت دلا مجھ کو تو کہتا ہوں میں ہو گا طوفاں
نکاح بھی یاد رکھے چشمِ جوگیاں ہوں گے
عمرِ گذری نہ ہوا ہم کو بتوں سے حاصل
تو نہ ہم جا کے کہیں اب تو مسلمان ہوں گے

تجھ بن ہے غذا سب زندگانی
بے میری خوابِ زندگانی
مت کر یہ خیال کل ملوں گا
ہے پل ہی میں خوابِ زندگانی
ناصح مت کر کبابِ دل کو
ہے میری شرابِ زندگانی
نکاح آنکھ کہ مٹ گیا آہِ دکھا
تھی سبیلِ حبابِ زندگانی
مت کیجھو اعتماد اس کا
ہے نقشِ بر آبِ زندگانی
آمیرے ہسربانِ درد
جاتی ہے شتابِ زندگانی
ایسے جینے سے توڑ والہ شد
دے کاش جوابِ زندگانی

جاتا ہے کہ ہر جانِ تو اب تیغِ دہرے
دل تجھ کو ہے درکار تو لایا ہوں ادھرے
لے مرگ کئے سر تو چلوں ساتھ میں تیرے
نکاح تو کہ یہ بوجھِ مرے سر سے اترے
یہ دل دیدار کو آیا نہ مری جانِ دکھا
اتن تو کھڑا رہ کتے رو بد مرے
عاشق کو فراموش نہ کر اتنا لے ظالم
مرتے ہیں تغافل سے تیرے اب تو خبر لے
اس نگاشنِ دنیا میں شر ہے ہی لے توڑ
جاتا ہے تو سخت جگر اب گود میں بھر لے

قاتل ہوائے دھیر سے جانا پرے ہوے ٹھوکر سے جی اٹھیں گے عاشق مرے ہوے
 کیا تاب خاک ہے کہ یہ زخم کھا سکے (کذا) تا حشر یہ رہیں گے امانت دھرے ہوے
 بازار دوستی کا یہ کاسد پسند ہے تو ان تبول کے آگے یہ کھوٹے کھرے ہوے
 ظاہر ہے غم کعبہ کا اور دل میں قصد دید لے شیخ اب تو زور ہی تم مسخرے ہوے
 لے توڑ تو بھی چل نہ جیو دھڑ دوستی چلے
 جاتا ہے کاروان محبت بھرے ہوے

اس دل کی ترے دل کو خبر ہوئے تو جانے عاشق کو تو عاشق تو اگر ہوئے تو جانے
 ہر شخص بنی نوع سے رکھتا ہے محبت یہ خود اگر جنس پر ہی ہوئے تو جانے
 ہر صورت ان میں ہے بلوہ یہ صفت لے شیخ تجھے حسن نظر ہوئے تو جانے
 بس بھوٹے مارنے ل کی نہ کھا ہر گھڑی گوند پر مر کے مری دستہ اگر ہوئے تو جانے
 شکوہ نہ کر لے توڑ محبت بے خبری کا
 نالوں کا ترے، بس کو خبر ہوئے تو جانے

میدان میں رکھتا ہوں صنم تیرے کرم کی اس واسطے برداشت ہے یہ جو رستم کی
 اک کھول دہن لطافت کی اک بات نہانے جو جیتے ہی جی دیکھ لوں میں راہ عدم کی
 باب روز تو آکلبہ احزان میں میرے غم دور جو میرے تھے برکت سے قدم کی
 بادام میں کیسے قلعہ نشط دل عاشق تعریف کروں کیا میں تیرے ابرو کے خم کی
 ہر چند کہ سیراب ہیں آنسو سے یہ آنکھیں
 یہ توڑ ترے دیدہ کو ماسی میں ختم کی (کذا)

عشاق کی لاشوں سے بھری تیری گلی ہے اب تک بھی نہیں رحم عجیب سنگدلی سے
 اے اشک تو میرے دل بقیاب کو مت ڈھونڈ جانے نہ کے سر کی بنا اب تو ٹٹنی ہے
 ویرن مہربان جو دیکھے تو کہوں کیا جو بیت ہے س کی گویا سانچے میں ڈھلی ہے
 اے غم تیرے قربان کروں عیش کو سو بار وہ یار گھڑی کا تو رفیق اندلی ہے
 لاکھوں ہی برس پیچھے نظر آیا ہر میاں توڑ اللہ ادھر کی یہ کہاں باد چسلی ہے
 کیوں گل کے نبط چاک گریبان ہے تیرا
 کیا جانئے کس رند نے چھاتی یہ ملی ہے

صنم کہنے کی اے محباں خد کرے کوئی راہ نکلتے
 نہیں تو پہلو سے تیرے یار وہ دل تم کش بھی داد خواہ نکلتے
 ذکر تو زیاد اس کے کوچے میں مان میرا کہا بھی سے دل
 ابھی خرابی تری کے سائے اگر وہ آفت پناہ نکلتے
 میاں محبت کا نام مت لے تجھے محبت سے کیا ہے ناما
 بھلا دکھا دیوں گے کبھی تم اگر ہیں کوئی چہ نکلتے
 سنا تھا یہ رو کہ دل ہے مخزن ہزاروں جوہر ہیں اس کے اندر
 جو اس کو پھری سے چہرا تو اس میں لاکھوں گتہ نکلتے
 نط چراغاں کے تنو کو یار جسنے سے اب تری گلی میں
 یہی غرض تھی کہ تیرے منہ سے کسی طرح واہ واہ نکلتے

جسٹن وہ صید افکن بہر شکار نکلتے ہر صید اپنے دل کو سے کر شکار نکلتے
 ہم میں تو وہ وفا ہی جو ذرہ ذرہ ہو میں تو بھی نہ دس سے ہرگز انساں و پیار نکلتے

دل کر کہ آفت جاں آرام و صبر کھو
 پہلو سے میرے یار بے بے قرار نکلو
 غصہ نہ کھاؤ ہر دم تم مجھ پہ شیخ صاحب
 کھو لو کہ تا تمھارے دل کا سخن نہ نکلو
 بولے تو یہ کہ اس کے کوچے میں تو نہ جانا
 شیش میا بجی اچھے تم دوستدار نکلو
 تیری نگاہ پیارے مانا تو ہے ولیکن (کذا)
 ایسا لگاؤ جو چھاتی کے پار نکلو
 روؤں نہ کس طرح سے اے سوز خون دل میں
 آنکھوں سے اشک کب تک یوں ازار نکلو

آہ جی اس طرح نکلتا ہے
 جس نے دیکھا سو ہاتھ ملتا ہے
 آگ لگ جاوے اے تینگ بے تھے
 تیرے جلنے سے جان جلتا ہے
 تک دھردیکھو موتیوں کی طرح
 اشک آنکھوں سے نہ پڑھلتا ہے
 جس نے سر ہی دیا براے جیت
 کب کسی کے کہے سے ٹٹتا ہے
 غیر کو کیا کہوں مرے پیارے
 تو ہی چھاتی پہ مونگ دلتا ہے
 واہ وا تیری گرمی آتش
 پانی ہو ہو کے دل اُبتا ہے
 دل کو دریا سے غم میں مت ڈھونڈو
 کوئی ڈوبا بھی پھر اچھلتا ہے
 آہ میں جانتا نہ تھا دل کو
 دشمن جاں بسل میں پلتا ہے
 سوز شعروں کو تیرے سن کر آج
 کوئی ٹھنٹا ہے کوئی جلتا ہے

مدام ہے دل کی آرزویہ کہ اس گلی کا غبار ہو بج
 کر ڈروں زرے کے زرے ہو کر قدم پر شمار ہو بج (کذا)
 سنا ہے میں نے کہ بے تامل کرے ہے وہ قتل اپنے عاشق
 تو اب تلک کیا کرے ہے اے دل چلو نہ اس سے دو جا رہو بج

ہوا ہے اب رام ہوئے اے دل کرے ہے کوچے میں تیرے منزل
 شکار کا شوق گر ہے تجھ کو تو دقت ہے اب سوار ہو ہے
 نہ ایک دم کی چین میں فرصت نہ ہم صیغہ دل ہم کو الفت
 صنم لگا دے جو زخم تن پر شگفتہ ہو کر بہار ہو ہے
 بری بلا ہے یہ مرگ جینا کوئی اور نہ کوئی جیسے گا (کذا)
 جو عشق کی راہ میں مرے تو زمانے کا یادگار ہو ہے
 گئے جو کہے تو کب ملا دل ہوے برہمن تو کیا محاصل
 جو دار اپنے صنم کے ہو ہے تو دونوں عالم سے یار ہو ہے
 پھرے ہے گلشت کو چین کے کہے بادل سرد درہمن سے
 جو شوق ایسا ہے تو زتجہ کو تو داغ کھا لالہ زار ہو ہے

کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسو کی
 دل آپ ہے پر کالہ آتش میں کہوں کیا
 پاؤں میں پڑی زلف کی زنجیر کسو کی
 اس امر میں ہرگز نہیں تقدیر کسو کی
 ان سنگدلوں کو نہیں تاثیر کسو کی
 کھلتی ہے مگر زلف گرہ گیر کسو کی
 کچھ سازش دوراں نہیں جاگیر کسو کی
 ہے دوستی کا یار کی اب شکوہ ہے جا
 خاموش ہے غنچے کی طرح تو ز سدا کیوں
 دیکھی ہے مگر صورت دنگیر کسو کی

یہ زلف ہے یا کوئی بلا ہے
 جینے کی نہیں اُمید ہم کو
 دل قید میں جس نے کر لیا ہے
 کالے کاٹھ سا کہیں جیسا ہے

کرتے ہو عجب علاج یارو کیوں روٹھ رہے ہو آج کیا ہے

بولادہ جسے تیسری تصویر نظر آئی یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی
 وہ نالے جو موم اکثر کرتے ہیں پہاڑوں ان کی نہ ترسے دل میں شیر نظر آئی
 میں رنگ رخ عاشق، نندہ طسلا دیکھا گردہ عشق اسے دل اکسیر نظر آئی
 حلقے جو پڑے باہم بے جاے گرفتاری آنکھوں میں کی لڑائی میں زنجیر نظر آئی دکھا
 دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کر دو ہم کو اس امر میں اپنی ہی تفسیر نظر آئی
 کچھ اس کی نگہ کا اک میں ہی نہ مسخر ہوں بھد کو دو کہاں واس کے تسخیر نظر آئی

مستوں کے سخن ہم کو لے شور بہت بھائے
 راجھ کی تو باتوں میں تذویر نظر آئی

دختر رذاب تو نڈر ہو گئی تھوڑے مل شیرد شک ہو گئی
 عشق تباں کا میں چھپاؤں کہاں اب تو یہ عام میں خبر ہو گئی
 کھوں دیا زلف کو جب توخ نے ایک جگہ شام و سحر ہو گئی
 شاد رہیں یار میں تبھ بغیر ہر طرح لے یار بسر ہو گئی

اٹ ہی مارے گناہوں کی سفیر
 سامنے گر اس کی نظر ہو گئی

پڑا رہنے دے ہم کو کنج میں لے باغباں سن لے
 مسافر میں نہیں کچھ یاں ہمارا شیاں سن لے
 رسائی تجھ ملک تو ہو نہیں سکتی سے کیا کیجے
 کھو افسانہ خوانوں سے ہماری داستان سن لے

یہ جتنے دوست کہلاتے ہیں سارے تیرے دشمن ہیں

میں دوست کہلاتا ہوں میری مہرباں سن سے (کذا)

یہ آنکھیں جس میں تیری پتلی رات دن رہا کرتی (کذا)

سو تیرے غم سے رہتی ہیں یہ دائم خوں چکاں سن لے

بہت کچھ گالیوں میں کر چھٹی ہے گی زباں تیری (کذا)

ترے استاد سے کہہ دوں گا سب لے بد زباں سن لے

بھلا لے دل یہ شوخی تو مچپائی ہے بہت تو نے

مجھے ڈر ہے تری زندگی مبادا یہ بیاں سن لے

گلیں نے بلبل لڑ پے کیسے کان کھوئے ہیں

کبھی تو بھی تو اپنے سوز کی آہ دفناں سن لے

آں ہم سے یاد دل سے بس دور کر اب غبار دل سے

محرک یہی رہے گی اُمید جاوے گا نہ انتظار دل سے

بلبل کی طرح رہوں گا نالاں عاشق ہوں ترا ہزار دل سے

دونوں کے کہے سے بولے ہے کھویا آخر کو پیار دل سے

گو خلق نے آنکھ سے گرایا لیکن نہ تو اتار دل سے

آخر میں وہی ہوں تیرا بندہ جانا تھا تیرے دار دل سے

کل سوز کی کہوں کی حقیقت پڑھتا تھا یہ بار بار دل سے

تجھ پر اسے عشق صبر میرا

کھویا تو نے قرار دل سے

کیا فائدہ یعقوب سے ہم ہو دینِ مدبر سے
عاشق ہو زلیخا سا تو یوسف کو خریدے
جی لینے سے تجھے حاصل ہے بھلا کچھ (کذا)
میاں واسطے مولا کے مری جان ابھی دے
میں حشر ملک تجھ سے نہ توڑوں کبھی الفت
ساتی جب بکھے ابر میں تو لال پری دے
دس بیس کیے قتل تو دم لے کے یہ بولا
آئے تھے مے سائے کیوں مرگ رسیدے

فریاد رس لے سوز جہاں میں نہیں کوئی
یہ داد مرے دل کی نبی دے کہ علی دے

دوستی کا نباہ مشکل ہے
نہیں بھتی ہے آہ مشکل ہے
کیوں بھٹکتا ہے دل بتا دے گا
اس کے ملنے کی راہ مشکل ہے
سانس لینے سے جی نکلتا ہے
کیا کروں نہ آہ مشکل ہے
ایسے قاتل کے ردِ بد لے دل
ہو نہ اب داد خواہ مشکل ہے
جان و ایمان لے کے پھر جاویں
بے وفاؤں کی چاہ مشکل ہے
دیکھنا تیری طرف بھر کے نگاہ
اے مرے بادشاہ مشکل ہے
پہلے سر دے، تو نامِ عشق کا لے
عشق کا سربراہ مشکل ہے

اب تو لے سوز کیا کہوں تجھ سے
بات کہنا ہی آہ مشکل ہے

شع کس واسطے دل اپنا حبلا کہتی ہے
پوچھو تو اب کوئی پروانے سے کیا کہتی ہے
ایک کو جیتا نہ چھوڑوں گا تو سستا تو بھی
غمرہ شوخ سے ہر دم یہ ادا کہتی ہے
جان و ایمان دے اور بات نہ کچھ منہ بول
برنگیزی مجھ سے محبت یہی آ کہتی ہے
دسترس پاؤں ملک جبکہ ہوئی ہے اس کو
میں ترانہ ہو پیوں گی یہ حسنا کہتی ہے

دختر ز سے تو ہرگز نہ ملوں گاساقی
کیونکہ وہ فاحشہ ہر ایک سے جا کہتی ہے
کس کی حسرت سے کیا چاک گریباں گل نے
بلبلو کچھ بھی تمہیں باد صبا کہتی ہے
مجھ کو درکار نہیں عشق میں جینا اتنا
کیا کروں مرگ بھی اب مجھ کو برا کہتی ہے
ایسے قاتل سے خبردار نہ کیجو کچھ بات
توڑ جانے بھی دے اب تیری بلا کہتی ہے

محبت نہیں چھوڑتی آہ دل سے
بھلا کیا کروں میرے اللہ دل سے
اگر جسم سب ہم کے ہو جائے دریا
نہ جائے گی تو بھی تری چاہ دل سے
ذرا چوینچ اپنی تو کر بند ناصح
تجھے جانتا ہوں میں بدخواہ دل سے
نہ یوں کہو نام ویر و حرم کا
اگر ہوئے یہ طالب آہ دل سے
نہ کعبہ کو دیکھا نہ بت خانہ عمر نے
بھلا میں کدھر جاؤں گمراہ دل سے
تجھے مجھ سے ہرگز نہ ہوئے گی الفت
میں چاہوں تجھے جان سے خواہ دل سے
نہ کر اس قدر ظلم اسے توڑ مجھ پر
میں عاشق ہوں تیرا میں داہ دل سے

نہ عنذ لب گرفتار کو نفس چھوڑے
نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے
چمن میں کیسی مچا دیں گے دھوم جاتے ہی
نفس سے ہم کو جو صیاد اس برس چھوڑے
عجب لپٹ سے لپٹا ہے دل کو مار سیاہ
صنم کی زلف مرے دل کو کاشٹس چھوڑے
میں ایک آن میں دکھلا دوں طلسم جہاں
جو قید تن سے فلک مجھ کو یک نفس چھوڑے
یہ کیا بہار ہے مت دیکھ سوز میں جانوں
صبا چمن میں اگر کوئی خار دخن چھوڑے

بس تو اب دل کی ہوس جانے دے
 چھوڑ مت مجھ کو تفس جانے دے
 کارواں دور گیا اب تو نکل
 شور مت کر لے جس جانے دے
 ماہ و خورشید کھڑے ہیں دربار
 ان کو پیشانی بھی گھس جانے دے
 شیخ مت لڑا تو مسلمانی پر
 ہم ہیں کافر بھی، بس جانے دے
 ہر گھڑی باغ میں مت آکھیں
 ایک دم غنچوں کو نہس جانے دے
 پیچ کھا جائے گی زلفوں کی طرح
 تو کمر اپنی نہ کس، جانے دے
 سخت دل اتنی شتابی کیا ہے
 اشک کو ٹمک تو برس جانے دے

توڑ کیا شمع ہے، کیا پروانہ
 آگ میں دل کو جھلس جانے دے

اگر خضر ایک بار ہی آن کر تیری گلی دیکھے
 میں جی بازی لگاتا ہوں وہ اک آن ہی دیکھے
 جگہ سے آہ کو کس واسطے باہر نہیں کرنا
 مبادا تیری صورت نقش باندھے اور کوئی دیکھے
 قیامت تک میں سے گل نہ نکلیں خندہ رو باہر
 اگر باد صبا تیرا بشم یا ہنسی دیکھے
 شہزاد میں تو بہت پیاسا ہے شیرازی تا ماری
 کوئی کہو میاں سے خون لیرا بھی پی دیکھے
 خدا کے واسطے دیکھو مجھے آنکھیں دکھا، ہر
 تلے کر دیدے اپنے ناصح مردود... دیکھے
 خدا ہی کی قسم ہے دھجیاں کر کر اڑا دوں گا
 بھلا ناصح سے یہ کہے گریباں پیاسی دیکھے

یقین تو جانو، شق کا چہرہ نرود ہوتا ہے
 صبا تو تیرے کہو کہ پیاسے اُسی دیکھے

تری گلی میں تو یہ خاکسار رہتا ہے
 جو دل میں تیرے ہمیشہ غبار رہتا ہے
 کسی کے دل کو پھنسا اور کسی کے دل کو رلا
 صبا کا روز یہی کار و بار رہتا ہے

نگلوں کو دیکھ کے اتنا سمجھے ہوا معلوم تلے زمیں کے کوئی دفنگار رہتا ہے
خدا کرے کوئی مرثوہ دے قتل کا آکر مجھے ہمیشہ یہی انتظار رہتا ہے
کہاں سے صورت تو زاب تھے نظر آئے
تری تو آنکھوں میں ہر دم خار رہتا ہے

نامح جھلے عشق اگر میں سہی سہی تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی
دو ریائے عشق کیا تباؤں کہ جس کے پیچ اکڑا کشتی پھرے ہے عقل کی تیری یہی یہی
یہ دل نہ کھول زلف کو پیلیے خدا کو مان لاکھوں گرہ جہاں میں تو یہ بھی رہی رہی
پکڑے ہو تیری بانہہ کو ہر ایک دم رقیب ہم نے بھی گو کمر تری ذرہ کہی کہی
چہرے کو تیرے سوز تو سمجھے ہے آفتاب
کہتے ہیں اس کو کہ مغل سب ہی ہی

نہ میں جہاں میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے نباہ مجھ سے دفا کا ہے درد نہ تو یہ ہے
دفعہ ہوا جو گریباں مرا تو کیا حاصل جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رنویہ ہے
طلب کر دو دل اس منہ پہ گائیاں لے لے دفا کی طرح سودہ اور گفتگو یہ ہے
بچشم کم تو دم سرد کو مہے مت دیکھ سموم تہرے ہر آن دو بدویہ ہے
میں کہ رہا کہ تو اس شوخ سے نہ ملے دل شریہ ہے، اشریہ ہے جنگ جو یہ ہے
غرض نہ ہم سے ہے اس کو نہ غیر سے مطلب ملے ہے گرم جو ہر اک سے اس کی فویہ ہے
عجب نصیب لے اتر ہے آٹن لے یار کہ اس کو حیب کوئی دیکھے تو روبرو یہ ہے
ڈرانہ ہم کو تو قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھ کر قسم ہے تیری اپنی تو آرزو یہ ہے اکڑا
ہمیشہ یار کے تیگھے لگا پھرے سب سوز جو ہے خانہ بخانہ تو کو بجو یہ ہے

دل کے لینے سے خوشی ہے لیجیے یوں بھی سہی
 بس تو کچھ چلتا نہیں کیا کیجیے یوں بھی سہی
 مار بیٹھے جب سے تو میں نے تمہارا کیا کیا
 جی میں آدے کوئی گالی دیجیے یوں بھی سہی
 مے سے تم تائب تو ہو لیکن خدا کے واسطے
 ایک پیالا میری خاطر پیجیے یوں بھی سہی
 گالیاں دینے کو اچھے ہو، پیارے تونز کو
 یہ نہ آیا ایک بوسہ دیجیے یوں بھی سہی

پھوٹے وہ آنکھ جس میں نہ ذرہ بھی غم ہے
 شک ہیران قافار سے کہ لے لے صبا
 قسمت حرم کو لے چلی ابیاں سے باندھ پیر
 غم سے ہوئی ہے کارروائی یہ دل کی بند
 مغسوس ہیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں کچھ
 دل میں بچھے وہ جس کے نہ ہم سایہ غم ہے
 ایسے ہی گردم ہیں تمہارے تو ہم ہے
 شکر میں گے دوست تادم میں دم ہے
 چلتے ہوئے اب شک بھی آنکھوں سے غم ہے
 خالی ہمیشہ کیسے اہل حرم ہے
 اے تونز کیا ظلم زمانہ کا اعتبار
 نے جام ہی ہے نہ جہاں میں نہ جم ہے (کذا)

پاس رہ کر دیکھنا تیرا بڑا ارمان ہے
 مجھ کو سب مشکل ہے پیارے تجھ کو سب آسان ہے
 اے مرے بدست مت کر تو غزالوں کا شکار
 مے نہ میرے دل کو چکھ یہ زور ہی بریان ہے

کیا دعا دیتے ہو میاں جیتے رہو جیتے رہو

زندگانی تو نہیں انگریز کا زندان ہے

ایک بوسہ پچا کر بیچ سے ہونٹوں کے دے

پھر اگر دل تجھ سے مانگوں جان بھی نادان ہے

جس کی نیت میں دعا ہے آپ ہوتا ہے خراب

خوشہ گندم کو دیکھو کب سے دامادان ہے

آہ کچھ چھتا ہے اٹھتے بیٹھے سینے کے بیچ

چیر کے دیکھو تو یہ الماس کا پیرکان ہے

میرے سمجھانے کو آیا ہے بغل میں لے کتاب

ناک میں لایا ہے دم ناصح کوئی شیطان ہے

توڑ کا رتبہ کہاں پہنچا ہے جو تیری رضا

لوگ یہ کہتے ہیں اب تو صاحبِ یوان ہے

صدقے میں جان بوجھ بھلائے کو عشق ہے

لے آفریں ہر تیرے بہانے کو عشق ہے

میار تیرے بات سنانے کو عشق ہے

کہنا کیوں جی میرے سنانے کو عشق ہے

میں بھی تو جانوں ہاں کہ فلائے کو عشق ہے

یوں پوچھنا کہ سچ ہے فلائے کو عشق ہے

رو دینا جو ہیں دیکھنا عاشق کو بے قرار

کہنا بھی تو یہ کہنا کہ چل بے وفا ہے تو

گا ہے دو چار ہونا تو جمدھر ہی انجینا

اب آ تو دیکھ سامنے تلوار کے بھلا

دل خا خا خدا ہے خدا لاشریک ہے

پر اس میں تیرے سوز سمانے کو عشق ہے

بھل اک بار ساقی نے مے وحدت پلائی ہے
ہر اک بندے کے دل میں تہ و عولے خدا کی ہے
کوئی کہتا ہے یہ ارض سما میں نے کیا پیدا
کوئی کہتا ہے ساری خلق میں نے ہی بنائی ہے
کوئی کہتا ہے یہ قصر فدا میں نے کیا پیدا
کوئی کہتا ہے ہر میرے ہاتھ میں ہے موت عام کی
کوئی کہتا ہے میرے ہاتھ میں دیتا ہوں جو ذوق مہائی ہے

حقیقت کو بکھو ہے تو زپایے بوجھ کر چپ رہ

جدھر دیکھا خدا ہے اور جہاں دیکھا خدا ہی ہے

مقابل مت کر دشمنی جیسے آہو کی آہ سے
نہم کرتا ہوں اپنے پیر بن میں عشق کی بو سے
میں تیری بے قراری سے بہت بے چین ہوں دل
گلی میں اس کی کفر زیادہ دور ہو میرے پہلو سے
دل گم گشتہ تجھ کو کس طرف ڈھونڈوں کہ صبر جاؤ
نہ طا میرے پاؤں میں، نہ قاصد ہر یہ جاؤ
بھلا صاحب کبھی تو پھر بھی تم آؤ گے، کت کر
جو کچھ ہوا ہر سو ہو گا نکل جا اب تو قہر سے

کبھی تو بات کوئی بولو اس دلسوز سے اپنے

یونہی جاوے مگر اپنا سامنے کرتے کو سے

خدا نے لڑکین کا بھی عجب عالم بنایا ہے
کہ اس صورت کو اپنی ساری پھل بل میں چھپایا ہے
یہاں ایک (ایک) لڑکا فقہ عالم بنھایا ہے
کس اپنی اچھی بچی شکل کو کیسا بنایا ہے (کذا)
بے کوئی بڑا شیطان تجھ میں آسا یا ہے
بھلے مانس کا لڑکا جان کو میری تو آسا ہے
بے جا بھی کہیں جا خیر سلا سے کہا دور ہو
میں کہتا ہوں تو کبھی میانجی بہ نیکوں (کذا)
میانجی تم جمالی مجھ سے لودہ اسکو چھٹی دو
یہاں ایک (ایک) لڑکا فقہ عالم بنھایا ہے
کس اپنی اچھی بچی شکل کو کیسا بنایا ہے (کذا)
بے کوئی بڑا شیطان تجھ میں آسا یا ہے
بھلے مانس کا لڑکا جان کو میری تو آسا ہے
بے جا بھی کہیں جا خیر سلا سے کہا دور ہو
میں کہتا ہوں تو کبھی میانجی بہ نیکوں (کذا)
میانجی تم جمالی مجھ سے لودہ اسکو چھٹی دو

چرا تو منہ چڑا، پر تونز کے قابو میں جب آیا
تیجھے معلوم ہوگا کسی کا منہ چڑایا ہے دکھلا

وہ شوخ جو ہم سے یار ہو دے تب دیکھئے کیا بہار ہو دے
سے پلا کے اس کی دوستی کی کس کا قدم استوار ہو دے
ساق دے بھر کے جام دل کو ایسا نہ کہ ہوشیار ہو دے
پورا تو کھینچ کر لگا تیسر جو دل سے دار پار ہو دے
..... نے لگا دی آگ گل کو عاشق ہے نہ گو ہزار ہو دے
میرے گل رد کو اس نے دیکھی اب کا ہے کو گل کی یاد ہو دے
آتی ہے ہوا اڑی چمن سے
تا تونز کے دار پار ہو دے

شوخی نا بہر بان کے صدقے صدقے اس فوجوان کے صدقے
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے اے میں اس کی ہر آن کے صدقے
مجھ کو کہیے خدا کرے مرجائے تیری میٹھی زبان کے صدقے
لے ہوا لا لا لا لا لا لا ہو کے میں تیری جان کے صدقے
بات ہے یا کہ پھول جھڑتے ہیں یار غنچہ دہان کے صدقے
تونز تو جی ہزار برس تک دکھلا
تیرے لطف بیان کے صدقے

دل تو کیوں اس سے اب پھپھاتا ہے پر تقاضا ہی اس کا بھاتا ہے

میں نے اس کو کہا سنا یارو بات کرتا ہوں منہ چڑاتا ہے
ایک دن مار ڈال جھگڑا کیا روز کیا مجھ کو آزماتا ہے
واہ واہ الہی خیر کیوں پھری کھینچ کھینچ آتا ہے
اپنے تم سر پہ کھینچو تو ج نو
تو ز پر تم کو طیش آتا ہے

الہی خیر کج عشق پھر آنکھیں دکھاتا ہے چو بھاگو شکیب و صبر... کو آتا ہے
نہ بھالی عشق تم ایسا قدم رنجہ نہ فرماؤ تمہاری کیا گرہ سے جانے گا یا جان جاتا ہے
ابھی تشریف لائے ہی نہیں غم آگے بھجوا یا یہ غم جاسوس یا جادو کش ہو کیا کہا تا ہے
میاں غم میں زانم، میر صاحب غم اور دیکھو محبت تو محبت تو ہی میری جان کھا تا ہے
میں برقی غمرہ قاتل سے ایر تر ڈرا کس دن تو اپنی اور ہنسی بھٹکا کے کیوں مجھ کو ڈراتا ہے
غزل اس بحر میں اک اور بھی کہ ڈال سنا ہے
تو آخر بیٹھے بیٹھے تو ز اپنے دن گنوا تا ہے

اسی کو عشق کہتے ہیں جو یوں ہر دم ستاتا ہے تصدیق عشق کے کس کس منے سے جان کھاتا ہے
اسی کو کیا یہ بے چون و چکوں کہتا ہے سب عالم بھلا سچ بھی تو ہے یہ صورت اپنی دکھاتا ہے (کذا)
یہی بے چین دل پہنے لگا خواب و خوش بھاگی رد ا بیٹھا جلا بھلا سودہ عاشق کہتا ہے
الہی خیرنا صبح پیٹ پھرے آگے ہی دوڑا کوئی دل سے دے اس کا کلیجہ نہ کو آتا ہے
عبث بے فائدہ کیا کام بابا گھر کو اپنے جا نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کڑھاتا ہے
سدھار و شیر سنا سے کہیں دم داب کر بھاگو دگر نہ کوئی دم کو تو ز سونامے کے آتا ہے
جو تو ہے پارسا تو آپ کو ہی ہم کو کیا حاصل اسی پرے میں اپنی پارساں تو جتا تا ہے

اے میں جانے والے تاک خدا لگتی تو کہ دنیا
کہ فافل تو ز تیرے در سے بستر اٹھا تا ہے (کذا)

تری طرٹ تو یہ دہ بھر نظر نہ دیکھ سکے
دکھا دوں داغ جو لہ کو اپنے سینے کے
سر شک آنکھ سے نکلے دے ہوے پا مال
یہ تو ہے جو اسے دیکھے ہر در نہ عزرائیل
کبھی بھی تو ز کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

پھر لگا کرنے صنم کی چاہ جی
جس طرح دیکھا ہی اپنی جان کو
تجھ کو تنہائی کا کی خطرہ ہی جان
رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے
تم نے ٹوکا میں دیا اس کا جواب
ایک بو سے کی گدا ئی تم سے کی
پر نہ بو سے لیتے جاؤ شاہ جی
کیوں قسم کھاتے ہو بس بیٹھے رہو
تو ز کو پھیر دے تم تم آہ جی

جو یہی غم ہے کہ سن لیجو کہ ہم مرجائیں گے
طفل اشکوں سے بہت کھتا تھا میں شیم اُسید
پر میان غم دیکھیے اس خوسے کس گھر جائیں گے
یہ نہ جانا تھا کہ یہ مجھ کو زلا کر جائیں گے
یہ نہ تھی اُسید جو دامن چھڑا کر جائیں گے

دل جگر تو میں کلیجے سے بھی رکھتا تھا عزیز
 یہ نہ تھا خاطر میں جو مجھ کو خفا کر جائیں گے
 یہ جو اس خمسہ جن کے زور سے انسان ہیں
 کب یہ خطرہ تھا کہ پنجہ آزا کر جائیں گے
 میں یہ کہتا تھا کہ ہیں دل کے رفیق اب درود سوز
 کب توقع تھی کہ کونے میں بٹھا کر جائیں گے

شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے
 گایاں دیتے تھے ہم کو آپ بھی کھانے لگے
 مجھ کو کہتے تھے کہ دور ہو بے وزن چسل بھاگ جا
 بے وفا اپنے تئیں سن سن پھڑک جانے لگے
 بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر
 اپنی باتوں پر بھلا کیوں بھڑکیاں کھانے لگے
 یا ہمارے کہنے پر اٹھاتے تھے جریب (کذا)
 یا تو اپنی بات پر اب ٹھو کریں کھانے لگے
 میرے غش کو دیکھ کر کہتے ہیں سائے مکر ہیں
 کیوں کسی کے تیر مرزگاں آپ تم کھانے لگے
 یا تو لے لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر
 یا کسی کے تیر مرزگاں آپ تم کھانے لگے
 جس طرح دیوار و در سے ہم نے مگرایا تھا سر
 آپ بھی دیوار و در سے سر کو ٹکرا نے لگے
 یا نہ لیتے تھے کسی کے دل کا ہر یہ ناز سے
 یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے

یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت پھسلائے

یہ تو سو سو مکر سے اب آپ پھسلانے لگے
اپنے ہاتھوں تونے جیسا کیا پایا میاں
تونے جیسا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے

مری صحرانوردی پوچھ تو ٹمک جا کے ہاموں سے

کہ میں سودشت آگے پھر چکا ہوں دشت مجنوں سے
کسی پر گیر دایں نے نہیں خرقد کیا اپت
اسے رنگا ہے میں نے پونچھ کر اباشک گلگوں سے
جو دیکھے نوح کا طوفاں اسے شراب کے پھر جانا

مقابل مت کرو دریا کو میری چشم پڑ خوں سے
نشت گردی کسی کی کی نہ فن شر کو سمجھا
یہ سیدھی باتیں سکھاتو بھی اس قد موزوں سے

انے کہت گل جائیو محفل میں کسی کے

نے محل نہ یا قوت نہ یہ گل نہ یہ احسگر

بالند تر پھنے کا نہیں پاس ادب سے

ادراق گل اڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا

ٹمک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسی کے

میں سخت جگر دامن قاتل میں کسی کے

اور مان بھرے ہیں دل بسل میں کسی کے

دیکھو تو اڑا تا ہوں یوں ہی مل میں کسی کے (کذا)

دم تن سے نکلتے ہی یہی تونے سے بولا

ٹمک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسی کے

غدرِ حسن ہے تجھ کو تو مجھ کو نکلیں ہے
تو سنگدل ہے تو میری (بھی) یہ سنگلیں ہے
اگر حیم ہے تو میں بھی ایک ماسی ہوں
جو تیغِ زن ہے تو میری طرے تھیں ہے
تو عشقِ ہر تو میں ل ہوں تو دردِ ہر (میں) دوا
تو کوہِ کن ہے تو مجھ پاس جانِ شیریں ہے

دوپہرِ حالِ دل نہ اکبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
بہارِ گلشنِ دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
گھڑی بے ریزہ ہے گل سے گھڑی ہر خارِ خوش سے پڑ
بلے دنیا بلے دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
گھڑی ہاتھی یہ بٹلادیں گھڑی کوچوں میں بھڑاویں
بتوں کی دوستی با کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
گھڑی، اگر گلے لگنا، گھڑی تلو، رکھنا

گھڑی ہے سیرِ دنیا سے گھڑی تو نہ گھڑی ماشہ
میں اس سوز کا سودا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

خوابِ دُخورد کی اب تو دم لین بھی دل پر بار ہے
خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
اب تو نالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو
اور تو تو شہِ نہیں پر حسرتِ دیدار ہے

کہوں کس سے حکایتِ آشنا کی
دعا دی تو لگا کہنے کہ دور ہو
سنو صاحب یہ باتیں ہیں خدا کی
ادا کی آرزو کی تو یہ بولا
سنی میں نے دعا تیری دعا کی
کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا
سجوں فریادی تو بس ادا کی اکتا،
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھ
متھائے ساتھ جو میں نے وفا کی
کہ تو نے اس وفا پر مجھ سے کیا کی

لگا ہنسنے کہ بس بس چوہنچ کر بند
 عدم سے زندگی لائی تھی پٹھلا
 دغا لایا ہے دُست تیری دغا کی
 کہ دنیا جاسے ہے ابھی نقلا
 کہ ہے ظالم دغا کی لیے دغا کی
 جو ڈھونڈھے ہے سفارش اغتیا کی
 تجھے لے سوز کیا مشکل پڑی ہے
 کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل
 محبت ہے اگر مشکل کشا کی

کہاں ہے تو مرے پیارے کہاں ہے
 میں گھلنی لے کے چھانا سب جہاں کو
 خدا کے واسطے بتلا جہاں ہے
 ترا دنیا سے کیا باہر نکال ہے
 فلک پر ہے کہ زیر آسماں ہے
 نہ ہو اس سے یہ آتش زباں ہے
 (یہ) کیا مجلس میں تو یاروں سے بولا

گوش ہوش جو پنھانے کو گہر چیریں گے
 ماہر دیوں کے مقابل تو نہ ہو لے خورشید
 اے صدف پہلے وہ تیرا ہی جگر چیریں گے
 در نہ سمجھ کو بھی وہ جوں شق قمر چیریں گے
 جو کوئی عاشق مولا ہے اسے یہ نا چیز
 زکریا کی طرح تا بہ کمر چیریں گے
 دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں انا چار
 اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تیر چیریں گے
 قتل دل ہوئے گناہ زینت کے لیے محبوبا
 ارہ شانے سے جو زلفوں کے اگر چیریں گے
 گو تھ کر زور کیا تو بھی نہ ٹوٹا پا پڑ
 اس بھجے ڈنڈ پہ کہتے ہیں سپر چیریں گے

کیا ہی بے دید ہیں محبوب جہاں کے سارے
 ابد ابد مجھ ہی سے ہر بار نظر چیریں گے

محبت منہ پہ کرنا اور دل میں بے وفائی ہے
 بھلا بوسہ ہم اس سے آج مانگیں گے کسٹھ ہے
 مجھوں کو کریں ہر قتل دشمن کو جلاتے ہیں
 عجائب رسم ہر ان دلبران دہر کی یارب
 یہ عاشق اپنے اپنے اشک کو طوفان کہتے ہیں
 الہی کیا بنے گی ساتھ میرے شیخ دوا عطا کو
 یہ آئینہ یہاں کہتا ہے کیسی آشنائی ہے
 توقع تو نہیں لیکن یہ طالع آزمائی ہے
 بتوں کی بھی میاں صاحبِ الٰہی خدائی ہے
 کسی ساتھ جاسونا کہیں سائی بدھائی ہے
 جو بچ پوچھو تو یہ گنگا ہماری ہی کھدائی ہے
 ادھر رندی شرابی ہے ادھر کو پار سائی ہے
 نہیں یہ ابرو باریاں سوز کے احوال کو سن کر
 فلک کی بھی محبت سے یہ اب چھاتی بھرائی ہے

اشک دھو آنکھوں میں اگر جسم گئے
 تو نہ آیا پر نہ آیا ایک بار
 کو چہ قاتل میں لے دل جان بوجھ
 شبہم آسا گلشن دنیا سے سوز
 اشک و آہ و نالہ و بے طاقتی
 دود کے بھی دیکھنے سے ہم گئے
 اشک ساں ہر چند ہم ہیسم گئے
 تجھ کو رہنا ہے تو رہ پار ہم گئے
 کچھ نہ تھامے کے ترا ہم غم گئے
 لے کے اپنے ساتھ اک عالم گئے

مس پر سرخی پاں دیکھ میری عقل بھولی ہو
 صنم کی رونمائی کے لیے ترکس کا منہ دیکھو رکنا
 نفس میں ہم کو دیجے ایک نظارہ کے جرم اپو
 تجھے اے بواہوس معلوم کیا ہے عشق کا رتبہ
 کہ ہر خورشید تاباں تس پر پسی شام بھولی ہے
 تہا می سیم دوز کٹھی کا آنکھوں سے قبول ہے
 انھوں پر کیا تم ہو گا جنھوں نے ہے
 یہ آہ عشق اس تصور سے عاشق کی سولی ہے
 عزیز و ستوز کو نسبت نہیں کچھ شعر کہنے سے
 پھر ایسے کو برا کہیے حماقت ہے نفسولی ہے

جہاں تک کہ یہ ہے تعمیرِ دل کی
کہ موجدِ اشک ہے زنجیرِ دل کی
جو تجھ سے ہو سکے تعمیرِ دل کی
ہے برہنہ تالا شبگیرِ دل کی
اگر حالتِ کردِ تحریرِ دل کی
کروں اس سے جو میں تقریرِ دل کی
وفا ہوتی ہے دامنگیرِ دل کی
نہ پاوے گر کوئی اکسیرِ دل کی
شکایت میں جو ان و پیرِ دل کی

کہوں کیا بات اس بے پیرِ دل کی
ہوا کس پر یہ دیوانہ الہی
ہم از آئینہ خانے سے ہے منعم
جو بچتا ہے تو بیخ اس کی آئی سے
پر پرداز کاغذ ہو مستلمِ شمع
پٹک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو
جفا سے تیری اٹھ جاؤں میں لیکن
ظلم کرے سخنِ مس کو زباں سے
نہایت چیزِ بد ہے دل کہ ہے لگی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے لے ستور
یہی تھی کیا مگر تعمیرِ دل کی

حیا سے برق بھی منہ ابر میں چھپاتی ہے
یہ زنگ آج تو پھولی نہیں سنااتی ہے
بس اپنی جان کو لے سم کیوں جلاتی ہے
سو وہ مرا ہے جگر اور کس کی چھپاتی ہے
چمن میں جیسے سب غنچے کو کھلاتی ہے
یہ عندلیبِ عبت جان کو پھنساتی ہے

کسی پر سرخی پاں جب جھک کھاتی ہے
خدا ہی جانے کہ دیکھی ہیں آنکھیاں کس کی
ہزاروں مجھ پہ تصدق کیسے یہ پردانے
جو کھاوے داغ پہ داغ ام سن لے لالہ
نسیم زلف بھی کرتی ہر عتدہ دل و را
نہیں ہے داغ و قفس سے بختِ گلِ کم

ہو جب تلک ترے دل میں دیوانہ پن کرے
وگر نہ ستور یہ فصل بہارِ حبساتی ہے

گزشتہ حسن کا اب تک نشان باقی ہے
 امید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو
 ہسی قدی کا نہ ہو کام قامت خم سے
 مری تو یسینے کہ مانند شمع بزمِ اخیر
 نہ ہوئیں ہم سے جہاں میں تو گونہ ہوں یار
 خطا آچکا تھے اپنی گئی نہ سادہ دلی
 اسی ہی منجھلے میں رفتہ دشب ہوں گاتوز
 نہ ہوں فریفتہ کیونکر کہ آن باقی ہے
 چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے
 گیا ہے تیر نکل اب کسان باقی ہے
 گچھل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے
 تو رہ جہاں میں کہ تجھ سے جہاں باقی ہے
 کہ بھوٹے وعدوں پاب تک گمان باقی ہے
 بدن میں جب تیں میرے کہ آن باقی ہے

نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت

نہ چپ ہی پہنے کی تاب و توان باقی ہے

یا تو جاتے ہے لے یا رہیں دنیا سے
 دم نہ مارا میں کسی کام میں مانند حباب
 مر کر اٹھے نہ کوئے یار سے چوں نقش قدم
 یاد میں یا رکی جب آپ کو سمجھیں میں فنا
 گھر خراب اور کاگو کر کے بنائی مسجد
 یا سروکار محبت ہے کہیں دنیا سے
 اٹھ گیا یار دم باز پسین دنیا سے
 تا فنا ہو نہ سکیں خاک نشین دنیا سے
 نے غرض دین سے نہ ان گتیں دنیا سے
 دین ان باتوں میں ملتا ہے کہیں دنیا سے

صحبت شعر و کجف جام و صحرائی درد دست

اس سوا سوز کو کچھ کام نہیں دنیا سے

جب سے کہ چشمِ خلق صنمِ تجھ سے جا لگی
 پیاں غم ہوا ہے مراد دل نہ جانے
 بھر کی ہر آگ لہ سے گلشن میں باغیاں
 کہتا نہیں ہے بات کوئی یاں خدا لگی
 ہاتھوں سے کس کے پاؤں میں تیرے خانا لگی
 کس دل جلے کی باغ میں یہ بد دعا لگی

فریاد بے ستوں میں جو باندھے تھا نقش کو
 پر تب بندھا وہ نقش کہ جب سر پہ آنگلی
 کافر ہوں گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا
 کی یک نگہ کہاں میں کہ گو یا بلا لگی
 نگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر ایک پیش ازیں
 تم کو بھی اب زمانے کی پیاسے ہوا لگی
 بھاٹے نہ کیونکہ ستیز گریباں کو یاد آہ
 چسپاں ترسے گلے سے جو ہو کر قبا لگی

عزیز دیکھو میرا دل اس پر قرض آتا ہے
 جو کہتا ہوں کہ میرا دل تو دے میں ناز الفت (کدا)
 جو کہتا ہوں کہ تم ایسے کہاں سے ستم آئے ہو
 جو میں مایوس ہو کر اپنی گردن بھی کرتا ہوں
 جو رہتا ہوں تو آنسو پونچھ کر کہتا ہوں مت رو (کدا)
 بھلا ایسے سے کیا جس چل سکے فرماؤ عاشق کا
 کہ گھبرا کر کس پر دیس چپکے سے نکل جاؤں
 یہ زندگانی کس طرح کاٹیوں خداوند
 پھر اٹے ہاتھ ہنہ پر پھیر کر مجھ کو دھرتا ہے
 تو دونوں ہاتھ اپنے جھاڑ کر مجھ کو دکھاتا ہے
 تو اپنے ڈنڈل کر ہاتھ مونچھوں پر پھرتا ہے
 تو گردن میں ملا کر ہاتھ بھاتی سے لگاتا ہے
 تیرا دل پاس رکھے ہی نہ کیوں جیوڑا کر دھاتا ہے
 مگر رہ رہ میرے دل میں ہی اندیشہ آتا ہے
 دے دل چھوڑ کر جاؤں تو کیونکر جان جاتا ہے
 تو مجھ کو اور دل دے کیونکہ تیرا نام داتا ہے

دے ایسا ہی دل جس میں (کہ) تیرا سوز ہوا دریں
 کہ اس کے ساتھ پھر خطرہ کسی کا کب ساتا ہے

عاشق تو دل پہلے ہی تھا اب تو ہوا مستانہ ہے
 آگے جگر بیزار ہے ڈرنے لگا بیگانہ ہے
 ان مخ بچوں کے خوف سے بھاگے تھا اپنے شہ سے
 اب یاں سے بھاگوں کس جگہ بھڑکا ہو ویرانہ ہے

دوڑ دشتابی سے بتواپنے تو لو گھر کی خبر
 کون سے دل کی تھی لگی اب لگا ہے
 ان شمعوں کی آگ میں جلتا تھا میں ہر رات دن
 اب رشک سے جلتا جو ہوں جلنے لگا پروانہ ہے
 ہاں میرے ظالم سنگدل تیرا بھی دل جاتا پھل
 تو نے سنا ہوتا کبھو اس سوز کا افسانہ ہے

جلا ہاتھوں کے تیرے دین وایاں جان اور تن بھی
 بچا تجھ سے نہ تر دامن نہ بھڑا پاک دامن بھی
 ہوس جو دل میں تھی سو تو نکل گئی سر سے گھبرا کر
 بل گرداں ہوں میں تیرا سبک کر بار گردن بھی
 ترے غم کی کرے کیا پاس بانی کنج تنہا میں
 ذرا سخت جگر سے بند کر جائے گا روزن بھی
 ستم جتن کیا ہے تو نے مجھ پر کا فر بد خو
 مسلمان تو مسلمان روتے ہیں گبر و برہمن بھی
 ذن کرنا ہی آیا پر سلیقہ کچھ نہ تم سیکھے
 کہوں کیا آستیں کو بھر رہا ہے اب تو دامن بھی
 ابھی وارث کوئی آکر پھر اے گائیں کہتا ہوں
 یہ دشمن آبرو کا ہے ترادں بار گردن بھی
 چلو جی سوز کے گھر سے خبر لادیں یہ کیا حل ہو
 اہی خیر ہو ہونے لگا ہے اب تو شیون بھی

بچ تو گیا ہے اس لبتِ عنبر سے
 پر کا پنے ہر کلیجہ اس چشمِ شریک سے
 بچ جائے دل تو بچ جائے شاید کہ اب کی باری
 پر کوئی کب بچ ہے اس شوخ کی کب سے
 مرزا گان نے میری آنسو پر نچے کہاں کے صاحب
 بہتا ہر خون ہر دم اس زخمِ دل نشیں سے
 ہے موردِ ترجمِ یہ حسنِ لوتوز صاحب
 ہاں اس کا ڈھونڈو لاؤ محبوبِ ہر باری سے

کس سے کہوں میں یارب اپنا غم نہانی
 میرے گلے پڑی ہے یہ تھوڑی زندگی
 اب بیٹھے نہیں ہیں محبوبِ میرے سر پہ
 کیا کوسوں تجھ کو میری ہی ہے مری جونی
 ان آنکھوں ہی نے تیری بھ کسٹم کیا ہے
 کرتا ہے چوٹِ آخر اہوے آشیانی
 آنکھیں بچیں کہ بھاگا ہر روز یا الہی
 کرتا رہوں میں کب تک اس دل کی پابانی
 فرادِ دقیس کا تو افسانہ سن چکے ہو
 اب جی لگا کے سینو تم سوز کی کہانی

مجھ سے دار و مدار کرتا ہے
 غیر کو ہم کنار کرتا ہے
 ملنے کو جو گی اسے مارا
 گھر میں بیٹھا شکار کرتا ہے
 عاشقوں کا تو دشمن جاں ہے
 وہ کے دوستدار کرتا ہے
 پوچھتے کیا ہو سوز یارو (کذا)
 کون سا کار و بار کرتا ہے
 ایک مدت ہے جو خاک نشیں
 کچھ تو وہ خاکسار کرتا ہے

باشد ہے جیسے غنچہ تصویر میں چھپی
 ہے مغفرت ہماری بھی تصویر میں چھپی

دہشت سے اپنی جان کے لئے قاتل جہاں
کیوں میں مائی اس کو بھاتا بگوش یار دکھاتا
کیا کیجیے کہ دیکھ نہ سکتے تھے اہل رشک
نے حسن رہا نہ جنش و نہ گفتگو نہ دید دکھاتا
اس طرف اس نے تیر کو کھینچا ادھر مولا
ان کبریائی والوں میں ہے جان کا خطر
پانی ہوئی قضا تری شمشیر میں چھپی
فریاد جا کے نالہ شب گیر میں چھپی
غیرت رہا ہے دامن تحقیق میں چھپی
جان غیر صورت تصویر میں چھپی
میری جل بھی شوخ کے زہ گیر میں چھپی
جیسے اجل ہے کلثم بجیر میں چھپی
رد وین نہ کیا کریں کہو پڑھ پڑھ کے تونہم
بخشش ہماری ماتم شبیر میں چھپی

نہیں غم شادمانی میری یہ ہے عزیز دزدگان میری یہ ہے
مردوں پاؤں تلے جو اس صنم کے تو عمر جاودانی میری یہ ہے
بیوتم مے میں خوں پیا ہوا اپنا شراب ارغوانی میری یہ ہے
سنو جی ایک تھا سوز ایک ہمدی
شب و روز اب کہانی میری یہ ہے

تیرے ملنے سے نہایت اب یہ دل مایوس ہے
مسی لگا بکھے بوسہ دے ہونا ہو سو ہو
تو ہی مجھ کو اس جگہ کی خاک نیچے دابھے
اب تو خلوت میں بلا لے اس کو توڑتا ہر کیوں
اور تو دوسواں کیا دھڑکا بڑا جاسوس ہے
یہ ہی کہ لیسو فلانا ایک مکھی چوس ہے
جس جگہ اس کا جلوس مینت مانوس ہے
ایک تودہ ہر افسی اور بوڑھا پھوس ہے
شاعر دہ میں سوز کو کہتے ہیں سارے بے خبر
کیا کہوں میں خنق کی فہمید ہی معکوس ہے

راہِ سخن کوئی آج ہمیں بتلاوے خود و عقل و قرار و دل و دیں رے جاوے
 پائے غم میں ہوں میں افتادہ و مینا در دست اور اس حال میں وہ شوخ ادھر آ جاوے
 یوں کہے آج اسے کس نے دیا بار یہاں ٹھوکریں مار کے اس جا سے بچھے اٹھاوے
 چونکے گر پردوں گر پاؤں پر اس قاتل کے اور وہ ہاتھ پکڑا بھ کو کہیں رے جاوے
 پھر تو جو بات بنے آگے خدا ہی جانے
 سوز سے پوچھو شاید وہ تھیں بتلاوے

گر دل جلوں کی یاں کچھ قدر ہے حاضر ہے دل لیجیے نذر ہے (کنا)
 ناصح عبث تو ہوتا ہے مانع تجھ کو خدا کا کچھ دل میں ڈر ہے
 تیرمی بلا سے جو دل پھنسا ہے میں کیوں نہ روؤں میرا جگر ہے
 پھرتا ہوں بازار بازار کبت او دل کہاں ہے او دل کدھر ہے
 اے سوز ہا آگے نہ جانا
 ہانکا کھڑا ہے جی کا خطر ہے

دعا شق ہے کسی کا تو نہ بتیابی سے محرم ہے
 میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا سوز کا غم ہے
 چلو اے اشک آگے ساعت اچھی ہماری ہو (کنا)
 جگر دل جان کے ہمراہ اب چلنا مصمم ہے
 خدا ہی جانے یا دل جو گزرتی تھی مرے دل پر
 بے درد و دنی سے کسی کے کون محرم ہے
 دل و دیں جان و دیاں صبر و حق کھو چکے کبھی
 یہشت استخوان باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے

اگرچہ اختلاط بزم میں اس سا نہیں اب تنو
دے غصے میں اس محبوب کے میاں زور عالم ہے

جس کے قدم پر تڑپے دل و جگر ہے
کہتے ہیں عرشِ دل کو جھوٹا کروں کسے میں
یہ گز سرخ اس کا پاتا نہیں کہیں میں
یوں تو کہاں وہ بہکے ایسا نہیں وہ بھولا
پوچھو تو یار دیکھ کس جہلا کا نگر ہے
بھی تو بات یہ ہے ہم سوختوں کا گھر ہے
کیا پوچھتے ہو دل کو کیا جانے کہ صر ہے
وہ لگیا ہوشا ید اس بات کا خطر ہے
ہم لے کے آدیں اس کے محبوب کو کہیں سے
پر تنو کو تو دیکھو اس میں بھی دم گر ہے

لے پیک صبا تو نے دل زار سنا بھی
لڑکے تو مرے دل کو کبھی رکھ نہ سکے گا
کرتا ہوں کرتا ہوں تجوں کی میں پستش دکڑا
پس حق بظرف تہیے ہر تو کیوں نہ کرے پند
میاں جلد ہو یہ کہ وہ کہیں تجھ سے مل بھی
جاتا ہے کہ صر لے کے نہ چھوڑ دگ میں لا بھی
لا حول دلہ شیخ مرے پاس سے جا بھی
مردود ترا دل یہ کسی بت سے لگا بھی
اب پاس ادب ختم ہے اس تنو پہ یارو
کیا خاک ہوا جل کے ہمیں دودا اٹھا بھی

جگر سے لب تک آہ دغاں بے تاب نکلا ہے
نہیں، سو دل چنگا ہوا کیا کیجیے یار با
وداع یہاں کرتا ہی حتی الباب نکلا ہے
ابھی آنکھوں سے میری قطرہ خون باب نکلا ہے

تجھ بن کس کام زندگانی ہے ہی تو بنام زندگانی
 آتا ہے تو آشتاب و رہ نہ کرتا ہے غلام زندگانی
 جو تو ہی نہ پوچھے حال عاشق کیا زیست کدام زندگانی
 سے آنکھ اٹھا تو دیکھ 'تجھ کو کرتی ہے سلام زندگانی
 حسرت ہی میں گزر گئی آہ
 اسے سوز تمام زندگانی

یوں تو نکلے نہ مرے دل کی آیا ہے گاہے
 جو تری خاک در اے دست برب کعبہ
 نہ شفاعت ہو پیغمبر کی نہ تیرا دیدار
 ہے وہ عاشق میں گردن زدنی سوختنی
 نقش کو میری سر راہ ہی رہنے دینا
 منت : دھبا خاک کو ہے میری سار
 خرم عمر بعد جان کردوں میں ستر باں
 میں تری تیغ کی برش کی کردوں سبک شناس
 ایک نے تیرے سے پوچھا کہ صنم سے اپنے
 دیکھ نہ اس کا گھر ہی ایک میں بھر کر دم سرد
 لے فلک بہر خدا رخصت آئے گاہے
 دل میں ہو گر ہوس عزت و جا ہے گاہے
 ہو جو فردوس بریں پر بھی نگاہے گاہے
 الم زخم سے جو دل کے گرا ہے گاہے
 گر کرے رکھ کے وہ کچھ قتل گناہے گاہے
 ابھی روئے گا وہ باخیل پیاہے گاہے
 اس طرٹ دیکھے اگر برق نگاہے گاہے
 تو مرے زخم اٹھانے نہ سرا ہے گاہے
 اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے
 یوں اشارت سے بتایا سرا ہے گاہے
 بول بولے دوزخو جھوٹ نہ کہیو اسب بھی

سوز ساقم میں ہوا نامہ سیا ہے گاہے

جاسے سے بزم میں گو بادہ کوثر ہوئے کس کو خوش آئے اگر طبع مکرر ہوئے

بھاگ ان بردہ فردشوں سے کہاں کے بھائی
 بیچ کھاتے ہیں جو یوسف سا برابر ہوئے
 داغ ہوتا ہوں میں اس غم سے کہ یہ بھینکا چاند
 میرے محبوب کے کھڑے کے برابر ہوئے
 کیا ہوا جان تری غیرت سے محبوبی کو
 زلف کو چھوڑ دیا تو نے کہ ابتر ہوئے
 تیرے ہاتھوں سے جو کچھ سوز کے دل پر گزرا
 آہیں کس سے کہوں اور کسے باور ہوئے

ساغرے کی فط پاؤں اگر جاحثالی
 مثل مینا میں کروں لی کی تمنا خالی
 بیٹے بہتے تو ہزاروں ہوئے دریا خالی
 پر نہیں اشک سے ہوتا دل شیدا خالی
 کب ہیں شیشہ ساعت سے ہے اب پرواہ
 دل دوں لے کے مجھے دکھایا خالی (کذا)
 جس طرح سانپ کو آرام کر اُسے بے امن
 ریگ صحرا سے نہیں آبلہ پا خالی
 لے گئی تھی طمع خام کہ دل پاؤں گا
 ویسی رہتی ہی نہیں زلف چلیا خالی
 دولت اہل کرم کو ہے کہاں بیم زوال
 جا کے کوچے میں پلک سر کو بھی آیا خالی
 قیس کا وقت گیا سوز چلو اب جلدی
 در سے ہوتا ہے کہاں کیسے دریا خالی
 سخت دل سے ہر پڑا دامن صحرا خالی

ہماری چشم نے یاں تک تو خوفشانی کی
 کہ روح قیس نے سر سے پھر دوانی کی
 بکھل سکی نہ مری آہ تا باب جا کر
 سسکتے رہ گئے اے تیری ناتوانی کی
 گئے تھے آج جہانے کے ساتھ سوز کے تم
 بھلا عزیز و بڑی تم نے ہربانی کی

تجھ پاس اگر تیغ ہے یاں تیر دغا ہے
پر سامنے کیا ہوں مری آنکھوں میں حیا ہے
میں تم سے نہیں بوتا سچلے رہو بیٹھو
کیوں چٹکیاں لیتے ہو مری ران میں کیا ہے

آج اپنے دل کو دیکھا آج میں نے دُور سے
برگ گل بہتے ہیں جیسے آبشار باغ میں
ماہ اور خورشید کا رد اور ایسی روشنی
اہل جنت نے جو دیکھا حسن میرے یار کا
غال و خط میں دیکھا ہے ناصح گم کردہ ہوش
دیکھو بدستیاں اس بادہ کش کی بجائے
آج پایا ہے اکیلا تجھ کو کنج باغ میں
جس طرح تو نے ستیا منہ کو تیرے بھینچ کر
جس طرح پردہ اٹھا کر شوخ نکلا ناز سے
اس طرح موسیٰ نہ لایا آگ کوہ طور سے

و عادیات ہوں تو کھڑے کو پٹھرا کر چڑاتا ہے (۹)

جو بوسہ مانگت ہوں ہونٹھ دانتوں سے دبا تا ہے
جو میں کہتا ہوں لے مر جاؤں تیرا پنڈ چھٹ جاوے
تو یوں بھی چین نہیں کھلے ہی کھلے مسکراتا ہے
جو گاہے شکوہ کرتا ہوں تو لکڑی لے کے اٹھتا ہے
جو چپ رہتا ہوں تو بے غلوں میں اگر گدگداتا ہے
جو اٹھ جاتا ہوں تو وہ راہ آگے روک رکھتا ہے
جو سو رہتا ہوں تو وہ چٹکیاں لے لے جگاتا ہے

جو گلیوں میں پڑا رہتا ہوں فریادی کی صورت بن
 تو لڑکے ساتھ لے کر ہر طرف سے غل مچاتا ہے
 جو روتا ہوں تو ہنستا ہے، جو ہنستا ہوں تو چڑھتا ہے
 غرض میں کیا کہوں جس جس طرح مجھ کو ستاتا ہے
 چلم کی لیجھو جلدی خبر بے چین ہے یہ دل
 غزل اور ہی کہوں مضمون تازہ کلبلا تا ہے

ادھر دیکھو تو کس ناز و اداسے آج آتا ہے
 سیحا کی موسیٰ امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے
 جہاں بیٹھا جہاں سوتا ہے اے دل تو سلامت رہ
 کہ تیرا ہر گھڑی من مار رہنا یاد آتا ہے
 الہی خیر کیجو آج کس پر تیغ سے نکلا
 فلک پر خوف سے خورشید جس سے تھر تھراتا ہے
 عجائب سیر ہے اب کوچہ قافل میں چلتے ہو
 کوئی تو ایریاں رگڑے ہر کوئی پھر پھڑکتا ہے
 صبا تجھ کو سیلماں کی قسم ہے جھوٹ مت کہو
 یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں پھولا سنا ہے
 کسی نے اس سے پوچھا تو زبھی اب شعر کہتا ہے
 تو کی کہتا ہوں وہ بت بنا باتیں بناتا ہے

جو پہلے ہم سے اُلفت تھی سوا اب اس میں نہیں باقی
 کہاں ہر روز کا منا کہاں ہر دم کی مشتاقی

جوانی ساقہ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا

کہاں محفل کہ صرمینا کہاں مطرب کہ ہر ساقی

اوداغمرزہ و ناز و کم نگاہی جو روئے ہری اکڑا

یہ سب ہے حسنِ خواہاں میں دسے اتنی بد اخلاقی

جو سرگوشی میں بوسے لے لیا احسان کیا ان کا

تکلف برطرف یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی

بجائے اشک ان سنگیں دلوں کے جوڑے اب تو

شرر جھڑتے ہیں مڑنگاں سے بجائے سنگ چھتی

کبھی کالی گٹھائیں جیسے بجلی کوند جاتی ہے

چمک جاتی ہے مٹی میں تیسے دانوں کی براتی

تجھے اے غیب میں معلوم ہوگا حالِ عالم کا

میں کیا جانوں کہ کیا ہے انفسی اور کیا ہر آفاق

بغیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیاء کو

یہ تیرے ترک چشم اب کس سے سیکھ آئے ہیں ترقی

بھلا اس سوز کی خلقت سے کیا منظور تھا دل کو

خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاق

زمیں کو چم لیتا ہے تباہ کو بچے کو چلتا ہے

کہ یک ک سخت اب دمن میں آکر اُٹھلتا ہے

جو دم مارو تو کہتا ہے کہ چپہ جی بہلتا ہے

بلا سے گاہ گاہ ہے اپنے گھوٹے سے کھنڈت ہے

یہ آنسو ہو کے قاصد جس کی آنکھوں سے نکلتا ہے

تماشا دیکھ پایے آن کر رونے کا تو میرے

جگر کو لے کے نشتر گودا ہے ہون ملتا ہے

اٹھا دلعش کو میری نہ اس کو چپے سے سنتے ہو

یہیں بخت جگر یا شعر ہیں یا لعل پارے ہیں شرارے آگ کے ہیں سوز کیا منہ اگلتا ہے
 مواجب سوز تب بولا کہ ہاں دل سوز تھا میرا
 نہ لیجو نام اس کا آہ میرا جان جلتا ہے

چمن سے پھر صبا نے بوئے گل صحرا میں بھمکائی
 مبارک باد دو اب عند لیہوں کو بہار آئی
 جلاتا تھا خدا کا نام لے مردوں کو جب عیسیٰ
 صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی

کون سا اس جہاں میں بے غم ہے جس کو دیکھا سو تجھ سے محرم ہے
 اشک تو جل نہ جل یہ تیرا شوق آہ کا تو سمنہ مصمم ہے
 ایک دم کے لیے تو آئے جان تیرے دم کے لیے کوئی دم ہے
 کچھ نہ کہو اسے خدا کے لیے روٹھنے کا بھی زور عالم ہے
 گو نہ آیا تو کیا ہوا اسے سوز
 میرے مرنے کا اس کو ماتم ہے

کہوں میں اس کے شرمانے کی خوبی کہ اپنے جی کے لگ جانے کی خوبی
 مجھے کہتا ہے میں نے کب لیا دل بہت اچھا مگر جانے کی خوبی
 نکل جاوے ہی گا سینے سے دانش تو دیکھو دل کے گھبرانے کی خوبی
 نہیں جاتی تری اب تک شرارت ملا کر منہ سرک جانے کی خوبی
 کہا جوں سوز نے بوسہ تو دے جان لگا کہنے کہ بہہ لائے کی خوبی

سوز غم سے تھے بادیدہ تر رہتا ہے اے دل گم شدہ سچ کہ تو کدھر رہتا ہے
 اشک صدف سے تھے تو جیل تو خبر لا دل کی نامہ بردہ دہاں جاتے ہی مر رہتا ہے
 دل کی کس قاتل سفاک سے ہی سمجھ لگئی جو لیے تیغ و سپر آٹھ پہر رہتا ہے
 جن دنوں تھک کے وہ شیر کو کرتا ہی میان ان دنوں شہر میں ٹول تباہ کمر رہتا ہے
 ٹھیس لگتے ہی ذرا پھوٹ بہیں وہ کم بخت انکھڑیاں ایسی ہی باتوں سے تو گھر رہتا ہے

مجھ کو دھمکاتا تو ہے ہر بار کیوں کس واسطے

کیا گنہ کیا جرم میرے یا کیوں کس واسطے
 آج تک کس نے غریبوں کو ستایا ہے بھلا

تو جو دیتا ہے مجھے آزاد کیوں کس واسطے
 کس کے تیری برائی کچھ کہی تحقیق کر

اس قدر مجھ سے ہوا بیزار کیوں کس واسطے
 جب میں کہتا ہوں کہ آپا بے مری چھاتی سے لگ

ہے یہی اس شوخ کی گفتار کیوں کس واسطے
 آنکھ اٹھا کر دیکھنے دیتا نہیں وہ شوخ چشم

بس نہ روئے چشم گوہر بار کیوں کس واسطے
 پارسی شیخ تو ہے آکو تو اس کو کیا دکھ

توڑے بے فائدہ تکرار کیوں کس واسطے

کیوں بے دل میرے بدلے جاتا ہے ذبح کرنے کو وہ بلاتا ہے
 مجھ سے آہیو عشق کی لذت کس مرنے سے چھری چلاتا ہے

میں سنت ہوں ایک مدت سے کتنا عشق عاشق کا جی جلاتا ہے
 برق ہے آگ ہے شرار ہے کیا ہے جو دل میں پیر جاتا ہے
 تجھ کو میں بھیجتا ہوں آگے جا میرا دل ڈرے تھہرتا ہے
 جیسا سنتا ہوں شاید ایسا ہو توڑ کیوں مفت جی گنوا تا ہے
 تجھ میں طاقت ہے ظلم پہننے کی دیکھوں کیا تیرے پیش آتا ہے
 میں تو جاؤں ابھی دے مجھ کو
 توڑ کہہ کہہ کے کچھ ڈر آتا ہے

کہوں اسرار اپنے دل کا تو عالم ڈر آتا ہے
 نہیں کہتا تو جو دل میں ہے اگل ہنہ کو آتا ہے
 جو دم لیتا ہوں تو شعلہ جگر کا جی جلاتا ہے
 جو چپ رہتا ہوں تو اندر ہی اندر جان کھاتا ہے
 جو کچھ احوال کہتا ہوں تو سننے والے روتے ہیں
 نہیں کہتا تو کوہ عنبر آسینہ و باتا ہے (کنا)
 جو جنگل میں نکل جاتا ہوں تو سب دشت
 کبھی جو شہر میں آتا ہوں تو گھر بھول جاتا ہے
 پہاڑوں میں اگر پھرتا ہوں مکھڑے ہو کے اڑتے ہیں
 جو دریا پر کبھی جاتا ہوں سر پر خاک اڑاتا ہے
 خدا کے در پر بیٹھ لے توڑیوں داہی نہ پھرند در
 کہ وہ پیدا کیے کی شرم کو آہی نبھاتا ہے

جودل پہ ہے گذرتی اس کو خدا ہی جانے
کس سے بیاں کروں میں درپہ ہر کون لانے
لے دل بہت تامت جاتا ہے تو نکل جا
سینہ تو پک گیا بس ٹکرانہ اود دوانے
صبر و شکیبہ طاقت مدت چھوڑ بھاگے
اب آپ ہو جے رخصت کرتے ہو کیوں کہانے
غم کو نہ چھوڑ جانا اپنے ہی ساتھ لے جا
کاہے کو چھوڑتا ہے تو میری جان کھانے
صاحب تمھاری خو کو میں خوب جانتا ہوں
اس کو فریب دو تم جو تم کو کچھ نہ جانے
اس عصر میں ہوئے ہم یہ بھی خدا کی قدرت
جس عصر میں سراسر اپنے ہوئے بگوانے
نکھو سدھار د بھاگو ہم صبر کر رہیں گے
پھر اس طرف نہ آنا تم تو زکوستانے

دور سے کھجے کہ یہ زخمی کوئی پنخیر ہے
پاسن دیکھا تو دل ہڑ پاس اس کے تیر ہے
قیدستی سے کوئی چھوڑا نہیں آخلق میں
موج سے دریاوں کے بھی پانوں میں زنجیر ہے
ابر و باران تم نہ پوچھو شرم سے روتے ہیں آہ
ابر کی صودت یہ میری آہ بے تاثیر ہے

ہر ایک عاشق کے جی میں یہ ہے کہ میرا محبوب مجھ کو چاہے
غضب ہے یا رو یہ چاہنے کو کہ وہ بھی میری طرح کرے
کسی محبوب نے کیا بھی کہ اپنے عاشق کا ہوئے عاشق (کند)
یہ تھوڑا احسان نہیں (ہے) اس کا کہ اکھڑا دیکھے گاہ گاہ ہے
غرض یہ طلب کے ہیں گئے عاشق کہا کریں کچھ زباں سے اپنی
اسی کو عاشق کہیں ہیں ہم تو کہ
اسی کی خواہش مراد ہوئے جو مار ڈالے تو شاد ہووے
طلب اسی کی زیاد ہوئے نہ منہ سے کچھ نکلے آہ واپہ

میں تجھ کو کہتا ہوں تو دُشمن کھ اگر تو عزت کا ہو گا طالب
بھکانہ سر کو کسی کے آگے اگر سلامی ہو بادشاہ ہے

بندہ خانہ ہے کرم فرمائیے آئیے حضرت ہمارے آئیے
کیا تلاش دل کو آئے ہو یہاں دل بھی حاضر ہو اسے لے جائیے
ایک بوسے پر ہے خط کش یہ بھی دیکھیے اور چپکے گھر کو جائیے
بیچ سے ہونٹوں کے گالوں کے نہیں عارضی بوسے پہ مت بہلایے

بہ عزم دلیری پھر وہ تم ایسا داتا ہے پرے لے عقل عشق خانماں برباد آتا ہے
خوشی کیا خاک ہوئے حذر لبو ایسے گلشن میں جہاں نت کا یہی دھڑکا کہ وہ صیاد آتا ہے
تو قہر دل کے پھر آنے کی اب مجھ کو کہاں لیکن وہ اس کا بے قراری سے نکلنا یاد آتا ہے
خدا کے واسطے لے ہم نشینو ڈھانپ لو مجھ کو اور ہر ملک پھر کے دیکھو تاصح جلا داتا ہے
خدا جانے ہی کیا بزم میں اس آتشیں خو کی
گیا تھا کس خوشی سے توڑ، پرنا شاد آتا ہے

دل لے ہی گیا نہ یار ہے ہے ہے ہے دل بے قرار ہے ہے
تو قہر ہمارا کہہ بنے، اور میں روؤں ناز دار ہے ہے
مت جائیو بار بار، ہا ہا میں تیرے دار ہے ہے
پیکان سے تیرے دل خوشی بھتا سو ہو گئی دل سے پار ہے ہے (کذا)
ہرگز نہ بھی عطش حبسگر کی کیسی تھی یہ آبدار ہے ہے
اب تک جیتا ہے توڑ، آجان اتنا بھی انتظار ہے ہے

تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا بنا تا ہے

ذری سے دل میں امن خدے کے کوہ غم سنا تا ہے

اے میاں یہ جہل ہے اس کو دیکھو اپنی آنکھوں سے

کہ آ اس عرش سے لے فرش تک سب کچھ دکھاتا ہے

کبھو تو ایک کو کرتا ہے سلطان، ایک کو چپا کر

کبھی پتھر کو اس سلطان کنج پر بندھا تا ہے (کنڈ)

کبھی تو شہروں کو دیران کر جنگل بنا تا ہے

کبھی جنگل کو کر آباد مردوں کو بسا تا ہے

کبھی تو سوز کو دیتا ہے جاہ و شمت و دولت

تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا دکھاتا ہے

ساقہ پھرتے ہیں میرے یہ سائے میری تقصیر کیا کہو بارے

تو نے مجھ کو فراق کو سونپا یعنی یہ پیس پیس کر مارے

عشق سے جو کہ دل لگاتا ہے سودہ اپنے یکے کو پاتا ہے

تیرا تو کچھ نہ جائے گا لیکن مفت میں میرا جان جاتا ہے

عشق پایے سدھار اپنے گھر کیوں عبث میری جان کھاتا ہے

پوچھ تو جا کے سوز کا احوال مثل ماہی وہ تر پھرتا ہے

سات دن سے وہ زار دالاں ہے نہ تو پتا ہے کچھ نہ کھاتا ہے

عشق کہیے تجھی کو حضرت عشق کیا تجھے نام یہ سہاتا ہے

ان سلوکوں پہ کہتے ہو سب سے مجھ کو تو سوز ساقہ نا تا ہے

کسی صورت سے دل شاد نہیں ہوتا ہے
 آہ یہ گھر بسا آباد نہیں ہوتا ہے
 ایسے ظالم کے میں پھندے میں پھنسا ہوں ہرگز
 جس کا قیدی کہیں آزاد نہیں ہوتا ہے
 جیسا تو قاتل سفاک ہے ایسا تو میاں
 کوئی دنیا میں بھی جلد نہیں ہوتا ہے
 چھپے کرتی جو میں بلبلیں حیرت ہی بکھے
 مگر اس باغ میں صیاد تہیں ہوتا ہے
 آپ کی جود و جفا جتنی تھیں سب مجھ پہ ہوئیں
 اب نیا ظلم بھی ایسا دہیں ہوتا ہے

تجھے دل کے لینے کی کیا چاہ ہے
 ہمارا تو ہے
 تعین کے گھونگھٹ سے منہ کون کال
 ذرا بھانک کر جان آگاہ ہے
 نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو
 مری جان الشری الشری ہے
 اسی کا یہ منظر ہے اسے تا قصو
 جدھر دیکھے وہ (ہی) واہ ہے
 مظاہر اسی کا ہے یہ سب ظہور
 کہیں ہے گدا اور کہیں شاہ ہے
 یہ اشیا جہاں تک ہیں آئینہ ہیں
 سبھوں میں وہی جلوہ ماہ ہے
 تجھے و ام ہے عرش پر ہے خدا
 ترے دل سے اس عرش تک راہ ہے

صنم کے ہاتھ میں کیا آدھی تھی
 کہ جوئے غمزہ گلشن میں بھی تھی
 کہا میری طرف سے تو نے کچھ
 تو داں شمشیر آگے ہی دھری تھی
 جڑی آتے ہی اور منہ سے (نہ) بولا
 مگر اتنا کہ اسے تیری کہی تھی
 رلایا یوں مجھے آٹھ آٹھ آنسو
 کوئی پوچھے تو یہ کیسی ہنسی تھی
 تو کہو ہم نشیں کیا تو نے شق
 مجھے ہے ہے کرے کس نے کہی تھی

نہیں تقصیر اس میں آپ کی کچھ
خدا جلنے کہ گالی یا عسادی
بے صاحب یہ قسمت کی بری تھی
نہ سمجھا کچھ زبان فارسی تھی

بھاگت کیوں ہے تو لے سر و خراں مجھ سے
ایک قطرے میں مے اشک کے قطرہ کہا (گذا)
تیری پھل بل نہیں ہونے کی یہ نہاں مجھ سے
بحث کرتے تھے بہت حضرت عیاں مجھ سے
موت ہر بار نہیں آتی ہے بس مرتو چکا
دیکھ کر میری پریشانی کو کھاتی ہے باد
بیر کیوں رکھتی ہے نہ لفت پریشاں مجھ سے
چار داغوں کو گنا تا ہے گلستاں مجھ سے
میرے شمشاد کی جا چل تو پہلے سیکھ آ
کیوں اکڑتا ہے تو لے سر و خراں مجھ سے
شکر حق کل تو کہا اپنے جلیسوں سے یہ
رد ٹھہ بیٹھا ہے جہت تو ز غر و خواں مجھ سے

مجھے دیکھ کر موت یوں بولتی ہے
مری جان ، دیدار آخر تو دکھلا
کہ یہ کیا مرے ، یہ تو عاشق کا جی ہے
مری جان آنکھوں میں اب آرہی ہے
کھرد ، نقش پر ہو کے بولا کہ ہے
کسی جوگی کی یہ تو دھونی دلی ہے
تجھے تو ز کی عنم ہے تیرا تو دالی
عسلی ولی ہے ، وسی ہی ہے

آ جا مرے منتوں کے پاسے
تو سامنے میرے اٹھ گیا باسے
اسے پیار سے جھنڈوے باؤں لے
شیر مر نہ گیا تری بلا لے

تاریک ہوا جہاں تبھہ بن
سرے پاؤں تلک لگی دون
وہ شرم سے تیرا مسکراتا
دل جابتا ہے کہ پھر بھی دیکھوں
یا آن کے پاس بیٹھ میرے
تم تو جنت کو سدھارے اچھا (کذا)

اے میرے سحر، میرے ہمدی
میاں مرتا ہے کیا جلا لے (کذا)

متفرقات

آنکھوں میں وہ لگاوٹ، دل آہور میدہ
ہم سے بھی یہ پھنالا 'اللہ سے شوخ دیدہ

اے نالہ نکل مت کہ مراد نہ نکلے
اللہ کرے ہنہ میں سے آواز نہ نکلے

ہوئے ایسے ہی تم نظروں سے اب بابا کی گم ہمدی
مبارکباد کو بھی عید کی آئے نہ تم ہمدی

ماہ کو نسبت نہیں کچھ میرے بہر خسار سے
وہ بھری راتوں کو یہ واقف نہیں سرا سے

نکل اے جان گر تجھ میں رہی تو تہ ہے
صنم آتا ہی استقبال کو یہ وقت فرصت ہے

تجھے سوا کروں یا میں تیری بے وفائی سے کہ سب ڈرجائیں اپنے دل میں تیری آشنائی سے

زمن میں ابھار ہوں تیں قتل کی تدبیر ہے اب کدھر جاؤں لہی پاؤں میں زنجیر ہے

ترا سوزِ احوال ہر دم بہتر ہے وہی چہرے کا ہی احوال وہی چشم تر ہے (کذا)
ترے یار کو میں بلا لاؤں بستلا کدھر اس کا کوچہ کہاں اس کا گھر ہے

مرا قتل اس بے وفائی سے نہ چاہا وہ کب پھوڑتا تھا خدا نے نہ چاہا
بڑا داد تھا آج بوسے کا لیکن وہ راضی ہوا تھا خدا نے نہ چاہا

کوئی سنتا نہیں دردِ پھروں ہوں مثلِ دیوانہ
الہی رات ہو جلدی سنوں میں اپنا افسانہ

اگر گل جائے سب میرا گد پوست درون گور سے بووں کیا دوست

کون ہے کس پاس جا زیادہ وہ اوٹلا کر دے ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا اب کیا کروں

کہوں ک بات میں تجھ سے اگر جی کی ماں پاؤں مجھے قربان ہونے دے تم سے قربان ہو جاؤں

ہم پہ یوں گزے قیامت واہ واہ واہ حضرت سلامت واہ واہ

میں کس کے ہاتھ لکھ بھیجوں میاں صاحب سلام اپنا
 مجھے تو بھول جاتا ہے تمہے دھڑکے سے نام اپنا

دل لیا 'عاشق کیا' رسوا کیا 'شید کیا' لے مرے اللہ تو نے مجھ کو کیوں پیدا کیا

بس میں کہتا ہوں اپنے گھر جاؤ حضرت عشق تم نہ جی کھاؤ
 دین و ایمان تو لیا تم نے کچھ تمہارا لیا ہے فرماؤ

روز محشر بود سیاہ چو تیر چہرہ منکران روز غدیر

رباعیا

لے امت حضرت رسول الثقلین مانگو ہو اگر دونوں جہاں کا تم چین
 تو درد کرو صبح و سارا اپنا تم اللہ و محمد و علی و حسین

اس صورت ظاہر کو جو حیراں ہیں ہم واللہ غلط سمجھیں ہیں ناداں ہیں ہم
 ہاں سایہ سوہوم جو بکیے تو ہیں اپنا ہی گمان ہے کہ انساں ہیں ہم

نہ درد کسی کے ہیں نہ درماں ہیں ہم نے خام ہیں عشق میں نہ بریاں ہیں ہم
 دو چار دن 'لے توڑ اگر سچ پوچھو اس بزم جہاں کے پیچ بہاں ہیں ہم

وہ کبک خرام، حور دیش، رشک ماہ
جو دیکھ سکو تو آدُ یار د دیکھو
کوہ تمکیں، فلک نط، عسالی جاہ
کس شان سے آتا ہے کہ اللہ اللہ

جاتا ہے یہ طفل اشک بانالہ و آہ
کیونکر رد کوں تجھے میں اے نور العین
نحمت دل بے قرار لے کر ہمراہ
اللہ نگہبان ہے پیروں کی پناہ

بس کون میں ہم، جو کہتے ہیں ہم ہیں عزیز
یہ جو کہتے ہیں، ہم ہیں، پچ کہتے ہیں
ملک سوچ تو اس ہم کو جو ہے فہم و تمیز
جو اس کے سوا ہیں، جان تو سب ناچیز

بس رہ لے آہ ورنہ جل جاؤں گا
بس لے دل اتنی اضطرابی مت کر
بس تھم لے اشک در نہ گل جاؤں گا
تیرے ہاتھوں سے میں نکل جاؤں گا

بس حلا عشق میں تو پامال ہوا
لب خشک ہوئے، مونہہ کا یہ حال ہوا
ملک دیکھو یار میرا کیا حال ہوا
تو عشق ہوا کہ جی کا جنجال ہوا

جو میرے عدد تھے ان سے تو یار ہوا
رہ رہ کے مرے جی میں ہی آتا ہے
مجھ سے لڑنے کو اب تو تیار ہوا
اللہ تو ہم سے ایسا بیزار ہوا

کاہے کو کیجیے کسی پر اب چشم
باقی نہیں اب طلب کس کی دل میں
پھوڑا دنیا کا ہم نے سب دولت و چشم
آیا تو چشم ورنہ آیا تو پشیم

اے جان پر جب سے تم اپنے گھر گئے
کونٹ پوچھے تو کیا بتاؤں اس کو
بابا کے جگر پہ داغ غم کا دھر گئے
کس منہ سے کہوں کہ میر ہدی مر گئے

گر حق کہیے تو مفت میں جان گیا
بیزاد میں اس جہاں سے جلدی لے چل
خاطر رکھیے تو دین و ایمان گیا
میرے اللہ تیرے قربان گیا

یہ بات الہی ہے جی اوسان گیا
سچ ہے صد سہ بھی چاہیے ہی لائق
ارمان بھی حسرت سے پر ارمان گیا
کس منہ سے کہوں تیرے قربان گیا

اے توڑ سنہل یہ آہ دزاری کب تک
آپہی عاشق ہے اور آپہی معشوق
..... نل یہ بے قراری کب تک
پرے سے نکل یہ شرمساری کب تک

کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا
تھی آپ ہی آپ شرکت غیر بغیر
نے کوئی عدو تھا نے کوئی ہمد تھا
چلے جی اب دیں کہ کیا عالم تھا

کیوں مجھ کو ستاتے ہیں یہ سب اب یارب
اعداسب اک طرف یہ ناصح مردود
چھوٹے ہر عشق مجھ سے اب کب یارب
حیران کرے ہر مجھ کو جب تب یارب

بس جھوٹے نہیں ہیں عندلیباں دیکھا
آرام سے سونا تھا جگایا نا حق
کس جا ہے چین کہاں گلستان دیکھا
آنکھیں کھلتے ہی ہم نے زنداں دیکھا

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص عام
پر زیت ہر ان کی جوں شال خورد شد
کیا اہل سکوت اور کیا اہل کلام
پیدا ہوں صبح تو مٹ جاویں شام

اے میری زندگانی اے میری حیات
زلفیں جو تو نے ڈالیں میرے منہ پر
تیرے الطاف کی کردں کس پہنچے بات
کیا بو آئی تھی ابر محمد صلوات

اے محتسب اتنا تو نہ کر مجھ پر عتاب
تجھ سے یوں ہیں پھپھاہے کچھ شیشے میں
سن میری بات کا ذرا اے تو جواب
تو بول تری ذات بھلی یا کہ شراب

میں نے کہا اے جو تجھ کو زندہ ہے درکار
میں بولا تو نہ دل ہے تجھ پاس کہا
بولا ب خشک و چشم تر ہے درکار
اچھا ترے عشق کو جگر ہے درکار

آتا ہے تو کیوں دوڑ دوڑ راتوں کو (کلا)
لو اور ڈھٹائی مار بیٹھا چٹ سے
بکو اس بھرے آگ لگے باتوں کو
دور ہو اصد قے کردں تیسے ہاتھوں کو

گردم ہو تو آہ آہ کرنے کے لیے
دل ہے سوشب دروز پڑا جلتا ہے
درجیم ہے خاکِ خوں میں بھرنے کے لیے
ہے جان تو ایک روز مرنے کے لیے

واعظ مجھے کہے کی بتاتا ہے راہ
میں کب مانوں ہوں ایسے شیطان کا کہا
کہتا ہے صنم کدے سے مجھ کو آگاہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اے مرگ ہزار گھرا جاڑے تو نے اچھے اچھے لباس پھاڑے تو نے
جو نخل کہ بار در ہوا دنیا میں جڑ پیڑ سے اس کو سب اکھاڑا تو نے (کن)

آدم کی ہے یہ سخن باقی ڈھونڈو تو کسی کی نشانی باقی (کن)
کہتا ہے تو کہہ لے در نہ ہوئی صبح (کن) رہ جائے گی تو نہ یہ کہانی باقی

عاشق جو پتنگ کو کہے ہیں شاعر دل سے نہیں شمع کے ہے کوئی ماہر
ہر چند کہ عاشق کا تو جلنا ہو کام معشوق بھی اس کام سے کب ہو باہر

کہنے کی خراب اب عمارت کیجے بت خانے کو ہر طرح سے غارت کیجے
ہوئے گا حصول کچھ (نہ) اس میں لے تو نہ ہے دل میں کہ دل ہی کی زیارت کیجے

یہ دل ہوا سب طرح سے تجھ پر مائل اس واسطے میں ہوں تم سے آگے مائل
تو کھول نہ کھول زلف اپنی پیارے ملنے کا مرے اس میں ہے عقدہ حائل

کب آئے مدام زلیست کرنے کے لیے دن عمر کے یک چند ہیں بھرنے کے لیے
کیوں روز تو لدیہ کریں ہیں شادی یاں آئے ہے جو کوئی سو گنے کے لیے

کہتا ہوں میں جس سے آشنائی کی بات سنا ہوا وہ مجھ سے اور ملتا ہے بات
کہتا ہے یہ کیا کیا اے ناداں تو نے اب کیونکے کہے گی تو نہ تیری اوقات

نے دیر سے کچھ ہم کو نہ کہے سے کام
جوشیخ و برہمن ہو سو اس پر جھگڑے
دنیا میں ہیں ان دونوں کے طالبِ ہِنام
ہم زندہ ہیں مشرب ہے ہمارے وجام

دن کو کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں
نے کام خدا کا نہ کیا عقبی کا
اور رات جو ہوتی ہے تو ہم سوتے ہیں
اس عمر کو دنیا میں یو نہیں کھوتے ہیں

ہر وقت مرے دل میں یہی آتی ہے
تس پر جیتا ہوں یا دنیا کے بیچ
کیونکر رکھوں میں عمر چلی جاتی ہے
ٹلک دیکھ تو میری بھی عجب چھاتی ہے

دل کو مرے عاشقی سے پھرے گا کون
نے دام ہی پاس (ہے) نہ صیاد یہاں
وحشی ہو غزال اس کو گھرے گا کون
یہ بھیلہ لے تو نہ بیرے گا کون

اے آنکہ بعشق مصطفائی مدہوش
شاہ شہدا شود شفیع تو بخش
در ماتم آلِ ادبجان دادن کوش
پر سینہ سبک چہ میزنی دست بخش

بر در سے خدیو سرور خلق پناہ
ایں بود حدیث آلِ رسولِ عربی
فرمود بجاسے ما علی باشد شاہ
من کنت مولاء فعلی مولاء (کذا)

فریاد ز ہم یکہ بدوش آمدہ است (کذا)
از سینہ چہ راہ کر بلا نزدیکست
ہم نالہ بے خودی خوش آمدہ است
آہ از جگر م سیاہ پوش آمدہ است

ستربان تکبر گدائی گردم حیران گماں کبریائی گردم
من آن بودم کہ با کمال حیرت در تافلہ داغ جدائی بودم دکدا،

اے مردم زار زار حیران تو ایم دے دیدہ اشکبار دیران تو ایم
بروی دین و صبر و طاقت اے عشق ز خود شکار قربان تو ایم

اے خواجہ دنگام رہ نرا ندی ماندی خود را بر نیقاں نہ رساندی ماندی
ابں راہ نہ راہ کعبہ آب و گل است یک گام نہ کار داں چو ماندی ماندی

مستزاد

سُن سوزِ جہٹ دیکھ کے حیراں ہوگا خواہاں کا جمال
دلِ زلف میں اُبکھے گا پریشاں ہوگا متے یے دیاں
یہ چاں بُری ہے تجھ سے نبھنے کی نہیں ادھام خیال
کیا ہنستا ہے بہت ہشیاں ہوگا مت دانت نکال

جو شخص ملازمت کو آتا ہے گا از بہر حصول
کچھ وہ بھی نذر کو چیز لاتا ہے گا یوں ہے معمول
بندے کو نظر اور نہ آیا ایسا حیراں رہ کر
اپنے تیس آپ ہی دکھاتا ہے گا گریکے قبول

بالفرض کہ ہم عاقل و باہوش ہوئے کس کام میں ہیں
 ہو کر آزاد خانہ بردوش ہوئے تو دام میں ہیں
 دو دن کی نمود میں نہیں کچھ حاصل یا روح بانو
 مے حق ہوئے خو خاک میں ردپوش ہوئے (کذا) آرام میں ہیں

(قطعات)

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر ہو گیا میرا قضا داواں گزار
 آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او کوئی یاں حاضر نہیں اب تابکار
 ہے سرہانے دیکھو تیر و کہاں جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار
 سنتے ہی میرے گئے واں پانوپھول لگ گیا دیوار سے تب آہ مار
 خوبی قسمت تو دیکھو اس گھڑی کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
 ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہے غضب تھے نہ پتھرے بھی کہ کرتا سنگسار
 اسے بے منت اجل آئی تھی ستور
 پنج گیا کیا ہوئے پھر انجام کار

ایک دن اس شوخ سے میں مگ چلا رمز میں کرنے لگا انہماک پیار
 جب تک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا دل میں آیا آنکھ بوس و کنار
 کھول کر آغوش جوں سرکا دیں
 کہنے لاگاد اچھڑے چل بھٹک نہ مار

او میاں او بھائی دو خلوت کے جلنے والے دوست
 اس سے کہ ربو خدا کے واسطے کا کام ہے
 پہلے کبھی عذر یعنی وہ نہیں کہتا ہے آپ
 تیرے اس محزون نالاں سوز کا پیغام ہے
 کالے نڈر، بے رحم، بے پرواہ، بے دید آسمان
 تیرے ہاتھوں ساری خلقت اب تو بے آرام ہے
 جس نے دیکھا آنکھ اٹھا کر، تو نے چٹ مارا دیں
 یہ جو تیری وضع ہے اس کا برا انجم ہے
 آدمیت یکہ باز آ، قتل مت کر خلق کو
 سوز کا بھی مار لینا کون ایسا کام ہے

..... تجھ کو دلا سوئی یا لگا کاٹھا جو تو اچھل پڑا ایسا کہ تیرا سر پھوٹا مارا
 ہماری بیچ کی انگلی ہے بوجھے صاحب پکڑیو زور سے پھوڑوں، یہ لیجے انگوٹھا

کیا کہوں تم سے اے خود منہ و دیکھتے ہو تم ان بتوں کے جھمنہ
 دیکھتے ہیں سمجھوں کو ایک نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
 رام کرتے ہیں باز کو جیسے طلعت بوسہ کے روز سے پسند
 بھوکھ پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹھ پر منہ بند
 بھاپ دیتے ہیں دونوں تھنوں کی پھر بھڑک جاتے ہیں یہ مثل پرند
 الغرض چھوڑتے نہیں بابا
 جس طرح سوز کو کیا پابند

ما جو تم سے راست کہتا ہوں شاعری سے مجھے نہیں نسبت
 میں انھوں میں تھا سب سے بیگانہ وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
 کہ تجھے بات بھی نہیں آتی ہم سے برائے کس طرح صحبت
 یا تو ہم سے کیا کرو باتیں یا ہمیں جانتے ہو بے عزت
 تب میں ناچار ہو کے کہنے لگا انھیں باتوں کو شعر کی صورت

ورنہ اس منہ پہ شاعری تو بہ
 یہ بھی مرزا رفیع کی ہے دولت

مخمس

راہ گلشن میں نہ دے مجھ کو ہوا دار چمن دام میں کھینچے نہ صیاد دلازار چمن
 ہوں نہ لایق نہ سزاوار چمن بیل تصویر ہوں جوں نقش دیوار چمن
 نے نفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن
 کب ہیں آزاد رکھنے کو نہ کئے دی ہو عمر گوشہ زندوں کی زینت کے لیے بخشی ہو عمر
 طوق در گردن بسر جوں نہ ختم کی ہو عمر کیا گلہ صیاد سے ہم کو یونہی گزاری ہو عمر
 تب اسیر دام تھے اب ہیں گرفتار چمن
 کہ تو کس کے جی کو دکھ دیتا ہو تو لے باغیاں چھوڑ کر کہیں اٹھ پیا گلزار کو لے باغیاں
 درد کی ہر گل سے اب آتی ہو بولے باغیاں نوک سے کانٹوں کی ٹپکے ہو بولے باغیاں
 کس دل زندہ کے دامن کش ہیں یہ خار چمن
 شام سے گزریے ہر دن اس کو ہر صبح تک پر کسی کی حال پر اس کے نہ دیکھی غم پاک
 اشک لے تائیر رکھتے ہیں ایسی کی ہر دم اکذا زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا نمک
 سیکھ لے گر ہم سے رونا مشہم زار چمن

ہو جی تجھ سے تھے مشوق سے بھی عندلیب
پھیر گلشن میں ہی توحشی کی ڈریے عندلیب (کذا)
قطرہ اشک آنکھ میں تیری نہیں ہی عندلیب
نحت دل گرتے جاے برگ اے عندلیب
ہم اگر ہوتے تری جاگہ گرفتار چمن
سوز کہتا ہے تجھے آدیکھ لے زگس کو نامک
اے مرے محو تماشا دیکھ لے زگس کو نامک
ہے تغیر حال اس کا دیکھ لے زگس کو نامک
..... سودا دیکھ لے زگس کو نامک
باغ میں بہاں کوئی دم ہی یہ بیابا بہ چمن

لکھتی ہے زمانے میں جو خشک و تری رنگ
کافر ہو کسی کا جو خوش آتا ہو ذری رنگ
ہے دیدہ تحقیق میں یہ سب نظری رنگ
کرتے ہے مرے دس میں تری جلوہ گری رنگ
اس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ
سب چیز کی میں سیر کیا ڈھنگ کا جلوہ
تجھ بن نظر آیا نہ کسی رنگ کا جلوہ
کس رنگ میں دیکھا نہ کسی رنگ کا جلوہ
سب رنگ میں ہے تو یہ ترا سب سے پری رنگ
ہر چند پڑا آکے میں صیاد کے بس میں
لیکن نہیں ترا گل و گلشن کی ہوس میں
مشہد امیری سے ہوا تا کس و کس میں
کس گل میں یہ جلوہ ہے کہ اب کج نفس میں
دکھاتی ہے میری بجے بے بال دہری رنگ
مجھ عاشق نالان کے نامے کو تو لینا
ملک پوچھ سمجھ مجھ کے نامے کو تو لینا
اس حسرت دار بان کے نامے کو تو لینا
ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا
نامے کے بتور کا ہے میرے جگر کی رنگ
جو چیز کہ ہر کو چاہا بازار
افسوس ہے جو عمر کیوں اپنی گنوائے
اس کے لیے لاسنگ کو آتش پہ گلا دے
اے شیشہ گریں دل کوئی ٹوٹا جو بن سے
پیدا کرے پھر درہی کچھ شیشہ گری رنگ

صیاد تو مجھ طوطی کے طالب سے سخن کا اور دل کو مرے ہی غم و اندوہ وطن کا
 معلوم کچھ احوال نہیں سرور و سمن کا ہے خاک بسراجِ اخدا جانے چین کا
 دیکھ آئی ہے کیا جا کے نسیم سحری رنگ

مت دل لگا دنیا سے تو ہرگز ذری سودا جب سب سے ترانے بھروسے ہی سودا
 بنے ہے جہاں کی بھی خشکی تری سودا کر جامہ عریانی کو خاکستری سودا
 ہے عزم سفریاں سے تو ہے یہ سفری رنگ

چشم میں اپنی گہر بار کردوں یا نہ کردوں آہ گہرا کے میں ناچار کردوں یا نہ کردوں
 درد پنہاں کو میں ظہار کردوں یا نہ کردوں کیوں میں تسکین دل لے یا کردوں یا نہ کردوں
 تارے جا کر پس دیوار کردوں یا نہ کردوں

زندگی کا کوئی دم مثل شفق باقی ہے جز دوستی سے مے نیم ورق باقی ہے
 ہاں میاں اس میں وہ اک کلہ حق باقی ہے سن سے اک بات مری تو کہ مین باقی ہے
 پھر سخن تجھ سے تمگزار کردوں یا نہ کردوں

تم تو وہ شخص ہو اپنے کو برا یا سمجھو دل جو ہم آپے دیں اس کو چر یا سمجھو
 غیر سے وصف کریں اس کو لگا یا سمجھو سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنا یا سمجھو
 ہے نہ باں میری بھی گفتار کردوں یا نہ کردوں

کون ایسا ہے کہ جس شخص سے غم رکتا ہے اٹھ سے جب اشک تو ہر ایک سے کم رکتا ہے
 شدتِ درد میں کس دل سے اُم رکتا ہے نا صحا اُٹھ مری یا میں سے کہ دم رکتا ہے
 تلے دل کھول کے دوچار کردوں یا نہ کردوں

گر یہ رک رک مری گردن پہ ہوا ہوا بھوق کوئی غم اس سے نہیں جان کو میری مانوق
 جب تلک چو نکے مے جی سے میاں جا ذوق خواب شیریں میں وہ اوڑن (ہے) مرا نال شوق
 جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کردوں یا نہ کردوں

دشا حال کبھو اس نے تو آکر یاد کتب تک مل میں کھوں غم کو چھپا کر یاد
 کوئی فریاد و فغاں اپنی سنا کر یاد موسم گل ہی میں صید سے جا کر یاد
 ذکر مرغان گرفتار کروں یا نہ کروں
 نہ رہا دوست جسے رحم مجھ ادا پر آئے اس زلمے میں میں قسب ل کے میرے درپے
 کوئی ایسا نہیں جو اس سے یاد جا کے کہے حال باطن کا نمایاں ہے مے ظاہر سے
 میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں

..... دل داری کو کیا جانے ابھی ان بے فاؤں کی وفاداری کو کیا جانے
 تیری عمر ہے تو نالہ و زاری کو کیا جانے (کنا) نہ ہو عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے
 ابھی تو آپ ہی لڑکا ہی سچ یاری کو کیا جانے
 نہیں ہوتی ہیں آخر کو یہ کچھ باتیں بھلی پایے تھے یہ تو ہنسنے کیلئے کے تھے ابھی پایے
 ہے گا کب یہ ایذا عشق کا اتنا سا بھی پایے لگیں بھی ہیں کسی سے اب تلک نکھیں تری پایے
 تڑپنا، لوٹنا، راتوں کی بیداری کو کیا جانے
 ابھی تک ات دن تو کھیل میں مشغول رہتا تھا بلا جانے تری پایے محبت کو کہ ہے وہ کیا
 بھنس تو عشق کے چھند میں جانی اس کو باز آ ابھی تو تو نے آئینے میں اپنا منہ نہیں دیکھا
 گرفتاری کو کیا سمجھے تو خود داری کو کیا جانے
 ابھی تو طرز عیاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے ابھی تو کچھ دل آزاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے
 ابھی تو شک و خوار ی نہیں پوری ہوئی تجھ سے ابھی تو شک و خوار ی نہیں پوری ہوئی تجھ سے
 یتھسا کیلجہ تیرا غم خوار ی کو کیا جانے
 سونے اس کے کیوں غل کرتے ہو ہر وقت جانے دو کوئی آشفہ کی جانب سے اس کو جا کے یہ کہ دو
 زائشے گا جگانے سے تمھارے سنتے ہو یاد عزیز دوسر کو چو کا ڈمٹ
 ازل سے جام کام ہوش بشاری کو کیا جانے

مثنوی

میں کس سے کہوں دل کی باتیں
 ناحق ناحق گھبراتا ہے
 آرام نہ اس کو سونے سے
 بدرنگ ہے اب دل کی حالت
 مطلوب نہیں اس کا پسیدا
 بونہض تو اس کی پہنچا تو
 بیماری کیا ہے اس دل کی
 تو اس کو اس تک پہنچا دو
 سودا ہے جو ہے سودا لی
 یا جن دہری کا سیاہ ہے
 اب اس کی کچھ تدبیر کرو
 ہے ہے اب باتھ سے جاتا ہو
 کیا اچھا بچھا دل تھا یہ
 ہنستیوں میں بیٹھ ہنستا تھا
 محبوبوں سے مل چتا تھا
 کرتا تھا سب سے رنگ ریاں
 سب اس سے پیار سے ملتے تھے
 سب دل سے اس کو رکھتے عزیز
 پھر کیوں چپکا ہے اب یارب

کتنی ہیں کس دکھ میں راتیں
 صحرا صحرا پھر داتا ہے
 ہے کام سو اس کو رونے سے
 سمجھی نہیں جاتی اس کی مت
 کس کی صورت کا ہر شیدا
 کیا مرض ہے اس کو دیوانو
 کیا چاہ ہے اس کو قاتل کی
 محبوب کو اس کے دکھلا دو
 تشخیص کرو کیا ہے بھائی
 کس چیز سے عشق لگایا ہے
 میں راضی ہوں زنجیر کرو
 مجھ کو اس کا غم کھاتا ہے
 سب رنگوں میں شامل تھا یہ
 فوجوں میں پہلے دھنستا تھا
 محبوبوں ہی میں ملتا تھا
 باتیں کرتا بھلیاں بھلیاں
 حش تک اس سے ملتے تھے
 ہے سب کے آگے اب ناچیز
 بنے سے اپنے کو کیا کب (کذا)

مت جیپ رہ میرے پیسے دل
 یوں چپکے چپکے غم مت کھا
 مت اپنے جی سے رہ غافل
 میں تیری چال سے ڈرتا ہوں
 قربان میں تیرے منہ کھولو
 تم کس کے اوپر عاشق ہو
 میں اس کو تجھ سے ملوا دوں
 یا تنو سے مل کر کام کروں
 منت سے اس کے پانو پڑوں
 پر بھی بات یہ ہے اے دل
 یہ پہلے سر سہلاتے ہیں
 ہے عشق کی راہ بہت مشکل
 تو بھوں یہ نگلیاں جائے گا
 یاں غول بہت ہیں اے غافل
 ان سے لے مرے صاحب دل
 پر تو کہنا کب مانے ہے
 میں ایسا دشمن
 زمانہ ایسا ہے
 دالہ تم اس میں نہیں جھوٹے
 گھر کو ہو منکو آتے ہیں اکڑا
 میں مجرم ہوں جواب بولوں

جا جا بے جس سے چاہے مل
 پیسے یہ غم کھا جائے گا
 ادول ادول ادول ادول
 انیسٹے ہی میں مرتا ہوں
 کچھ مجھ سے بات کہو بولو
 کس کے پیچھے اتنے دق ہو
 اس کا کام سبھے لا دوں
 اس بت کو تیرا رام کروں
 تیری خاطر جی دان کروں
 ان بوگوں سے ہرگز مت مل
 پھر کچا بھیجا کھاتے ہیں
 سن میرے بھولے بھالے دل
 ہر دو پر سر ٹکرا دے گا
 بہلا کے لے جاتے ہیں دل
 مت مل مت مل مت مل مت مل
 مجھ کو تو دشمن جانے ہے
 کہے جو تیرے
 جو دل اپنا تجھ جیسا ہے
 اپنے ہی بخت بنے پھوٹے
 تو الٹی لائیں کھاتے ہیں
 کاہے کو اپنا منہ کھولوں

کیا گندہ نکلا میرا دل
 ہے ہے میں کیا غافل تھا
 دانشدہ دل بے گنا ہے
 لاکھوں میں ہو گا صاحب دل
 یارو میں تم سے کہتا ہوں
 مت اس کو اپنا جانو گے
 ہاں بندے دل کے ہو رہو
 ورنہ یہ ایک سیانا ہے
 تو دو دو بانس ہے گا یہ
 سفید دل کے کان کو کھوں
 سب کا پیدا کرنے والا
 تم کیوں بھولے میرے بھائی
 پیالے دل کی آنکھیں کھولو
 پیدا اب کو گر تو جانے
 میں میں تم جو کرتے ہو گے
 میں میں کون ہے بیٹھا
 میں کو بوجھو میں کہتا ہوں
 میں جو کہتے ہو کیا تم ہو
 میں جو کہتے ہو تم
 بولے آپ کہتے تم میں
 آپ میں اپنے آپ کو بچھو

اور اپنے کہے کیا حاصل
 جو سمجھا تھا میرا دل تھا
 میں بھول کے اپنا جانا ہے
 ورنہ سب دل سے ہیں غافل
 جو جو میں دل کے سہتا ہوں
 جو میں نے کہا سو مانو گے
 جو ظلم کرے چپکے سہیو
 بھید اس کا کس نے جانا ہے
 جو اپنی بات کہے گا یہ
 اچھے میٹھے میٹھے بول
 ہے وہ صاحب حق تعالیٰ
 یہ غفلت کس زند سے آئی
 اب کو سمجھو تب کو بولو
 اپنا خالق ہوا ہے کیا نے (کذا)
 اس میں میں کو کچھ بھی بوجھے
 تم میں میں کس گن سے بیٹھا
 تم کو یہ میں میں بہتا ہوں؟
 کیوں اس میں میں سرد گرم ہو
 ہنڈیا میں ہے وہ
 تو پر ہے تم میں
 آپ کو بوجھو ملک تو چیتو

آپ وہ اپنے سوانگ بنا دے
ہو کر دکھلا دے

عرش سے تافرش وہی ہو (کذا)
..... لوگ ہیں اس کا بھمکا

عین کر دے سب سے نیارا؟

پر یہ پتل خاص بنایا

جن پایا سو آپ کو بھولا

اپنی رستی آپ جلائے

..... کب تہ میں بیٹھے

سب میں بیٹھ سلائے ملیں (کذا)

سب جاگہ وہ حاضر تاظر

ماکہ روپ کی آن بنائے

جو ڈھونڈھے سو اس کو پاوے

کہیں کہیں یوں ہی مل جائے

یہ سوتا محبوبوں کا ہے

تم اس پر مت بھولو بھانوا (کذا)

آئینے کو صاف بناؤ

آئینہ کیا دن ہے تیرا

دور کر دو گر زنگ کو اس کے

جھانکو تا کو دیکھو سو جو

جو پاؤ تو میں کہہ بو لو

آپ ہی رہتے آپ رہا دے

لاکھوں شان میں وہ جھمکا دے

یہ تو سب نے رمز کہی ہے

پردہ سب سے باہر دھمکا

وہ چنچل سب کا ہے پیارا

اس میں بورا ہو دکھلایا؟

جل کر ہو کر آگ بجو لا

غیتہ کو کب اس کی بھلائے

اپنی یکتائی میں بیٹھے

قید نہیں وہ آب و گل میں

جب ڈھونڈھو تب سب سے باہر

بھول بھلیاں تن میں چھپائے

بن کھرچی وہ ہاتھ نہ آوے

سو توں کو وہ آپ جگا دے

دہرے کا ہے

اپنی آنکھیں مل مل کھو لو

منہ دیکھو جب آپ کو پاؤ

جس میں کرتا ہے وہ پھیرا

اور ہی پاؤ ڈھنگ کو اس کے

سامنے جو ہو اس کو پوچھو

در نہ اپنی جیب نہ کھو لو

اس میں کر تو سیر فلک کی
 پہلے گور کو ڈھونڈ لے بھائی
 پکڑ پر ن تو اس کے کہ کر
 اپنا مولا جان تو اس کو
 سن لے اور یہ بھید بتاؤں
 ہمیں فرمایا
 بھید وہی تجھ پر کھولے گا
 اپنی خودی تو چھوڑ مشتابی
 جب تک مرے نہ آپ کو پاوے
 مرتا کوئی نہیں ہے جانی
 مرنے سے آگے مرجانا
 حرص و ہوا کو مارد صاحب
 قسمت ہی پر راضی رہیے
 روز ملے یا دو دن پیچھے
 کیوں مڑھجاتا ہے ناداں
 ننگا رکھے وہ یا کہ اڑھائے
 اس کا بتا ہے تو بھائی
 تیرے باپ کا اس میں کیا ہو
 وہ جانے جس کا یہ گھر ہے
 کروبی تب تجھ کو جتا دے
 تب میں کہیے ، تب ہو اچھا

راہ ہے کتنی ایک پلک کی
 بن گور کا ہو سودا لی (کذا)
 اپنی شیخی تو داں ہے کر
 بندہ ہو پہچان تو اس کو
 سوچ ذرا جو تجھ کو بتاؤں
 آدم کو سجدہ کروایا
 میں میں تجھ سے وہ بولے گا
 سب اپنی ہے خانہ خرابی
 موت ملے تجھ کو سمجھا لے
 کہتے ہیں یہ بات گبیانی
 زندہ دلوں کا ہے یہ بانا
 طول اہل سے ہو لوتا ب
 جو جو بیٹے سو سو ہے
 اپنا پودھا آپ وہ سیچے
 رہ تو اپنے من میں شاداں
 وہ جانے جو اس کو بھاڑے
 تجھ کو کس کی غیرت آئی
 تجھ کو تو ہر آن بقتا ہو
 تجھ کو اس میں کون ہے
 تجھ میں سے تجھ کو دکھلا دے
 توڑ کہے ہے سن سے بچا

ان باتوں کو تب تو پاوے
 عشق کا ہے یہ سارا بھیرا
 بن عاشق یہ بھید نہ سوچھے
 یاد رکھ اس کی حاضر غائب
 مان سے بھید باتیں کر کی
 تو بندہ وہ تیرا مولا
 وہ مذکور ہو تو ذاکر
 کر دوا میٹھا جوئے سوئے
 تب تجھ کو وہ میں دکھلائے
 روم روم مراجب بولے
 کیا بستلاؤں
 اپنا رب تو بوجھ لے بھیا
 لا الہ کے بھید کو بوجھو
 کہوں میں کیونکر تجھ میں کیا ہے
 اشرہ ہے جو لہانہ جائے (کنز)
 شہرگ سے نزدیک رہے ہو
 آپ میں ڈھونڈو بابا میرے
 شیشے میں جن آپ کو پایا
 پھر پھر سوچو اس کو یاد
 لا الہ کے معنی جانا
 لاکھ طرح تو میں نے جتایا

تجھ میں جب یہ سوز سمائے
 عاشق ہو سلجھا ابھیرا
 عاشق ہو سو اس کو بوجھے
 اس کو جان تو اپنا صاحب
 وہ کہے دے گا تجھ کو دھڑکی
 سب سے جان اسی کو ادلا
 وہ اس کے تو حکم میں شکر
 اس کی بات میں کچھ مت بولے
 عہد میں منصوری بجواتے
 تب میں آپ تو پورا ہولے
 سوتوں کو کس بھانت جگاؤں
 تو ہی تو ہے اپنا بھٹا
 یعنی غیر نہیں ٹک سو بھو
 پیائے جی اشرہ ہے
 اس کو کیونکر لا دکھلائے
 گردن بھی پر چھڑا ہے ہر اکڑا
 یوں تو سوانگ بنے بہترے
 اس نے دیکھا اور دکھلایا
 اور نہیں ہے خوب نہارو
 غیر نہیں ہے جانی مانو
 ہے ہے تم نے بھید نہ پایا

ڈھونڈو، پنا آپ ٹوٹو اپنا گور کھ دھندلا کھو نو
 میں کا میں نے کیا بیان تو جان اور تیسرا گیان (کذا)
 میں میں مرت کہ ستور
 تو میں میں بہت

مذکرہ مجمع الانتخاب

— میں —

میرسوز کا ترجمہ

میر محمد صاحب نام، توفیق تخلص اوصاف ذات شریف چه شرح در این بخش
آفتاب در تمام عالم روشن تر که جمیع کمالات متناهی بودند خصوصاً در فن شعر گفتن و
خواندن در لطیفه گوئی و در خوشنویسی شفیقا و مستطیق و غیره بهفت قلم و در علم
تیراندازی و سوار ی اسب یکتای روزگار و در بزرگی (و) در ویشی محبت و
بزرگان و بر عالی فقیر اینقدر غایت و اشتقاق مبدول داشت که اکثر فقیر
بخدمت میر صاحب مذکور حاضر میشد و اکثر با فقیر خانه فقیر قدم رنجه میفرمودند.
اول ترکیب دادن دیوان میر صاحب معزایه باعث فقیر است پنا نجه
اول بر دیوانی که ترکیب یافته بودند و فقیر موجود است در آن کسر دستخط
خاص بخط شفیقا میر صاحب مرحوم و مغفور است. بعد از آن دیوان بید
نقل یافته اند و رواج یافته اند. غرض فو زده سال ملاقات از فقیر
در لکهنو مانده عمرش از هشتاد و ستاد و خواهد بود. از مرزا رفیع السواد مرحوم و
مغفور یک سال در عمر زیاد بودند. بعقیر اکثر میفرمودند. ۶۰ سال شش سال میشود
که از عالم جاودانی به عالم فانی و دیوت حیات سپرده. یک قطعه تاریخ وفات
گفته بود برای دریافت سن وفات می نویسد. قطعه تاریخ وفات:

از دلتش دلم بسوخت چو شمع
افتش بود چون به آب و گم
طبع من چون الم کشید کمال
گفت تاریخ "سوز سوخت و لم"

از ہون دیوان قدیم چند غزلیہاں برای یادگار تبرکاً در حیدر آباد و احسن
انتخاب نموده شد۔ از دست غزل سر دیوان :

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا بجائے بسم اللہ تو آہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زبان توحید کہنے کی تو لا کر کر الوہیت کو، لا اللہ میں لکھتا
وگر نعمت محمد کی مجھے توفیق کچھ آتی تجی کلمہ طیب رسول اللہ میں لکھتا
زباں سے رقص مشککث کا منقبت کہتا تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرثیہ حنین کا کہتا تو کیا کہتا بہنوید سینہ زہر نقطہ ایک ہ میں لکھتا

غزل

دلا دریا سے رحمت قطرہ ہے آپ محمد کا جو چاہے پاک ہو، پیر و ہوا صحاب محمد کا
محمد عالم کا گھر ہے، علی اس کا ہے دروازہ غلام اُس کا ہو تو جو کلب ہی باب محمد کا
قدیر عنا جو اپنا خم کی بہر نماز اُس نے ہوا اس وقت ساجد کعبہ حسرت اب محمد کا
زمین و آسمان ہوں کیوں نہ روشن نور سے کہے دک پر تو اخور مشید ہتا اب محمد کا
کیا پیر خرد نے موجب غم پشت گردوں کا دکھ یہ بختی بارکش رہتا ہے اسباب محمد کا
ادا کس کی زباں ہو سکے شکر اُس کی نعمت کا دو عالم ریزہ ہیں حق نے کیا قاب محمد کا

دہ

اہل ایماں سوز کر کہتے ہیں کافر ہو گئیں آہ یارب! راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا
ناصر مجیز اور دلسوزی سے تیری دور ہو دل کو کیا روتا ہے لے جی بھی مسافر ہو گیا
درو سے مظلوظ ہوں، درماں کے مجھ کو کام کیا بارِ خاطر تھا سو میرا یا بارِ مشاظر ہو گیا
میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہے میرے نام واہ یہ دیوان بھی نعتیں دفاتر ہو گیا
کیا میحائی ہے تیرے لعل لب میں لے صنم بات کے کہتے ہی دکھ سوز شاعر ہو گیا

یہ چال یا قیامت، یہ حسن یا شرار
جوڑا پیٹے جب تک، روزِ حساب آخر
غرنے کو بھانکیو تو کیسی چمک ہے اشد
ہر آن اُس کا جلوہ ہے گلابانِ دیگر
کس کا یہ زنگستان، ترے شہید پیار سے
دیکھو اچک پناقم، آیا ہے پھر ستانے
پوچھے ہے مجھ سے سنیو عاشق کتا پو سیرا (دکھا)
لیتا ہے ملک دل کو یہ دربارِ امانی
اتنی جراتوں پر جیتا ہے سوزِ صاحب

چلتا ہے کس چمک سے ٹمک دیکھو خدارا
بل بے تری بناوٹ اے خود نما خود آرا
یہ نور یا تجلی، خورشید یا ستارا
خسرو ہے نہ سکندر، جہید ہے نہ دارا
زیرِ زمیں سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں یہ نظارا
دل چٹ کیا کبھو کا مانگے ہے اب دربارا
کچھ جانتا نہیں ہے بھولا بہت بچارا
اس میں نہیں کسی کا اے دہر و احبارا
سینہ ہے یا کہ ترکش دل ہے کہ سنگ خارا

دل

تضارادہ قاتل ادھر آں نکلا
کھراغش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے
کھڑے رہنے والو، مگر توڑ ہے یہ
مراکتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر
پھری لے کے من بعد سینے کو چیرا
کہ سینے کو اُس کے مرا جان نکلا
یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
بھلا اس کے دل کا تواریان نکلا
یہ خورشید بھاڑے گریبان نکلا
تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

دل

لٹنے کی تیرے، دل میں ہیں گی ہوائیں کیا کیا
مانگی ہیں تیرے حق میں حق سے دعائیں کیا کیا
دکھ درد، ٹیس، جلنا، رہ رہ کے کھول پڑنا
پھوڑا ہے دل نہیں ہے تنکو سنائیں کیا کیا
خوب رقیب و حسرت، عجز و نسیا و منت
جیوڑے پر یہ اذیت، آفت اٹھائیں کیا کیا

تن چاک، سینہ سوزاں، دل داغ، چشم گریاں
 تو دیکھتا نہیں ہے تجکو دکھائیں کیا کیا
 لے سر سے تابلہ سینہ، سینے سے لے قدم تک
 ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری بلائیں کیا کیا
 آنا تو جوں پھلا دا، دل جھین کے بھاگ جانا
 ہم سنے نہیں ہیں ظالم تیری دغاؤں کیا کیا
 خنجر سے ہنہ نہ موڑا، تیغ سے دم نہ مارا
 اس سوز نے بھی کہیں تجھ سے دغاؤں کیا کیا

دلہ

مرا قتل اُس بے دغا نے نہ چاہا وہ کب چوکتا تھا، خدا نے نہ چاہا
 بڑا داد تھا آج بوسے کا ہے وہ راضی ہوا تھا، حیا نے نہ چاہا

دلہ

نہ الفت ہے نہ شفقت ہے مگر ہر دم کا نکوٹرا
 کہ جس پر یہ حکومت ہے، اسے کہتے ہیں کیا زورا
 ہزاروں دست بستہ رو بہ حاضر ہیں من باند ہے (کذا)

..... نہ رکھا ہے نہ زنجیر ہاں

خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو
 اٹھ سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا چھکچھورا
 خدا تو را ملا دنیا میں، اس سے بھول بیٹھے بس

یہ موجِ دہر ہے لے سوز، یہ مودا نہ یہ تو را

میں زلفوں کو دایم بلا جانتا تھا
چلے مجھ سے دامن چھڑا کر میاں دل
مجھ سے تجھے بے وفائی تھی کرنی
وے گرم جوشی سے تیری تھا دھڑکا
دغا کھائی آخر دغا کھائی آخر
دلا سا تو دے سوز کو چستے چلتے

غزل تظہ بند

دہ کون سی گھڑی تھی کہ دل سے جدا ہوا
یہ خوش گرفتہ تجھ سے بھلا آشنا ہوا
اب تو وہ قتل کرنے کو نو بہ بہا ہوا
چھپ کر صنم کو دیکھنا مجھ پر بلا ہوا
کیا مجھ سے پوچھتے ہو خدا جانے کیا ہوا
کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا
طوطا ہارا اڑ گیا کیا بوستا ہوا

تیرے ہاتھوں میں چلا او بیونا
اس قدر بے رحمی تجھ سے شخص سے
ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط
اپنے پر سے کر کے صدقے پھینک دے
میں کہاں اور تیرا بوسہ واہ وا

تیری محفل میں گیا کس روز میں کان تیرے کب لگا ادبونا
 قطعہ

ستور حاضر ہے اسی سے پوچھے میں نے کب بوسہ لیا ادبونا
 کہ چکے بدنام چھوڑ دوں ہوں کوئی یونہیں پھر جاؤں میں کیا ادبونا
 دلہ

بات کہتے ہی بگڑ کر تو چلا دل تو میرا پھینک جا ظالم بھلا
 قطعہ بند

ایک دن اس کو اکیلا پاسے میں اپنے دل کی آرزو کہتا چلا
 ایک باری پانوچھونے دے مجھے دونوں ہاتھوں سے تیری میں یوں بلا
 گھور کر کہتا ہے کیا ہے وہ غضب یہ بڑھاپے پیٹا نکلا من چلا
 چل ترے ہاتھوں کو میں صدمے کروں اپنی قینچی سے ترا کاٹوں گھلا
 تو نے منہ دیکھا نہیں ہے ستور کا ایک اُٹ کرنے میں دیوے گا جلا
 دلہ

چشم غفلت کھول کر ملک دیکھ تو اے سب خواب
 دہرنے کن کن ملکوں کا کیا حسانہ خراب
 قطعہ

مذہبِ عنایت پر بیٹھتے تھے جو بہ تازہ
 اہل استحقاق کا منہ سے نہ دیتے تھے جواب
 خاک میں پنہاں ہوئے ایسے کہ کچھ پیدا نہیں
 کون سا اس میں ہے رستم کون سا افراسیاب
 بارہ ساعت کے لیے اسلاک پر پہنچا دماغ
 واہ دا ان کو بھی کہہ لو آفتاب و ماہتاب

ان دنوں میں توڑ کو دیکھا ہے یار دواہ دا

ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

ولہ

کیا ہے اتنا بھی، دھر منہ تو پھراؤ صاحب

سو جی ہم تم سے نہیں بولتے، جاؤ صاحب

ن چور پکڑا ہے، بھلا کیا ہے بنل میں، 'سچ کہہ

اب جدھر جاؤ گے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب

دل نہ جاتا کہیں، اگر مجھ سے آسے ہوتا پیار

یاد مت اُس کو دلاؤ، نہ رلاؤ صاحب

ذکر مت کیجیو، دیوانے کو ہو کافی ہے

نام لے لے کے نہ سوتوں کو جگاؤ صاحب

یہ دہی یا رت دی ہے اسے پہچان لو

اپنے اس توڑ کو اتنا نہ مہلاؤ صاحب

مطلع

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب سنتے ہی منہ پھرایا، 'لو صاحب

ولہ

تو مرے دل کو ملائے یارب مرے روتھے کو منائے یارب

میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط اس لگی کو تو بھجائے یارب

جوں مے دل کو دکھایا اُس نے اس کے بھی دل کو دکھائے یارب

اُس کا گھر آج ملا ہے سوتا میرے ظالم کو جگائے یارب

جس طرح عشق لگایا مجھ کو عشق کو عشق لگائے یارب

بیچ کر میرے میٹھا کو آج مردہ تونز جلائے یارب

مطلع

مکھوڑھو کا دیا دکھا کے شراب لے ان آنکھوں کا ہوئے خانہ خراب

دل

ہوا اب کے سرسبز بتاں نہایت سبب کیا ہے بلبل ہے نالاں نہایت
میں کہتا تھا دل کو نہ مل اس کے پر اب سخن ناشنو ہے پشیمان نہایت
کھلا کس کا بند قبا اس نے دیکھا کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت
نہیں تونز پر دانہ گر اس کے دل میں تو کیوں شمع ہے شب کو گریباں نہایت
نہ جانے ہے دیوانہ کون اس میں لے تونز کہ دل کش ہے سیر پریاں نہایت

دل

نہ کی صحبت (نے) اپنی یار میں تاثیر کیا باعث

ظلا اس س کو کر سکتی نہیں اکیر کیا باعث

شکست و ریخت ہر گھر کی جہاں میں ہوئے ہی یارب

ہمارے خانہٴ دل کی نہ ہوئی تعمیر کیا باعث

خبر لے جلد دیوانے کی اپنے آج زنداں سے

نہیں آتی صدا لے نالہ زنجیر کیا باعث

بہار آئی ہے اب تک تونز کے تم دل سے غافل ہو

نہیں کرتے ہو دیوانے کی تم تدبیر کیا باعث

مطلع

تکتے تکتے راہ تیری جان گھبراتی ہے آج

نہند کو کیا موت آئی جو نہیں آتی ہے آج

دلہ

ن ارباب جہاں کا ہے یہ سب نشوونما ایچ

بنشین دبیا، ناز دارا، ماد شمایچ

یک ہستی مہم ہے سب صورت اختیار

ہے دیدہ تحقیق میں جز نام نہ ایچ

سب مہم کرد غنچہ دہاں کے ہوئے طالب

کوربان بصیرت کا ہے منظور سو کیا ایچ

کیا جلوہ دکھاتی ہے فنا سب کو شب روز

پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے حقا ایچ

جب ایچ ہی ہم بوجھ چکے وضع جہاں کی

غم ایچ، طرب ایچ، ستم ایچ، عطا ایچ

عقل سے زمانے کے جو تحقیق کیا خوب

یعنی کہ جہاں کیا ہے تو بولا یہ صدا ایچ

پس توڑ کے پہلو سے سرک جاؤ عزیز د

عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا ایچ

دلہ

دیکھو، مک اس طرف اٹھکیل کے آنے کی طرح

پاؤں سے ٹھکرا کے میرے دل کے لئے جانے کی طرح

برق پڑیو جان پر بجلی کی، میں تو جل گیا

کس سے سکھ آئی یہ آنکھوں میں چمک جانے کی طرح

دیکھ کر عاشق کو بے دل چٹ سے لگ جانا گئے

لئے تری رندی کی، کیا آتی ہے پھسلانے کی طرح

اُس پاس اُس شمعِ دے پھر کے کیسا جل بجھا
تو زخوش آئی تجھے کس جی سے پروانے کی طرح

دل

گالیوں سے تیر سی ہم ہوتے نہیں لے ماہ تلخ

تجھ کو کیوں لگتی ہے لے ظالم ہمارے آہ تلخ

اُس لبِ شیریں کی حسرت سے ہوا ہوں جاں لب

زندگانی یوں ہوئی مجھ پر مرے اشد تلخ

شکر ہے اُس کا، زباں کی ہم نے لذت چھوڑ دی

جو ملا سو کھالیا، تھا خواہ شیریں خواہ تلخ

زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجھ کو دے

تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصح بد خواہ تلخ

تو زل دینے دکی اگر پوچھے ہے تو مجھ سے صلح

ہے محبت کا مزا میٹھا دے زباہ تلخ

دل

بڑا دنیا میں ہو گا وہ خرد مند زن و فرزند کا جو نہ پابند

تباہے دوستی مت چاک کر جان پھٹا دل پر نہیں ہوتا ہے پیوند

گلے پڑ کر کبھو تو آشنا ہوں مرے تسے کا اب کر لے علی بند

سبھی رسمیں ہیں اُلٹی ان بتوں کی نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند

تو چھاتی ڈھانپ کر پھرتا تو ہے پر نظر پڑتا ہے کچھ کو سے کی مانند

کوئی دم کو چلا جائے گا آجھی

ساز تو ز کو رہنے دے یکچند

قطعہ بند

کی کہوں تم سے اے خرد مند و دیکھتے ہو تم ان بتوں کے چھند
یہ دلوں کو پھنساتے ہیں پہلے کھوں کر زلفِ عنبریں کی کسند
دیکھتے ہیں سبھوں کو ایک نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
رام کرتے ہیں باز کو بیسے طمہ بوسے (کا) دے کے روزے چند
بھوکہ پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹھ پر منہ بند
بھاپ دیتے ہیں دونوں نتھنوں کی پھر پھر دکھاتے ہیں یہ مشن پر بند
افرض چھوڑتے نہیں بابا جس طرح ستور کو کیا پابند

دلہ

لکھوں جو دست تمہارے میں گلِ رخاں کاغذ
عجب نہیں ہے کہ ہو رشکِ بوتان کاغذ
جواب خط میں ہمارے لکھے نہ پرزہ یار
جو ہوز میں سے بھراتا نہ آسماں کاغذ
لکھوں ہوں نامہ تو کر ڈالتی میں ابر سے سرخ
زاقِ دوست میں یہ چشمِ خوں فشاں کاغذ
پڑھوں ہوں ستور جو میں داغِ دل کی اپنے شرح
کرے ہے خونِ جگر برگِ لالہ ساں کاغذ
قطعہ بند

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر ہو گیا میر تقی میرا دہ گزار
آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او کوئی یاں حاضر نہیں اب نا بکار
ہے سرانے دیکھو تیسرے دکان جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار

سننے ہی میرے گئے واں پاؤں پھول
خوبی قسمت تو دیکھو اُس گھر دی
تھا اپنے کاٹا تھا ہو غضب
اسے بے منت اجل آئی تھی پر

لگ گیا دیوار سے تب آہ مار
کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
تھے نہ پتھر بھی کہ کرتا سنگسار
پنج لگی کیا ہوئے پھر انجام کار

ایسے جینے سے بھائی میں ہزار
جھوٹے تزیینے مگر دفن و فریب
جب سے پیدا (ہوا) ہوں تب سے گناہ
میرے صاحب ہیں آپ اس منہ پر
چھوڑ بیٹھ اور مصدقہ بس
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں
لیک استغفر اللہ تو اور مرد
نزدہ پہنا تو کیا اباڑا جی
شرم آئی نہ اسے خوں تھکوا
سات تابوں سے منہ کو کالا کر
بھوکروں کو سٹھالی دیتا جا
جو کہ پہنے بس مردوں کا
اس کی یہ ہی سزا ہے خلق خدا

دستا بن عذاباً نار
ہیں جلو میں مری قطار قطار
کیسے ایجاد ہیں ہزار ہزار
ہلک ادھر دیکھو تو استغفار
اب تو گردن میں ڈالیے زنا
پوچھنے آئیں ہند کے کفار
حیز بہتر ہے تجھ سے تو سو بار
یہی درد پکارتے ہو بسیار
اب بھی کہتا ہوں بس گلے سے آوار
ہو کے اُلٹے گدھے اوپر اسوار
اور آجھی زبان سے یہ پکار
اور حیزوں کے رکھتا ہوا طوار
جو گلے میں ہوں جوتیوں کے وار

دل

بس میاں عشق تیرے پوجوں پیر
بیٹھے بھدائے مجھ غریب کو ہائے
کہیں مسجد میں ناک رگڑائی

تو نے مجھ سے نکالا کب کا میر
لے چلا دشت دشت کرنے میر
کہیں کر جوڑ کر پھبایا دیر

جو کہا کیا کیا ، تو سر ، یا ایک ہے بوجھ ان میں کون ہے غیر
سات اور پانچ دل میں ثابت کر جان مولا علی کو ہو تو نصیر
آپسا ہی کیا نہ سوز کو خوب ایک سے دو ہوے الہی خمیر

مطلع اول

جگر سے دل میں دل سے آنکھوں میں آنکھوں سے مرثگان
یہ فضل اشک لڑا پورہ کر پڑی آخر کو داماں پر (۹)

مطلع دوم

نہ بھول لے دل تو اس نیرنگی میں سے دوراں پر
پیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاق نسیاں پر
بہ نگ سبزہ خوابیدہ ہیں مرثگان گل رویاں
یہ دامن ٹوٹا گزرا ہے کس کا اس خیاں پر
رس سے زلف کی میان کھینچ لے دے دے ڈوبے گا
گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہ نہ سخداں پر
قیامت کا بھی دھڑکا دل سے کشتوں کے بھل جانے
خداوند اگر قاتل کا ہو گوہر عنبریاں پر
ہجوم عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں
کہ پروانے جھکے ہیں جس طرح تیغ شبتاں پر
کہھر پھرتی ہے اے بلبل سبتھل اب آشاں اپنا
خوابی اب کر نامہ ہی ہی اوترے گلستاں پر (۹)

ولہ

بس کر لے غم جلا سب گرا بس کر میں نے مانا ترا اثر ، بس کر

صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش
 و بدم بھگھ کو کیوں جلاتا ہے
 مت مکر، تو نہیں ہے دل کا چور
 عرش تک تو گیا ہے تیرا شور
 سب یہ تیری یکے نذر بس کر
 بے مروت خدا سے ڈر بس کر
 میری آنکھوں میں گھر نہ کر بس کر
 بس کر اسے سوزِ نوہر گھر بس کر

دل

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر
 چاک مت کر جگر کو، ہاتھ اٹھا
 آہ تو اس کے در تلک نہ گئی
 نوک تو دیکھتا ہے جمدھر کی
 کوئی بات رہا نہ صاحبِ دل
 سوز کو کچھ نظر پڑا شاید
 دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر
 اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر
 کیا اکھاڑے گا تالا شہگیر
 دیکھے کس کی آئی ہے تعذیر
 دل تو ہے اُس کے ناز کی جاگیر
 دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں چسیر

دل

ردا ہے غم سے تیرے دلِ زارِ زارِ زار

بکھے ہے دل سے آہِ شرر بار بار
 محفلِ تلک ہے تیری ربائی کے ولے

بستے ہیں دیکھ صورتِ دیوارِ وار وار
 اب کس کو خبر ہے کہ میں کون، کون وہ

کہتا تھا جب تلک تھا میں ہشیارِ یار
 شانے سے تھی اُمید چھڑانے کی زلفت سے

اُبھی دو چند جانِ گرفتارِ تار تار
 دیکھو جی آنسوؤں کا تو کچھ بس نہ چل سکا

آخر ہوئے گلے کے مرے بار بار (بار)

کیوں تو زہم نہ کہتے تھے مگر نہ سر کو تو

آخر کیا نہ آپ کو بیمار مار مار

دل

قدم رکھتے ہی اک باری زمیں پر
ہمیں کہنا کہ در ہو بے وفا خوب
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے
یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر
ہماری بات کیوں پیائے ہمیں پر
لگا ہے داغ اب تک آستیں پر

قطع

جگر گل کا بکس جادے تھا وہیں
سودہ بلبل بڑی ہے گلستاں میں
آلت گئیں سوز کی آنکھیں پل زمرگ
سنے سے جس کی آواز حزیں پر
کہیں سراور کہیں پا اور کہیں پر
دیا ہے جی نگاہ واپسیں پر

دل

ہو گیا غم سے جان سوز گداز
غم نے گھیرا ہے چلیو خنجر یار
دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے
پر نہ آیا تو اپنی ضد سے باز
ایک تو ہی تو ہے مرا دم ساز
کون اٹھائے گا پھر تیرے ناز
یہ تو جھگڑا پڑے گا دور دراز
اب تو زلفوں سے جا کے ابھارے

قطع

تیرے دیدار کی تمنا میں
یہ مسافر جو تجھ تک پہنچے
ظاہر شوق نے کیا پروانہ
رکھو اس کو بھلا غریب نواز

قطع

کوئی خرقہ ہے یا کوئی ٹوبلی
کچھ تو دیتے صلہ جو ہوتے آج
میرے شعروں کے دیکھ کر انداز
خسرو ہند (د) سدھی شیراز

دل

میت اس قدر تڑپھ تو دل بے قرار بس
 گزرا ہے سر سے خوں مرے اے چشم یار بس
 ہے دل پہ مجھ اسیر کے حسرت تری سدا
 اے عندلیب باغ نہ اتنا پکار بس
 تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا تجھے
 اُڑ جائے سر بلا سے لگا ایک بار بس
 سوز آج یوں گلی سے پرے کہ کے اٹھ گیا
 سو طرح تکبو دیکھ لیا ہم نے یار بس

دل

آج دل آپہی آپ کچھ ہے ادا اس
 کوئی ریت آ کے بیٹھو میرے پاس
 سنیو معشوق اس زمانے کے
 کاشیں ہیں عاشقوں کو جیسے گھاس
 اب تو اردوں سے دل کے مردائیں
 دل میں بیٹھا ہے بسکہ ان کے ہر اس
 اب کی محبوب بھل سکھر
 جو اڑانے کی دت کا وین بہاس اگلا ..
 ایک تینہ لگا کے بھگ گ گیا
 دیکھو نہ دس نہ بیس سو نہ پچاس
 مسر میدان ہے وہ ہی عاشق
 جو چڑھا ہو جہان میں نفا

آج ہے اس کے پاس خنجر و تیر
توڑ دل کا نکال اپنے ملاس
دل

یوں بوجھ مرے دیدہ پر آب کی گردش
ہے سہل مری چشم میں دو لہاب کی گردش
پھر جائیں ہیں اس طرح سے اک پل میں وہ نکھیں
جوں بزم میں ہو جام سے ناب کی گردش
توڑ آن کے مجلس میں خمار اس گھڑی ساقی
بے مانگے ہے تجھ سے سراجب کی گردش
دل زلف درخ یار میں کیونکو نہ پھرے توڑ
خوش آئے ہے اس کو شب ہتھاب کی گردش
دل

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جاے حرص
آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص
ممکن نہیں ہے کچھ کہ بھرے کاسہ طلع
دن میں کر ڈوڑ در جو بھرائے گہائے حرص
انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے
وقت کوئی کسی کو نہ دے سوائے حرص
کر منہ کو ٹک بسوے قناعت یہ حزن مان
دہتی ہے لاکھ طرح کی آفت تھوڑے حرص
ناداں تلاش طرہ زر سے تو باز آ
جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر گٹائے حرص

اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریف، حیف

کی قطع روزگار نے ہم پر قبائے حرص
اوقات ہر طرح سے بخوبی بسر ہو سوز

پر درمیاں نہ ہوئے بشرطیکہ پاسے حرص
دلہ

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار ہے جب تب غرض

اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض
دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا

ہوئے ہے معلوم باہم آپڑے ہی جب غرض
میں کہا شب آج یہیے تو بولا وہ شوخ (کذا)

رات کے پہنے سے میرے مدعا مطلب غرض
حرف میرا ہی نقطہ اسے یار ہے بے مدعا

ورنہ اپنی اپنی باتوں میں رکھے ہیں سب غرض
توڑ ایسے یار سے معلوم ہونا مدعا

جی نکل جاوے کسی کا اس سے نکلے تب غرض
دلہ

اب ضرور کرنے لگا دل کو بتوں کا اختلاط

سچ تو یہ ہے ان بیوناؤں سے کہاں کا اختلاط
ناکوں کی دوستی دے دین وایاں کو اجاڑ

پوچھ تو جا کر گھستوں سے خزاں کا اختلاط
خاک سے جس نے بنا کر حضرت انسان کیا

فیض گر چاہے تو کر اس باغباں کا اختلاط

توڑ سے مت دل لگاؤ درستو پھٹاؤ گے

کاش دل ہے عزیز و یہاں کا اختلاط

دلہ

اٹھی نشے میں

بیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ

ہاں عید سے یہ عیش ہو نہ صبر کو

جو بھگھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ

عبث ہیں منتظر اس شوخ کی مری آنکھیں

سوائے آئینہ کس کو ہے انتظار سے حظ

حلاوت اتنی اٹھی داغ دل کے گننے سے

کہ جوں بخیل کو درہم کے ہو شمار سے حظ

بزدل سیر کرے شہر شہر کی توڑ

اٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

دلہ

مڑگان کی خدش کا بدل ڈھنگ ہے وسیع

سینہ بھی یاں براے صفت جنگ ہے وسیع

پڑیا سے لے بچا ہے نہ یکرغ تک کھو

شہباز عشق کا بھی عجب جنگ ہے وسیع

تنگوں کے واسطے ترے نیے کے سرو تاز

گلشن میں تختہ گل اور نگ ہے وسیع

گو جرم سے پہ غصہ کیا محسب نے تنگ

پر توڑ کے یہی قدح بنگ ہے وسیع

دل

عشق کی ہودے تو ہو ہم کو اسیری کا دماغ
 دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا دماغ
 ہوں گرا ایسے کی نظروں کا کہ میری خاک پر
 باد کو بھی ہو نہ ہرگز دست گیری کا دماغ
 اس لیے خاموش رہتے ہیں چمن میں عندلیب
 تجھ سے ہم نہ رکھتے نہیں ہیں ہم صفیری کا دماغ
 سوز سے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعر
 گفتگو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

دل

ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو لے بدگن صاف
 دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف
 کہتا ہوں میں کہ کیا مری تصویر، کچھ بتا
 کہتا ہے ہوتا ہے مری تجھ پر زبان صاف
 اس وقت خاکہ اں میں جہاں کے نہیں خبار
 مانند آسماں کے ہے سب آسان صاف
 گر آرزو ہے تجھے وصل یا رک
 پہلے تو کر لے غیر سے دل کا مکان صاف

دل

”وے آہ کے ہے گرچہ سیاہ خانہ عشق
 داغ سے دل کے منور ہے یہ کاشانہ عشق

دیکھو تو تیرے کو اب درد نہ کر دے افسوس

تیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانہ عشق

دل

اشک کب ہوں تیرے مستانے کے خشک

کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک

چوری چوری تیرے منہ شاید لگا

ہونٹ جو ہیں آج میخانے کے خشک (۱)

ان کے دل میں ہے کہ گوہر دے

ہوں سراسر آب دکھلانے کے خشک

زلف کی پیٹوں میں کیا جا کر دھنسی

یا الہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک

توڑ مجھ کو تمہیں ہی تم دیکھ لو (کذا)

شمع گر یاں چشم بردانے کے خشک

دل

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک

تو نے مجھ کو نہیں لگا لی آگ

تو نے میرا نہیں چرایا دل

دردِ محشر دیکھو ظالم (۲)

کیو یا رب کہ توڑ بھوٹھا ہے

میں کہوں گا سچ ہے رنجِ فداک

دل

میاں دل بھائی دل او لہریاں دل

مجھے تو چھوڑ جاتا ہے کہیں دل

نہ جا تو پاس سے میرے مری جاں لے میرے دوست میرے ہر باں دل
 خدا جانے کہاں تو گر ہے گا نکل سینہ سے امت اور نا تو اں دل
 یقین میرا ہے تیری دوستی پر تو مجھ سے کیوں پھرا اور ہنگام دل
 عبت تو ہر گھڑی مت توڑ سے پوچھ کہاں وہ اور کہاں میں اور کہاں دل

دل

لے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال
 آنکھ تو کھول چونک اور مرے لال
 کس نے بیخود کیا تجھے پیار سے
 کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال
 کی کسی کا ہوا ہے تو عاشق
 نہ مری جان مت لے یہ جنجال
 بے وفا ہیں جہان کے محبوب
 بے مروت ہیں یہ نذبون خصال
 پہلے لیتے ہیں دل کو بہلا کر
 پیچھے کرتے ہیں جان کا یہ سوال
 میرے کہنے کو مان سے پیار سے
 در نہ کہہ دوں گا توڑ سے سب حال
 اے لہ آیا ہے اب خدا حافظ
 مرحبا مرحبا 'تعال تعال
 دل

ہوا کس سگدل کا مستلا دل کہاں جاتا رہا ہے ہر ا دل

اب یہی حیران ہوں وہ شوخ کیونکر بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل
عزیزہ دل کا مت احوال پوچھو کہوں کیا تم سے ہے کس جاہرا دل
گیا قاتل کے گھر سینہ سپر کر : صاحب تونز کا بھی ہے بڑا دل

دل

مکرائیں سنگ سے نہ ہو ہمکنار ہم تم
ردیوں گلے گلے لگ لگے آتش ہم تم
دیکھیں تو داغ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ (۱۵)

اے لار داغ دل کے کریں شمار ہم تم
تو میرے دل کو دیکھے ہم تیرے دل کو دیکھیں
دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم
تم تو چلے گئے پر : یہ تونز ہے اکیدا
اے میر دردناک صاحب تھے یاد گار ہم تم

دل

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنیں
کب کیا کس جا کیا کس وقت کس دم کس کنیں
اب ہوا تو لا بھی زر کا سودا : اللہ لے
زر کہاں بھر زندہ بلاش : بھروسہ کہاں
ن زلف و کا کل چشم : ہر سب کو دکھلایا ہے
دل نہ ابھرا : نے ابھایا کس کو کہیں
پتا ہے جب جاتا ہے آرام و صبر عقل و ہوش
نہیں : دراز نس غم واد کس مونس نہیں

جوں کہا چل سوز سے مل طیش کھا کر بول اٹھا
جاؤں کس بد ہوش، کس خاموش، کس بے حس کنیس
دلہ

شہد میں جیسے مگس، ہم حرص کے پابند ہیں
واسے غفلت اس سیرِ ندال میں ہم خوردند ہیں
رزق کا ضامن خدا، ناطق کلام اللہ ہے
تس پہ اپنی صورتوں کے روزِ حاکمند ہیں
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز
یہ برادر، یہ پدر، یہ خویش، یہ سرزند ہیں
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
سوچتا اتنا نہیں، ہم خاک کے پیوند ہیں
جب تک آنکھیں کھلی ہیں، دکھ پہ دکھ دیکھیں گے یار
منہ گئیں جب آنکھیاں تب سوز سب آئند ہیں
دلہ

پھر لگا کرنے صنم کی چپاہ جی	جو رضا تیرے مرے اللہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو	کیا کروں تعریف اُس کی واہ جی
تجھ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان	گو ہوا میں بھی ترے ہمراہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو	کیا کروں تعریف اُس کی واہ جی
رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے	آنکھ اٹھا دیکھو تو عاں جاہ جی ۱۱
تم نے ٹوکا میں دیا اُس کا جواب	کون ہے تو بندہ درگاہ جی
ایک بوسے کی گدائی تم سے کی	پر نہ بولے منہ سے، لیجو شاہ جی

کیون تم کھاتے ہو میں بیٹھے رہو سوز کو چھیرا دے تم تو آہ جی

دلہ

شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے
گایاں دیتے تھے ہم کو آپ کو بھی کھانے لگے
مجھ کو کہتے (تھے) کہ 'دروہے ونا' چل بھاگ جا
بیو نہ اپنے تئیں سُن سُن سرکس جانے لگے
بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر

اپنی باتوں پر بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے
یا ہماری بات کہنے پر اٹھاتے تھے فریب

یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکر یں کھانے لگے
میرے غش کو دیکھ کر کہتے تھے سارے مگر ہیں

کیوں کسی کے سامنے تم آپ غش کھانے لگے
یا تو بے لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر

یا کسی کے تیر مرزگاہ آپ تم کھانے لگے
جس طرح دیوار و در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر

آپ بھی دیوار و در سے سر کو ٹکرا دے لگے
یا نہایت تھے کسی کے دل کا یہ تازہ سے

یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے بے بائے لگے
یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت بہہ جا بھ

یا تو سو سو سڑتے اب آپ جبر سلائے لگے
اپنے ہاتھوں سوز نے جبر کیا 'با یا میاں'

سوز سے جیسا کیا تھا تم بھی اب پاسنے لگے

دلہ

مسک جانے کا قاتل نے زالا ڈھب نکالا ہے
 سمجھوں سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے
 اٹھ بس ہاتھ چھاتی سے کسی کا جان کیا ہے گا
 ابے لگ جائے گی ٹھیس آگلی کی 'زخم آلا ہے'؟
 بکھیے 'سرد قامت اور بھی محبوب ہیں' ہاں ہیں
 دسے تیرے ہسی ہالا کا سب میں بول ہالا ہے
 بتائی دست قدرت سے خدا نے صورت انسان
 دسے میرا چھبیلہ دیکھ تو سانپے میں ڈھالا ہے
 سمجھوں کو قتل کر کر میری باری منہ چھپاتا ہے
 بنے کیا اب کی باری 'دیکھیے باری تھامے ہے
 اٹھا کر تھوڑ کو مجلس سے مسیحا نوچواں بولا
 کہ پیروں کو مٹا کر میں نے (اس) بڈھے کو ٹالا ہے

دلہ

جو اوقات اس تنگ دستی سے گزریے	تو لو جان ہم ایسی ہستی سے گزریے
گدائی کے عاشق، طالب شہی کے	ہم ایسی بلندی دستی سے گزریے
خدا کی سوں پھر تو خدا ہی خدا ہے	اگر خود تو اس خود پرستی سے گزریے
چھری تو چلے تے ہو پر تھم کے پایا ہے	تھاری ہم اس تیز دستی سے گزریے
بے پیٹ بھر کر دکھا دوں صنم کو	اگر سوز تو فنا دستی سے گزریے

دلہ

ب یوں تو نکلے نہ مے دل کی اما ہے گا ہے
 اے فناک بہر خدا رخصت آئے گا ہے

جز تری خاک در لے دوست بہت کعبہ

دل میں ہو گر ہوں عزت و جا ہے گا ہے

نہ شفاعت ہو پیغمبر کی نہ تسیرا دیدار

ہو جو فردوس بریں پر بھی نگاہے گا ہے

ہے وہ عشق میں گردن زدنی سوستنی

ایم زخم سے دل کے جو کر اہے گا ہے

نفس کو میری سر راہ ہی رہنے دینا

گر کرے قتل وہ کچھ دکھ کے گن ہے گا ہے

منت باد صبا خاک کو ہے میری عمار

آپھی روز دے گا وہ با خیل سپاہے گا ہے

میں تری تیغ کی بدشش کی کردں سب میں ثنا

تو مرے زخم اٹھانے پہ نہ سرا ہے گا ہے (۱۹)

قطعہ

ایک دن تیرے سے پوچھ کہ صنم سے اپنے

اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے

دیکھ کر منہ کو گھڑی بیک میں بھر کر دم سرد

یوں اشاروں سے بتایا سرا ہے گا ہے

دل

نہ ہو عاشق کسی کا تو وفا داری کو کیا جانے

ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے پتہ یاری کو کیا جاے

ابھی تو تو نے آئینے میں منہ اپنا نہیں دیکھا

گرتی رہی کو کیا سمجھے تو خود داری کو کیا جانے

ن لگی بھی ہیں کسی (سے) اب تلک آنکھیں تری سنے

تڑپھن، وٹنا، راتوں کی بیداری کو کیا جانے
ابھی تو مشقِ خو غزاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے
یہ ننھاں سا کلیجہ تیسرا غمخواری کو کیا جانے
عزیز دے سوز کو چونکا دمت سوتا ہے سونے دو

ازل کے جامِ کادم ہوش ہشیاری کو کیا جانے

دلہ

ادھر دیکھو نہ کس ناز و ادا سے آج آتا ہے

میسما کی موٹی اُمت کو ٹھوکر سے جھلاتا ہے

جہاں بیٹھا، جہاں سوتا ہے اے دل تو سلامت رہ

کہ تیرا ہر گھر سی من مار رہنا یاد آتا ہے

ابھی خیر کچھ، آج کس پر تیغ سے نکلا

فلک پر خوت سے خورشید جس کے تھر تھراتا ہے

عجائب سیر ہے اب کوچہ قاتل میں چلتے ہو

کوئی تو ایڑیاں دگرے ہے کوئی تر پھراتا ہے

صبا، تجھ کو سلیمان کی قسم ہے آج سچ کہیو

یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں بھولا سکتا ہے

کسی نے اُس کو پوچھا تو زکب اب شر کہتا ہے

تو کہتا ہے یو نہیں وہ بت بنا باتیں بناتا ہے

دلہ

مٹل نے ہر استخوان میں درد کی آواز ہے

کچھ نہیں معلوم یا رب سوز ہے یا ساز ہے

سبزہ پامال ساں زلفِ بتاں ہیں فرسشِ راہ

کیا خرام ہے کیا ناز کا انداز ہے (کذا)

بات کہنا اور سے، دل چھین لینا اور کا

سحر ہے افسون ہے اہواز ہے ہاں ناز ہے

قتل کرنا مار ٹھوکر، پھر جلانا آئسٹریں

سجڑ عیسیٰ ترے غمِ دل کا پا انداز ہے

دل کرا ہے یا کرے آہ و نغاں، طاقت کسے

گاہ گاہ ہے چاہ میں کیسی تو کچھ آواز ہے

دل نہیں پہنے کا اب اس تن میں بن لو اشکِ آہ

اس نگر کی اس کو یہ آب و ہوا ناساز ہے

ایک باری دھک سے ہو کر دل سے پھر نگلی نہ سانس

کس شکارِ انداز کا یہ تیرے آواز ہے

دل تو دل، اس آنکھ کے دیکھ سے یاربِ لا ماں

آپ ہی کنی ہی ہے ادارلی غماز ہے (کذا)

قیس اور فراد پر موقوف جاں بازی نہیں

جان پر اپنی جو کھیلے گا وہی جاں باز ہے

میں کروں اظہارِ عشق اس منہ سے، جل جائے زباں

اپنے غمِ کسم پوچھ، میرا دو ہی محرمِ راز ہے

اس فشتہ شکل پر کہونا ہے کتنا میر تو نہ (؟)

بے پردہ بالی میں جس کی عرش تک پر واز ہے

دلہ

د پہلے ہم سے اُلفت تھی، سواب اس میں نہیں باقی
 کہاں ہر روز کا ملنا، کجا ہر دم کی مشتاقی
 جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسبابِ عشرت کا
 کہاں محفل، کہاں مینا، کہاں مطرب، کہاں ساقی
 اداؤں ناز و غمزہ، کم نگاہی، جور، بے مہری
 یہ سب ہے حسنِ محبوباں، دے اتنی بد احسنِ باقی
 جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا، احسان کیا اُس کا
 تکلفِ برطرت، یہ حقِ تعالیٰ کی ہے رتہ اتنی
 بجائے اشک، ان شگیںِ دلوں کے جور سے اب تو
 شرر بھڑکتے ہیں مرزاں سے بسانِ سنگِ جہنماقی
 اب کبھی کالی گٹھا میں جیسے بجلی کوند جباتی ہے
 چمک جاتی ہے سستی میں ترے دانتوں کی بڑاقتی
 تیرا دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو
 یہ تیرے ترکِ چشم اب یکھ آئے کیسی مستزاتی
 بھلا اس سوز کی خلقت سے کیا منظور تھا حق کو
 خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاقی

دلہ

کہوں کس سے حکایت آشنا کی سہو صاحب! یہ باتیں ہیں خدا کی
 دعا دی، تو لگا کہنے کہ دُر ہو سنی میں نے دعا، تیری دعا کی
 ادا کی آرزو کی، تو یہ بولا جون فرمائی تو ہیں ادا کی (۹)

قطعہ

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا تھا اے ساتھ جو میں نے وفا کی
 گریباں میں ذرا نہ ڈال کر دیکھ کہ تو نے اس وفا پر مجھ سے کیا کی
 لگا کہنے کہ بس بس چرچ کر بند وفا لایا ہے دت سیر سی وفا کی

قطعہ

عدم سے زندگی لائی تھی پھٹسلا کہ دنیا جاے ہے ابھی فضا کی
 جنازہ دیکھتے ہی سن ہوا دل کہ ہے ظالم وفا کی اے وفا کی

قطعہ

تجھے اے سوز کیا شکل پڑی ہے جو ڈھونڈتے ہے سفارش اغنیا کی
 کوئی شکل نہیں رہنے کی شکل محبت ہے اگر مشکل کشا کی

دلہ

گوش ہوش جو پہننے کو گہر چیریں گے
 اے صدف پہلے وہ تیرا ہی جگر چیرے

ماہرویوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید
 در نہ تجھ کو بھی وہ جوں شق قمر چیریں گے

جو کوئی عاشق مولا ہو، اے بے تاخیر
 ذکرِ تیا کی طرح تا بہ کسر چیریں گے

دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں، اب ناچار
 اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تیر چیریں گے

قتل دل ہووے گا زینت کے لیے مجرباں
 ارہ شانہ سے زلفوں کو اگر چیریں گے

گوں تھوڑا زور کیا، تو بھی نہ ٹوٹا پا بڑ

اس بھٹا ڈنڈ سے لو آپ سپر چیریں گے
کیا ہی بے دید ہیں محبوب جہاں کے سوز
جب ادھر دیکھو، تو ہر بار نظر چیریں گے

رباعیات

آتا ہے تو دوڑ دوڑ کیوں راتوں کو
بجو اس بھرے آگ لگے باتوں کو
تو اور ڈھٹائی، مار بیٹھا چٹ سے
دور ہو، صدمے کروں تیسے ہاتھوں کو

رباعی

گرم ہے تو آہ آہ کرنے کے لیے
درجیم ہے خاک و خوں میں رتنے کے لیے
دل ہی کو شب و روز پڑا جلنا ہے
ہے جان سواک روز یہ مرنے کے لیے اگلا

رباعی مستزاد

سن سوز بہت دیکھ کے حیراں ہو گا
خوبوں کا جمال
'زلف میں اُچھے گا' پریشاں ہو گا
مت لے ڈیہاں
یہ چال بری ہے، تجھ سے فتنے کی نہیں
ادھام خیال
کیا ہنستا ہے، پشیمان ہو گا
مت نہشتاں

رباعی

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص اور عام
کیا اہل سکوت (اور) کیا اہل کلام
پر زیت ہو اُن کی جو مشالِ خورشید
پیدا ہوں صبح کو تو چھپ جا دیں شام

کلیات آتش

KULLIYAT-E-AIASH

With Introduction by
Dr. Z. A. SIDDIQUI

طبع اول	۶۱۹۷۲
ناشر	رام نرائین لال بٹنی مادھو، الہ آباد-۲
©	ناشرین
مطبع	اسرار کوٹھی پریس، الہ آباد-۳

قیمت: پندرہ روپے